3

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

16

سلسلة خدمة الحديث النبوي

احادیث مبارکہ کا عظیم ترین مجموعہ

شرح السنة

تالیف:

أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي

٤٣٣ - ٥١٦ هـ

ترجمہ: ابو ثمامہ محمد عبداللہ سلیم حفظہ اللہ — تحقیق و تخریج: ابوالقاسم محمد محفوظ اعوان حفظہ اللہ

نظرثانی: عبداللہ یوسف ذہبی حفظہ اللہ — تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز۔ لاہور

فہرست مضامین

(16)...... كِتَابُ الزَّكَاةِ

زکاۃ کے متعلق احکام ومسائل

(16)......كِتَابُ الزَّكَاةِ
زکاۃ کے متعلق احکام ومسائل

(1)......بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ
زکاۃ کی فرضیت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ ....''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

(١٥٥٧)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَسْعَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَفَدَةَ الْعَطَّارِيُّ، أَدَامَ اللّٰهُ بَرَكَتَهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الإِمَامُ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحُسَيْنُ بْنُ مَسْعُودٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الضَّبِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَرَّاحِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: ((إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةَ أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلَى

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (مبلغ وحاکم بنا کر) بھیجا تو ان سے فرمایا: ''تو وہاں اہل کتاب کے پاس جا رہا ہے۔ تو ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یہ کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ تیری اس بات کو مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ عزوجل نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ تیری اس بات کو مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ عزوجل نے

(١٥٥٧) أخرجه البخاري: ٤٣٤٧، و مسلم: ١٩

فُقَرَائِهِمْ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ۔))

ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لے کر انھی کے محتاج لوگوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ تیری اس بات کو تسلیم کر لیں تو زکوۃ میں ان کے عمدہ مال سے احتراز کر (اور زکوۃ کی وصولی اور دیگر انتظامی معاملات میں) مظلوم کی بدعا سے بچنا کہ مظلوم کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کسی کا مال بالکل تلف ہو جائے اور کچھ نہ بچے تو اس کے ذمے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں بشرطیکہ وہ اپنی سابقہ زندگی میں زکاۃ کی ادائیگی میں سستی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کرتا رہا ہو کیونکہ حدیث میں مذکور ہے: ((صدقة اموالهم)) ''ان کے مالوں پر زکوۃ فرض کی ہے۔'' تو جب کسی کے پاس مال ہی نہ ہو تو زکوۃ کس چیز پر۔

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ بچے کے پاس اگر مال ہو تو اسے بھی زکوٰۃ دینا پڑے گی اور اس کا بلوغت کو نہ پہنچنا ادائیگیٔ زکوٰۃ میں رکاوٹ نہیں ہوگا کیونکہ حدیث مبارکہ کے الفاظ میں ((من اغنيائهم)) ''ان کے مالدار لوگوں سے لے کر'' تو بچہ اگر مالدار ہے تو اس سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

((تُرَدُّ اِلٰی فُقَرَائِهِم)) ''انھی کے محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔'' سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ جس شخص کو زکوۃ دی جارہی ہے اگر وہ اس روز مالدار اور صاحب حیثیت تھا تو زکاۃ کی رقم واپس کرنا اس پر ضروری ہے کیونکہ زکاۃ فقراء کا حق ہے جبکہ وہ فقیر نہیں غنی ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زکاۃ کو خواہ مخواہ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل نہیں کرنا چاہیے جب اس شہر میں مستحق افراد موجود ہوں۔ اصل یہ ہے کہ ایک علاقے کی زکوۃ اس علاقے کے فقراء، محتاج اور مستحق افراد میں بانٹی جائے۔

اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، اکثر علمائے کرام کا یہی موقف ہے کہ زکاۃ کو دوسرے مقامات کی طرف منتقل نہ کیا جائے، قدرنا پسند جانتے ہوئے سبھی علماء اس بات پر متفق ہیں کہ دوسرے مقامات کی طرف نقل کر دینے کی صورت میں زکوۃ ادا ہو جائے گی اور فرض ساقط ہو جائے گا سوائے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے، انہوں نے (اپنے دور اقتدار میں) زکاۃ کے مال کو واپس خراسان بھیجا تھا جو خراسان سے شام لایا گیا تھا۔

((واياك وكرائم اموالهم۔)) ''ان کے عمدہ اور بہترین اموال سے بچ۔'' حدیث مبارکہ کے اس جملے میں اس بات کی دلیل ہے کہ زکاۃ وصول کرنے والے کو لوگوں کے عمدہ اور اعلیٰ قسم کے جانور زکاۃ میں لینے سے پرہیز کرنا

چاہیے الّا یہ کہ جانوروں کا مالک اپنی خوشی سے عمدہ چیز ادا کرے۔ جانوروں کے مالک کوردی اور نکمی چیز ادائیگی میں نہیں دینی چاہیے نہ زکاۃ وصول کرنے والے کو اسے وصول ہی کرنا چاہیے کہ اس طرح فقراء اور مساکین کی حق تلفی ہوتی ہے بلکہ میانہ روی اختیار کرنا چاہیے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں کو آزمائش وابتلاء میں مت ڈالو اور زکاۃ میں ان کے عمدہ اور اعلیٰ مال نہ لو۔

ابوعبید لغوی رحمہ اللہ نے کہا: ((الحزرۃ)) کا معنی ہے بہترین اور اعلیٰ وارفع چیز، لفظ حزرہ کا لغوی معنٰی ہے: بچاؤ اور حفاظت کرنا، چونکہ قیمتی اور بیش قیمت چیز کی حفاظت کی ہر وقت پریشانی لگی رہتی ہے اس لیے اس کو حزرۃ کہتے ہیں۔

(۱۵۵۸)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَشْعَثَ......

عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَجَعَلَهَا فِي فُقَرَائِنَا وَكُنْتُ غُلَامًا يَتِيمًا فَأَعْطَانِي مِنْهَا قَلُوصًا۔

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل زکوۃ ہمارے علاقے میں آیا تو اس نے ہمارے امیر لوگوں سے زکاۃ وصول کی اور اسے ہمارے فقراء میں بانٹ دیا۔ میں ان دنوں نوعمر یتیم تھا، مجھے بھی ایک اونٹنی دی گئی۔

(2)......بَابُ وَعِيدِ مَانِعِ الزَّكَاةِ
زکاۃ روکنے والے پر سخت وعید

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾.... ''اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے۔'' (سورۂ توبہ: ۳۴)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس مال سے زکاۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں ہے خواہ وہ مدفون خزانہ ہو اور جس مال سے زکاۃ ادا نہ کی جائے، وہ کنز (خزانہ) ہے خواہ وہ مدفون خزانہ نہ ہو (بلکہ نصاب تک پہنچنے والا قلیل مال ہی کیوں نہ ہو)

(مؤطا امام مالك: ٥٩٥)

(۱۵۵۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ......

(۱۵۵۸) هذا حديث حسن ...... أخرجه الترمذي: ٦٤٩

(۱۵۵۹) أخرجه البخاري: ١٤٦٠، و مسلم: ٩٩٠

عَنْ أَبِی ذَرٍّ، قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَيْهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهِ، أَوْ وَالَّذِی لا إِلَهَ غَيْرُهُ، أَوْ كَمَا حَلَفَ، مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لا يُؤَدِّی حَقَّهَا إِلا أُتِیَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، وَتَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا، كُلَّمَا جَازَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولاهَا، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ.))

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا آپ فرما رہے تھے: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (یا آپ نے قسم اس طرح کھائی) اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' یا جن الفاظ کے ساتھ بھی آپ نے قسم اُٹھائی ہو۔ (اس تاکید کے بعد فرمایا) ''کوئی بھی ایسا شخص جس کے پاس اونٹ، گائے یا بکری ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو قیامت والے دن اس کے جانوروں کو اس جسامت اور موٹاپے سے بڑھ کر لایا جائے گا جو دنیا میں تھی، پھر وہ اپنے مالک کو اپنے پاؤں تلے روندیں گے اور اس کو اپنے سینگوں سے ٹکریں ماریں گے، جب ان میں سے آخری جانور گزر جائے گا تو پہلے کو دوبارہ اس کے اوپر سے گزارا جائے گا۔ (اس کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رہے گا) حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلے کر دیئے جائیں۔''

(١٥٦٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِی صَالِحٍ السَّمَّانِ......

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ، مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوِّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ، يَعْنِي شِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ)) ثُمَّ تَلا: ﴿لا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ﴾ الآيَةَ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا ہو اور اس نے اس کی زکاۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا اور اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے، پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں،

(١٥٦٠) أخرجه البخاری: ١٤٠٣، ٦٩٥٧

میں تیرا خزانہ ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ....﴾ .... ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ مال ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ ان کے لیے بدتر ہے اور جس مال کے ساتھ انہوں نے بخل کیا، قیامت کے دن وہ ان کے گلے کا طوق بنایا جائے گا۔'' (سورۂ آلِ عمران:۱۸۰)

شرح ((شجاع۔)) ''مذکر سانپ۔''((الاقرع))۔ وہ سانپ جس کے سر سے زیادہ زہریلا ہونے کی وجہ سے بال جھڑ گئے ہوں۔ ((الزبیبتان۔)) ''اس سے آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے مراد ہیں۔جس سانپ کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں وہ حد درجہ خطرناک اور دہشت ناک ہوتا ہے۔بعض نے کہا کہ اس سے مراد منہ کے کناروں میں جمع ہونے والی جھاگ ہے۔ جب آدمی مسلسل اور متواتر گفتگو کرتا چلا جائے یا سخت غصے کے عالم میں ہو تو ہونٹوں کے کناروں میں سفید جھاگ ظاہر ہو جاتی ہے۔ایسی جھاگ بعض سانپوں میں بھی ہوتی ہے اور یہ ان کے سخت زہریلا ہونے کی علامت ہوتی ہے۔

((اللِهْزِمة۔)) جبڑا اور اس کے اردگرد کی جگہ۔بعض نے اس کا معنی باچھ کیا ہے اور یہ زیادہ درست ہے۔

(۱۵٦۱)۔ أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ الْحُسَيْنُ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: نا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا مَا رَبُّ النَّعَمِ لَمْ يُعْطِ حَقَّهَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، تَخْبِطُ وَجْهَهُ بِأَخْفَافِهَا، وَقَالَ: يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ وَيَطْلُبُهُ، وَيَقُولُ: أَنَا كَنْزُكَ، قَالَ: وَاللّٰهِ إِنْ يَزَالُ يَطْلُبُهُ حَتَّى يَبْسُطَ يَدَهُ، فَيُلْقِمَهَا فَاهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب جانوروں کا مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن وہ مال اس پر مسلط کر دیا جائے گا۔ وہ اس کے چہرے کو اپنے کھروں کے ساتھ سختی سے روندے گا۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا:''تم میں سے کسی کا خزانہ قیامت کے دن گنجے سانپ کی صورت میں ہوگا، وہ اس سے بھاگے گا، مگر وہ اس کے پیچھے دوڑے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں۔'' آپ نے فرمایا:''اللہ کی قسم! وہ سانپ

(۱۵٦۱) انظر الحدیث السابق

مسلسل اس کا پیچھا کرتا رہے گا حتی کہ وہ اپنے ہاتھ کو پھیلائے گا اور وہ اس کے ہاتھ کو لقمہ بنالے گا۔"

(١٥٦٢)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ الْجُرْجَانِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَارِسِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ، أَخْبَرَهُ......

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ، وَلا فِضَّةٍ لا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّما رُدَّتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَومٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ، وَلا صَاحِبِ إِبِلٍ لا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا إِلا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهُ بِقَاعٍ قَرْقَرٍ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ لا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلا وَاحِدًا تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَومٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ، وَلا صَاحِبَ بَقَرٍ وَلا غَنَمٍ لا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلا إِذَا كَانَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو کوئی سونے اور چاندی کا مالک اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرتا رہا ہو، قیامت کے روز اس کے مال (سونے چاندی) کے پترے آگ سے بنائے جائیں گے، پھر جہنم کی آگ میں ان کو تپایا جائے گا، پھر ان پتروں سے اس (کے مالک) کے پہلو، پیشانی اور کمر کو داغا جائے گا، پچاس ہزار سال کے دن میں بندوں میں فیصلہ ہونے تک جب بھی ان پتروں کو (اس کے بدن سے) دوزخ کی جانب پھیرا جائے گا، اس کو اس (کے جسم) کی طرف (تسلسل کے ساتھ) لوٹانے کا عمل جاری رہے گا، اس کے بعد وہ اپنی راہ دیکھے گا، جنت کی طرف یا جہنم کی طرف، اور جو کوئی اونٹوں والا ان کا حق ادا نہ کرتا رہا تھا اور ان کا حق یہ ہے کہ جب جانور گھاٹ پر پانی کے لیے آئیں تو (فقراء اور ضرورت مندوں کو) دودھ دیا جائے۔ قیامت کا دن ہوگا تو زکوٰۃ نہ دینے والے اونٹوں کے مالک کو ایک صاف چٹیل میدان میں اوندھا لٹادیا جائے گا، اونٹ پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور کثیر تعداد میں ہوں گے۔ ان میں سے کوئی بچہ بھی غائب نہیں ہوگا، چنانچہ اونٹ اپنے مالک کو اپنے پاؤں سے

(١٥٦٢) أخرجه مسلم: ٩٨٧

يَـوْمُ الْـقِيَامَةِ بُطِحَ لَهُ بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْـئًـا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ، وَلا جَلْحَاءُ، وَلا عَـضْبَـاءُ تَـنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلافِهَا، كُـلَّـما مَرَّ عَلَيْهِ أُولاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَـوْمٍ كَـانَ مِـقْـدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُـقْـضَـى بَيْـنَ الْـعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ۔))

روندیں گے اور اپنے دانتوں کے ساتھ کاٹیں گے۔ جب اس پر سے پہلا دستہ گزر جائے گا تو پھر اس پر سے دوسرا دستہ گزرے گا (یہ تسلسل اس روز تک قائم رہے گا) جس کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اور ہر شخص اپنے مقام کو ملاحظہ کرے گا کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں ہے۔ گائے اور بکریوں کا جو مالک بھی ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کو ان کے لیے چٹیل وسیع میدان میں اوندھا گرایا جائے گا، جانوروں میں سے کوئی جانور غائب نہیں ہوگا، ان میں خم دار سینگوں والا، بغیر سینگوں والا اور ٹوٹے ہوئے سینگوں والا کوئی جانور نہ ہوگا، جانور اس کو سینگ ماریں گے اور کھروں کے ساتھ اسے پامال کریں گے۔ جب اس پر پہلا دستہ گزر جائے گا تو اس پر آخری دستہ (اس روز تک تسلسل کے ساتھ) گزرتا رہے گا جس کی مدت پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ انسانوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو ہر شخص اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا کہ جنت میں ہے یا دوزخ میں ہے۔''

شرح ((بِقَاعٍ قَرْقَرٍ۔)) ''صاف چٹیل میدان۔'' ایسا کھلا اور ہموار گراؤنڈ جس میں نشیب وفراز نہ ہو۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ﴾ .... ''چمکتی ہوئی ریت جو چٹیل میدان میں ہو۔'' (سورۂ نور: ۳۹)

((اوفر ماكانت۔)) ''بہت زیادہ فربہ حالت میں۔'' یعنی قوت اور موٹاپے میں کامل ہوں گے، خوب وزنی اور بوجھل ہوں گے جن کے روندنے سے بہت تکلیف ہوگی۔

((العقصاء۔)) ''مڑے ہوئے سینگوں والا۔'' ((الجلجاء۔)) ''بے سینگوں والا۔'' ((العضباء۔)) ''ٹوٹے ہوئے سینگوں والا۔'' ایسی صفات کا حامل جانور صحت مند اور فربہ ہوتا ہے اور خوب لتاڑتا ہے۔

((وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا۔)) ''اور ان کے حق میں سے یہ ہے کہ جس دن انہیں پانی پلانے کے لیے لایا جائے ان کا دودھ دوہیا جائے۔'' یعنی پانی پلانے کے دن حاجت مند آسرا لگا کر آجاتے ہیں کہ اس دن دودھ

دوہنے سے ان کو کچھ ملے گا۔ اس دن سے پہلے دوہ لینا بخل اور کنجوسی کی علامت اور فقراء کو محروم کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے مذموم ہے۔ یعنی پانی پر لانے کے دن دودھ دوہ کر علاقے کے رہنے والے اور دیگر مسافروں کو ہدیہ کرے کہ یہ عمل مستحب اور مندوب ہے۔

(١٥٦٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ صَفْوَانَ الْجُمَحِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: ((لا تُخَالِطُ الصَّدَقَةُ مَالا إِلا أَهْلَكَتْهُ۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ جس مال کے ساتھ گھلتا ملتا ہے اسے ہلاک اور تباہ کر دیتا ہے۔''

شرح: کہا گیا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں زکاۃ بروقت نکالنے پر اُبھارا گیا ہے کہ زکاۃ کی رقم اپنے مال سے جلد منہا کر دی جائے، سستی اور غفلت کرتے ہوئے دیر تک اس سے فائدہ اُٹھاتے رہنا مناسب نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ چالاکی، عیاری، مطلب پرستی اور منافع خوری کی عادت اصل مال کو لے ڈوبے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث شریف کے الفاظ میں عاملین زکاۃ کے لیے وعید اور سزا کا تذکرہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ مال زکاۃ کو اپنے گھر ڈالتے رہیں اور بلا روک ٹوک اس کو استعمال کرتے رہیں اس طرح کر کے وہ اپنی شامت اور تباہی کا سامان کریں گے۔

(3)......بَابُ إِرْضَاءِ الْمُصَدِّقِ وَأَجْرِ الْعَامِلِ عَلَى الصَّدَقَةِ

تحصیلدار زکاۃ کو راضی کرنے اور اس کی مزدوری کا بیان

(١٥٦٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أَتَاكُمُ

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے

(١٥٦٣) ضعيف ...... أخرجه الامام الشافعي في المسند: ٤٥٥

(١٥٦٤) أخرجه مسلم: ٩٨٩

الْمُصَدِّقُ، فَلا يُفَارِقَنَّكُمْ إِلا عَنْ رِضًا۔)) والا عامل آئے تو وہ تم سے راضی خوشی ہی جانا چاہیے۔''

شرح: ((الْمُصَدِّق۔)) یہ لفظ تخفیف صاد اور تشدید دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس سے مراد صدقہ وصول کرنے والا شخص ہے یعنی اسلامی گورنمنٹ کا محصّل۔

عبدالرحمٰن بن جابر بن عتیک اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تمہارے پاس کچھ ناپسندیدہ لوگ آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں خوش آمدید کہنا اور ان کے اور جو وہ لینا چاہیں، ان کے درمیان آڑ نہ بننا۔ اگر انہوں نے عدل وانصاف کیا تو اس کا انہیں اجر ملے گا اور اگر ظلم کیا تو اس کا وبال اُٹھائیں گے۔ تم انہیں راضی رکھنا، بلاشبہ تمہاری زکاۃ کی تکمیل ان کو راضی رکھنے میں ہے اور انہیں چاہیے کہ تمہارے لیے دعائے خیر کریں۔'' (ضعیف، ابوداود: ۱۵۸۸)

(١٥٦٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ ح قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ......

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ۔))

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حق انصاف کے ساتھ لوگوں سے زکاۃ وصول کرنے والا عامل، واپس گھر جانے تک، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے غازی کی طرح ہوتا ہے۔''

(4)......بَابُ دُعَاءِ الْمُصَدِّقِ لِرَبِّ الْمَالِ
عامل کا مال کے مالک کے لیے دعا کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ .... ''اوران کے لیے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے۔'' (سورۂ توبہ: ۱۰۳)

(١٥٦٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ......

(١٥٦٥) هذا حديث حسن...... أخرجه ابوداود: ٢٩٣٦، والترمذي: ٦٤٥، وابن ماجه: ١٨٠٩

(١٥٦٦) أخرجه البخاري: ٤١٦٦، و مسلم: ١٠٧٨

عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ، قَالَ: ((اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ)) فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ: ((اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى.))

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ جو کہ بیعت رضوان کرنے والوں میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی قوم اپنا صدقہ لے کر آتی تو آپ فرماتے: ''اے اللہ! ان پر رحمت فرما۔'' میرے والدِ محترم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی زکاۃ لے کر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! ابواوفی کے خاندان پر رحمت نازل فرما۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: صدقہ دینے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ .... ''اوران کے لیے دعا فرمایا کریں۔'' کی بنا پر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا چونکہ موجب رحمت تھی اس لیے آپ کو خصوصی حکم دیا گیا کہ جب کوئی زکاۃ لے کر آئے تو اس کے لیے رحمت کی دعا فرمائیں۔ اہل صدقات میں سے اس دعا کے مستحق صرف وہ ہیں جو دل کی خوشی سے زکاۃ ادا کریں، جن سے جبر واکراہ کے ساتھ وصول کی جائے وہ اس دعا کے حقدار قطعاً نہیں، لفظ ''الصلاۃ'' کا لغوی معنی ''دعا کرنا'' ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں ''الصلاۃ'' کا معنی زکاۃ دینے والے کے لیے مغفرت، برکت اور قبولیت کی دعا کرنا ہے، اس سے انہیں دلی سکون حاصل ہوگا۔

لفظ (الصلاۃ) جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بولا جائے تو اس کا معنی تعظیم وعظمت اور تکریم کا ہوتا ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی تحفہ ہے۔ درود وسلام کے ذریعے امت آپ کے لیے مزید قربت الٰہی کا سوال کرتی ہے اور امت میں جو شخص درود وسلام کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتا ہے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ ان معانی میں لفظ ''الصلاۃ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں البتہ آپ کی آل بالتبع شریک ہے۔

کچھ علماء نے انبیائے کرام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لیے اس لفظ کا استعمال درست نہیں سمجھا نیز ''الصلاۃ'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص حق ہے۔ آپ کو پورا اختیار ہے کہ اپنے اس حق کو جس پر چاہیں استعمال فرمائیں یا کوئی شخص آپ کے ساتھ آپ کی آل کے لیے یہ لفظ بول سکتا ہے۔

فائدہ: امام اور عاملین کو چاہیے کہ اصحاب زکاۃ کے لیے عمومی دعا ضرور کیا کریں۔ آج کل یہ فریضہ حکام کے بجائے علماء پر لاگو ہوتا ہے کیونکہ حکومت زکاۃ وصول نہیں کرتی ویسے بھی ((اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ.)) ''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جب کسی شخص کے لیے یہ لفظ استعمال ہوگا تو اس کا معنی دعا کا ہی ہوگا۔ (ع،س)

(5)......بَابُ الْقِتَالِ مَعَ مَانِعِي الزَّكَاةِ

زکاۃ کا انکار کرنے والوں کے ساتھ قتال

(١٥٦٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا

(١٥٦٧) أخرجه البخاري: ١٣٩٩، ٦٩٢٤، و مسلم: ٢٠

مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ......

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ، وَكَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ؟)) فَقَالَ: وَاللَّهِ لأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا، قَالَ عُمَرُ: فَوَاللَّهِ! مَا هُوَ إِلا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقَّ۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور آپ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو بہت سے عرب لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا (اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنے کا اعلان فرمایا)۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے) کہا: آپ ان لوگوں سے کیسے لڑیں گے (جو زکاۃ نہیں دیتے) جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ لا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لیں، جس شخص نے یہ کلمہ پڑھ لیا، اس نے مجھ سے اپنی جان ومال بچالیا الا یہ کہ اس پر کوئی حق بنتا ہو اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکاۃ میں فرق کریں گے کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے بکری کا چھوٹا بچہ نہ دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے نہ دینے پر بھی ان سے لڑوں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں کہا: اللہ کی قسم! لڑائی کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہی حق ہے۔

شرح: امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث مبارکہ دین میں اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں علم وفقہ اور حکمت ومعرفت کی گوناگوں باتیں بیان کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے مرتدین کے حوالے سے جان لینا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کئی قسم کے فتنے اُٹھے، آپ کے بعد مرتدین کی دو اقسام تھیں۔ ایک وہ لوگ تھے جو اسلام سے مرتد ہو گئے اور کفر میں لوٹ گئے تھے۔ ان کی آگے دو قسمیں ہیں۔ کچھ لوگ نبوت کے جھوٹے دعوے داروں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے پیچھے لگ گئے، عرب کے مشہور قبیلہ بنو حنیفہ کے افراد مسیلمہ کذاب کے پیرو ہو گئے اور یمن

کے کچھ لوگ اسود عنسی کے پیچھے لگ گئے جبکہ کچھ لوگ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ گئے۔ انہوں نے نماز، زکاۃ اور دیگر احکام شریعت سے سرتابی کی اور شریعت کا انکار کر دیا حتی کہ وہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں سجدہ کرنے کے قائل نہ تھے، ایک مسجد حرام، دوسرے مسجد نبوی، تیسرے عبدالقیس قبیلہ کی مسجد جو بحرین کی بستی جواثا میں تھی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جملے (وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ) ''اور اہل عرب میں سے بعض لوگ کافر ہو گئے۔'' سے یہی لوگ مراد ہیں۔ انہی لوگوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کافر کہا، ان سے لڑنے میں کسی کو کوئی اختلاف نہ تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اختلاف ان لوگوں کے بارے میں قطعاً نہیں تھا اور نہ ہی ان کے مسئلے میں وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آڑے آئے تھے۔ ان کا اختلاف آخری گروہ کے بارے میں تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی اولادوں اور عورتوں کو قیدی بنایا اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کثیر تعداد ان کی مؤید و معاون تھی۔ اسی موقع پر ایک لونڈی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملی تھی جو کہ بنی حنیفہ کے قبیلہ سے تھی، اس سے ان کو اولاد بھی ہوئی۔ محمد بن حنفیہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فرزند اسی لونڈی سے ہیں۔ البتہ اواخر دور میں صحابہ میں یہ اجماع ہو گیا تھا کہ مرتدین کو قیدی نہ بنایا جائے اور ایک دوسری قسم (حقیقت میں تیسری) ان لوگوں کی تھی جو مرتد نہیں ہوئے تھے صرف زکاۃ کا انکار کیا تھا، باقی امور دین پر پوری طرح کار بند تھے۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾.... ''اے پیغمبر! ان سے صدقات لیجیے، اس سے آپ انہیں پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں، آپ ان کے لیے دعا کیجیے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے سکینت کا باعث ہے۔'' (سورۂ توبہ:۱۰۳)

یہ خطاب خاص ہے۔ اس کا تعلق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، کوئی اور اس کا مخاطب یا اس میں شریک نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اختلاف اس آخری گروہ کے بارے میں تھا کیونکہ وہ کافر نہ تھے۔ حکومت کے باغی تھے۔ ویسے کلمہ توحید کے اقراری تھے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان سے لڑنے کے حق میں تھے جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو تردد تھا۔ یہ لوگ ''باغی'' تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی انفرادی طور پر ''کافر'' نہیں کہا گیا۔ اس دور کے عمومی حالات کے اعتبار سے لفظ ارتداد اور مرتد ان پر بھی بولا گیا ہے کیونکہ انکار زکاۃ وحقوق دین میں یہ دوسروں کے مشابہ ہو گئے تھے۔ اور لغوی اعتبار سے جو شخص ایک عمل کرتا ہے پھر اس سے انکار کر دے تو وہ اس سے ''مرتد'' ہی ہوتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے اطاعت سے سرتابی کی اور حق اسلام کا انکار کیا۔ اس وجہ سے مدح وثنا کا لفظ ان سے چھن گیا اور ایک برا لقب ان کے حصے میں آیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تردد اور اعتراض کا تعلق ظاہر سے تھا کہ وہ کلمہ تو پڑھتے ہیں لہٰذا ان کے ساتھ لڑائی سے گریز کیا جائے۔ ابتداءً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اتفاق رائے نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ اپنے علمی رسوخ کی بنا پر جہاں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پہنچے ہوئے تھے وہاں ابھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نہ پہنچے تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ ''بلاشبہ زکاۃ مال کا حق ہے۔'' مقصد یہ تھا کہ اگر ایک شخص کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے تقاضے پورے کرتا ہے تب اس کا جان

ومال محفوظ ہوتا ہے اور اگر کوئی کلمہ تو پڑھے مگر اس کے تقاضے اور شرطیں پوری نہ کرے تو اس کا اسلام کیسا؟ اور اس کا جان ومال محفوظ کیونکر؟ پھر زکاۃ کے معاملے کو نماز کے معاملے پر قیاس کیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکاۃ میں فرق کریں گے۔

بات یہ تھی کہ نماز نہ پڑھنے والے کے ساتھ قتال اور جنگ کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع تھا اور یہ متفق علیہ مسئلہ تھا۔ اب زکاۃ والے مختلف فیہ مسئلہ کو متفق علیہ مسئلہ کی طرف لوٹایا گیا تاکہ صورتحال واضح ہو۔ کیونکہ قرآن مجید میں ان دونوں کا تذکرہ جڑواں اور اکٹھا ہی آیا ہے۔ منکرین زکاۃ کے ساتھ جنگ جدال کے سلسلہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ عمومی دلائل سے دلیل پکڑتے ہوئے ان سے لڑنے کے حق میں نہ تھے جبکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پر زکاۃ کو قیاس کرتے ہوئے ان سے لڑائی کے حق میں تھے۔ بعد ازاں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمنوا بن گئے اور انہوں نے ان کے موقف کو تسلیم کر لیا بلکہ اپنی غلطی کا واضح لفظوں میں اعتراف کیا، تو اس سے معلوم ہوا کہ عام کو خاص جلی کے ساتھ خاص کیا جاسکتا ہے نیز یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین قیاس جلی کے قائل تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میری سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی کہ لڑائی کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ہے تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہی حق ہے۔ ان کے اس جملے سے یہ بات نکلتی ہے کہ ان کی موافقت از روئے تقلید نہ تھی بلکہ حجت اور دلیل کے طور پر تھی کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے استدلال سے مطمئن ہوئے اور ان کا سینہ روشن ہوگیا۔

مندرجہ صدر واقعہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں باغیوں سے جو لڑائیاں لڑیں ان میں جناب ہی کا موقف درست تھا اور وہ ان سے جنگ کرنے میں حق بجانب تھے اور اسلامی حکومت کے باغیوں سے قتال کا جائز ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماعی مسئلہ ہے۔

اس دور میں جبکہ شریعت مطہرہ کے احکام پوری طرح واضح ہوگئے ہیں اگر کوئی شخص یا گروہ زکاۃ کی فرضیت کا انکار کر دے اور ادائیگی سے رک جائے تو ایسے افراد کافر متصور ہوں گے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اُس دور کے منکرین زکاۃ کو کافر نہیں کہا گیا، اس لیے کہ وہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، احکام کے نسخ کا زمانہ قریب تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہر طرف سراسیمگی کی کیفیت طاری تھی، ان کی تربیت اور اسلام کے احکامات سے روشناس کرانے کا کوئی خاص اہتمام نہ ہو سکا تھا، زمانہ جاہلیت کے اثرات ابھی تازہ تھے۔ لہٰذا ان کے دلوں میں شبہات نے راہ پائی تو انہیں معذور جانا گیا۔ مگر اس زمانہ میں جبکہ زکاۃ کی فرضیت کا علم ہر خاص وعام اور چھوٹے بڑے کو ہے، کسی کے انکار کے لیے تاویل وتوجیہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ صاف صاف لفظوں میں کافر ہے یہ حال تمام مشہوراتِ دینیہ کا ہے جن پر تمام امت متفق اور متحد ہے کہ ان کے منکر کو بھی کافر اور خارج عن الملۃ سمجھا جائے گا مثلاً نماز پنجگانہ، ماہ رمضان کے روزے، غسل جنابت، زنا اور شراب کی حرمت، محرمات ابدیہ سے نکاح کی حرمت وغیرہ۔ البتہ آج کل بھی اگر کوئی شخص نیا نیا

دائرۂ اسلام میں داخل ہوا ہوتو اس کو بھی معذور ہی سمجھا جائے گا کیونکہ وہ اسلامی احکام سے نابلد اور حدودِ اسلامیہ سے ناواقف ہے۔

اگر کوئی شخص جہالت اور عدم علم کی بنا پر کسی ثابت شدہ حکم شرعی کا انکار کرتا ہے تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا اور اس کا حکم بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور کے منکرین زکاۃ کی طرح ہے۔ البتہ جو مسائل مشکل اور ادق ہیں جن کے اوپر اجماع کا پتہ صرف خواص ہی کو ہے، عوام ایسے مسائل سے عموما کورے ہی ہوتے ہیں مثلا پھوپھی اور خالہ کو موجودگی میں بھتیجی اور بھانجی کا نکاح جائز نہیں۔ جان بوجھ کر قتل کا ارتکاب کرنے والا میت کا وارث نہیں بن سکتا، دادی کو پوتے کی وراثت میں چھٹا حصہ ملتا ہے اور اس نوع کے دیگر پیچیدہ اور مخفی مسائل کا اگر کوئی عام شخص انکار کرے تو اس کو جہالت کی بنا پر معذور سمجھا جائے گا اور اس پر کفر کا فتویٰ لگانے سے گریز برتا جائے گا کیونکہ عوام ایسے مسائل سے اکثر وبیشتر ناواقف ہی ہوتے ہیں۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کہنا: ''اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے زکاۃ میں بکری کا بچہ نہ دیں۔'' میں اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ بکریوں کے میمنوں، اونٹنیوں کے ٹوڈوں اور گائیوں کے بچھڑوں میں زکاۃ ہے اور جانوروں کے بچے زکاۃ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اس موقف کے قائل امام اوزاعی، شافعی، ابو یوسف اور اسحاق رحمہم اللہ ہیں۔ ان بزرگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ بچوں کی زکاۃ میں چھوٹا جانور ہی وصول کیا جائے گا بڑا نہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ بچوں کی زکاۃ کے قائل ہیں اور بڑا جانور وصول کرنے کے لیے کہتے ہیں۔ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور قول کے مطابق بچوں پر کوئی زکاۃ نہیں، سفیان ثوری رحمہ اللہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے بالفرض رسی نہ دیں۔'' ابوعبید لغوی نے کہا: ''عِقَال'' کا معنی یہاں عام صدقے کے ہیں۔ دوسرے لغوی کہتے ہیں: عقال اس رسی کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ اونٹ کو باندھا جاتا ہے۔ جانوروں کے مالک کو چاہیے کہ وہ رسی بھی عنایت کر دے بالخصوص جب رسی کے بغیر جانوروں کو لے جانا ایک مشکل امر ہو۔ ویسے زکاۃ میں رسی دینا لازم نہیں، صرف جانور دینا لازم ہے۔

ابن عائشہ رحمہ اللہ نے کہا: زکاۃ وصول کرنے والوں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ دو جانوروں کو ایک رسی سے باندھ دیا کرتے تھے۔ اس طرح جانور جوڑا جوڑا ہو کر چلتے تاکہ بھاگ نہ سکیں، تو وہ ہر جوڑے کو عقال کہتے تھے۔

ابو العباس محمد بن یزید نحوی نے کہا: جب تحصیلدار زکاۃ اونٹ وصول کرے تو کہا جاتا ہے: اس نے عِقال لیے ہیں اور اگر اونٹوں کے بجائے ان کی قیمت لے لے تو کہا جاتا ہے: نقدی لے گیا ہے۔ کسی شاعر کا شعر ہے:

أَتَـانَا أَبُو الْخَطَّابِ يَضْرِبُ طَبْلَهُ
فَـرُدَّ وَلَـمْ يَـأْخُذْ عِقَالا وَلا نَقْدًا

''ہمارے پاس خطاب کا بیٹا ڈھول بجاتے ہوئے آیا تو اسے واپس کر دیا گیا، نہ اس نے اونٹ لیے اور نہ ان کی قیمت ہی وصول کی۔''

کچھ علماء نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لفظ عِقال کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر رسیاں مال تجارت کے طور پر ہوں تو ان میں بھی زکاۃ فرض ہے۔

فائدہ: ''عِقال'' کا معنٰی رسی ہی ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ لفظ زورِ کلام اور مبالغے کے طور پر استعمال کیا ہے اور کلام میں ایسا عموماً ہوتا ہے۔ یہی توجیہ واضح، مشہور اور دل لگتی ہے۔ (ع،س)

اس واقعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی زمانہ میں امت کے جلیل القدر افراد کے مابین کسی مسئلے کی بابت اختلاف رونما ہو جائے اور پھر اس مسئلے کا اجماعی اور متفق علیہ حل تلاش کر لیا جائے، سب لوگ اس حل پر مطمئن ہو جائیں تو وہ حل اجماعِ امت کہلائے گا اور رونما ہونے والا اختلاف کالعدم قرار پائے گا جیسے وہ ہوا ہی نہ تھا۔

یہ تمام مباحث امام خطابی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب ''معالم السنن'' سے مختصر منقول ہیں۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث ھذا میں اس بات کی دلیل ہے کہ مرتد ہو جانے سے اسلامی احکامات ساقط نہیں ہو جاتے بلکہ لازم رہتے ہیں، جیسے ان لوگوں پر زکاۃ، تبھی تو ان سے ادائیگی زکاۃ کا مطالبہ کیا جاتا رہا۔

(6)......بَابُ هَدِيَّةِ الْعَامِلِ

عامل کا تحفہ وصول کرنا

(١٥٦٨)۔ أَخْبَـرَنَـا عَبْـدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَـدَّثَـنَـا أَبُـو الْـعَبَّـاسِ الأَصَـمُّ ح وَأَخْبَـرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْـعَـارِفُ، قَـالا: أنـا أَبُـو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ......

عَـنْ أَبِـي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: اسْتَعْمَلَ الـنَّبِـيُّ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلا مِنَ الأَسْـدِ، يُقَالُ لَهُ: ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ، قَالَ: هَذَا لَكُمْ، وَهَذَا أُهْدِيَ لِي،

سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو اسد کے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر فرمایا، جنہیں ابن لُتبیہ کہتے تھے۔ جب وہ صدقے کی وصولی سے واپس آئے تو کہا: یہ تم لوگوں کا ہے (یعنی

(١٥٦٨) أخرجه البخاري: ٢٥٩٧

فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: ((مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ عَلَى بَعْضِ أَعْمَالِنَا، فَيَقُولُ: هَذَا لَكُمْ، وَهَذَا لِي، فَهَلا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ، أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ، فَيَنْظُرُ يُهْدَى إِلَيْهِ أَمْ لا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْهَا شَيْئًا إِلا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ، إِنْ كَانَ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةً تَيْعَرُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ))، ثُمَّ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ.))

بیت المال کا) اور یہ مجھے بطور تحفہ ملا ہے۔ نبی ﷺ خطبہ دینے کے لیے منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا حال ہے عاملوں کا جنہیں ہم اپنے کسی کام کے لیے بھیجتے ہیں تو وہ آکر کہتا ہے: یہ تم لوگوں کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے، وہ اپنے والد یا اپنی والدہ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا؟ پھر دیکھتا اسے وہاں تحفہ ملتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس (مال زکاۃ) میں اگر کوئی شخص بھی ناجائز لے لے تو قیامت کے دن اسے وہ اپنی گردن پر اُٹھائے ہوئے آئے گا، اگر اونٹ ہے تو وہ اپنی آواز نکالتا ہوا آئے گا، گائے ہے تو ڈکارتی ہوئی آئے گی، بکری ہے تو ممیاتی ہوئی آئے گی۔'' پھر آپ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے یہاں تک کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی اور آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا ہے؟''

شرح: ((لَـهُ رُغَـاءٌ.)) ''اونٹ بلبلائے گا۔'' اونٹ کے بلبلانے کو ''رغاء'' گائے کے ڈکارنے کو ''خوار'' اور بکری کے ممیانے کو ''یعار'' اور بھیڑ کے ڈکارنے کو ''بؤاح'' کہا جاتا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ حکومتی اہل کاروں، کارندوں، والیوں اور قاضیوں کے تحفے حرام ہیں۔ ان کو تحائف دینے کا ایک ہی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق میں نرمی برتیں اور ان کے اوپر عائد ہونے والی زکاۃ کم وصول کریں اور اسی طرح مساکین کی حق تلفی کریں اور غرباء و یتامی کے حقوق پامال کریں اور جج حضرات کو مقدمہ کی سماعت کے دوران یا اپنے راہ ورسم کو پختہ کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً تحائف وہدایا کی ترسیل کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ فیصلے میں نرمی برتیں اور ان کی حمایت کریں، اس طرح یقیناً فریق مخالف کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہوگی اور ان کے حقوق غارت ہوں گے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ اپنے والد یا والدہ کے گھر میں بیٹھا رہتا تو پھر دیکھتے اسے کیونکر تحائف ملتے ہیں۔'' اس میں دلیل ہے کہ ہر وہ جائز کام جو کسی محظور اور حرام کام کا ذریعہ بنے تو وہ بھی حرام ہے اسی کے اوپر قرض کو قیاس کر لیجیے۔

جب کوئی شخص قرض دے کر فوائد حاصل کرے، یا گروی شدہ گھر میں بغیر کرایہ ادا کیے رہائش رکھے، یا گروی جانور پر سواری کرے اور اسے اپنے کام میں لائے مگر اس کا عوض ادا نہ کرے تو ایسی تمام صورتیں ناجائز ہوں گی۔

(7)......بَابُ قَدْرِ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ مِنَ الْمَالِ

کتنے مال میں زکاۃ کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے؟

(١٥٦٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ((لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الإِبِلِ صَدَقَةٌ۔))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکاۃ نہیں، پانچ اوقیہ (۲۰۰ درہم) سے کم چاندی میں زکاۃ نہیں، نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکاۃ ہے۔''

شرح: ((ذَوْد)) کا لفظ تین سے لیکر دس اونٹوں پر بولا جاتا ہے، عربوں کا مقولہ ہے: الذود الی الذود ابل۔ ''ایک ایک اونٹ مل کر ریوڑ بنتا ہے۔'' یعنی قطرہ قطرہ دریا شود۔

لفظ (ذَوْد) جمع کے لیے مستعمل ہے اس کا واحد اپنے لفظوں میں نہیں آتا ہے بلکہ غیر لفظ سے آتا ہے اور بعیر ہے جس طرح ''نساء'' کا واحد ''امرۃ'' ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظ ''ذود'' مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم کسی بھی غلے میں یا کھجور میں زکاۃ نہیں۔''

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع، پانچ رطل اور ایک تہائی رطل کا ہوتا ہے، اس طرح ہر وسق 160 کلو یعنی چار من کا ہوتا ہے اور اس طرح پانچ وسق کا مجموعی وزن 800 کلو یعنی بیس من ہوا۔

علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی کے پاس چاندی پانچ اوقیہ (دوسو درہم) سے کم ہو تو اس میں زکوۃ نہیں ہوگی، مثلاً اگر کسی کے پاس ۱۹۰/ درہم چاندی ہو تو زکوۃ وصول نہیں کی جائے گی۔

(١٥٦٩) أخرجه البخاري: ١٤٥٩، و مسلم: ٩٧٩

اوقیہ کی جمع اواقی ہے۔ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔اسی طرح اگر کسی کے پاس سونا بیس مثقال یعنی ساڑھے ساتت تولے سے کم ہوتو اس پر زکوۃ عائدنہیں ہوتی اور پانچ اونٹوں سے کم پر بھی زکاۃ نہیں۔

اس بارے میں علمائے کرام کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے کہ پانچ وسق سے کم غلے اور کھجور میں زکاۃ ہے یا نہیں، جس طرح سونے اور چاندی، اونٹ اور دیگر اشیاء جو حد نصاب سے کم ہوں۔ان میں زکاۃ نہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (گھاس، ایندھن اور بے ثمر درختوں کو چھوڑ کر) زمین سے اُگائی جانے والی ہر چیز پر عشر کے قائل ہیں خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔باقی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غلے اور کھجور میں عشر واجب ہوتا ہے، جب اس کی مقدار پانچ وسق یعنی بیس من سے بڑھ جائے، زیادہ غلہ ہوگا تو اسی حساب سے اور کم ہوگا تو اسی حساب سے۔البتہ اس چاندی کی بابت اختلاف ہے جو دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ سے کچھ زائد ہو۔اس سلسلہ میں اکثر علماء کا موقف تو یہی ہے کہ دوسو درہم سے جو چاندی زیادہ ہوگی تو اسی حساب سے زکاۃ ہوگی (یعنی ان میں سے بھی چالیسواں حصہ نکال لیا جائے گا خواہ ایک درہم یا ایک دینار ہی زیادہ ہو) اس موقف کے قائلین سیدنا علی، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور نخعی، ثوری، ابن ابی لیلیٰ، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ ہیں۔جبکہ جناب حسن بصری، عطاء، طاؤس، شعبی اور مکحول رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ دوسو درہم سے زائد چاندی پر اس وقت تک زکاۃ واجب نہیں جب تک وہ چالیس کی تعداد کو نہ پہنچ جائیں۔زہری رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ان کے دونوں شاگرد (ابو یوسف اور محمد) اس مسئلہ میں اپنے استاد کے مخالف ہیں۔

اس بات پر تمام آئمہ متحد ہیں کہ اونٹ، گائیں اور بکریاں ملا کر نصاب نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان میں سے ہر ایک جنس کا علیحدہ علیحدہ حد نصاب کو پہنچنا ضروری ہے۔اسی طرح کھجوروں اور منقے کو ملا کر نصاب بنانا صحیح نہیں بلکہ ان میں سے ہر چیز کا الگ الگ طور پر نصاب کو پہنچنا ضروری ہے۔

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بھیڑ اور بکری ایک جنس ہے اور ان دونوں کا مل کر نصاب کی حد تک پہنچ جانا کافی ہے، مثلاً بیس بکریاں اور بیس بھیڑیں ہوں تو زکاۃ ادا کی جائے گی۔

درہم اور دینار کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض کا خیال ہے کہ دونوں کو ملا کر نصاب بنانا درست نہیں، یہ الگ الگ دھاتیں ہیں اور ان کی قیمت ہمیشہ جدا جدا رہی ہے لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نصاب ہوگا۔اس بات کے قائل ابن ابی لیلیٰ، شافعی، اور احمد رحمہم اللہ ہیں۔ان بزرگوں کے موقف کی تائید حدیث پاک سے ہوتی ہے کیونکہ وہاں ہر دو چیزوں کے الگ الگ نصاب بتائے گئے ہیں، چاندی میں پانچ اوقیہ اور سونے میں بیس دینار۔

علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ دونوں کو ملا کر نصاب تک پہنچا جائے گا (مثلا اگر کسی کے پاس کچھ چاندی ہے اور کچھ سونا تو دیکھا جائے گا اگر ان دونوں کی مجموعی مالیت اقل نصاب چاندی تک پہنچتی ہے تو زکاۃ ادا کرنا ہوگی یا اکثر نصاب ساڑھے سات تولے تک پہنچتی ہے تب بھی زکاۃ کی ادائیگی کرنا ہوگی۔(ع،س) اس موقف کے قائل امام مالک،

اوزاعی، ثوری اور اہل رائے ہیں۔

گندم اور جو کے بارے میں اکثر علماء کا یہ موقف ہے کہ ان کو اکٹھا کر کے نصاب نہیں بنایا جائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ اکٹھا کرنے کے قائل ہیں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ کپاس، گندم اور جو کا الگ الگ حد نصاب کو پہنچنا ضروری ہے اور یہ کہ کپاس کی مختلف اقسام الگ الگ شمار ہوں گی۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کپاس کی مختلف اقسام ایک ہی شمار ہوں گی۔

حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سبزیوں اور ترکاریوں میں عُشر نہیں کیونکہ ان کا ناپ نہیں ہوتا، یعنی وسق کا پیمانہ جاری نہیں ہوتا۔

فائدہ: وہ پھل اور سبزیاں جو ذخیرہ نہیں ہو سکتے جمہور کے نزدیک ان میں عشر نہیں، البتہ جن پھلوں کو کسی طریقے سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے مثلاً انگور کو منقّٰی کی صورت میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ خوبانیوں کو بھی خشک کیا جا سکتا ہے۔ کماد کو چونکہ چینی، شکر اور گڑ کی صورت میں محفوظ کیا جا سکتا ہے لہٰذا اس پر بھی عشر ہے۔ چارا وغیرہ جو جانوروں کے لیے کاشت کیا جاتا ہے عُشر سے مستثنٰی ہے کیونکہ یہ وقتی ضرورت کے لیے ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ جن اشیاء میں براہِ راست عشر نہیں ان کی آمدنی کے حوالے سے اگر نصاب اور مدتِ نصاب مکمل ہو جائے تو زکاۃ کی ادائیگی ضروری ہو گی۔ (ع،س)

زکاۃ اور عُشر کی ادائیگی میں پیمانے اور وزن کے سلسلہ میں اسلامی اوزان معتبر ہوں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اوزان ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور ایک جیسے نہیں رہتے۔ مُد، صاع، درہم، مثقال بھی چھوٹے بڑے ہوتے رہتے ہیں۔

ظاہر ہے شریعت میں معتبر پیمانہ اور وزن وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”معتبر وزن مکے والوں کا ہے اور معتبر ماپ مدینے والوں کا ہے۔“

شیخ رحمہ اللہ کہتے ہیں: عرب میں مختلف وزنوں کے دراہم رائج تھے مثلاً بغدادی درہم آٹھ دانق کا ہوتا تھا، طبری درہم چار دانق کا اور اہل مکہ کا درہم چھ دانق کا اور یہ اسلامی وزن ہے۔ اسی طرح صاع اہل عراق کا آٹھ رطل کا تھا۔ حجاج بن یوسف نے اپنے دور میں عراق کی منڈیوں اور بازاروں میں اسی صاع کو رائج کیا۔ اہل بیت کا صاع جسے شیعہ علماء امام جعفر بن محمد الصادق کی طرف منسوب کرتے ہیں نو رطل اور ایک تہائی رطل کا تھا اور رطل ۹۰/مثقال کا ہوتا ہے، جبکہ اہل حجاز کا صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا تھا اور یہی نبوی صاع ہے اور حدیث مذکورہ صدر میں اسی وزن کو ترجیح دی گئی ہے (اسی صاع کے متعلق امام ابو یوسف نے کہا تھا کہ اگر میرے استاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہ صاع دیکھ لیتے تو وہ بھی اس کے قائل ہو جاتے۔ گویا حنفیہ کا صاع شرعی صاع نہیں۔ ع،س)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ شرعی احکام یعنی زکاۃ، عشر اور صدقۂ فطر کی ادائیگی میں یہی وزن اور

پیمانے معتبر ہوں گے نہ کہ حنفیہ والا صاع جو بعد میں بنایا گیا۔ باقی رہا لوگوں کا لین دین تو وہ اپنے اپنے علاقوں کے پیمانوں اور وزن کے لحاظ سے جیسے چاہے معاملہ کرتے رہیں بلکہ جھگڑوں اور تنازعات میں علاقے کا وزن اور پیمانہ ہی معتبر قرار پائے گا۔

عرب میں پہلے پہل دینار روم کے علاقے سے بن کر آتے تھے، یہاں ٹیکسال نہ تھا اور انہیں "هرقلية" کہا جاتا ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے عبدالملک بن مروان نے سکے ڈھالنے شروع کیے اور ان دیناروں کو "مروانية" کہا جاتا تھا۔ واللہ اعلم

(8)......بَابُ زَكَاةِ الأَبِلِ السَّائِمَةِ وَالغَنَمِ وَالوَرِقِ

چرنے والے اونٹوں، بکریوں اور چاندی کی زکاۃ

(١٥٧٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ......

أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولَهُ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلا يُعْطِ۔ فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلاثِينَ، فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ، فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى،

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو جب بحرین کی جانب عامل زکاۃ بنا کر بھیجا تو یہ تحریر لکھ کر دی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ فرض صدقات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر مقرر فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا اپنے رسول کو حکم دیا۔ جس مسلمان سے یہ صدقات مقررہ طریق کار کے مطابق طلب کیے جائیں تو وہ لازماً ادا کرے اور جس سے مقررہ مقدار سے زائد مانگے جائیں، وہ نہ دے۔ (ان کی تفصیل یہ ہے) اونٹ چوبیس ہوں تو ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکاۃ ہے۔ جب اونٹ پچیس ہو جائیں تو ان میں ایک بنت مخاض (ایک برس کی اونٹنی) ہے۔ پینتیس تک یہی زکاۃ ہوگی۔ جب وہ چھتیس ہو جائیں تو پینتالیس تک ان میں

(١٥٧٠) أخرجه البخاري في اجزاء متفرقة، وكلها في ابواب الزكاة: ١٤٤٨، ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٢٤٨٧

فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ ، فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ ، فَفِيهَا جَذَعَةٌ ، فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِى سِتَّةً وَسَبعِينَ إِلَى تِسْعِينَ ، فَفِيهَا بِنْتَا لَبُون ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ ، فَفِيهَا حِقَّتَان طَرُوقَتَا الْجَمَلِ ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ ، فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُون ، وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلا أَرْبَعٌ مِنَ الإِبِلِ ، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الإِبِلِ فَفِيهَا شَاةٌ وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَان ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلاثِمِائَةٍ ، فَفِيهَا ثَلاثٌ ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلاثِمِائَةٍ ، فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ بِشَاةٍ وَاحِدَةٍ ، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا ۔ وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلا تِسْعِينَ وَمِائَةً ، فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا ، فَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ ، وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ ، وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا ، أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ

ایک بنت لبون (دو برس کی اونٹنی) ہے۔ جب وہ چھیالیس ہو جائیں تو ساٹھ تک ایک ایک حقہ (نر کی جفتی کے قابل اونٹنی) ہے، جب وہ اکسٹھ ہو جائیں تو چھہتر تک ایک جذعہ (چار برس کی مادہ اونٹنی) ہے، چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون (دودو برس کی دو اونٹنیاں) زکاۃ ہیں۔ جب وہ اکانوے ہو جائیں تو ایک سو بیس تک دو حقے (تین تین برس کی دو اونٹنیاں) ہیں جو نر کی جفتی کے قابل ہوں۔ جب ایک سو بیس سے زائد ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ (زکاۃ) ہے اور جس آدمی کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں کوئی زکاۃ واجب نہیں مگر مالک خوشی سے دینا چاہے (تو الگ بات ہے) اور جب اونٹوں کی تعداد پانچ ہوجائے تو بطور زکاۃ ایک بکری ہے۔ اور جنگل میں چرنے والی بکریاں ہوں اور چالیس ہو جائیں تو ایک سو بیس تک ایک بکری زکاۃ ہے۔ جب اس سے (ایک بھی) زائد ہو جائے تو دوسو تک دو بکریاں زکاۃ ہے۔ جب دوسو سے تعداد بڑھ جائے تو تین سو تک تین بکریاں زکاۃ ہے اور جب تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر سو میں ایک بکری زکاۃ ہوگی۔ اور اگر جنگل اور صحرا میں چرنے والی بکریاں چالیس سے کم ہوں، خواہ ایک ہی کم ہو، ان میں کوئی زکاۃ نہیں الا یہ کہ مالک خوشی سے دینا چاہے اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکاۃ ہے لیکن اگر ایک سو نوے درہم ہوں (یعنی ۲۰۰ درہم سے کم ہوں) تو ان میں کوئی زکاۃ نہیں مگر یہ کہ مالک خود دینا چاہے جس آدمی کے ذمے جذعہ ہو اور اس کو جذعہ میسر نہ ہو، البتہ اس کے پاس حقہ ہو تو

الْحِقَّةِ، وَلَيْسَتْ مَعَهُ الْحِقَّةُ، وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ، وَيُعْطِيهِ الْمُصَّدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلا ابْنَةُ لَبُونٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ، وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ، وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ، وَيُعْطِيهِ الْمُصَّدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا، أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُونٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَيُعْطِيهِ الْمُصَّدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، أَوْ شَاتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا، وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ، فَإِنَّهُ يُقْبَلُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ۔ وَلا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلا تَيْسٌ اِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَّدِّقُ، وَلا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ، وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ۔))

اس سے حقہ ہی لی جائے گی اور اس کے ساتھ دو بکریاں لی جائیں گی اگر اسے میسر ہوں، ورنہ بیس درہم لیے جائیں گے اور جس شخص کے ذمے حقہ زکاۃ ہو مگر اس کے پاس حقہ نہ ہو بلکہ صرف جذعہ ہو تو اس سے وہی لی جائے گی اور زکاۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی آدمی کے ذمے حقہ زکاۃ بنتی ہو لیکن اس کے پاس حقہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت لبون ہو تو وہی اس سے لی جائے گی اور اس کے ساتھ مزید دو بکریاں یا بیس درہم لیے جائیں گے اور جس شخص کے ذمے بنت لبون زکاۃ بنتی ہو مگر اس کے پاس صرف حقہ ہو تو اس سے وہی لی جائے گی اور صدقہ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرے گا۔ اسی طرح جس شخص کے ذمے بنت لبون زکاۃ بنتی ہو، مگر اس کے پاس بنت لبون نہ ہو بلکہ بنت مخاض ہو تو اس سے وہی لی جائے گی اور اس کے ساتھ مزید دو بکریاں یا بیس درہم دے گا اور جس آدمی کے ذمے بنت مخاض زکاۃ بنتی ہو، مگر اس کے پاس صرف بنت لبون ہو تو اس سے وہی لی جائے گی اور صدقہ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور جس آدمی کے ذمے بنت مخاض زکاۃ بنتی ہو، مگر اس کے پاس وہ نہ ہو بلکہ صرف ابن لبون ہو تو اس سے وہی لیا جائے اور اس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ لی جائے گی۔ زکاۃ میں بوڑھا یا کانا (عیب والا) جانور یا نر نہیں لیا جائے گا۔ ہاں، اگر صدقہ وصول کرنے والا چاہے تو نر لے سکتا ہے علیحدہ علیحدہ جانوروں کو (زکاۃ کے موقع پر) اکٹھا نہیں کیا جائے گا،

اکٹھے رہنے والے جانوروں کو زکاۃ کے ڈر سے الگ الگ نہیں کیا جائے گا اور جو زکاۃ دو شریک مالکوں سے وصول کی جائے وہ آپس میں اپنے جانوروں کے حساب سے برابر برابر تقسیم کرلیں گے۔

شرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقات وزکاۃ کے احکام کے متعلق ایک تحریر لکھوائی اور اسے عاملین زکاۃ کی طرف بھیجنے سے پہلے وفات پا گئے۔ وہ آپ کی تلوار کے پرتلے میں موجود رہی۔ آپ کے فوت ہو جانے کے بعد اس تحریر کے مطابق سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا تا آنکہ وہ فوت ہو گئے، پھر اس کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوت ہونے تک عمل کیا۔ (صحیح، ابوداود: ١٥٦٨، ١٥٦٩، ترمذی: ٦٢١)

(یہ وہ فرض صدقات ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر مقرر فرمائے) یعنی جن کی تفصیلات آپ نے بیان فرمائیں اور مقداریں متعین کیں، فرض کا معنی ہوتا ہے مقرر کرنا اور اندازہ لگانا، وراثت کے علم کو اسی لیے علم الفرائض کہا جاتا ہے کہ اس میں ورثاء کے حصص متعین کر دیے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً﴾...... ''اور بغیر مہر مقرر کئے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔'' (سورۂ بقرہ:٢٣٦)

اس آیت مبارکہ میں فریضہ سے مراد حق مہر ہے۔ لفظ فرض لغت میں کئی ایک معانی کے لیے مستعمل ہے۔ ابوالعباس احمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ فرض، واجب کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے، یعنی زکاۃ کی ادائیگی اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ ابن اعرابی نے کہا: فرض کا معنی سنت ہوتا ہے۔ اگر صحابی رسول کہے: أَنَّ رسولَ اللّٰه فرض كذا تو معنی ہو گا: آپ کا سنت طریقہ یہ ہے۔ کبھی لفظ فرض، قرآن پڑھنے کے بارے میں آتا ہے، مثلاً فرضت جزوی کا معنی ہو گا: میں نے قرآن کا ایک پارہ تلاوت کیا۔

اور جس سے مقررہ مقدار سے زائد مانگے جائیں وہ نہ دے، ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ صرف زکاۃ دے، زائد کچھ نہ دے مگر خوشی سے زیادہ دینے سے شریعت روکتی نہیں بلکہ حوصلہ افزائی کرتی ہے لہٰذا یہ معنی راجح نہیں، دوسرا معنی یہ ہے کہ زکاۃ کے احکام یہی ہیں جو بیان کر دیے گئے ہیں اب کسی کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، زکاۃ وصول کرنے والا اگر مقررہ مقداروں سے زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ یقیناً خائن ہے۔ ایسے میں اس کی اطاعت ضروری نہیں اور اسے زائد کچھ نہ دیا جائے۔ اس حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جب مال ناحق بٹورا جائے تو اس کو بچانا اور معاملے کو حاکم بالا کے علم میں لانا ضروری ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ اوقاص میں زکاۃ نہیں، لفظ ''اوقاص'' وقص کی جمع ہے جس کا معنی جمہور کے نزدیک (کسی بھی نصاب کی) دو متعین مقداروں کا درمیانی حصہ ہے۔ ویسے ائمہ کے مابین یہ مسئلہ مختلف

فیہ ہے کہ دو متعین مقداروں کے درمیانی اجزاء پر زکاۃ واجب ہے یا نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ اپنے ایک قول میں حد نصاب اور اوقاص پر زکاۃ کے وجوب کے قائل ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ پچیس سے پینتیس تک بنت مخاض (ایک سالہ اونٹنی) ہے۔ معلوم ہوا کہ پینتیس تک کے تمام اجزاء میں بنت مخاض ہے۔

دوسرا قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے کہ وقص (دو متعین مقداروں کے درمیانی اجزاء) معاف ہیں ان پر زکاۃ نہیں، مثلاً بنت مخاض ۲۵ سے لیکر ۳۴ تک کے مجموعے پر بطور زکاۃ عائد ہوتی ہے، ۲۵ سے زائد اجزاء کی زکاۃ معاف ہے یعنی بنت مخاض کی ادائیگی میں ہی ان کی زکاۃ بھی ادا ہو جائے گی، الگ سے حساب لگانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ((فی کل اربعین بنتُ لَبُون وفِی کُلِّ خَمْسِیْنَ حِقَّة))...... ''ہر چالیس اونٹوں میں ایک بنت لبون ہے اور ہر پچاس اونٹوں میں ایک حقہ ہے'' یعنی درمیانی اجزاء کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا انہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس اختلاف کا فائدہ بسا اوقات مساکین کے حق میں سامنے آتا ہے (اگر اوقاص پر زکاۃ فرض کی جائے) وہ اس طرح کہ جب کسی شخص کے پاس مثلاً ۳۰ اونٹ ہوں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس پر صرف بنت مخاض ہی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق بنت مخاض اور ایک بکری بھی ہے، اس سے غریبوں کا فائدہ ہو جاتا ہے۔

فائدہ: دو متعین مقداروں کے درمیانی اجزاء پر زکاۃ واجب نہیں یہی بات راجح ہے، اس کی دلیل سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں یہ لفظ بھی ہیں: ((وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الإِبِلِ ، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا۔)) ......''اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں ان میں زکاۃ واجب نہیں ہے الا کہ ان کا مالک چاہے۔'' اور اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں: ((فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا)) ...... ''جب آدمی کی چرنے والی بکریوں میں سے چالیس بکریوں سے ایک بکری بھی کم ہو تو ان میں زکاۃ واجب نہیں الا یہ کہ اس کا مالک ادا کرنا چاہے۔''

(صحیح بخاری: ۱٤٥٤)

دوسری دلیل سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ((ان الاوقاص لا فریضة فیها)) ''اوقاص میں کوئی فرض زکاۃ نہیں۔'' (اسنادہ ضعیف، مسند احمد: ٥/ ٢٤٠، حدیث نمبر: ٢٢٠٨٤)

امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے غریبوں کا فائدہ ہوتا ہے اور شریعت غریبوں ہی کی حامی ہے مگر ان واضح نصوص کی موجودگی میں دم مارنے کی گنجائش نہیں اور صحیح روایات پر ہی عمل لازم ہے۔)

اس حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ اونٹوں کی تعداد اگر ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو نصاب زکاۃ کو ابتداء سے شروع کرنے کے بجائے ہر چالیس (۴۰) پر دو سال کی اونٹنی اور ہر پچاس (۵۰) پر تین سال کی اونٹنی لازم آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ ، فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُوْن ، وَفِي كُلِّ

خَمْسِيْنَ حِقَّةً))......''اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے، حجاز والے اسی بات پر عمل پیرا ہیں۔''

جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر اونٹوں کی تعداد ایک سوبیس (۱۲۰) سے بڑھ جائے تو نصاب زکاۃ کو پھر سے شروع کیا جائے گا یعنی ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری دینا ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ان کی دلیل سیدنا علی ﷺ سے مروی ایک حدیث ہے''جب اونٹوں کی تعداد ایک سوبیس سے بڑھ جائے تو زکاۃ کو ابتداء سے شروع کیا جائے۔'' (مصنف ابن ابی شیبه: کتاب الزکاۃ، باب من قال اذا زادت علی عشرین ومائة استقبل بها الفریضة)

یہ روایت ضعیف ہے گزشتہ صحیح روایات کے ہم پلہ نہیں جو سیدنا انس وابن عمر عن ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہم کی سند سے مروی ہیں۔ اس حدیث کو جناب شعبہ اور سفیان نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کیا ہے مرفوعاً نہیں، نیز عاصم بن ضمرہ کی مذکورہ روایت میں ایک راوی بالاتفاق متروک ہے۔ اس نے مذکورہ روایت میں یوں بیان کیا ہے کہ ۲۵ سے ۳۶ تک ایک بنت مخاض ہے۔ اہل علم میں سے کوئی بھی اس گنتی کا قائل نہیں۔

محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ نے کہا: ایک سوبیس (۱۲۰) سے تعداد بڑھ جانے کی صورت میں مالک کو اختیار ہے، نئے سرے سے زکاۃ کے نصاب کا آغاز کرلے یا چالیس اور پچاس والا اصول بدل لے۔ پھر جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اگر اونٹ ایک سوبیس سے بڑھ جائیں تو ہر چالیس پر بنت لبون اور پچاس پر حقہ ادا کیا جائے گا۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ اگر ایک سوبیس سے ایک اونٹ زائد ہو جائے تو زکاۃ کیسے ادا کی جائے گی۔ کچھ لوگوں کے ہاں تین بنت لبون ادا کرنا واجب ہے اور جب اونٹ ایک سوتیس ہو جائیں تو ایک حقہ اور دو بنت لبون ادا کرنی پڑیں گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور اسحاق اسی کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جب اونٹ ایک سوبیس سے بڑھ جائیں اور اضافہ صرف ایک اونٹ کا ہی ہو تو باقی فرائض کی طرح یہاں بھی فریضہ بدل جائے گا۔ کیونکہ تعداد پوری ہونے کے بعد ایک اونٹ کی زیادتی سے بھی فریضہ بدل جاتا ہے۔ جیسا کہ پینتیس یا پینتالیس سے ایک اونٹ بڑھ جائے تو زکاۃ کا حکم تبدیل ہو جاتا ہے۔

ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی تحریر کا ایک نسخہ روایت کیا ہے جو صدقے کے احکامات کے متعلق تھا اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی آل کے پاس تھا اور یہی نسخہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تحریر کروایا تھا اور اپنے عاملین کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس نسخہ میں لکھا ہے کہ جب اونٹ ایک سو اکیس ہو جائیں تو ایک سو انتیس تک تین بنت لبون ادا کی جائیں گی اور جب ایک سوتیس ہو جائیں تو ان میں ایک حقہ اور دو بنت لبون ادا کی جائیں گی۔

(صحیح، ابوداود: ۱۵۷۰)

بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ ایک سوبیس سے لے کر ایک سوتیس تک زکاۃ کا حکم نہیں بدلے گا، جب ایک سوتیس ہو جائیں گی تو ایک حقہ اور دو بنت لبون ادا کی جائیں گی۔ یہ قول امام مالک اور احمد کا ہے۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر زکاۃ دینے والے پر ایک خاص عمر کا جانور دینا لازم ہو اور وہ اس کے جانوروں

میں موجود نہ ہوتو وہ اس سے کم عمر والا جانور دے اور کمی کو پورا کرنے کے لیے دوبکریاں یا بیس درہم دے دے، یاد رہے کہ دوبکریاں اور بیس درہم یہ زکاۃ کے کمی وبیشی والے مسئلہ میں اصل اور اصول کی حیثیت رکھتے ہیں ایک دوسرے کا بدل اور عوض قطعاً نہیں۔

کیونکہ آپ ﷺ نے لفظ ''او'' کے ساتھ اختیار دیا ہے، امام نخعی، امام شافعی اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: جانوروں کی کمی بیشی کا تعین از حد مشکل امر ہے اس لیے آپ نے دوبکریاں مقرر فرمادیں۔شریعت ایسے مواقع پر جہاں تعین نہ ہوسکتا ہو اسی طرح کا تعین کردیتی ہے تاکہ اختلاف کی جڑ ہی ختم ہو جیسے حدیث مصراۃ میں کھجوروں کا تعین کردیا۔ وہاں بھی روکے ہوئے دودھ کی مقدار کا مسئلہ لاینحل تھا، مذکورہ کمی پوری کرنے کے لیے دوبکریاں ہی مانی جائیں گی، پھر جہاں ان دوبکریوں کی جو قیمت بنتی ہو وہ قیمت مانی جائے گی۔ (ع س)

امام ثوری رحمہ اللہ نے کہا: وہ کمی کو پورا کرنے کے لیے دس درہم اور دوبکریاں دے (آپ ﷺ کے دور میں ۲۰ درہم کی دوبکریاں آتی تھیں اور امام ثوری کے دور میں چاندی کی قیمت بڑھ گئی اور دس درہم میں دوبکریاں آنے لگیں، یعنی ان کے نزدیک بکریوں کی قیمت دیکھی جائے گی۔) ابوعبید کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: مال کے مالک کو مطلوبہ عمر کا جانور بازار سے خرید کر دینا چاہیے۔ اہل رائے کا کہنا ہے کہ تحصیلدار زکاۃ مال کے مالک سے قیمت ہی وصول کرلے۔

حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جانوروں کی زکاۃ میں قیمت وصول نہیں کی جائے گی۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے، صرف اہل رائے قیمت وصول کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اگر قیمت کی ادائیگی ہی درست ہوتی تو آپ ﷺ اس کا مشورہ دے دیتے اور کمی بیشی کی صورت میں دوبکریاں اور بیس درہم کی ادائیگی یا وصولی کی بات نہ فرماتے۔

قیمت وصول کرنے والوں کی دلیل سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، انہوں نے یمن والوں سے کہا تھا: جو اور مکئی کے عشر کی بجائے خمیص یا لبیس کپڑے کی ادائیگی تمہارے لیے آسان ہے لہٰذا وہی لیتے آؤ۔ مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے اور ان کے حق میں یہی بہتر ہے۔

(صحیح بخاری معلقا، کتاب الزکاۃ، باب العرض فی الزکاۃ)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر کسی کے پاس زکاۃ میں ادا کرنے والا جانور موجود نہ ہو، نہ اس کے قریب عمر والا جانور ہی موجود ہوتو اس سے چھوٹی عمر والا جانور دیا جائے گا مثلاً چھیالیس سے ساٹھ تک ایک حقہ (تین برس کی اونٹنی) بطور زکاۃ عائد ہوتی ہے لیکن مالک کے پاس یہ موجود نہیں۔ اس سے کم عمر کا جانور بنت لبون (دوبرس کی اونٹنی) بھی نہیں تو اس سے کم عمر والا جانور بنت مخاض (ایک برس کی اونٹنی) دے گا اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے چار بکریاں یا چالیس درہم

ادا کرے گا یا پھر بڑی عمر کا جانور عامل زکاۃ کو ادا کرے گا اور اس سے مذکورہ حساب سے کمی پوری کرلے گا، امام شافعی رحمہ اللہ اور اسحاق اس کے قائل ہیں۔بعض محدثین کا خیال ہے کہ صرف ایک درجہ نیچے اترا جائے جیسا کہ حدیث میں مذکورہ ہے دو درجے نہیں۔

''چرنے والے'' ان جانوروں میں زکاۃ فرض ہے جو سارا سال یا سال کا اکثر حصہ جنگل وغیرہ میں چرکر گزارتے ہوں۔ان کو روز چارا نہ ڈالنا پڑے الا شاذ ونادر۔اسی طرح کھیتی باڑی میں کام آنے والے جانور بیل اور اونٹ وغیرہ میں اکثر اہل علم کے نزدیک زکاۃ نہیں۔امام مالک رحمہ اللہ ہل چلانے والے بیلوں اور پانی لانے والے اونٹوں میں بھی زکاۃ کے قائل ہیں۔

فائدہ: جدید دور کے مویشی فارموں کے جانور چرا کر نہیں پالے جاتے بلکہ ان کی خوراک کا مستقل انتظام کیا جاتا ہے، اس لیے ان کو سائمہ (چرنے والے) جانوروں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔بنا بریں ان کی زکاۃ آمدنی پر ہو گی۔(ع،س)

''جب بکریاں تین سو سے بڑھ جائیں تو پھر ہر سو میں ایک بکری ہے'' مطلب یہ ہے کہ جب بکریوں کی تعداد تین سو(۳۰۰) سے بڑھ کر چار سو(۴۰۰) ہو جائے تو ہر سو پر ایک بکری بطور زکاۃ وصول کی جائیگی یعنی چار بکریاں لی جائیں گی۔اکثر اہل علم کا یہی قول ہے،حسن بن صالح بن حی نے کہا: اگر بکریوں کی تعدا تین سو(۳۰۰) سے ایک بھی زائد ہو جائے تو مالک پر زکاۃ عائد ہوگی، یعنی چار بکریاں۔

''زکاۃ میں بوڑھا، کانا(عیب والا) جانور نہ دیا جائے'' زکاۃ میں صحیح سالم جانور وصول کیا جائے گا ''عوار'' کا معنی ہے نقص وعیب، عین کے اوپر فتحہ پڑھنا فصیح لغت ہے یہ اس وقت ہے جب سارا مال یا اکثر مال تندرست وتوانا اور بے عیب ہو۔اگر کسی شخص کا سارا ریوڑ ہی عیب دار ہو تو پھر ان میں سے درمیانے درجے کے جانور زکاۃ میں لیے جائیں گے۔امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اسے صحیح سالم جانور دینے کا پابند بنایا جائے گا اور بیمار جانور کسی حال میں وصول نہیں کیا جائے گا۔

''بکریوں میں سے مذکر(نر) وصول نہیں کیا جائے گا'' اگر کسی شخص کے ریوڑ کی اکثریت بکریوں پر مشتمل ہے تو اس سے نر وصول نہیں کیا جائے گا (اس سے مالک کا نقصان نہ ہوگا یا اس لیے کہ بکری فقراء کے لیے زیادہ مفید ہے، اس سے بچے حاصل ہوں گے) زکاۃ میں مذکر صرف اور صرف دو جگہوں میں وصول کیا جاتا ہے جن کا تذکرہ سنت میں وارد ہوا ہے۔ایک تیس(۳۰) گائیوں پر ایک سالہ نر بچھڑا اور دوسرے پچیس (۲۵) سے پینتیس (۳۵) اونٹوں پر ایک سالہ اونٹنی (بنت مخاض میسر نہ ہونے پر دو سالہ نر بچھڑا)۔

اگر کسی کا ریوڑ مکمل طور پر مذکر جانوروں پر مشتمل ہے تو پھر زکاۃ میں بھی مذکر ہی وصول کیا جائے گا۔

''الا یہ کہ صدقہ وصول کرنے والا مذکر لینے پر راضی ہو'' یعنی اگر تحصیلدار زکاۃ مذکر کی ضرورت محسوس کرے اور

مالک دینے پر راضی ہو جائے، نیز اس میں مساکین اور فقراء کا بھی فائدہ ہو تو وہ ان کا نائب ہونے کی صورت میں ایسا کر سکتا ہے۔

''زکاۃ کے خوف سے متفرق جانوروں کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور ایک ریوڑ کے جانوروں کو متفرق نہیں کیا جائے گا'' معلوم ہوا کہ اگر ریوڑ واقعتاً دو شرکاء کا ہے تو اسے ایک ریوڑ ہی تسلیم کیا جائے گا، البتہ زکاۃ سے فرار حاصل کرنے کے لیے عارضی طور پر ایسا کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس پچاس بکریاں ہوں اور دوسرے کے پاس بھی پچاس تو ان کی زکاۃ ایک بکری دینی پڑے گی لیکن اگر وہ دونوں ایک مالک ظاہر کر کے بکریاں اکٹھی ظاہر کر دیں تو کل سو بکریوں میں صرف ایک بکری زکاۃ ہوگی (یہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے کوئی شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے لہٰذا اس سے منع فرمایا تاکہ زکاۃ سے فرار کا رجحان پیدا نہ ہو واجب سے بچنے کے لیے ایسا حیلہ کرنا حرام ہے) (ع،س)

اسی طرح کبھی اکٹھی بکریوں کو متفرق ظاہر کر کے بھی زکاۃ سے بچنے کا حیلہ ہو سکتا ہے، مثلاً ایک شخص کے پاس ساٹھ بکریاں ہوں تو وہ اسے دو مالکوں کا مال ظاہر کر کے، ۳۰ کے ریوڑ بنا دے تو زکاۃ سے بچ سکتا ہے۔

''متفرق جانوروں کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور اکٹھے جانوروں کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا۔''

سابقہ صورتحال کے برعکس زکاۃ وصول کرنے والا بھی زیادہ وصول کرنے کی خاطر ایسا کر سکتا ہے لہٰذا اس کے لیے بھی منع ہے، جانوروں کے مالک کو بھی روکا گیا ہے کہ وہ زکاۃ سے فرار کے لیے اور تھوڑی ادا کرنے کے لیے ایسا مت کرے اور عامل زکاۃ کو بھی ظلم کرتے ہوئے زیادہ وصول کرنے سے منع کیا گیا ہے، مثلاً دو شرکاء کے پاس مجموعی طور پر سو بکریاں ہیں، زکاۃ وصول کرنے والا زیادہ وصول کرنے کی خاطر ان سو بکریوں کو الگ الگ کر دے گا تو دو بکریاں زکاۃ مل جائے گی جبکہ یکجا رہنے میں ایک ہی ملے گی۔ یا مثلاً دو آدمیوں کے پاس الگ الگ ۱۱۵، ۱۱۵ بکریاں ہیں جن میں صرف ایک ایک بکری زکاۃ ہے، وصول کرنے والا آ کر دونوں کو یکجا کر دے تو اس کو تین بکریاں مل جائیں گی۔

غرض زکاۃ کے خوف سے جمع یا متفرق کرنے کی ممانعت مالک کو بھی ہے اور زکاۃ وصول کرنے والے (عامل) کو بھی۔ جانوروں کی اصلی صورتحال کو برقرار رکھا جائے گا۔

حدیث میں آیا ہے: (لا خلاط) ''شراکت داری نہیں'' تو اس سے مراد یہی شراکت داری ہے جس کے ذریعے سے زکاۃ سے بچنا مقصود ہو، ویسے شراکت داری منع نہیں ہے۔

اگر دو شراکت دار سال ختم ہونے سے پہلے پہلے اپنے جانور الگ کر لیں تو انہیں الگ الگ ہی سمجھا جائے اور اگر وہ ایسا سال کے اختتام پر کریں تو گزشتہ سال کی زکاۃ ان کے ذمہ واجب الاداء ہوگی، شراکت کے حوالے سے یہ باتیں اکثر اہل علم کی بیان کردہ ہیں۔

اہل رائے کا موقف ہے کہ شراکت داری سے زکاۃ کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ ہر حصہ دار پر الگ الگ زکاۃ کی ادائیگی ہے ہر کوئی اپنے مال کی زکاۃ ادا کرے گا۔ امام مالک اور سفیان ثوری رحمہما اللہ نے کہا: ہر حصہ دار کا مال اگر حدنصاب کو پہنچے تب شراکت جاری ہوتی ہے مثلاً ہر ایک کی الگ الگ چالیس بکریاں ہوں۔ اگر دونوں کی چالیس بکریاں ہوں تو ان پر کوئی زکاۃ نہیں۔

فائدہ: یہ قول قابل التفات نہیں، بلکہ ظاہر احادیث کے خلاف ہے۔ اس قسم کی کوئی شرط قابل لحاظ نہیں، دو یا تین حصہ دار ہوں جن کا مال مشترکہ ہو اور حدنصاب کو پہنچ جائے تو زکاۃ کی ادائیگی ان پر ضروری ہے۔ (ع،س)

امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شراکت داری میں کوئی فرق نہیں پڑتا خواہ دونوں شرکاء کو اپنے اپنے جانوروں کی حقیقی پہچان نہ ہو بلکہ صرف گنتی ہی یاد ہو، مثلاً دونوں کو مشترکہ طور پر وراثت میں جانور ملے ہوں یا دونوں نے مشترکہ طور پر جانور خریدے ہوں اور الگ الگ کیے بغیر، چرتے چرتے ان پر ایک سال کا عرصہ بیت گیا ہو تو اس صورت میں ریوڑ کے ہر جانور میں دونوں کی شراکت اور حصہ داری سمجھی جائے گی اور اگر دونوں مالک اپنے اپنے جانوروں کی الگ پہچان رکھتے ہوں پھر انہوں نے چرانے اور نگہداشت وغیرہ میں سہولت کے لیے ان کو جمع کر لیا ہو تو بھی اسے مشترکہ ریوڑ ہی سمجھا جائے گا اور اس شراکت کو ”خلطه المجاورة“ (پڑوس کی شراکت داری) اور پہلی کو ”خلطه المشاركة“ (مشترکہ شراکت داری) کہا جاتا ہے۔

جناب عطاء اور طاؤس سے مروی ہے کہ اگر دو شخص اپنے ریوڑ ایک ساتھ چرائیں مگر ہر ایک کو اپنے اپنے جانوروں کی پہچان ہو تو ان کے جانوروں کو مشترکہ نہ سمجھا جائے، امام شافعی رحمہ اللہ نے شراکت کے لیے یہ شرائط عائد کی ہیں۔ جانور ایک ہی باڑے میں رہتے ہوں، چرنے کے لیے آنا جانا ایک وقت میں ہو، پانی ایک گھاٹ سے پییں، دودھ ایک جگہ دوہا جائے، دونوں کے ریوڑ کیلئے نر مشترکہ ہو تو وہ شراکت دار ہوں گے اور اگر ان شرائط میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہے تو وہ شریک نہیں ہیں۔ امام مالک اور اوزاعی نے کہا: اگر چرواہا، نر اور باڑا ایک ہے تو وہ مشترکہ ہیں باقی امور اکٹھے ہوں اور رات کا ٹھکانہ الگ ہو تو بھی شراکت باطل نہیں ہوتی۔

فائدہ: اگر دو شخص مشترکہ طور پر جانوروں کے مالک ہیں، وہ کسی بھی تناسب سے مالک ہوں، عائد ہونے والی زکاۃ اسی تناسب سے دینی پڑے گی بشرطیکہ وہ جانور ایک باڑے میں رہتے ہوں، ان کا چرواہا اور دیگر اخراجات مشترکہ طور پر ہوتے ہوں، گویا ظاہراً ان میں کوئی امتیاز نہ ہو تو ان کی زکاۃ مشترکہ وصول کی جائے گی۔ (ع،س)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک درہم ودینار، (چاندی، سونا) کھیتی اور پھل کے شراکت دار اکٹھی زکاۃ ادا کریں گے جب وہ حدنصاب کو پہنچ جائے ”شراکت دار زکاۃ میں برابری کے مجموعے پر واجب زکاۃ ایک بکری“ وصول کر لیتا ہے تو

یقیناً یہ ایک آدمی کی بکریوں میں سے وصول ہوتی ہے حالانکہ اس کے ذمے تو نصف بکری ہے اور باقی نصف اس کے دوسرے ساتھی پر ہے تو اب زکاۃ وصول کرنے والا دوسرے ساتھی سے نصف بکری کی قیمت وصول کر کے پہلے کے حوالے کر دے گا۔ اس طرح دونوں کی طرف سے ان پر واجب زکاۃ ادا ہو جائے گی، کسی کو بھی کمی بیشی کی شکایت نہیں رہے گی۔ اسی طرح پانچ اونٹوں کے مجموعے پر سے وصول کی گئی ایک بکری کی قیمت دو شراکت داروں میں برابر برابر تقسیم ہوگی۔

''اور چاندی میں چالیسواں حصہ ہے'' یعنی جب دو سو (۲۰۰) درہم اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم زکاۃ ہے۔ اگر وزن کم ہو تو زکاۃ عائد نہیں ہوتی خواہ معمولی ہی کم ہو۔ اسی طرح سونے کا معاملہ ہے۔ بیس دینار (ساڑھے سات تولے یعنی ۸۷ گرام) سے کم پر زکاۃ نہیں اور بیس دینار پر چالیسواں حصہ یعنی نصف دینار ہے پھر جس قدر زائد ہو تو اس کا حساب لگا لیا جائے، سونے اور چاندی کے کھوٹ پر زکاۃ نہیں اصل اور خالص سونے چاندی پر ہے۔

''اگر کسی کے پاس ایک سو ننانوے (۱۹۹) درہم ہوں تو اس پر زکاۃ نہیں'' اس کی دلیل سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ليس فيما دون خمس اواق من الورق صدقة) ''پانچ اوقیہ (یعنی دو سو درہم) سے کم چاندی میں زکاۃ نہیں'' ''بنت مخاض'' ایک سال کی اونٹنی جو دوسرے سال میں شروع ہو چکی ہو اور اس کی ماں حاملہ ہونے کے قابل ہو جائے (نر) کو ابن مخاض کہتے ہیں۔ مخاض حمل کو کہتے ہیں۔

''بنت لبون'' جو دو سال کی ہو اور تیسرے میں داخل ہو، مذکر کو ابن لبون کہتے ہیں اس کی ماں دوبارہ بچہ جن جنم دے کے دودھ والی ہو چکی ہوتی ہے اس لیے اسے بنت لبون کہتے ہیں۔

"حِقّة" تین سال کی اونٹنی جو چوتھے سال میں شروع ہو۔ اس قسم کی اونٹنی نر کی جفتی کے قابل ہو جاتی ہے نیز وہ سواری کے بھی قابل ہو جاتی ہے، مذکر کو حق کہتے ہیں "جذعه" چار سال کی اونٹنی جو پانچویں سال میں شروع ہو۔ جو اونٹ چھٹے سال میں شروع ہو اور ثنائی دانت گرا دے تو مذکر کو ثنی اور مونث کو ثنية کہتے ہیں۔ جو اونٹ ساتویں سال میں داخل ہو چکا ہو اور رباعی دانت گرا دے تو مذکر کو رباع اور مونث کو رباعيه کہتے ہیں۔ جو اونٹ آٹھویں سال میں داخل ہو چکا ہو اور رباعی دانتوں کے ساتھ والے دانت گرا چکا ہو تو اسے سدیس اور سدس کہتے ہیں۔

جو اونٹ نویں سال میں داخل ہو چکا ہو اور اس کی کچلیاں نکل آئی ہوں اسے ''بازل'' کہتے ہیں۔ جو دسویں سال میں داخل ہو چکا ہو اسے مخلف کہتے ہیں۔ اس کے بعد بازل عام اور بازل عامین نیز مخلف عام اور مخلف عامین کی اصطلاح ہے۔ امام اصمعی نے کہا: اونٹنی حاملہ ہو جائے تو اسے خلفہ کہتے ہیں اور جب اس کا حمل دس ماہ کا ہو جائے تو اسے عشراء کہا جاتا ہے۔

(9)......باب صَدَقَةِ البَقَرِ السَّائِمَةِ

چرنے والی گائیوں کی زکاۃ

(١٥٧١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلانَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ......

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلاثِينَ بَقَرَةً تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً، وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً، وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا، أَوْ عَدْلَهُ مَعَافِرَ۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ ہر تیس گائیوں میں ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی اور ہر چالیس گائیوں میں سے ایک دوسالہ (دودانتا) نیز ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کے برابر یمنی کپڑا وصول کریں۔

شرح: ''ہر بالغ سے ایک دینار'' اس سے فرضی زکاۃ جو مسلمانوں پر عائد ہے وہ مراد نہیں بلکہ کافروں سے ''جزیہ'' یعنی وہ ٹیکس مراد ہے جو مسلمان حکومت غیر مسلم رعایا سے ان کی حفاظت اور دیگر سہولیات کے عوض وصول کرتی ہے۔

''معافری کپڑا'' یہ ایک مخصوص کپڑا تھا جو یمن میں تیار ہوتا تھا۔ دھاری دار ہوتا تھا، پہننے کے لیے بہترین چادریں تھیں۔ اگر کوئی جزیہ رقم کی صورت میں نہ دے سکے تو اس کے عوض دینار کی قیمت کی کوئی اور چیز بھی دے سکتا ہے۔

(١٥٧٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ......

عَنْ طَاوُسٍ الْيَمَانِيِّ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخَذَ مِنْ ثَلاثِينَ بَقَرَةً تَبِيعًا، وَمِنْ أَرْبَعِينَ بَقَرَةً مُسِنَّةً، فَأُتِيَ بِمَا دُونَ ذَلِكَ، فَأَبَى أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا، وَقَالَ: لَمْ أَسْمَعْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِيهِ شَيْئًا حَتَّى أَقْدَمَ عَلَيْهِ، فَأَسْأَلَهُ، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ

طاؤس یمانی کہتے ہیں کہ سیدنا معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ نے ہر تیس گائیوں میں سے ایک سالہ بچھڑا اور ہر چالیس گائیوں میں ایک دوسالہ دودانتا وصول کیا۔ اگر کوئی زکاۃ ادا کرتے وقت اس سے کم عمر کا جانور لے کر آتا تو وہ وصول کرنے سے انکار کردیتے اور کہتے: اس بارے میں میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فرمان نہیں سن رکھا (میں اس

(١٥٧١) صحيح ......أخرجه ابوداود: ١٥٧٦، ١٥٧٧، وابن ماجه: ١٨٠٣، والترمذي: ٦٢٣، والنسائي: ٢٤٥٠

(١٥٧٢) منقطع ......أخرجه مالك فى المؤطأ: ٥٩٨

أَنْ يَقْدَمَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ۔

وقت تک یہ وصول نہ کروں گا) حتی کہ مدینہ جاؤں اور آپ سے اس بارے میں پوچھوں، اللہ کے رسول ﷺ معاذ بن جبل کے مدینہ واپس آنے سے پہلے ہی وفات پا گئے۔

شرح اس حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ چالیس گائیوں کے بعد ساٹھ پر زکاۃ پڑتی ہے کم پر نہیں اور وہ دو دانتا دو سالہ بچھڑا ہے اور اس کے بعد ہر تیس گائیوں پر ایک سالہ مادہ گائے یا نر بچھڑا اور چالیس پر دو سال کا بیل یا گائے واجب ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ چالیس کے بعد ساٹھ گائیوں والا حساب جاری کرنے کے قائل ہیں۔

"تَبِيْــعُ" گائے کا ایسا نر بچہ جو ایک سال کی عمر پوری کر کے دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو اور اسے تبیع اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنی ماں کے پیچھے چلنے لگتا ہے، زکاۃ میں وہ تبیع لیا جائے گا جس کی عمر کا ایک سال پورا ہو چکا ہو۔

"مُسِنَّة" ایسا جانور جس کے دو دانت نکل آئے ہوں (یعنی دو سال مکمل کر کے تیسرے میں داخل ہو چکا ہو) اسے ثنیہ بھی کہتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ بکریوں اور بھیڑوں کی زکاۃ میں کھیرا جانور وصول کرنے کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صرف دو دانتا جانور لینے کے قائل ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زکاۃ لینے والے کو حکم دیا کہ وہ چھوٹے بچوں کو گنتی میں شمار کرے لیکن زکاۃ میں وصول نہ کرے۔ اسی طرح زکاۃ میں بانجھ، پالتو جانور، حاملہ اور سانڈ وصول نہ کرے بلکہ کھیرا اور دو دانتا وصول کرے اور یہ بچوں اور عمدہ جانوروں کی درمیانی کیفیت کا بیان ہے۔

(10)......بَابُ لَا زَكَاةَ فِي الْعَبْدِ وَالْفَرَسِ

غلام اور گھوڑے پر زکاۃ نہیں

(١٥٧٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ صَدَقَةٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکاۃ نہیں۔"

(١٥٧٣) أخرجه البخاري: ١٤٦٣، ومسلم: ٩٨٢

(١٥٧٤) أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَلَا فِي مَمْلُوكِهِ صَدَقَةٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں زکاۃ نہیں ہے۔''

شرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ۔)) ......''غلام میں زکاۃ نہیں، البتہ غلام کی طرف سے صدقہ فطر دیا جائے گا۔'' (صحيح بخاری: ١٤٦٣، صحيح مسلم: ٩٨٢)

اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ ذاتی مصرف کے لیے رکھے ہوئے گھوڑے اور غلام میں زکاۃ نہیں ہے لیکن اگر تجارت کی غرض سے ہوں تو زکاۃ دینی چاہیے اور اس صورت میں گھوڑوں کی قیمت پر زکاۃ ہوگی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی مروی ہے۔ سعید بن مسیّب، عمر بن عبدالعزیز، نیز مالک اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی خیال ہے۔

حماد بن ابی سلیمان نے کہا: گھوڑوں میں زکاۃ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: گھوڑوں میں زکاۃ ہے وہ اس طرح کہ ہر مونث کے اعتبار سے ایک دینار یا ان کی مجموعی قیمت کا اندازہ لگا کے ہر دوسو درہم میں پانچ درہم۔

(١٥٧٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ ، فَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ ، كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٌ ، فَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا ذَلِكَ ،

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گھوڑا ایک شخص کے لیے باعث ثواب ہے، دوسرے کے لیے بچاؤ ہے اور تیسرے کے لیے وبال ہے، جس کے لیے گھوڑا اجر وثواب ہے، وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ کے لیے اس کو پالے، وہ اسے کسی ہرے بھرے میدان میں باندھے (راوی نے کہا) یا کسی باغ میں، تو جس قدر بھی وہ اس ہریالے میدان یا باغ میں چرے گا اس کی نیکیوں

(١٥٧٤) انظر الحديث السابق

(١٥٧٥) أخرجه البخاري: ٢٣٧١ ، ومسلم: ٩٨٧

فَـاسْتَـنَّـتْ شَـرَفًـا أو شَرَفَيْنِ ، كَانَتْ آثارُهَا وَأَرْوَاثُهـا حَسَنَاتٍ لَهُ ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ ، وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ بِهِ كَانَ ذَلِكَ لَـهُ حَسَنَـاتٍ ، فَهِـيَ لِذَلِكَ أَجْرٌ ، وَرَجُلٌ رَبَـطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ، وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي رِقَـابِهَـا وَلا ظُهُـورِهَـا ، فَهِـيَ لِذَلِكَ سِتْرٌ ، وَرَجُـلٌ رَبَـطَهَـا فَـخْرًا وَرِيَـاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الإِسْـلامِ ، فَهِـيَ عَـلَـى ذَلِكَ وِزْرٌ وَسُـئِلَ رَسُـولُ الـلّٰـهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْـحُـمُـرِ ، فَقَالَ: مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلا هَـذِهِ الْـآيَةُ الْـجَـامِعَةُ الْفَاذَّةُ: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾))

میں لکھا جائے گا۔ اگر اتفاق سے اس کی رسی ٹوٹ گئی اور گھوڑا ایک یا دو مرتبہ آگے کے پاؤں اٹھا کر کودا تو اس کے آثار قدم اور لید بھی مالک کی نیکیوں میں لکھے جائیں گے اور اگر وہ گھوڑا کسی ندی سے گزرے اور اس کا پانی پیے، خواہ مالک نے اسے پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو بھی یہ اس کی نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ تو اس نیت سے پالا جانے والا گھوڑا انہیں وجوہ سے باعث ثواب ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو لوگوں سے بے نیاز رہنے اور ان سے سوال کرنے سے بچنے کے لیے گھوڑا پالے، پھر اس کی گردن اور اس کی پیٹھ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی فراموش نہ کرے تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لیے پردہ ہے۔ تیسرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر، دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی میں پالے، تو یہ گھوڑا اس کے لیے وبال ہے، رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی حکم وحی سے معلوم نہیں ہوا۔ سوائے اس جامع آیت کے: ''جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا۔

شرح (أَطَـالَ لَهَـا فِـي مَـرْجٍ)...... ''لمبی رسی سے باندھ دیا'' جس طرح عام طور پر دیہاتوں میں جانوروں کو ایک طویل رسی سے باندھ دیا جاتا ہے اور اس کے دوسرے سرے کو کسی کھونٹے یا درخت میں اڑس دیا جاتا ہے کہ جانور چرتا رہے اور دور نہ نکل جائے۔ اس طرح جانور کا مالک بے فکر رہتا ہے اور ضرورت پڑنے پہ جانور فوراً میسر آ جاتا ہے تلاش نہیں کرنا پڑتا۔

(فَـاسْتَنَّـتْ) جانور بسا اوقات اٹکھیلیاں کرتا ہوا کبھی آگے کے پاؤں اٹھا کر اور کبھی پیچھے کے پاؤں اٹھا کر کودتا ہے، ابوعبید نے کہا: جو سوار کے بغیر جانور ایسا کرے تو اسے استنان کہتے ہیں۔

(تَغَنِّياً وَتَعَفُّناً) مالک، جانور اس نیت سے پالتا ہے کہ ضرورت پڑنے پر مجھے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ

کرنا پڑے اور میری حاجت گھر ہی سے پوری ہو جائے۔

(نِــواءً لِاَهْـلِ الأسـلام) ''کوئی شخص جانور اس لیے پالے کہ جب موقع بنے تو اسے مسلمانوں کے خلاف استعمال کروں گا۔

(فِي الْـحُمُرِ هَذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الفَاذَّةُ)...... ''گدھوں کے بارے میں یہی جامع اور منفرد آیت کریمہ ہے۔'' اس آیت کریمہ میں مجملاً ہر نیکی خواہ وہ فرض ہو یا نفل اس کا ذکر ہے کہ نیکی کرنے والا کبھی اجر وثواب سے محروم نہیں رہے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے گدھا لوگوں اور اسلام کے فائدے کی نیت سے پال رکھا ہے تو وہ بھی اجر سے محروم نہیں رہ سکتا۔ آج کے جدید دور کی سیکورٹی بھی جس نیت کے ساتھ رکھی جائے اسی آیت کے تحت آسکتی ہے۔

(خَيْراً يَرَه) یعنی اپنے نیک عمل کا بدلہ دیکھے گا نہ کہ نیک عمل۔

(11)......باب الْمُسْتَفَادِ لَا زَكَاةَ فِيْهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الحَوْلُ

مال مستفاد میں سال گزرنے سے پہلے زکاۃ نہیں

(١٥٧٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ صَالِحٍ الطَّلْحِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا، فَلا زَكَاةَ عَلَيْهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَولُ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مال مستفاد پایا تو اس پر کوئی زکاۃ نہیں حتی کہ پورا سال گزر جائے۔''

شرح **فائدہ**: مال مستفاد اس مال کو کہتے ہیں جو دوران سال خود بخود ہاتھ آئے، اپنے مال سابق سے کمایا ہوا نہ ہو، جیسے ہبہ یا میراث۔ (ع،س)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ مال مستفاد میں زکاۃ نہیں ہے جب تک سال نہ گزرے، سیدنا ابوبکر، سیدنا علی، سیدنا ابن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے ایسا ہی مروی ہے، نیز عطاء، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ نے یہی کہا، امام شافعی، مالک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر مال مستفاد حد نصاب کو پہنچتا ہو اور اس شخص کے پاس پہلے سے ایسا مال ہو جس پر زکاۃ واجب ہوتی ہے تو ان دونوں کا معاملہ ایک جیسا سمجھا جائے گا اور سال گزرنے پر دونوں مالوں کے مجموعے پر زکاۃ عائد ہوگی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے، حسن بصری، زہری، ثوری، مالک رحمہم اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

(١٥٧٦) صحيح ...... أخرجه الترمذي: ٦٣١

اور اگر اس کے پاس سوائے مال مستفاد کے کوئی ایسا مال نہیں جس میں زکاۃ واجب ہوتی ہو تو مال مستفاد میں بھی زکاۃ واجب نہیں جب تک سال نہ گزرے۔

اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ سال بھر کے منافع کی زکاۃ اصل رقم کے ساتھ سال کے اختتام پر ہی ادا کی جائے گی۔ اسی طرح سال کے دوران میں حاصل کی گئی فصلوں اور پیداوار پر بھی ایک ہی بار زکاۃ ہے (مثلاً فیکٹریوں اور کارخانوں میں سال بھر مال تیار ہوتا رہتا ہے لیکن زکاۃ ایک مرتبہ ہی ادا کی جائے گی) اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر سال کے دوران میں مال حدنصاب سے کم ہو جائے تو سال کا شمار ختم ہو جائے گا اور بالفرض تھوڑے ہی عرصے بعد پھر مال حاصل ہو جائے اور نصاب کو پہنچ جائے تو نئے سرے سے سال کا آغاز ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں جبکہ اہل رائے کا موقف ہے کہ سال کے آغاز اور اختتام پر صاحب نصاب ہونا ضروری ہے، درمیان سال میں اگر کمی بیشی ہوگی تو اس کا کچھ شمار اور حساب وکتاب نہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک سونے اور چاندی میں سال کے آخر میں صاحب نصاب ہونا ضروری ہے، مثلاً کسی کے پاس شروع سال میں ایک دینار تھا، سال میں ایک دینار تھا، سال کے آخر میں اس کے پاس بیس (۲۰) دینار ہو گئے تو اس پر زکاۃ واجب ہے جیسا کہ تجارتی مال میں ہوتا ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: تجارتی مال کا حساب کتاب رکھنا مشکل امر ہے۔ ہر روز لین دین ہوتا ہے اور منافع آتا ہے لہٰذا سال کے بعد ایک تاریخ مقرر کر لی جائے اور اس پر زکاۃ کی ادائیگی ہو جائے، نیز مالی تجارت کی زکاۃ قیمت پر لاگو ہوتی ہے۔ اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص سال کے دوران میں اپنا سارا مال بیچ کر اسی قسم کا دوسرا مال (یعنی بکریوں کے بدلے دوسری نوع کی بکریاں) یا دوسری قسم کا مال (مثلاً بکریاں، گائیاں یا اونٹ خرید لیتا ہے) تو سال کا حساب نئے سرے سے رکھا جائے گا جب سے اس نے یہ تبادلہ کیا ہے، اکثر علماء کا یہی قول ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اگر مال اسی جنس کا خریدا گیا ہے تو سال کی گنتی ختم نہیں ہوگی بلکہ اختتام سال پر زکاۃ دینا ہوگی، اگر اس نے نقدی کا تبادلہ نقدی سے کیا ہے تو اکثر علماء کے نزدیک سال کا شمار ختم نہیں ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ختم ہو جائے گا۔ اگر سال کے دوران میں کسی کو مال وراثت مل جاتا ہے تو نئے سرے سے سال کا شمار ہوگا۔ موروث کے مال کی تکمیل وارث کھاتے میں نہیں پڑے گی، جب اسے مال ملا تب سے سال پورا ہونے پہ زکاۃ ہے۔

(12)......بَابُ تَعْجِيلِ الصَّدَقَةِ

زکوٰۃ جلدی دینا

(۱۵۷۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ،

(۱۵۷۷) حسن ......أخرجه ابوداود: ۱٦۲٤، والترمذی: ٦۷۸، وابن ماجه: ۱۷۹۵

أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ ، عَنْ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيٍّ......

عَنْ عَلِيٍّ ، أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَحِلَّ ، فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا صدقہ (زکاۃ) لازم ہونے سے پہلے اسے ادا کیا جا سکتا ہے؟ تو آپ نے انہیں اس کی رخصت دی۔

شرح: اہل علم کے ہاں اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سال مکمل ہونے سے پہلے زکاۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں، اکثر علماء جواز کے قائل ہیں مثلاً زہری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ اور اہل رائے اس کے قائل ہیں۔ امام ثوری رحمہ اللہ نے کہا: زکاۃ جلدی دینا مجھے پسند نہیں ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ زکاۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں بلکہ اگر قبل از وقت دے دی جائے تو زکاۃ دوبارہ نکالی جائے۔ یہ حسن بصری اور امام مالک کا مذہب ہے۔ اس بات پر سب علماء متفق ہیں کہ نصاب کو پہنچنے سے پہلے زکاۃ عائد نہیں ہوتی اور اکثر علماء کے نزدیک دو سالوں کی پیشگی (ایڈوانس) زکاۃ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

(١٥٧٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْيَمَانِ ، أَنْبَأَنَا شُعَيْبٌ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ ، فَقِيلَ: مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ ، وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ ، وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ، وَأَمَّا خَالِدٌ ، فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ ، وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَمُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ ، وَمِثْلُهَا مَعَهَا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقات وصول کرنے کا حکم فرمایا: تو آپ سے کہا گیا: ابن جمیل، خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب نے زکاۃ نہیں دی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابن جمیل تو اس بات کا بدلہ لیتا ہے کہ وہ فقیر تھا تو اللہ نے اس کو غنی کر دیا ہے، رہا خالد بن ولید، تو تم اس پر ظلم کرتے ہو، اس نے تو اپنی زر ہیں اور دیگر سامان اللہ عزوجل کی راہ میں دے دیا ہے۔ اور رہے عباس، تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔ یہ زکاۃ کی رقم ان پر صدقہ ہے بلکہ اسی قدر اور بھی'' ایک سند میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو صدقات کی وصولی

(١٥٧٨) أخرجه البخاري: ١٤٦٨ ، و مسلم: ٩٨٣

هَـذَا حَـدِيـثٌ مُتَّـفَـقٌ عَلَى صِحَّتِهِ ، أَخْرَجَهُ مُسْلِـمٌ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ حَرْبٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حَفْصٍ ، عَنْ وَرْقَاءَ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، وَقَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَـلَـى الصَّدَقَةِ ، وَقَالَ: ((قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَـادَهُ فِـى سَبِيـلِ اللّٰهِ ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهُوَ عَـلَـيَّ ، وَمِثْلُهَا مَعَهَا۔)) ثُمَّ قَالَ: ((يَا عُمَرُ ، أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ۔))

کے لیے بھیجا (جب تین اشخاص نے زکاۃ نہ دی تو اطلاع ملنے پر) آپ نے فرمایا: ''(خالد بن ولید) اس نے تو اپنی زرہیں اور دیگر سامان اللہ عزوجل کی راہ میں دے دیا ہے اور رہے عباس، تو انکی زکاۃ میرے ذمے ہے بلکہ اسی قدر اور بھی۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اے عمر! کیا تجھے معلوم نہیں کہ انسان کا چچا اس کے باپ کے مثل ہوتا ہے۔''

شرح (اَعْتُدَہٗ) جہاد میں کام آنے والا سب مال واسباب مراد ہے، خواہ وہ معمول کے ہتھیار ہوں، جانور ہوں یا دیگر آلات حرب وضرب ہوں۔

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے معاملے کی دو توجیہیں ہوسکتی ہیں، ایک تو یہ کہ آلات جنگ خالد رضی اللہ عنہ کے ذاتی نہیں بلکہ وقف کردہ ہیں اور وہ ان وقف شدہ آلات کی تجارت کررہے ہیں تو اب ان پر زکاۃ کہاں ہے؟ اس بات کی وضاحت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ بہرحال دو امور ثابت ہوئے: ایک یہ کہ مال تجارت پر زکاۃ ہے دوسرے یہ کہ جائداد منقولہ میں وقف جائز ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی جانب سے عذر پیش کیا کہ جب خالد سب کچھ اللہ کی راہ میں وقف کرچکے ہیں تو اب آپ کیسے الزام لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے فرضی زکاۃ دینے سے انکار کردیا ہے۔

بعض نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے حصے کی زکاۃ ایک نیک مقصد کے لیے روک لی تھی اور وہ تھا مجاہدین اور غازیان فی سبیل اللہ کے لیے اسے خرچ کرنا، مصارف زکاۃ میں سے ایک مجاہدین بھی تو ہیں۔ اس توجیہہ کے مطابق یہ جواز نکلتا ہے کہ زکاۃ میں اصل جنس کے بدلے قیمت وصول کی جاسکتی ہے اور یہ کہ زکاۃ کی رقم کو کسی ایک مد میں خرچ کیا جاسکتا ہے، تمام مدات میں بانٹنا کچھ ضروری نہیں۔

(صِنْوُ أَبِيْهِ) ''چچا باپ کے مثل'' یعنی دونوں کی اصل اور بنیاد ایک ہی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ﴾...... ''اور کھجوروں کے درخت ہیں، شاخ دار اور بے شاخ۔'' (سورۂ رعد: ۴)

صنوان کے ایک معنی ملے ہوئے اور غیر صنوان کے جدا جدا کیے گئے ہیں۔ دوسرا معنی صنوان ایک درخت جس کی کئی شاخیں اور تنے ہوں، جیسے انار، انجیر اور بعض کھجوریں، اور غیر صنوان جو اس طرح نہ ہو بلکہ ایک ہی تنے والا ہو۔

ابن اعرابی نے کہا: صـنـو کا معنی مثل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چچا کا ادب واحترام ویسے ہی کرنا چاہیے جیسے باپ کا ہوتا ہے کیونکہ وہ باپ کا بھائی ہے۔

شعیب راوی نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق جو یہ الفاظ بیان کیے ہیں (فَهِـيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ)...... ''یہ رقم ان پر صدقہ ہے۔'' ان میں بہت کم راوی ان کی متابعت کرتے ہیں۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا بنو ہاشم سے صلبی تعلق ہے اور بنو ہاشم کے لیے صدقہ جائز نہیں، لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صدقے کو اپنے چچا کے لیے کیسے پسند کر سکتے ہیں، شعیب کے علاوہ دیگر راوی ''ان کی زکاۃ میرے ذمے ہے، بلکہ اسی قدر اور بھی''۔ (صحیح مسلم: ۹۸۳)

ابوعبید نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو دو سال کی رخصت عنایت فرمائی تھی، ان کی کسی ضرورت اور حاجت کے پیش نظر، جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بابت مروی ہے کہ انہوں نے رمادہ والے سال لوگوں سے زکاۃ وصول نہ کی۔ اگلے سال جب فصلیں خوب ہوئیں اور کھیت سرسبز وشاداب ہوگئے تو دو سالوں کی ایک ساتھ زکاۃ وصول کی۔ بہرحال سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے معاملے کی دو وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سال کی زکاۃ پیشگی لے چکے تھے (جیسے کہ ابوداؤد طیالسی، مسند بزار اور سنن دارقطنی کی روایات سے ثابت ہوتا ہے) اور اس میں یہی استدلال ہے کہ قبل از وقت زکاۃ نکالی جاسکتی اور وصول کی جاسکتی ہے۔ بعض علماء اس حدیث مبارکہ کی بنا پر دو سال کی ایڈوانس زکاۃ وصول کرنے کے قائل ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کی زکاۃ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے کسی ہنگامی ضرورت کے پیش نظر خود وصول کر لی تھی، عامل کو بتانا یاد نہ رہا اس لیے اس نے آپ سے شکایت کی، نیز آپ نے آئندہ سال کی زکاۃ بھی اسی ضرورت کے پیش نظر لے لی تھی اور صرف ایک سال کی زکاۃ ہی قبل از وقت وصول کی تھی۔ ایک سال کی تو وقت پر ہی لی گئی تھی۔ اس توجیہ کے لحاظ سے صرف ایک سال کی زکاۃ ایڈوانس بنتی ہے اور اسی کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ میرے ذمے ہے۔ واللہ اعلم!

(13)......بَابُ زَكَاةِ الثِّمَارِ وَخَرْصِهَا

پھلوں کی زکاۃ اور ان کا اندازہ لگانا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾...... ''اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو۔'' (سورۂ انعام: ۱۴۱)

یعنی جب کھیتی سے غلہ کاٹ کر صاف کر لو اور پھل درختوں سے توڑ لو، تو اس کا حق ادا کرو۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: میں نے سنا اس شخص کو جو کہہ رہا تھا اس حق سے مراد زکاۃ یعنی صدقہ واجبہ ہے (عشر، دسواں حصہ، اگر زمین بارانی ہو) یا نصف عشر، بیسواں حصہ (اگر زمین کنویں، ٹیوب ویل یا نہری پانی سے سیراب کی جاتی ہو)

(۱۵۷۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ التَّمَّارِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ......

عَنْ عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي زَكَاةِ الْكَرْمِ: ((يُخْرَصُ كَمَا يُخْرَصُ النَّخْلُ، ثُمَّ يُؤَدَّى زَكَاتُهُ زَبِيبًا كَمَا يُؤَدَّى زَكَاةُ النَّخْلِ تَمْرًا۔))

سیدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: ''انگوروں کے کچے پھل کا اندازہ لگایا جائے جیسے کہ کھجوروں کا لگایا جاتا ہے اوران کی زکاۃ کشمش کی صورت میں وصول کی جائے، جیسے کہ کھجوروں میں خشک کھجور کی صورت میں لی جاتی ہے'' ایک اور سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس اندازہ لگانے والے شخص کو بھیجتے جو ان کے انگوروں اور دیگر پھلوں کا اندازہ کرتا۔

شرح: یہ حدیث حسن ہے، اکثر اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ علیہم اسی بات کے قائل ہیں کہ پھلوں کا اندازہ لگایا جائے۔ وہ اس طرح کہ پھل (انگور اور کھجور وغیرہ) جب رنگ تبدیل کر جائیں اور خوب تیار ہو جائیں تو حاکم وقت، ماہر اندازہ لگانے والے آدمی کو بھیجے گا جو پھلوں کے مالکان کے سامنے کہے گا کہ ان تر کھجوروں سے اتنی خشک کھجوریں حاصل ہوں گی اور انگوروں کے کچے پھل سے اتنا منقیٰ حاصل ہوگا۔ اندازہ لگانے کا یہ فائدہ ہوگا کہ اب مالک آزاد اور بے فکر ہو جائیں گے وہ اپنے پھلوں میں جو چاہیں تصرف کریں گے، کسی کو دیں یا خود کھائیں اس لیے کہ حکومتی اہل کار چکر لگا گیا ہے اور اندازہ ہو چکا ہے۔ اب جب پھل پک جائے گا اور کھانے کے قابل ہو جائے گا تو ان سے عشر (دسواں حصہ) وصول کرلیا جائے گا۔ یاد رہے کہ پھلوں کا مالک اگر عامل کے اندازے پر معترض ہو اور اپنے نقصان کی بات کرے، تو مالک کی بات کو تسلیم کیا جائے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا: اندازہ لگانا بدعت ہے، اہل رائے نے بھی پھلوں کا اندازہ لگانے کا انکار کیا ہے کہ پتا نہیں اندازہ صحیح ہو یا نہ ہو، نیز کہا ہے کہ اندازہ (خرص) تو پھل توڑنے والے مزدوروں کی خیانت اور چوری سے بچاؤ کے لیے لگایا جاتا تھا۔ اگر ایسا کوئی اندیشہ نہ ہو تو اندازہ نہ لگایا جائے کیونکہ ایسا کرنا محض ظن وتخمین اور اٹکل پچو ہے۔ مگر پہلا موقف اندازہ لگانے والا ترجیح والا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں اور خلفائے راشدین اپنے اپنے ادوار مبارکہ میں اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے رہے ہیں، نیز اکثر اہل علم اسی موقف کے قائل ہیں۔

(۱۵۷۹) أخرجه ابوداود: ۱۶۰۳، والترمذی: ٦٤٤، وابن ماجه: ۱۸۱۹

فــائدہ: کیا مانعین، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ دین کے خیر خواہ یا ان سے زیادہ علم والے یا احکام کی مصلحتوں کو جاننے والے ہیں؟ کیا ظن وتخمین اور ظلم کا ازالہ رسول اللہ ﷺ نے اگلے الفاظ کے ساتھ خود ہی نہیں فرمادیا کہ اندازہ لگانے کے بعد تیسرے یا چوتھے حصے کی رعایت دی جائے۔ باقی رہا سود یا جوئے کے مشابہ ہونا تو یاد رہے اگر یہ معاملہ سود یا جوئے کے مشابہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس قسم کا اقدام نہ فرماتے، دراصل شریعت لوگوں کی تنگی کا بھی لحاظ رکھتی ہے، جیسے بلی کے جوٹھے کا پلید نہ ہونا اس کی واضح دلیل ہے۔ (ع،س)

اہل رائے کا حدیث مبارکہ سے ثابت شدہ اندازے کو ظن وتخمین کہنا کچھ التفات کے قابل نہیں بلکہ یہ تو سمجھ دار اور ماہر لوگوں کا اجتہاد ہوتا ہے جو پھلوں کی مقدار کے بارے میں گہرا اور وسیع تجربہ رکھتے ہیں جس طرح ماپ تول کے اندازے ہوتے ہیں اور ہر دور میں ایسے افراد موجود ہوتے ہیں جن کا اندازہ سند کے طور پر مانا جاتا ہے اور وہ حیران کن حد تک بالکل درست نکلتا ہے، جیسے نقصانات کے اندازے لگائے جاتے ہیں (فلاں طوفان یا زلزلے سے سرکاری یا غیر سرکاری املاک کو اتنے اربوں کا نقصان پہنچا ہے، اتنے ہزار جانور مر گئے اور اس قدر فصلیں تباہ ہوگئیں وغیرہ)

یہ سب کچھ اجتہاد کے زمرے میں آتا ہے۔ خرص اور اندازہ کھجوروں اور انگوروں یعنی پھلوں وغیرہ کا لگایا جاتا ہے غلہ جات کا نہیں۔ اس لیے کہ پھل کچے کھائے جاتے ہیں جبکہ غلہ اور دانے کچے استعمال نہیں ہوتے۔ پھلوں کا اندازہ لگانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مساکین وفقراء کی حق تلفی نہ ہو اور یہ کہ ان کے حقوق کا تحفظ ہو جائے۔

سیدنا سہل بن ابی حیثمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا خَرَصْتُمْ، فَخُذُوا وَدَعُوا الثُّلُثَ، فَإِنْ لَمْ تَدْعُوا الثُّلُثَ، فَدَعُوا الرُّبُعَ۔)) ......''جب تم (عشر وصول کرتے وقت فصل یا پھل کا) اندازہ لگاؤ تو اندازے میں سے تیسرا حصہ چھوڑ دو۔ اگر تیسرا حصہ نہ چھوڑو تو چوتھا حصہ ضرور چھوڑ دو۔''

(ضعیف، ابوداود: ١٦٠٥، ترمذی: ٦٤٣، نسائی: ٥/ ٤٢)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اندازہ کرنے والا اپنے عمل کے تخمینے کے باعث تیسرا حصہ چھوڑ دے۔ امام یحییٰ القطان نے بھی یہی کہا ہے، بعض علماء کا کہنا ہے کہ تیسرا یا چوتھا حصہ اصل فصل سے چھوڑا جائے تاکہ مالک کو نقصان نہ ہو اور اس پر نرمی رہے کیونکہ یہ سب نظر کا معاملہ ہے اور اس میں کمی بیشی کا احتمال یقینی ہے، نیز کچھ پھل ضائع بھی ہو جاتا ہے، پرندے ضائع کر جاتے ہیں، کچھ جانور وغیرہ کھا جاتے ہیں، راہ چلتے لوگ توڑ لیتے ہیں اور کچھ پھل مالک بھی غریبوں، مسکینوں وغیرہ کو دیتا ہے لہٰذا ثلث یا ربع چھوڑنے میں ان سب کی تلافی ہو جائے گی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اندازہ لگانے والوں کو اس بات کا حکم دیا کرتے تھے، امام احمد اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ اندازہ لگانے والا شخص عمومی اندازے سے کچھ نہ چھوڑے بلکہ ان کے لیے چند درخت مخصوص کردے جن سے ان کے نقصان کی تلافی ہو جائے اور وہ ضرورت مندوں کو دیتے رہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جمہور اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ کھجوروں اور انگوروں پر عشر (دسواں حصہ) واجب ہے، نیز ہر اس فصل (پھل یا سبزی) میں عشر مانتے ہیں جو ذخیرہ ہو سکے، باقی رہے وہ پھل، سبزیاں اور فصلیں جو ذخیرہ نہیں ہو سکتے تو امام شافعی اور ابن ابی لیلیٰ ان میں عشر کے قائل نہیں، امام مالک رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے ان پھلوں اور سبزیوں میں جو ذخیرہ نہیں ہو سکتے زکاۃ نہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ذاتی طور پر زمین کی ہر پیداوار میں عشر ضروری خیال کرتے ہیں، ذخیرہ ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک ذخیرہ ہونا شرط ہے، جو اشیاء ذخیرہ نہیں ہوسکتیں ان کی آمدنی اگر نصاب اور مدت نصاب کو پہنچے تو زکاۃ کی ادائیگی ضروری ہے البتہ جن پھلوں کو کسی طریقے سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے، ان میں عشر ہے مثلاً انگور کو منقیٰ کی صورت میں محفوظ کیا جا سکتا ہے، خوبانیوں کو خشک کیا جا سکتا ہے کماد کو چونکہ چینی، شکر اور گڑ کی صورت میں محفوظ کیا جا سکتا ہے تب اس پر عشر ہے۔ (ع،س)

امام شافعی رحمہ اللہ اپنے قدیم قول کے مطابق زیتون میں عشر کے وجوب کے قائل ہیں۔ امام زہری، مالک، اوزاعی، ثوری اور اہل رائے بھی اسی کے قائل ہیں، البتہ وصولی کی کیفیت کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور اوزاعی نے کہا: زیتون نچوڑنے کے بعد اس کا وزن پانچ وسق ہو تو عشر وصول کیا جائے گا جبکہ اہل رائے کا کہنا ہے کہ زیتون کے تیل پر نہیں بلکہ پھل پر عشر ہے۔

باقی رہیں سبزیاں تو اکثر اہل علم کے نزدیک ان پر عشر ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سوائے ایندھن، گھاس اور پانی کے سبزیوں پر عشر ہے۔ ان کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اس مسئلہ میں ان کے مخالف ہیں۔ وہ سبزیوں میں عشر کے قائل نہیں۔

جناب موسیٰ بن طلحہ نے کہا: ہمارے پاس سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر ہے جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ عشر صرف گندم، جو، کشمش اور کھجور سے وصول کیا جائے۔

ہر وہ پھل جس میں ہم نے عشر کے وجوب کی بات کی ہے اس پر عشر پکنے سے قبل لاگو ہو گا اور ادائیگی کاٹنے، گھر لانے اور خشک ہو جانے پر کی جائے گی۔

اسی طرح جب دانہ بالی میں پک جاتا ہے تو غلے کا عشر واجب ہو جاتا ہے اور جس وقت غلہ تھریشر سے نکل آتا ہے تو یہ وقت عشر کی ادائیگی کا ہے۔ غلے اور پھل وغیرہ کے عشر کی ادائیگی کے لیے سال کی شرط نہیں بلکہ اس کا تعلق فصل کے ساتھ ہے، سال گزر جانے کی قید تو مویشی اور نقدی کے ساتھ ہے کیونکہ ان کی بڑھوتری اور اضافے کا پتہ سال کے بعد ہی چل سکتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: متفق علیہ معاملہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے وہ یہ ہے کہ انگور اور کھجور کے علاوہ کسی اور

پھل کا اندازہ نہ لگایا جائے، نیز وہ اشیاء جو کچی استعمال کے قابل نہیں ہوتیں جیسے تمام غلہ جات تو ان کا اندازہ بھی نہ لگایا جائے بلکہ مالکان امانت داری سے اپنا حق ادا کریں۔

(14)......بَابُ قَدْرِ الصَّدَقَةِ فِيمَا أَخْرَ جَتِ الْأَرْضُ

کتنی مقدار میں زکاۃ واجب ہوتی ہے؟

(١٥٨٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔))

جناب سالم اپنے والد(سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس فصل کو بارش یا چشمے سیراب کریں یا وہ نمی والی ہو، اس میں دسواں حصہ زکاۃ واجب ہے اور جس فصل کو اونٹوں اور ڈول (رہٹ وغیرہ) کے ذریعے سے سیراب کیا جائے، اس میں بیسواں حصہ زکاۃ واجب ہے۔''

شرح (العثرِی) ''بارانی فصلیں'' بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں (مَاسُقِيَ مِنْهُ بَعْلًا فَفِيْهِ الْعُشْر)

......(صحیح مسلم: ٩٨١)

بعل ایسی زمین کو کہتے ہیں جو بارش سے نہیں بلکہ زیر زمین نمی سے از خود سیراب ہوتی ہو، بارشوں سے سیراب ہونے والی کو ''عذی'' کہتے ہیں۔

(مَاسُقِيَ بِالنَّضْحِ) رہٹ وغیرہ سے سیراب ہونے والی کھیتی' یہ لفظ جمع ہے، اس کا واحد "نَاضِحة" ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ فصل کی زکاۃ پانی کے لحاظ سے ہے، چونکہ فصل پانی کے بغیر نہیں ہوتی، لہٰذا پانی کا لحاظ ناگزیر تھا، اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ جس پانی کے مہیا کرنے میں کوئی مشقت نہ ہو اور نہ اخراجات کرنے پڑتے ہوں، اس سے سیراب ہونے والی فصل کا دسواں حصہ (عشر) بطور زکاۃ دینا ہوگا مثلاً بارش، دریاؤں، ندی نالوں اور چشموں کا پانی اپنے آپ نظام کائنات کے تحت فصل تک پہنچتا ہے صرف پانی کو روکنا، موڑنا اور کھولنا ہی پڑتا ہے اور یہ کوئی مشقت نہیں، اس پر زیادہ اخراجات بھی نہیں آتے لہٰذا اس میں زکاۃ کی مقدار زیادہ رکھی گئی ہے۔اسی طرح زیر زمین نمی والی زمین کی پیداوار میں عشر (دسواں حصہ) ہے اور جس پانی کے مہیا کرنے میں زیادہ مشقت

(١٥٨٠) أخرجه البخاري: ١٤٨٣

ہو یا اخراجات کرنے پڑتے ہوں اس سے سیراب ہونے والی فصل میں بیسواں حصہ (نصف عشر) زکاۃ لاگو ہوگی مثلاً کنویں، رہٹ یا ٹیوب ویلوں کے ذریعے سے پانی نکالنا بہت مشقت اور اخراجات والا کام ۔ہے اسی طرح اگر پانی دور سے مشکیزوں یا برتنوں میں لا کر فصل سیراب کرنی پڑے تو بھی بہت مشقت ہے لہٰذا ان میں زکاۃ کی مقدار کم رکھی گئی ہے۔

یعنی قاعدہ یہ ہے کہ مشقت اگر زیادہ ہے تو زکاۃ کی مقدار کم رکھی گئی ہے زمین والوں کی رعایت رکھتے ہوئے اور اگر مشقت کم ہے اور فائدہ زیادہ ہے تو زکاۃ کی مقدار زیادہ رکھی گئی ہے فقراء اور حاجت مند افراد کا خیال کرتے ہوئے، زکاۃ چرنے والے جانوروں میں فرض کی گئی ہے اور جن کو باندھ کر چارہ ڈالا جاتا ہے جس طرح کہ جدید دور کے مویشی فارم ہیں ان میں زکاۃ جانوروں کی صورت میں نہیں بلکہ رقم کی صورت میں ہے کیونکہ چارہ ڈالنے میں مشقت اور اخراجات بہت زیادہ ہیں۔

(15)......بَابُ زَكَاةِ الْعَسَلِ
شہد کی زکاۃ

(١٥٨١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ التِّنِّيسِيُّ، عَنْ صَدَقَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((فِي الْعَسَلِ فِي كُلِّ عَشْرَةِ أَزُقٍّ زِقٌّ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شہد کی زکاۃ دس مشکوں میں سے ایک مشک ہے۔''

شرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کی سند میں مقال ہے، شہد میں زکاۃ واجب ہونے کی کوئی صحیح صریح حدیث نہیں ہے، علمائے کرام کے ہاں شہد میں زکاۃ ایک اختلافی مسئلہ ہے، عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، ثوری اور امام شافعی رحمہم اللہ شہد میں عشر کے قائل نہیں، جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے دمشق کے گورنر کو لکھ بھیجا کہ زکاۃ تو صرف سونے چاندی، جانوروں اور فصلوں میں ہے۔ مکحول، زہری، اوزاعی، اہل رائے (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) امام احمد بن حنبل اور اسحاق رحمہما اللہ شہد میں عشر کے قائل ہیں۔

جناب سعد بن ابی ذباب نے کہا: میں نے اپنی قوم سے شہد کی زکاۃ کے متعلق بات کی اور میں نے انہیں مشورہ دیا کہ شہد کی زکاۃ ضرور ادا کرو، ایسے پھل میں کوئی خیر و برکت نہیں جس کی زکاۃ ادا نہ کی گئی ہو۔ میں نے اپنی قوم سے شہد کا عشر جمع کیا اور اسے لا کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فروخت کر دیا اور اس کی قیمت بیت المال میں جمع کر دی۔

(١٥٨١) صحيح ......أخرجه الترمذي: ٦٢٩

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شہد کی پیداوار کے مخصوص علاقوں اور وادیوں سے عشر وصول کرنے کا کہا ہے۔

فائدہ: شہد میں زکاۃ اختلافی مسئلہ ہے کیونکہ اس بارے میں کچھ احادیث منقول ہیں، اگرچہ بعض میں کلام ہے مگر مجموعی طور پر قوی ہو جاتی ہیں، لہٰذا وہ قابل حجت ہیں، شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ نے شہد میں عشر کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(ارواء الغلیل: ۸۱۰)

المختصر شہد چونکہ ''مال'' ہے اس لیے اس سے زکاۃ ادا کرنا ہی راجح اور احتیاط کا تقاضا ہے جیسے ائمہ کرام ابوحنیفہ، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا فتویٰ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، عمر بن عبدالعزیز اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے کہ شہد میں زکاۃ واجب ہے، بہرحال تجارتی بنیادوں پر شہد کا وسیع کاروبار کرنے والوں پر زکاۃ لاگو ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ع،س)

(16)......بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ وَالْحُلِيِّ

چاندی اور زیورات کی زکاۃ

(۱۵۸۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ......

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَدْ عَفَوْتُ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ، فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ، مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَلَيْسَ فِي تِسْعِينَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ، فَإِذَا بَلَغَ مِائَتَيْنِ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ۔))

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے (تم سے) گھوڑے اور غلام کی زکاۃ معاف کردی ہے۔ سوتم چاندی کی زکاۃ لاؤ ہر چالیس درہم میں ایک درہم اور ایک سو نوے درہم میں کوئی زکاۃ نہیں۔ جب دوسو ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم ہیں۔''

شرح: سیدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَتْ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ، فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ۔)) ......''اور سونے میں تم پر کچھ نہیں حتی کہ تمہارے پاس بیس دینار ہوں، پس جب تمہارے پاس بیس دینار ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان پر آدھا دینار (زکاۃ) ہے اور جو زیادہ ہو تو وہ اسی حساب سے ہوگا۔'' (صحیح، ابوداود: ۱۵۷۳) ابو اسحاق نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ ''اسی حساب سے'' والی

(۱۵۸۲) صحیح ......أخرجه الترمذی: ٦٢٠، وابوداود: ١٥٧٤، وابن ماجه: ١٧٩٠، والنسائی: ٥/ ٣٧

بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود کہی ہے یا نبی کریم ﷺ کی جانب سے۔

جمہور اہل علم کا یہی قول ہے کہ چاندی میں اسی وقت زکاۃ لاگو ہوتی ہے جب وہ خالص دوسو درہم ہوں۔ اسی طرح سونے میں زکاۃ اس وقت عائد ہوتی ہے جب وہ مکی وزن کے مطابق بیس مثقال ہو، پھر یاد رہے کہ ان میں ربع العشر یعنی چالیسواں حصہ ہے اور جتنا زیادہ ہو تو وہ اسی حساب سے ہوگا۔ اگر چاندی دوسو درہم سے اور سونا بیس دینار سے ایک حبہ (دانہ) بھی کم ہو تو زکاۃ لاگو نہیں ہوتی خواہ ظاہر کے اعتبار سے وزن پورا ہی کیوں نہ ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ ایسی صورت میں زکاۃ کے قائل ہیں۔

فائدہ: درہم کا وزن موجودہ حساب سے ۲.۹۷۵ گرام اور دینار (سونے) کا وزن ۴.۲۵ گرام ہوتا ہے، اس طرح چاندی کا نصاب ۵۹۵ گرام اور سونے کا ۸۵ گرام ہوا۔ (ع،س)

(۱۵۸۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ أَتَتَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي أَيْدِيهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهُمَا: ((أَتُؤَدِّيَانِ زَكَاتَهُ؟)) قَالَتَا: لَا، فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَتُحِبَّانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟)) قَالَتَا: لَا، قَالَ: ((فَأَدِّيَا زَكَاتَهُ۔))

جناب عمرو بن شعیب کے جد امجد (سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ دو عورتیں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں۔ ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: تم ان کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم دونوں کو آگ کے دو کنگن پہنائے؟'' انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تو پھر ان کی زکاۃ ادا کرو۔''

شرح: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: ((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ، فَإِنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) ......''اے عورتوں کی جماعت! اپنے زیورات کی زکاۃ ادا کیا کرو، بلا شبہ تم قیامت کے دن جہنم میں زیادہ ہو گی۔'' (صحيح بخاري: ۱٤٦٦، صحيح مسلم: ۹۹۹)

کیا زیورات میں زکاۃ ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس بارے میں علماء کے دو مشہور قول ہیں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ مباح اور جائز زیورات میں زکاۃ نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس کی

(۱۵۸۳) حسن ......أخرجه ابوداود: ۱۵٦۳، والترمذی: ٦۳۷، والنسائی: ۵/ ۳۸

قائل ہے مثلاً سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدہ عائشہ، سیدنا جابر اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم، ائمہ میں سے قاسم بن محمد، شعبی، مالک، شافعی (ظاہر قول کے مطابق) اور اسحاق رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔

اور بعض کا قول یہ ہے کہ زیورات میں زکاۃ واجب ہے۔ سیدنا عمر، سیدنا ابن مسعود، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم، نیز سعید بن جبیر، سعید بن میسّب، عطاء، ابن سیرین، جابر بن زید، مجاہد، زہری، ثوری اور اہل رائے اس موقف کے قائل ہیں۔

فائدہ: دوسرا قول دلائل کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے اور اس کی تائید چند صحیح روایات سے بھی ہوتی ہے لہٰذا درست موقف یہی ہے کہ وہ زیورات جو زکاۃ کے نصاب کو پہنچیں ان کی زکاۃ ادا کی جائے گی۔ (ع،س)

باقی رہے ممنوع زیورات تو ان میں زکاۃ کے واجب ہونے کے متعلق کسی کا اختلاف نہیں، سونے چاندی کے برتنوں، اور دیگر اشیاء مردوں کی ہوں خواہ خواتین کی ان میں زکاۃ واجب ہے، جائز زیورات یہ ہیں کہ عورت سونے یا چاندی کے کنگن، پازیب، ہار، بالیاں اور انگشتری یا مزید کوئی زیور پہنے۔ یاد رہے کہ چاندی کی انگوٹھی کے علاوہ باقی تمام زیورات مردوں کے حق میں حرام ہیں۔

جس شخص کا ناک کٹ جائے یا دانت گر جائے تو وہ سونے کا ناک یا دانت لگا سکتا ہے اس کے لیے جائز ہے۔

(17)......بَابُ زَكَاةِ التِّجَارَةِ

اموال تجارت میں زکاۃ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾...... ''اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۶۷) مجاہد نے کہا: اپنی تجارت کی کمائی میں سے خرچ کرو۔

(١٥٨٤) أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ، أَنَا الرَّبِيعُ ، أَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنَا سُفْيَانُ ، أَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي عَمْرِو بْنِ حِمَاسٍ ، أَنَّ أَبَاهُ ، قَالَ: مَرَرْتُ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلَى عُنُقِي أَدَمَةٌ أَحْمِلُهَا ، فَقَالَ عُمَرُ: أَلَا تُؤَدِّي زَكَاتَكَ يَا حِمَاسُ؟ فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، مَا لِي

جناب ابوعمرو کہتے ہیں: میرے والد حماس نے بیان کیا کہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا جبکہ میری گردن میں چمڑے کا مشکیزہ تھا جسے میں اٹھائے ہوئے تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حماس! تو اپنے مال کی زکاۃ ادا کیوں

(١٥٨٤) سنده ضعيف ...... أخرجه الامام الشافعي في مسنده: ٤٤٣

غَيْرُ هَذِهِ الَّتِي عَلَى ظَهْرِي وَآهِبَةٌ فِي الْقَرَظِ، فَقَالَ: ذَاكَ مَالٌ، فَضَعْ. قَالَ: فَوَضَعْتُهَا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَحَسِبَهَا، فَوَجَدْتُ قَدْ وَجَبَ فِيهَا الزَّكَاةُ، فَأَخَذَ مِنْهَا الزَّكَاةَ۔

نہیں کرتا؟ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے پاس بیری کے پتوں سے دباغت دیے ہوئے چند مشکیزوں اور پشت پر اٹھائے ہوئے اس مشکیزے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس پر انہوں نے کہا: یہ تو مال ہے، ذرا اتار کر دکھائیے، حماس نے کہا: میں نے مشکیزے کو ان کے سامنے رکھ دیا، انہوں نے اس کا اندازہ لگایا، تو میں نے اس میں زکاۃ واجب پائی، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زکاۃ وصول کی۔

شرح امام زہری نے کہا: اهاب مشکیزے کو کہتے ہیں، اس کی جمع آهبة ہے جیسے اله کی جمع آلهة۔

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا: امابعد، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ جو مال ہم تجارت کے لیے تیار کریں اس سے صدقہ (زکاۃ) دیا کریں۔ (ضعیف، ابوداود: ١٥٦٢)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: گھر کے ساز و سامان میں زکاۃ نہیں الا یہ کہ وہ تجارت کی غرض سے خریدا گیا ہو۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ اموال تجارت میں سال گزرنے اور نصاب کو پہنچنے پر زکاۃ ہے، یعنی چالیسواں حصہ نکالا جائے گا۔ داؤد ظاہری نے کہا: اموال تجارت میں زکاۃ واجب نہیں لیکن ان کی بات اجماع منعقد ہونے سے قبل کی ہے۔

فائدہ: ابن المنذر نے سال گزرنے پر مال تجارت میں زکاۃ واجب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ سیدنا عمر، ابن عمر، اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے۔ فقہائے سبعہ، حسن، جابر بن زید، میمون بن مہران، طاؤس، نخعی، ثوری، اوزاعی، ابوحنیفہ، احمد، اسحاق، ابوعبید اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ کا یہی فتویٰ ہے، الغرض احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مال تجارت کسی بھی قسم کا ہو اس کی قیمت کا اعتبار کر کے اس کی زکاۃ ادا کر دی جائے۔

اموال تجارت میں زکاۃ کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ سال بہ سال جتنا تجارتی مال دوکان یا گودام وغیرہ میں ہو، اس کی قیمت کا اندازہ کر لیا جائے، علاوہ ازیں جتنی رقم گردش میں ہو اور جو رقم موجود ہو اس کو بھی شمار کر لیا جائے۔ نقد رقم، کاروبار میں لگا ہوا سرمایہ اور سامان تجارت کی تخمینی قیمت سب ملا کر جتنی رقم ہو، اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ ادا کی جائے۔ تاہم کوئی تجارتی مال اس طرح کا ہے کہ وہ خریدا، لیکن وہ کئی سال تک فروخت نہیں ہوا تو اس مال کی زکاۃ اس کے فروخت ہونے پر صرف ایک سال کی ادا کی جائے گی۔ ورنہ عام مال جو دوکان میں فروخت ہوتا رہتا ہے اور نیا سٹاک آتا رہتا ہے، وہاں چونکہ فرداً فرداً ایک ایک چیز کا حساب مشکل ہے، اس لیے سال کے بعد سارے مال کا بہ حیثیت مجموعی قیمت اندازہ کر کے زکاۃ نکالی جائے۔ اگر کوئی رقم کسی کاروبار میں منجمد ہو گئی ہو، جیسا کہ بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے

اور وہ رقم دو تین سال یا اس سے زیادہ دیر تک پھنسی رہتی ہے یا کسی ایسی پارٹی کے ساتھ سابقہ پیش آجاتا ہے کہ کئی سال رقم وصول نہیں ہوتی تو ایسی ڈوبی ہوئی رقم کی زکاۃ سال بہ سال دینی ضروری نہیں۔ جب رقم وصول ہوجائے، اس وقت ایک سال کی زکاۃ ادا کردی جائے، وہ جب بھی وصول ہو۔ (ع،س)

(18)......بَابُ الدَّيْنِ هَلْ يَمْنَعُ الزَّكَاةَ

کیا قرض زکاۃ کی ادائیگی سے رکاوٹ ہے؟

(١٥٨٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، كَانَ يَقُولُ: هَذَا شَهْرُ زَكَاتِكُمْ، فَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَلْيُؤَدِّ دَيْنَهُ حَتَّى تَحْصُلَ أَمْوَالُكُمْ، فَتُؤَدُّوا مِنْهَا الزَّكَاةَ۔

جناب سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: یہ ادائیگی زکاۃ کا مہینہ ہے، تو جس شخص پر قرض ہو وہ پہلے اپنا قرض چکائے حتی کہ اس کا مال قرض سے پاک ہوجائے تو پھر اس سے زکاۃ ادا کرو۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جب کسی شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اس پر زکاۃ لاگو ہوتی ہو اور قرض بھی ہو تو دیکھا جائے گا اگر زکاۃ کی ادائیگی کرکے اس کے پاس اتنا مال بچا رہتا ہے جس سے قرض اتر سکتا ہے تو اس صورت میں اس شخص پر زکاۃ کی ادائیگی لازم ہے۔

اسی طرح اگر ایک شخص حد نصاب سے زیادہ مال کا مالک ہے اور اس پر موجود قرض کم نوعیت کا ہے یعنی حد نصاب سے جو زائد مال ہے قرض اس سے کم ہے تو ایسے شخص پر بھی زکاۃ واجب ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس زیادہ مال نہیں، قرض کی ادائیگی کرتا ہے تو پوری جمع پونجی ختم ہوتی ہے، یا قرض کی ادائیگی کرنے سے اس کا مال نصاب زکاۃ سے کم پڑ جاتا ہے تو ایسی صورت میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا زکاۃ واجب ہے یا نہیں، ایک جماعت ایسی حالت میں بھی زکاۃ کے فرض ہونے کی قائل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا ظاہر قول یہی ہے۔ جبکہ ایک جماعت کا خیال ہے کہ زکاۃ ایسی صورت میں واجب نہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سلیمان بن یسار، ابن سیرین، مالک، اہل رائے (امام ابوحنیفہ) اور ابن مبارک رحمہم اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سونے چاندی (روپے پیسے) کی زکاۃ معاف ہے لیکن ایسے شخص کو پھلوں اور فصلوں سے عشر ادا کرنا ہے۔ ابوعبید کا بھی یہی قول ہے۔

جس شخص کا مقروض ایک مالدار آدمی ہو جو ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو تو ایسا شخص اپنے قرض کی بھی زکاۃ ادا کرے گا

(١٥٨٥) صحیح ...... أخرجه الامام مالك فی المؤطأ: ٥٩١

اگر اس کا مقروض تنگ دست شخص ہو تو مال قبضے میں آنے تک زکاۃ واجب نہیں۔ مال قبضے میں آجانے کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق گذشتہ تمام سالوں کی زکاۃ ادا کرنا ہو گی۔ اگر جانور گم ہو جائیں یا مال و دولت پر غاصبانہ قبضہ ہو جائے تو مل جانے کی صورت میں امام شافعی رحمہ اللہ کے ظاہر قول کے مطابق گذشتہ تمام برسوں کی زکاۃ دینا ہو گی، اہل رائے کے مطابق ایسے شخص پر بالکل زکاۃ نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے شخص پر صرف ایک سال کی زکاۃ لاگو ہو گی۔

فـــائـدہ: امام مالک رحمہ اللہ کا قول دلائل کی رو سے ترجیح والا ہے۔ ہمارے دور کے اکابر علماء اسی بات کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم۔ (ع،س)

مروی ہے کہ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک تحریر لکھی جس میں اس مال کی ادائیگی کا حکم تھا جس کو کسی والی (گورنر) نے ناحق قبضہ میں لے لیا تھا اور یہ کہ مالکان کو واپس کرنے کے بعد گذشتہ تمام سالوں کی زکاۃ وصول کر لی جائے، بعد ازاں دوسری تحریر بھیجی کہ ان سے صرف ایک سال کی زکاۃ ہی وصول کی جائے کیونکہ اس مال کی واپسی کی بظاہر کوئی امید نہ تھی۔

ابو عبید نے کہا: جس مال کی واپسی کی بظاہر کوئی امید نہ ہو اسے ''ضمار'' کہا جاتا ہے اور جس مال کے آنے کی امید ہو وہ ''ضمار'' نہیں ہے۔

جناب قاسم بن محمد نے کہا: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص ان کے عہد میں عطیات پیش کرتا تو اس سے دریافت کرتے کہ کیا تیرے پاس اتنا مال ہے جس پر زکاۃ لاگو ہوتی ہے؟ اگر وہ اثبات میں جواب دیتا تو اس کے عطیات اور تحائف قبول فرما لیتے اور اگر نفی میں جواب ہوتا تو اس کے عطیات واپس کر دیتے اور کچھ وصول نہ کرتے، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا طرز عمل مروی ہے۔

(19)......بَابُ الرِّكَازِ وَالْمَعْدِنِ

مدفون خزانے اور کان (سے نکلنے والی معدنیات) کا بیان

(١٥٨٦)۔ أَخبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((جُرْحُ الْعَجْمَاءِ جُبَارٌ،

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جانور کا کیا ہوا نقصان رائیگاں ہے، کنویں کا نقصان

(١٥٨٦) أخرجه البخاري: ١٤٩٩، ٢٣٥٥، ٦٩١٢، و مسلم: ١٧١٠

وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.)) رائیگاں ہے اور معدنی کان کا نقصان بھی رائیگاں ہے اور مدفون خزانے میں پانچواں حصہ ہے۔

شرح ایک اور سند میں (أَلْعَجْمَاءُ جُرْحها جُبَارٌ) کے الفاظ مروی ہیں۔

عجماء کے معنی ہیں: گونگا، چونکہ جانور ہمارے لحاظ سے بے زبان ہیں لہٰذا انہیں عجماء یا گونگے کہا جاتا ہے، امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: عجماء سے جانور مراد ہیں۔

(جُبَار) ''رائیگاں'' دن کا وقت ہو جو کہ جانوروں کے چرنے، چگنے کا وقت ہوتا ہے، نیز مالک کی کوئی غلطی بھی نہ ہو مثلاً جانور مالک سے بھاگ جائے یا چرتے پھرتے کوئی نقصان کر دے، کسی کو سینگ مار دے یا ٹانگ لگا دے یا کوئی اس سے گر پڑے اور چوٹ لگ جائے تو جانور کے مالک پر کوئی تاوان نہیں۔ اسی طرح کان یا کنواں کھودتے وقت یا اس میں کام کرتے وقت کوئی شخص کان یا کنویں میں گرنے سے زخمی ہو جائے یا مر جائے تو مالک پر کوئی تاوان نہ ہوگا الا یہ کہ اس کا کوئی جرم ثابت ہو۔

(۱۵۸۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هَوَّادِ بْنِ سَابُورٍ، وَيَعْقُوبُ بْنُ عَطَاءٍ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي كَنْزٍ وَجَدَهُ رَجُلٌ فِي خَرِبَةٍ جَاهِلِيَّةٍ: ((إِنْ وَجَدْتَهُ فِي قَرْيَةٍ مَسْكُونَةٍ، أَوْ سَبِيلٍ مِيتَاءٍ، فَعَرِّفْهُ، وَإِنْ وَجَدْتَهُ فِي خَرِبَةٍ جَاهِلِيَّةٍ، أَوْ فِي قَرْيَةٍ غَيْرِ مَسْكُونَةٍ، فَفِيهِ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.))

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے خزانے کے بارے میں فرمایا: جو دور جاہلیت کے غیر آباد علاقے سے ملے: ''جو تمہیں آباد راستوں اور بستیوں میں سے ملے تو اس کا (ایک سال تک) اعلان کرو۔ اور جو کسی جاہلی دور کی ویران جگہ سے ملے تو اس میں اور ایسے ہی کوئی سفینہ ملے، تو اس میں خمس ہے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ''رکاز'' سے مراد جاہلیت کے زمانے میں مدفون خزانہ ہے جو بغیر کسی کثیر محنت ومشقت کے حاصل ہوا ہو اور ''معدن'' کان سے نکلنے والی معدنیات کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے، بسااوقات لفظ ''رکاز'' ان دونوں پر بول دیا جاتا ہے اور علت مشترکہ یہ ہے کہ مدفون خزانہ کسی شخص

(۱۵۸۷) حسن ...... أخرجه ابوداود: ۱۷۱۰

نے چھپایا ہوتا ہے جبکہ کان اللہ تعالیٰ نے چھپائی ہوتی ہے لیکن حدیث مبارکہ میں دور جاہلیت کے مدفون خزانے کا تذکرہ ہے۔حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: پرانے اور قدیم دفینے کو ''رکاز'' کہتے ہیں۔اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ رکاز میں زکاۃ نہیں بلکہ ''خمس''،یعنی پانچواں حصہ واجب ہے،اسی حالت میں جس میں وہ دستیاب ہو،سال گذرنے کی شرط نہیں۔

فائدہ: اس میں خمس واجب ہے جو کہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور باقی تمام کا مالک وہ شخص ہوگا جسے یہ خزانہ ملا ہے۔(ع،س)

رکاز کا مندرجہ ذیل شرائط پر پورا اترنا ضروری ہے۔

(۱)وہ غیر آباد اور ویران جگہ سے ملے۔

(۲)وہ جاہلیت کے زمانے کا زمین میں مدفون خزانہ ہو،ایسے علاقے میں جو ابھی اسلامی حکومت کے زیر نگیں نہ آیا ہو۔اگر مندرجہ صدر شرائط نہ پائی جائیں تو ایسے مال پر ''لقطہ'' کے احکام جاری ہوں گے۔

پھر اس بارے میں اختلاف ہے کہ رکاز میں خمس حد نصاب کو پہنچنے کے بعد لاگو ہوگا یا پہلے بھی اور یہ کہ صرف سونے اور چاندی ہی میں ہوگا یا دیگر اشیاء میں بھی۔

امام شافعی رحمہ اللہ اپنے ظاہر قول کے مطابق یہ موقف رکھتے ہیں کہ رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) صرف سونے اور چاندی ہی میں ہے کسی اور چیز میں نہیں اور یہ کہ بیس مثقال سونے یا دوسو درہم چاندی ہونے کی صورت میں یہ عائد ہوگا، کم پر نہیں ہے، پھر امام صاحب نے احتیاط کی بات کی اور کہا: اگر خود مجھے کوئی چیز ملے تو میں ہر قلیل وکثیر نیز سونے، چاندی اور ان کے علاوہ ہر جوہر میں خمس ادا کروں گا۔امام مالک رحمہ اللہ رکاز میں نصاب کے قائل نہیں بلکہ ہر قلیل وکثیر جاہلی دفینے میں پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرانے کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رکاز کے مصارف وہی ہیں جو زکاۃ کے ہیں کیونکہ رکاز بھی فصلوں، کھیتوں اور پھلوں کی طرح زمین ہی سے حاصل شدہ ہوتا ہے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خمس کا مصرف وہی ہے جو مال فيی کے خمس کا ہے کیونکہ یہ مشرکین کا مال ہوتا ہے جس طرح مال فيی مشرکین سے حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ: فی الحقیقت کتاب وسنت میں رکاز کے مصرف کی کوئی بھی واضح دلیل موجود نہیں لہٰذا بہتر اور راجح بات یہی ہے کہ اس کا مصرف امام المسلمین کی رائے پر موقوف سمجھا جائے۔(ع،س)

کان سے نکلنے والی معدنیات اگر سونا چاندی ہوں اور نصاب کو پہنچتی ہوں تو امام شافعی رحمہ اللہ کے ظاہر قول کے مطابق اس پر چالیسواں حصہ زکاۃ عائد ہوتی ہے اور اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں جس طرح فصلوں میں ہوتی ہے اور معدنیات میں خمس نہیں ہے کیونکہ ان کے حصول میں بے حد اخراجات، مشقت اور محنت صرف ہوتی ہے اور سونے چاندی کے علاوہ باقی دھاتوں میں بھی زکاۃ فرض نہیں۔

فائدہ: جمہور اہل علم جیسے مالک، شافعی، احمد اور امام بخاری رحمہم اللہ نے کان (معدنیات) کو مال تجارت سمجھ کر اس پر چالیسواں حصہ زکاۃ عائد کی ہے۔ مناسب بھی یہی ہے کیونکہ صریح حکم کے بغیر خمس، یعنی پانچواں حصہ مناسب نہیں جیسا کہ احناف کا خیال ہے۔ (ع،س)

(١٥٨٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ عُلَمَائِهِمْ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَقْطَعَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ وَهِيَ نَاحِيَةَ الْفُرْعِ، فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا الزَّكَاةُ إِلَى الْيَوْمِ۔

جناب ربیعہ بن ابی عبدالرحمان بہت سارے علماء سے بیان کرتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کے لیے ''قبل'' علاقے میں واقع کانیں خاص کردی تھیں جو فرع کی طرف بنتی ہے، ان کانوں سے اب تک زکاۃ ہی وصول کی جاتی ہے۔

شرح: جناب عمر بن عبدالعزیز اور مالک رحمہما اللہ کا یہی قول ہے، حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: دارالحرب سے ملنے والے مدفون خزانے میں خمس (پانچواں حصہ) ہے جبکہ امن اور صلح کے علاقے سے ملنے والے رکاز یعنی مدفون خزانے سے زکاۃ (چالیسواں حصہ) ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: معدنیات کے طور پر نکلنے والی اشیاء میں خمس ہے جس طرح جاہلیت کے دفینہ میں خمس ہے، اسحاق اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے معدنی کان کو رکاز پر قیاس کر لیا کہ وہ بھی بغیر محنت کے ملی ہے حالانکہ کان دریافت کرنے کے لیے بہت محنت بلکہ اخراجات کرنے پڑتے ہیں اور پھر کان سے معدنیات نکالنے میں بھی بہت محنت اور اخراجات کی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا یہ قیاس مناسب نہیں۔ واللہ اعلم۔ (ع،س)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ہر اس جوہر میں جو ڈھل سکتا ہے مثلاً لوہا، تانبا، پیتل اور سیسہ وغیرہ میں خمس واجب قرار دیا ہے سونے اور چاندی پر قیاس کرتے ہوئے، پھر ان لوگوں نے اپنے قول کے آپ خلاف کیا اور کہا: رکاز کو چھپا لینا کچھ برا نہیں۔ پانچواں حصہ نہ دے۔

بعض علماء نے کان میں سال کی شرط لگائی ہے یعنی جب سے کام کا آغاز ہو تب سے سال کا شمار کیا جائے، عنبر مچھلی میں کسی قسم کی کوئی ادائیگی لازم نہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: عنبر مچھلی میں زکاۃ نہیں، یہ تو سمندر کا بھیجا ہوا تحفہ ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: عنبر اور موتیوں میں خمس ہے۔

(١٥٨٨) ضعيف ......أخرجه ابو داود: ٣٠٦١

(20)......بَابُ زَكَاةِ مَالِ الصَّبِيِّ

نابالغ بچے کے مال سے زکاۃ

(١٥٨٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ الصَّبَّاحِ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ: ((أَلا مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا لَهُ مَالٌ، فَلْيَتَّجِرْ فِيهِ، وَلا يَتْرُكْهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ۔))

عمرو بن شعیب کے پردادا (سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا: ''خبردار! جو شخص کسی مالدار یتیم کا متولی بنے تو اس کے مال کے ساتھ تجارت کرتا رہے اور یوں ہی چھوڑ نہ دے کہ اسے زکاۃ ختم کردے۔''

شرح: امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کی سند میں کلام ہے اس لیے کہ مثنی بن صباح ضعیف ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یتیموں کے مال میں اضافے اور بڑھوتری کے طلبگار رہو، ایسا نہ ہو کہ زکاۃ ان کے مال کو ختم کردے یعنی زکاۃ دیتے دیتے کچھ باقی نہ رہے۔

نابالغ بچے کے مال پر زکاۃ عائد ہوتی ہے یا نہیں اس مسئلہ کے متعلق اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ یتیم کے مال میں زکاۃ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اس کے قائل، عمر، علی، ابن عمر، عائشہ اور جابر رضی اللہ عنہم ہیں۔ جناب عطاء، طاؤس، مجاہد، ابن سیرین رحمہم اللہ یہی کہتے ہیں۔ اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، مالک، شافعی، احمد، اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ علماء کے ایک گروہ نے کہا کہ یتیم کے مال میں زکاۃ نہیں، سفیان ثوری رحمہ اللہ ابن مبارک اور اہل رائے (ابوحنیفہ) کا یہ موقف ہے۔ اس بات پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ بچے کی زمینوں کی پیداوار پر عشر واجب ہے، نیز صدقہ فطر بھی واجب ہے۔

(21)......بَابُ أَخْذِ الزَّكَاةِ مِنَ الْوَسَطِ

زکاۃ میں درمیانے درجے کے جانور وصول کیے جائیں

نبی اکرم ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((إِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ۔)) ......''لوگوں کا عمدہ مال زکاۃ میں لینے سے بچنا۔'' (صحیح بخاری: ١٤٩٦، صحیح مسلم: ١٩)

مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک تحصیلدار زکاۃ کو بھیجا تو فرمایا: ((لَا تَأْخُذْ مِنْ حَزَرَاتِ أَنْفُسِ النَّاسِ۔))

(١٥٨٩) ضعیف ......أخرجه الترمذی: ٦٤١

''تو لوگوں کے عمدہ اور نفیس مال زکاۃ میں وصول نہ کرنا۔''

(البيهقي: ٤/ ١٠٢،ابن أبي شيبة: ١٢/٣ مرسلاً، وعن عروة عن عائشة مسنداً أيضاً بإسناد رجاله ثقات)

(١٥٩٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ......

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ، قَالَ: أَتَانَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَقَرَأْتُ عَهْدَهُ: أَنْ لا يَجْمَعَ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلا يُفَرِّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ عَظِيمَةٍ مُلَمْلَمَةٍ، فَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهَا، ثُمَّ أَتَاهُ بِأُخْرَى دُونَهَا، فَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهَا، ثُمَّ أَتَاهُ بِأُخْرَى دُونَهَا، فَأَخَذَهَا، ثُمَّ قَالَ: أَيُّ أَرْضٍ تُقِلُّنِي، وَأَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِي، إِذَا أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَخَذْتُ جِيَادَ إِبِلِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ۔

سیدنا سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کی طرف سے زکاۃ وصول کرنے والا شخص آیا، میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کا عہد نامہ پڑھا (اس میں یہ تحریر تھا) کہ ہم علیحدہ علیحدہ جانوروں کو اکٹھا نہیں کریں گے اور اکٹھے جانوروں کو علیحدہ علیحدہ نہیں کریں گے۔ ایک شخص ان کے پاس اونچی کوہان والی (بہترین) اونٹنی لایا، تو اس نے زکاۃ میں لینے سے انکار کر دیا۔ پھر دوسری اونٹنی جو پہلی سے ذرا کم درجے کی تھی لایا، عامل نے اس کو بھی زکاۃ میں وصول کرنے سے انکار کر دیا، تیسری مرتبہ وہ اس سے بھی ہلکی اونٹنی لے کر آیا تو اس نے وصول کر لی، پھر کہا: کونسی زمین میرا بوجھ اٹھائے گی اور آسمان کا کونسا حصہ مجھ پر سایہ کرے گا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس اس حال میں حاضر ہوں کہ میں نے مسلمانوں کے عمدہ مال (زکاۃ میں) وصول کر رکھے ہوں۔

شرح (أَلْمُلَمْلمةُ) گول پُر گوشت کوہان والی دراز قامت عمدہ اونٹنی۔

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صدقے کے اونٹوں میں ایک موٹی تازی اونٹنی دیکھی تو آپ نے اس کی بابت دریافت فرمایا۔ زکاۃ وصول کرنے والے شخص نے کہا: میں نے اس کو ایک اونٹ کے بدلے وصول کیا ہے، تو آپ خاموش ہو گئے۔

الکوماء: اونچی کوہان والی اونٹنی، الکوم، ہر فراز مقام کو کہتے ہیں، ابو عبید نے کہا: ارتجاع یہ ہے کہ آدمی منڈی

(١٥٩٠) أخرجه ابوداود: ١٥٧٩، والنسائي: ٥/ ٢٩

جا کر اپنا جانور بیچ ڈالے، پھر اس کی قیمت سے دوسرا جانور خریدے، صدقے میں کم عمر جانور کی جگہ بڑی عمر والا جانور لینے کو بھی رجعہ کہا جاتا ہے۔

(22)......بَابُ إِذَا أَدَّى الزَّكَاةَ فَقَدْ قَضٰى مَاعَلَيْهِ

زکاۃ ادا کرنے والے نے اپنا حق ادا کردیا

(۱۵۹۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَنْبَأَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، أَنْبَأَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ، فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب تو اپنے مال کی زکاۃ ادا کردے تو گویا تو نے اپنے اوپر عائد ہونے والا حق ادا کردیا ہے۔“

شرح: نبی اکرم ﷺ سے باسند صحیح مروی ہے کہ آپ نے زکاۃ کا تذکرہ کیا تو ایک شخص نے کہا: کیا میرے ذمے اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، الا یہ کہ تو نفلی طور پر کچھ دینا چاہے۔“

(صحیح بخاری: ۱۸۹۱، ۲۶۷۸، صحیح مسلم: ۸)

ابن حجیرہ عبدالرحمان بن حجیرہ المصری ہیں۔

(23)......بَابُ حَقِّ الْمَالِ

مال کے حق کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ ......”اور برتنے کی چیز روکتے ہیں۔“ (سورۂ ماعون: ۷)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم ”ماعون“ سے مراد ڈول اور ہنڈیا کو عاریتاً دینا لیتے تھے۔ (ابوداود: ۱۶۵۷)

بعض نے کہا: اس سے مراد ہر نیکی ہے۔ جناب عکرمہ نے کہا: اس کا بلند درجہ فرضی زکوۃ ہے (کیونکہ وہ بھی اصل مال کے مقابلے میں بالکل تھوڑی سی ہوتی ہے، اڑھائی فیصد) اور کم تر درجہ گھروں میں استعمال کی چیزیں عاریتاً دے دینا اور اس میں کبیدگی محسوس نہ کرنا ہے۔

(۱۵۹۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ،

(۱۵۹۱) ضعیف ......أخرجه الترمذی: ٦١٨، وابن ماجه: ١٧٨٨

(۱۵۹۲) ضعیف ......أخرجه الترمذی: ٦٥٩، ورواه ابن ماجه بلفظ "لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ": ١٧٨٩، كما ذكره فى الشرح وهو ايضا ضعيف منكر.

أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوَيْهِ ، أَخْبَرَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ ، عَنْ شَرِيكٍ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ......

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ ، قَالَتْ: سَأَلْتُ ، أَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الزَّكَاةِ ، فَقَالَ: ((إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ ـ)) ثُمَّ تَلا هَذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ﴾

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زکاۃ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔'' پھر آپ نے سورۂ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ﴾.... ''ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے ہی میں نہیں۔''

شرح ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''بلاشبہ اس مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔''

مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کس چیز کا نہ دینا جائز نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانی۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کس چیز کو روک لینا حلال نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نمک۔''

(ضعیف، ابوداود: ٣٤٧٦، ترمذی: ٦٥٩، ابن ماجہ: ١٧٨٩)

کہا گیا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ جب یہ اشیاء ایسے پہاڑ اور زمین میں ہوں کہ وہ کسی کی ملکیت نہ ہوں۔ اگر ملکیت ہوں تو پھر دام سے فروخت کرنا جائز ہوگا، البتہ سائلین کو کچھ دے دینا چاہیے۔

(24)......بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

صدقہ فطر کے مسائل

(١٥٩٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ نَافِعٍ ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلَى النَّاسِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، آزاد، غلام، مرد، عورت، ہر مسلمان پر فرض کیا ہے۔

(١٥٩٣) أخرجه البخاري: ١٥٠٤ ، و مسلم: ٩٨٤

(١٥٩٤)۔ أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْحُرِّ وَالْعَبْدِ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے، بڑے ہر مسلمان پر فرض کیا ہے اور آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ صدقہ فطر ادا کر دیا جائے پہلے اس کے کہ لوگ نماز عید کے لیے نکلیں۔

شرح: اس حدیث مبارکہ میں صدقۂ فطر فرض ہونے کی دلیل ہے۔ جناب عطاء ابن سیرین اور جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ صدقۂ فطر واجب ہے فرض نہیں ہے اور ان کے نزدیک واجب کا مرتبہ فرض سے کم ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقۂ فطر ہر امیر اور غریب پر واجب ہے اور اس میں صاحب نصاب ہونے کی شرط نہیں۔ امام شعبی، ابن سیرین، عطاء، زہری اور مالک رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ جس شخص کے پاس اپنی اور بال بچوں کی خوراک عید کے دن رات سے زائد ہو اس پر صدقہ الفطر واجب ہے، ابن مبارک اور احمد رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

فائدہ: جس شخص کے پاس ایک دن رات کی خوراک میسر نہ ہو وہ صدقہ ادا کرنے سے مستثنیٰ ہے اور اسے معاف ہے کیونکہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (ع،س)

اہل رائے کا موقف ہے کہ صدقۂ فطر اس شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہے (جس پر زکاۃ کی ادائیگی لازم ہے) یعنی جو شخص دوسو درہم کا مالک ہے وہ صدقۂ فطر ادا کرے گا۔ اس سے کم مال والے کے لیے تو خود صدقہ وصول کرنا جائز ہے لہٰذا اس پر صدقۂ فطر کی ادائیگی واجب نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر چھوٹے، مجنون، روزہ رکھنے کی طاقت پانے والے اور نہ پانے والے، تمام افراد پر واجب ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صدقہ فطر اس پر واجب ہے جو روزے رکھنے کی طاقت پاتا ہو۔

فائدہ: صدقۂ فطر ہر امیر اور غریب پر واجب ہے، جو خود فقیر و نادار ہے وہ اگرچہ لینے کا مستحق ہے لیکن اس کے پاس جو

(١٥٩٤) أخرجه البخاري: ١٥٠٣، و مسلم: ٩٨٤، ٩٨٦

صدقۂ فطر جمع ہوجائے اس میں سے اپنا صدقہ نکالے، نیز صدقۂ فطر کے وجوب کے لیے روزے رکھنا شرط نہیں۔ اگر کسی نے شرعی عذر کی بنا پر روزے نہ رکھے ہوں تو صدقۂ فطر اس پر بھی واجب ہے حتیٰ کہ نومولود بچے پر بھی اور بوڑھے پر بھی، مریض پر بھی اور مسافر پر بھی۔ (ع،س)

مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے مسلمان غلاموں اور کنیزوں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے، موجود ہوں خواہ غیر موجود، نیز خدمت کے لیے ہوں یا تجارت کے لیے، بلکہ تجارت والے غلاموں پر تو صدقہ فطر اور زکاۃ دونوں پر فرض ہیں۔ یہ امام زہری اور شافعی رحمہما اللہ نیز اکثر اہل علم کا قول ہے۔ اہل رائے کا خیال ہے کہ تجارت کی غرض سے رکھے ہوئے غلاموں پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسلمان مالک پر اپنے کافر غلام کا صدقہ فطر دینا واجب نہیں کیونکہ حدیث کے الفاظ (مِنَ الْمُسْلِمِيْن) اس بات کا ثبوت ہیں کہ صدقہ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ہی ادا کیا جائے گا۔ مزید یہ کہ یہ صدقہ مسلمان کی طہارت کا باعث ہے جس طرح زکاۃ کی ادائیگی سے مال پاک ہوجاتا ہے، حسن بصری، مالک، شافعی رحمہم اللہ سے ایسے ہی مروی ہے۔ جناب عطاء اور نخعی نے کہا: صدقہ فطر کافر غلام پر بھی واجب ہے، ثوری، ابن مبارک اہل الرائے (ابوحنیفہ وغیرہ) اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

فائدہ: صدقۂ فطر ایک عبادت ہے، روزوں کی بنا پر واجب ہوتا ہے، ادائیگی عیدالفطر سے پہلے کی جاتی ہے۔ یہ سب چیزیں مسلمانوں کے ساتھ خاص ہیں لہٰذا مسلمان ہی پر واجب ہوگا۔ کسی کافر پر واجب نہ ہوگا، من المسلمین کے الفاظ اس کی واضح دلیل ہیں۔ (ع،س)

(١٥٩٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ، ......

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ بِصَاعِ النَّبِيِّ ﷺ۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر ایک صاع غلہ یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع منقیٰ دیا کرتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: نبوی صاع کے مطابق دیا کرتے تھے۔

شرح: امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک طعام سے مراد گندم ہے۔

(١٥٩٥) أخرجه البخاري: ١٥٠٦، و مسلم: ٩٨٥

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: صدقہ فطران اجناس سے دینا چاہیے جو لوگوں کی عام خوراک ہو، اگر وہ غلہ اکثر استعمال کرتے ہوں تو اسی میں عشر (اور صدقہ فطر) ادا کریں گے، کھجور اور منقیٰ ان کی اکثر خوراک ہے تو اسی سے ادائیگی ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کسی علاقے کے لوگوں کی عام خوراک گوشت یا دانے ہوں تو وہ اپنے قریب ترین علاقے میں استعمال ہونے والی جنس کو بطور عشر اور صدقہ فطر ادا کریں۔ امام شافعی رحمہ اللہ پنیر کی ادائیگی کو جائز نہیں سمجھتے اگر چہ وہ لوگوں کی عمومی خوراک ہی ہو جبکہ حدیث میں تو پنیر کی ادائیگی کا واضح تذکرہ ہے۔ اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ آٹے، ستو، روٹی اور قیمت کی ادائیگی جائز نہیں سمجھتے، اہل رائے ان تمام اشیاء کی ادائیگی جائز سمجھتے ہیں۔

فائدہ: بہتر یہی ہے کہ جو اجناس حدیث میں مذکور ہیں انہی سے ادائیگی کی جائے۔ اگر یہ نہ ہوں تو جو کچھ بھی بطور خوراک استعمال کیا جاتا ہے وہ صدقہ فطر کے طور پر دیا جائے لیکن اگر کوئی کسی عذر کی وجہ سے قیمت دینا چاہے تو بعض علماء اسے بھی جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ حدیث میں صدقہ فطر کا جو مقصد بیان ہوا ہے وہ مساکین کو کھلانا ہے (طعمۃ للمساکین)۔ (حسن، ابن ماجہ، ۱۸۲۷) چونکہ مساکین کو کھلانا مقصود ہے اور وہ قیمت کی ادائیگی سے بھی ممکن ہے لہٰذا ادائیگی ایسا کرنا بھی جائز ودرست معلوم ہوتا ہے، نیز کسی حدیث میں نبی ﷺ سے قیمت کی ادائیگی کی ممانعت بھی ثابت نہیں۔ تاہم فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے بہر کیف صدقہ فطر غلے کی صورت میں دینا افضل ہے۔ (ع،س)

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر میں جو چیز بھی دی جائے ایک صاع سے کم نہ ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا یہ موقف ہے جن میں سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی ہیں نیز حسن بصری رحمہ اللہ، جابر بن زید، مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے، صحابہ کرام اور بعد والے علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ نصف صاع گندم بطور فطرانہ ادا کرنا جائز ہے، کسی اور جنس کا نصف صاع جائز نہیں، سفیان ثوری، ابن مبارک رحمہما اللہ اور اہل رائے کا یہ موقف ہے۔

فائدہ: سنن نسائی کی حدیث نمبر: ۲۵۱۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گندم سے نصف صاع مقرر فرمایا تھا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے، جبکہ بعض دیگر روایات سے تصدیق ہوتی ہے کہ نصف صاع بھی خود رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا۔ یہ صرف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کا اجتہا نہ تھا، نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہد نبوی میں گندم کا وجود نہ تھا، نصف صاع گندم کی روایات مجموعی اعتبار سے واقعی قابل استناد ہیں، دیکھئے الصحیحۃ: ۳/ ۱۷۱

لہٰذا نصف صاع گندم کی ادائیگی بھی درست ہے، بہر حال اس سب کے باوجود، خصوصاً ہمارے خطے پاک وہند میں، ایک صاع گندم دینا اولیٰ وافضل ہے کیونکہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تھا، رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اور اس کے بعد بھی نیز گندم باقی اجناس کی نسبت سے ارزاں بھی ہے۔ (ع،س)

(۱۵۹۶)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

(۱۵۹۶) أخرجه البخاري: ۱۵۰۸، ومسلم: ۹۸۵

الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ الْفَرَّاءُ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتَّى قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ مِنَ الشَّامِ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ خَلِيفَةٌ، فَخَطَبَ النَّاسَ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الزَّكَاةَ، فَقَالَ: إِنِّي أَرَى مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ يَعْدُلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، فَكَانَ أَوَّلَ مَا ذَكَرَ النَّاسُ مِنَ الْمُدَّيْنِ حِينَئِذٍ۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ہم گندم سے ایک صاع، یا پنیر سے ایک صاع، یا کھجور سے ایک صاع، یا منقے سے ایک صاع، یا جو سے ایک صاع صدقہ فطر نکالتے تھے۔ ہم بدستور فطرانہ نکالتے رہے حتی کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جب شام سے حج یا عمرے کے لیے تشریف لائے اور وہ ان دنوں خلیفہ تھے (اور اس سفر میں جب مدینہ تشریف لائے) تو منبرِ رسول پر بیٹھ کر لوگوں سے مخاطب ہو کر (رمضان کی) زکاۃ کے متعلق کہا: میں سمجھتا ہوں کہ شام کی گندم کے دو مد (یعنی نصف صاع) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں۔ سب سے پہلے لوگوں سے دو مد کا تذکرہ اس دن ہوا (جو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا)۔

شرح اس پر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور کہا: میں تو ہمیشہ اسی طرح صدقہ فطر نکالتا رہوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نکالتا تھا (یعنی ایک صاع)۔ (صحيح مسلم: ٩٨٥)

اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا بیوی کا صدقہ فطر خاوند کے ذمے ہے یا نہیں؟ مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ خاوند پر واجب ہونے کے قائل ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرسل روایت ہے کہ آپ نے صدقہ فطر آزاد، غلام، مرد، عورت پر فرض قرار دیا۔ یہ اس پر فرض ہے جس کی کفالت میں وہ ہوں۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اہل رائے کا خیال ہے کہ بیوی کا صدقہ فطر ادا کرنا خاوند پر واجب نہیں۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ صدقہ فطر کی ادائیگی نماز عید فطر سے قبل ہو اور اگر رمضان المبارک چڑھ جانے کے بعد عید فطر سے کچھ روز قبل دے دیا جائے تو بھی جائز ہے

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے پاس جمع شدہ فطرانہ عید فطر سے دو یا تین روز پہلے تقسیم کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔

ابن سیرین اور نخعی رحمہم اللہ نے نماز عید فطر کے بعد ادائیگی کی رخصت دی ہے۔ احمد نے کہا: مجھے امید ہے کہ صدقہ فطر نماز عید کے بعد ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اگر کوئی بغیر کسی عذر کے خواہ مخواہ صدقہ فطر کی ادائیگی نماز عید فطر کے بعد کرتا ہے تو گنہگار

ہوگا جس طرح زکاۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا ہوتا ہے بعض نے کہا کہ نماز عید فطر کے بعد ادا کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

فائدہ: صدقہ فطر کی ادائیگی نماز عید فطر سے قبل واجب ہے نماز کے بعد ادا کیا ہوا صدقہ، صدقہ فطر نہیں ہوگا اور تاخیر کرنے والا شخص اس واجب سے محروم رہے گا۔ سنن ابوداؤد میں حدیث ہے کہ جس نے صدقہ فطر عید سے پہلے ادا کیا تو وہ مقبول ہے اور اگر عید کے بعد ادا کیا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ متصور ہوگا۔

(حسن، سنن ابی داؤد: ۱۶۰۹) (ع،س)

صاع حجازی کو ''صاع نبوی'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسی صاع کے مطابق احکام اسلام یعنی صدقہ فطر وغیرا ادا کرتے تھے، یہی صاع مکہ، مدینہ اور اس کے نواحی علاقوں میں مروج تھا۔ اس کی مقدار (۵) اور ایک تہائی رطل تھی، اکثر علماء کا یہ موقف ہے کہ اسی صاع کے مطابق اسلامی معاملات کیے جائیں، اہل عراق کا صاع آٹھ رطل کا تھا اسے ''حجازی صاع'' بھی کہتے ہیں، عراق کے بازاروں میں اسی کے مطابق ماپا جاتا تھا، پہلا صاع ہی اولیٰ ہے کیونکہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ((اَلْمِكْيَالُ مِكْيَالُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ۔))...... ''ماپ اہل مدینہ کا ہی معتبر ہے۔''

(صحیح، نسائی: ۲۵۲۰)

(25)......بَابُ الْاُعْتِدَاءِ فِي الصَّدَقَةِ
زکاۃ وصول کرنے میں زیادتی کرنا

(۱۵۹۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زکاۃ وصول کرنے میں زیادتی کرنے والا اسی طرح ہے جیسے زکاۃ نہ دینے والا۔''

شرح: حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ جو عامل زکاۃ لینے میں ظلم کرتا ہو، اس کا گناہ ایسے ہی ہے جیسے زکاۃ نہ دینا ہے۔ مال کے مالک کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تحصیلدار زکاۃ کی زیادتی سے ڈرتے ہوئے وہ اپنا مال چھپائے۔

بشیر بن خصاصیہ سے روایت ہے کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! زکاۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی زیادتی کے حساب سے کچھ چھپا لیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔''

(ضعیف، ابوداود: ۱۵۸۶)

(۱۵۹۷) حسن ......أخرجه ابوداود: ۱۵۸۵، والترمذی: ٦٤٦، وابن ماجه: ۱۸۰۸

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے ان کو اس لیے مال چھپانے سے روکا ہو کہ اگر زکاۃ وصول کرنے والا کارندہ ان سے قسم اٹھوائے تو وہ جھوٹے ثابت ہوں گے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس لیے ان سے کہا گیا: ظلم برداشت کرو اور جھوٹ مت بولو نہ اپنے مال کی صحیح تعداد چھپاؤ، ایک حدیث میں ہے: ''اس شخص کو امانت ادا کرو جس نے تمہیں امین ٹھہرایا اور جس نے تم سے خیانت کی اس سے خیانت نہ کرو۔''

(صحیح، ابوداود: ۳۵۳٤، ترمذی: ۱۲٦٤)

اگر کوئی شخص عدل وانصاف کے ساتھ زکاۃ وصول کرنے والے کارندے سے کچھ چھپائے تو اس پر تعزیری سزا پڑے گی اور اگر کوئی ظالم عامل سے کچھ چھپالے تاکہ خود ادا کرے تو اسے تعزیری سزا نہیں دی جائے گی۔ (تعزیری سزا وہ ہوتی ہے جو حد سے کم تر ہو)۔

بہز بن حکیم اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مِنَ الإِبِلِ سَائِمَةٍ ابْنَةُ لَبُونٍ ، فَمَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا فَلَهُ أَجْرُهَا ، وَمَنْ كَتَمَهَا وَيُرْوَى: وَمَنْ مَنَعَهَا ، فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطْرَ مَالِهِ عَزْمَةً مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا ، لَيْسَ لِآلِ مُحَمَّدٍ مِنْهَا شَيْءٌ۔)) ...... ''ہر چالیس اونٹوں میں جو کہ جنگل میں چرتے ہوں، ایک بنت لبون (دوسالہ مادہ) ہے۔ جو شخص اجر وثواب کی بنت دے گا تو اس کے لیے اس کا اجر وثواب ہے اور جو زکاۃ کو چھپائے گا اور یہ بھی مروی ہے جو زکاۃ کو روکے گا تو ہم اس سے وصول کریں گے اور آدھا مال (مزید بھی) یہ ہمارے رب تعالیٰ کے واجبات میں سے ایک واجب ہے۔ اس میں آل محمد کا کوئی حصہ نہیں ہے۔'' (حسن، ابوداود: ۱۵۷۵)

(عَزْمَةٌ مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا) یہ ربّ کے فرائض میں سے ایک فرض اور اس کی طرف سے شرعی واجبات میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حقوق میں سے ایک حق ہے۔

علمائے کرام نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے متعلق خاصا اختلاف کیا ہے۔ اکثر فقہاء کا موقف ہے کہ زکاۃ اور غنیمت کے مال سے خیانت کرنے کی وجہ سے زیادہ وصول کرنا درست نہیں بلکہ ایسے گناہ کے مرتکب شخص کو تعزیر لگائی جائے گی۔ یہ سفیان ثوری، شافعی رحمہما اللہ اور اہل رائے کا موقف ہے، امام اوزاعی کہا کرتے تھے: مال غنیمت میں خیانت کرنے والے شخص کا سارا مال امام وقت کو جلا دینا چاہیے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اس شخص کے متعلق کہا: جو اپنی آستین میں پھل چھپا کر لے جارہا ہو اور پکڑا جائے، اسے سزا دی جائے اور دگنی قیمت وصول کی جائے، اور کہا: ہر وہ مجرم جس سے ہم نے حد دور کی تو اس پر ہم نے دوگنی چٹی ڈالی ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے مزنی کی اونٹنی کی دگنی قیمت وصول کی تھی، جس کو سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کے غلام نے چرا لیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے یہ مروی ہے کہ حرم پاک میں قتل ہونے

والے شخص کی دیت ایک تہائی وصول کی جائے گی۔

جناب ابراہیم حربی بہز بن حکیم والی حدیث کا یہ مطلب بیان کرتے تھے کہ ایسے شخص سے بڑی عمر والا جانور وصول کیا جائے بہ نسبت اس عمر والے جانور کے جو اس پر لاگو ہوتا ہے اور تعداد میں زیادہ جانور وصول نہ کیے جائیں، ان کا کہنا ہے کہ حدیث میں مذکور لفظ شطر کا مطلب ہے کہ اس کے مال پر عائد زکاۃ کے دو گروہ بنائے جائیں اور عمدہ گروہ اور حصہ وصول کرلیا جائے۔ اور بعض نے اس لفظ کو مجہول پڑھا ہے (وَشُطِّرَ مَالُه) کہ اس کے مال کے دو حصے کیے جائیں یعنی مال زکاۃ کے۔

فائدہ: یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور اس میں ارشاد ہے کہ مانع زکاۃ سے پوری زکاۃ اور اس کا نصف مال بطور جرمانہ لیا جائے گا بہرحال حاکم وقت زکاۃ نہ دینے والوں سے زبردستی بھی وصول کرسکتا ہے بلکہ مزید جرمانہ بھی ڈال سکتا ہے جیسا کہ حدیث ہذا سے ثابت ہے۔ (ع،س)

(26)......بَابُ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَالْأَقْوِيَاءِ
غنی اور طاقت ور کما سکنے والے شخص کے لیے صدقہ (زکاۃ) لینا جائز نہیں

(١٥٩٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا :أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، أَنَّ رَجُلَيْنِ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا أَتَيَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَاهُ مِنَ الصَّدَقَةِ، فَصَعَّدَ فِيهِمَا وَصَوَّبَ، فَقَالَ: ((إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ، وَلَا لِذِي قُوَّةٍ مُكْتَسِبٍ۔))

عبیداللہ بن عدی بن خیار سے منقول ہے کہ دو آدمیوں نے انہیں بتایا کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے صدقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ہمیں اوپر سے نیچے (پاؤں) تک دیکھا اور فرمایا: ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دیتا ہوں مگر اس میں غنی اور طاقت ور کما سکنے والے کا کوئی حصہ نہیں۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ طاقت ور کما سکنے والے شخص کے لیے جس کا پیشہ اس کی ضروریات زندگی سے کفایت کرتا ہے زکاۃ لینا جائز نہیں۔ حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے ظاہری

(١٥٩٨) صحيح ......أخرجه ابوداود: ١٦٣٣، والنسائي: ٥/ ٩٩

قوت وطاقت کا اعتبار نہیں کیا بلکہ کما سکنے کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک ہی وقت میں پائی جائیں کیونکہ بسا اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ ایک شخص دیکھنے میں ٹھیک ٹھاک اور طاقت ور معلوم ہوتا ہے مگر کمائی اور کاروبار کرنے کے لائق نہیں ہوتا، موٹے دماغ کا مالک ہوتا ہے ایسے شخص کے لیے زکاۃ حلال ہے۔ اگر امام وقت کسی مانگنے والے کو صحیح ڈرائے اور مانگنے کی سنگینی اس پر واضح کرے جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس کے باوجود اگر وہ اصرار کرے کہ میرا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں یا میرے بال بچے زیادہ ہیں اور میرا ذریعہ آمدنی ان کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہے تو اس کی بات کو تسلیم کرلیا جائے اور اسے کچھ دے دیا جائے۔

(۱۵۹۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلانَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ رَيْحَانَ بْنِ يَزِيدَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''صدقہ کسی غنی کے لیے حلال نہیں ہے اور نہ کسی طاقت ور صحیح سالم کے لیے۔''

شرح: (أَلْمِرَّةُ) سے مراد کمانے کی طاقت رکھنے والا ہے۔ جب رسی کو بٹ کر خوب مضبوط کر دیا جاتا ہے تو اس وقت یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ جسمانی طاقت رکھنے والے، صحیح الاعضاء اور کمانے کی طاقت رکھنے والے شخص کو صدقہ دینے کے متعلق خاصا اختلاف ہے کہ کیا اس کے لیے صدقہ جائز ہے یا نہیں؟ اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ اس کے لیے صدقہ وصول کرنا حلال نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور اسحاق رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ اہل رائے کا کہنا ہے کہ اگر وہ دوسو درہم کا مالک نہیں تو اس کے لیے زکاۃ وصول کرنا جائز اور حلال ہے۔ اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص لاعلمی میں زکاۃ کسی غنی کو دے دے اور حقیقت مال دے دینے کے بعد واضح ہو تو کیا ایسے شخص کی زکاۃ ادا ہوگی یا دوبارہ ادا کرنی پڑے گی۔ حسن بصری، امام ابوحنیفہ اور محمد بن حسن رحمہم اللہ، جواز کے قائل ہیں جبکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ، ابو یوسف رحمہ اللہ اور ظاہر قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ عدم جواز کے قائل ہیں۔

فائدہ: غلطی یا لاعلمی سے زکاۃ کسی ایسے شخص کو دے دی گئی ہو جو مستحق نہیں تھا تو ادا کرنے والے شخص پر کوئی ملامت نہیں، نیز وہ بری الذمہ ہو جاتا ہے، اگرچہ لینے والے کے لیے جائز نہیں البتہ اگر جان بوجھ کر غیر مستحق کو ادا کرے تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا۔ (ع،س)

(۱۵۹۹) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۱٦۳٤، والترمذی: ٦٥۲، والنسائی: ٥/ ۹۹

جب زکاۃ دینے والا غلام کو یا کافر شخص کو زکاۃ دے بیٹھے تو اکثر علماء کے نزدیک اس کی ادائیگی نہیں ہوتی اور وہ فرض کی بجا آوری سے سبکدوش نہیں ہوتا۔

(١٦٠٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ قُتَيْبَةُ أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، وَقَالَ عَلِيّ: أَنْبَأَنَا شَرِيك: الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَسْأَلَتُهُ فِي وَجْهِهِ خُمُوشٌ أَو خُدُوشٌ أَوْ كُدُوحٌ۔)) قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيهِ؟ قَالَ: ((خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ۔))

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مانگے، حالانکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے کفایت کرسکتا ہو تو قیامت کے دن مانگنے کی وجہ سے اس کا چہرہ زخمی ہوگا یا اس پر خراشیں ہوں گی یا نوچا ہوا ہوگا۔'' کہا گیا: اے اللہ کے رسول! غنی ہونے کی کیا مقدار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا۔''

شرح: خُمُوْشٌ اور خُدُوْشٌ کے معنی ایک ہیں اور وہ ہیں: ناخنوں سے یا لوہے وغیرہ سے چہرہ چھیلنا اور زخمی کر لینا (کُـــــدُوح) کا مفہوم ہے: وہ زخم اور آثار ونشانات جو چھیلنے پر نمایاں ہوں اور دانتوں سے کاٹنے کو بھی (کُدوح) کہتے ہیں۔ نیل گائے کو عربی میں (مُکَدَّح) کہا جاتا ہے کیونکہ گدھے اسے دانتوں سے کاٹتے رہتے ہیں۔

(١٦٠١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ......

عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسْدٍ، قَالَ: نَزَلْتُ أَنَا وَأَهْلِي بِقِيعَ الْغَرْقَدِ، فَقَالَ لِي أَهْلِي: اذْهَبْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْأَلْهُ لَنَا شَيْئًا نَأْكُلُهُ، فَذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ عِنْدَهُ

بنو اسد کے ایک شخص سے مروی ہے اس نے کہا: میں اور میرے گھر والوں نے بقیع الغرقد (موجودہ قبرستان مدینہ) کے پاس پڑاؤ کیا، تو میرے گھر والوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ سے کچھ مانگ لاؤ کہ اسے ہم کھا سکیں، چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی

(١٦٠٠) صحيح ......أخرجه ابوداود: ١٦٢٦، والترمذي: ٦٥٠، والنسائي: ٥/ ٩٧

(١٦٠١) صحيح ...... أخرجه ابوداود: ١٦٢٧، والنسائي: ٥/ ٩٨

رَجُلًا يَسْأَلُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ وَقِيَّةٌ أَوْ عَدْلُهَا، فَقَدْ سَأَلَ إِلْحَافًا۔)) قَالَ الْأَسْدِيُّ: فَقُلْتُ: لَلِقْحَتُنَا خَيْرٌ مِنْ وَقِيَّةٍ، فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلْهُ۔

خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ کے ہاں ایک شخص کو پایا جو آپ سے کچھ مانگ رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے: ''تم میں سے جب کوئی سوال کرتا ہے، حالانکہ اس کے پاس چالیس درہم یا اس کے مساوی کچھ ہو تو اس نے چمٹ کر (بے جا) مانگا ہے۔'' اس اسدی شخص نے بیان کیا: میں نے کہا: ہماری اونٹنی تو ایک اوقیہ سے بہت بہتر ہے چنانچہ میں لوٹ آیا اور آپ سے کچھ نہ مانگا۔

شرح (أَللُّقْحَةُ) دودھ دینے والی تندرست وتوانا اونٹنی، (وَقِيَّةٌ) چالیس درہم کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ (أَوْ عَدْلُهَا) چالیس درہم کے مساوی کوئی اور چیز پاس ہو۔

سیدنا سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ، فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا يُغْنِيهِ؟ قَالَ: قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ۔)) ......''جو شخص مانگتا ہے، حالانکہ بقدر کفایت اس کے پاس موجود ہو تو وہ اپنے لیے آگ ہی کا اضافہ کرتا ہے۔'' راوی نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا (مقدار) ہے جو انسان کو کافی ہوتی ہے (اور سوال سے غنی بنا دیتی ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پاس صبح وشام کا کھانا موجود ہو۔'' (صحیح، ابوداود: ١٦٢٩)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ مالدار اور غنی افراد کے لیے صدقہ جائز نہیں، ما سوائے ان پانچ قسم کے مالدار افراد کے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مستثنیٰ فرمادیا: (١) زکاۃ کا مال اکٹھا کرنے کی صورت میں، (٢) وہ شخص جو اپنے مال سے صدقے کی کوئی چیز خرید لے، (٣) مقروض ہو، (٤) فی سبیل اللہ جہاد کرنے والا، (٥) مسکین پر جو چیز صدقہ کی گئی ہو وہ اس میں سے کچھ مالدار کے لیے بطور تحفہ بھیج دے۔

البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ مالداری کی حد اور غنی کی تعریف کیا ہے جس کے ہوتے ہوئے زکاۃ وصول کرنا جائز نہیں۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ جس شخص کے پاس پچاس درہم (تقریبا: ۵۲۵۰ روپے کی مالیت) کے برابر مال ہو تو اس کے لیے صدقہ (زکاۃ) جائز نہیں (نہ لوگوں سے سوال کرنا درست ہے) ان کی دلیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔ اس موقف کے قائل سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، احمد اور اسحٰق رحمہم اللہ ہیں نیز ان حضرات کا کہنا ہے کہ کسی کو یک مشت پچاس درہم سے زائد زکاۃ دینا جائز نہیں ہے۔

اہل رائے کے نزدیک مالداری کی حد دو سو درہم کی موجودگی ہے اس لیے کہ دو سو درہم پر زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ اتنی رقم گویا مالدار اور غربت کے درمیان حد فاصل ہے کیونکہ شریعت کا حکم ہے کہ مالداروں سے زکاۃ وصول کی جائے اور

فقراء کو دی جائے تو ثابت ہوا کہ جس کے پاس دوسو درہم ہوں وہ مالدار ہے اور جس کے پاس نہ ہوں وہ شریعت کی نگاہ میں حاجت منداور فقیر ہے، نیز ان کا موقف ہے کہ اگر فقیر کو زکاۃ دی جائے تو دوسو درہم سے کم دی جائے۔ ابوعبید نے کہا: مالداری کی حد چالیس درہم یا اس کے مساوی کسی چیز کا ہونا ہے ان کی دلیل سیدنا اسدی رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے۔

اکثر علماء کا موقف ہے کہ مالداری کی حد یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضروریات کے لیے بقدر کفایت مال اسباب ہو۔ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کا یہ قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ غنی کا معاملہ حالات پر منحصر ہے۔ کبھی ایک شخص کمانے کی طاقت اور کسی حرفت سے واقفیت کی بنا پر ایک درہم رکھتے ہوئے بھی غنی ہو سکتا ہے اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص ہزار درہم رکھنے کے باوجود فقیر، مفلس اور قلاش ہی ہو اس لیے کہ وہ لاغر، بیمار اور کثیر العیال ہے، نیز امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ فقیر کو بطور زکاۃ اتنی رقم دی جاسکتی ہے کہ اس کی ضرورت پوری ہو اور اس کا فقر جاتا رہے۔ اب ایک شخص کی ضرورت اور احتیاج کتنے پیسوں سے جاتی ہے اس کی کوئی تحدید نہیں کی جاسکتی۔

(قَدْرُ مَا يُغَدِّ يْهِ ويُعَشِّيْهِ) ''جس کے پاس صبح وشام کا کھانا موجود ہو'' اس حدیث کا تعلق مانگنے کی حرمت کے ساتھ ہے مالداری کی تعریف کے ساتھ نہیں۔ بعض علماء نے حدیث کے ظاہر کو سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ جس آدمی کے پاس ایک دن کا خرچہ موجود ہو اس کے لیے سوال کرنا حلال نہیں، کچھ علماء کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس کی روٹی مستقل طور پر چلتی ہو خواہ کمزوری اور مشکل ہی سے چلے تو اس کے لیے مانگنا درست نہیں، ایک آدھ دن کی قید نہیں، بعض نے کہا کہ یہ مندرجہ صدر حدیث کی بنا پر منسوخ ہے۔

فائدہ: غنی اور فقیر میں فرق کی بحث آپ نے ملاحظہ کی، ائمہ کے اقوال آپ نے پڑھے، ان میں پچاس درہم، چالیس درہم، دوسودرہم، اور صبح وشام کے کھانا کا ذکر ہے یہ حالات کے مطابق ہے، دراصل احوال وظروف کے پیش نظر اس مقدار میں کمی بیشی ہوسکتی ہے، مثلاً قرآن کریم (سورۂ کہف) نے قصہ موسیٰ وخضر میں کشتی والوں کو ''مساکین'' سے تعبیر فرمایا ہے۔

لہٰذا جس آدمی کی آمدنی اس کے ضروری اخراجات کا ساتھ نہ دے رہی ہو، اسے اللہ سے ڈرتے ہوئے خود ہی سوچنا چاہیے کہ واقعی وہ مانگنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں، بلاشبہ تقویٰ کا اعلیٰ معیار یہی ہے کہ بھیک سے بچا جائے، باقی رہا کہ فقیر کو ایک وقت میں کتنا مال دیا جاسکتا ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حدیث (۱۶۲۸) پر باب باندھا ہے (كَمْ يُعْطَى الرَّجُل الوَاحِدِ مِنَ الزَّكَاةِ)...... ''ایک آدمی کو زکاۃ سے کس قدر دیا جائے'' اس کے ذیل میں سواونٹ دیت والی روایت لے کر آئے ہیں، جس سے استدلال یہ ہے کہ امیر یا صاحب صدقہ کو رخصت ہے کہ مستحقین کو صدقے کے مال سے اتنا دے سکتے ہیں کہ حق پورا ادا ہو جائے اور محتاج غنی ہو جائے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم) (ع،س)

(۱۶۰۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرِزَیُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِیُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِهَذَا الطَّوَّافِ الَّذِی يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، قَالُوا :فَمَنِ الْمِسْكِينُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِی لا يَجِدُ غِنًى فَيُغْنَيهِ، وَلا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلا يَقُومُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو گلی گلی گھومتا پھرتا ہے جس کو ایک لقمہ، دو لقمے، ایک کھجور، دو کھجوریں واپس کردیں۔'' صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! تو پھر مسکین کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ گزارا کر سکے نہ اس کے فقر کا کسی کو پتا ہی چلتا ہے کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ خود لوگوں سے مانگتا ہے۔''

(۱۶۰۳)۔ أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِیُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِیُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِیُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: ......

أَخْبَرَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَيْسَ الْمِسْكِينُ هَذَا الطَّوَّافَ الَّذِی يَطُوفُ عَلى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، إِنَّمَا الْمِسْكِينُ الَّذِی لا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَيَسْتَحْيِی أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ وَلا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ گھومنے پھرنے والا شخص مسکین نہیں جسے ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں پلٹا دیتی ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ گزارا کر سکے اور لوگوں سے مانگتے ہوئے شرم مانع ہو اور نہ اس (کے فقر) کا کسی کو پتا ہی چلتا ہے کہ اس پر صدقہ کیا جائے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کے دور میں گداگر اور عام بھکاری کو مسکین ہی جانا جاتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مسکین یہ نہیں بلکہ وہ شخص ہے جو غریب اور ضرورت مند ہونے کے باوجود لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے، دست سوال دراز کرنے سے ہچکچاتا ہے، ظاہری شکل وصورت سے کسی پر واضح

(۱۶۰۲) أخرجه البخاری: ۱٤۷۹، و مسلم: ۱۰۳۹

(۱۶۰۳) أخرجه البخاری: ۱٤۷۹، ومسلم: ۱۰۳۹

نہیں ہوتا کہ یہ شخص محتاج اور حاجت مند ہے، اس لیے وہ لوگوں کی عنایات سے محروم رہتا ہے، گلی گلی مانگنے والا آدمی بسا اوقات اتنا مال جمع کر لیتا ہے کہ اس پر مسکین کی تعریف صادق نہیں آتی بلکہ وہ غنی ہو جاتا ہے جبکہ ایسا گمنام شخص مسلسل فقر وفاقہ کا شکار رہتا ہے اور مسکینی اس سے چھٹ کر رہ جاتی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: فقیر وہ نہیں جو لوگوں سے ایک ایک درہم اور کھجور کا سوال کرتا پھرتا ہے بلکہ فقیر وہ شخص ہے جو باوجود پاس کچھ نہ ہونے کے اپنی عزت اور لباس کو مانگنے کی ذلت اور عار سے داغدار نہیں کرتا۔

فقیر کی وضاحت قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے: ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ، لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾.... ''نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مال دار خیال کرتے ہیں، آپ ان کے چہرے دیکھ کر قیافے سے انہیں پہچان لیں گے وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۷۳)

بہرحال حدیث مبارکہ میں صدقہ خیرات کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے نیز توجہ دلائی گئی ہے کہ پیشہ ور گداگروں کی بجائے جو چمٹ کر سوال کرتے ہیں، سفید پوش ضرورت مندوں کا پتہ چلا کر ان کی امداد کرنی چاہیے جو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اپنی عزت نفس اور خودداری کے خلاف سمجھتے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کے مصارف میں فقیر اور مسکین دونوں کا علیحدہ علیحدہ حصہ مقرر فرمایا ہے۔ اب اس بات میں اختلاف ہے کہ فقیر کون ہوتا ہے؟ اور مسکین کسے کہتے ہیں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: بھکاری، مسکین ہوتا ہے۔ مجاہد، عکرمہ اور زہری رحمہم اللہ نے کہا: مانگنے والا مسکین ہوتا ہے اور نہ مانگنے والا فقیر ہوتا ہے۔

قتادہ نے کہا: معذور واپاہج شخص فقیر ہوتا ہے اور تندرست وتوانا مگر ضرورت مند مسکین ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: جس کے پاس مال نہ ہو اور نہ اسے کوئی ہنر ہی آتا ہو معذور ہو یا نہ ہو وہ فقیر ہے اور جس کے پاس مال ہو مگر پوری نہ پڑتی ہو، ہنر اور پیشہ ہو مگر ضروریات زندگی پوری کرنے سے عاجز ہو، وہ مانگے یا نہ مانگے وہ مسکین ہے۔

امام صاحب کے نزدیک مسکین وہ ہے جس کی مالی حالت بہ نسبت فقیر کے بہتر ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ﴾...... ''کشتی تو چند مسکینوں کی تھی۔'' (سورۂ کہف: ۷۹)

اللہ تعالیٰ نے ملکیت ثابت کرنے کے باوجود ان پر مسکنت کا لفظ بولا ہے۔ اہل رائے کا خیال ہے کہ فقیر کی حالت مسکین سے اچھی ہوتی ہے، بعض نے کہا: فقیر وہ ہوتا ہے جس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہو اور مسکین وہ ہوتا ہے جس کے پاس سرے سے کچھ نہ ہو۔ بعض نے کہا: فقیر محتاج کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللّٰهِ﴾...... ''تم اللہ کے محتاج ہو۔'' (سورۃ فاطر: ۱۵)

یعنی تم سب کے سب اللہ کے در کے محتاج ہو۔ مسکین وہ شخص ہے کہ فقر وفاقہ نے جس کا کچومر نکال دیا ہو اور وہ بیچارگی کی منہ بولتی تصویر بن چکا ہو، اس میں دم خم نہ رہا ہو، کہا گیا ہے کہ کشتی والوں پر اللہ تعالیٰ نے لفظ مسکین اس لیے بولا

کہ ایک ظالم بادشاہ ان پر مسلط تھا اور وہ بزور بازو ان سے بھتہ وصول کرتا تھا اور وہ اس کے سامنے عاجز، بے بس اور درماندہ تھے اور اپنی مدد نہ کر سکتے تھے، جس شخص پر بھی کسی کا قبضہ ہو اور وہ کسی کی قہرمانیت میں زندگی گزار رہا ہو اسے مسکین کہا جاتا ہے مگر صدقہ اور زکاۃ ایسے مسکین پر حلال اور جائز ہے جس پر غربت اور تنگ دستی کا غلبہ ہو اور وہ افلاس کے ہاتھوں پٹ رہا ہو۔

(27)......بَابُ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ

جن لوگوں کے لیے غنی ہوتے ہوئے بھی صدقہ لینا جائز ہے

(١٦٠٤)۔ أَخْبَـرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَازِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ......

عَـنْ عَـطَـاءِ بْنِ يَسَارٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّمَ قَالَ: ((لا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِـغَـنِيٍّ إِلا لِخَمْسَةٍ ، لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، أَوْ لِغَارِمٍ ، أَوْ رَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ ، أَوْ رَجُلٍ لَهُ جَـارٌ مِسْـكِيـنٌ ، فَتُـصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِينِ ، فَـأَهْـدَى الْـمِسْـكِيـنُ لِـلْـغَنِيِّ ، أَوْ لِعَـامِلٍ عَلَيْهَا۔))

عطاء بن یسار رحمہ اللہ (تابعی) سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ صورتوں کے علاوہ کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں: (١) اللہ کی راہ میں مجاہد۔ (٢) یا چٹی بھرنے والا ہو۔ (٣) یا جو اپنے مال سے صدقہ کی چیز خرید لے۔ (۴) یا وہ آدمی کہ کوئی مسکین اس کا ہمسایہ ہو، اس مسکین کو صدقہ دیا گیا تو اس نے اس میں سے غنی کو ہدیہ دے دیا ہو۔ (۵) یا صدقات کا تحصیلدار (وصول کرنے والا) ہو۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث میں مسافر کا تذکرہ نہیں ہے، سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَـحِـلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، أَوِ ابْنِ السَّبِيلِ ، أَوْ جَارٍ فَـقِيرٍ ، فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ ، فَيَهْدِي لَكَ أَوْ يَدْعُوكَ۔)) ......''صدقہ کسی غنی کے لیے حلال نہیں ہے، الا یہ کہ وہ اللہ کی راہ میں (مجاہد) ہو یا مسافر ہو یا کسی فقیر ہمسائے کو صدقہ دیا گیا تو وہ فقیر تمہیں ہدیہ دے دے، یا تمہاری دعوت کردے۔'' (ضعیف، ابوداود ١٦٣٧)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں زکاۃ کے آٹھ مصارف کا تذکرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ......''صدقے (زکوۃ) صرف

(١٦٠٤) صحيح ......أخرجه ابوداود: ١٦٣٥ ، ١٦٣٦ ، ١٦٣٧ ، وابن ماجه: ١٨٤١

فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔'' (سورۂ توبہ:۶۰)

سیدنا زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ مجھے صدقے میں سے کچھ دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ حَتَّى حَكَمَ فِيهَا هُوَ، فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ، فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ حَقَّكَ۔)) ......''اللہ عزوجل نے صدقات کی تقسیم کا مسئلہ نبی یا کسی دوسرے کی پسند پر نہیں چھوڑا بلکہ اس کے بارے میں خود ہی فیصلہ فرمایا ہے اور انہیں آٹھ قسم کے افراد میں تقسیم فرما دیا ہے۔ اگر تم ان میں سے ہو تو میں تمہیں تمہارا حق دے دیتا ہوں۔'' (ضعیف، ابو داود: ۱۶۳۰)

مصارف ثمانیہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱،۲) فقیر اور مسکین دونوں ہی نادار ہوتے ہیں مگر مسکین کی ٹوہ لگانی پڑتی ہے۔ تفصیل قریب ہی گزری ہے اعادہ فرما لیا جائے۔ انہیں ایک سال تک کا راشن دیا جا سکتا ہے۔

(۳) عاملین سے مراد حکومت کے وہ اہل کار ہیں جو زکاۃ وصدقات کی وصولی وتقسیم اور اس کے حساب کتاب پر مامور ہوں، ان کی محنت کے حساب سے انہیں معاوضہ دیا جائے گا۔ امیر ہوں خواہ غریب، عبداللہ بن سعدی کہتے ہیں: مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ اکٹھا کرنے کے لیے عامل مقرر کیا۔ جب میں نے اس کام سے فارغ ہو کر زکاۃ وصدقات کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تو انہوں نے (کسی کو) مجھے تنخواہ دینے کے لیے کہا۔ میں نے کہا: میں نے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کام کیا ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جو تمہیں دیا جاتا ہے اسے لے لو بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عامل مقرر کیا تھا اور میں نے بھی تمہارے قول کی طرح کہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ''جب تمہیں بغیر مانگے کوئی چیز دی جائے تو اسے کھاؤ اور صدقہ کرو۔'' اور آپ نے مجھے مزدوری دی تھی۔ (صحیح بخاری: ۷۱۶۳، صحیح مسلم: ۱۰۴۵)

یاد رہے کہ زکاۃ وصدقات کے مال سے مزدوری لینا عامل اور اہل کار کا حق ہے نہ کہ امام اور والی کا، یہ دونوں نہیں لے سکتے، والی بننے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دودھ نوش کیا، خوش ذائقہ لگنے پر پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ زکاۃ کی اونٹنیوں کا دودھ ہے۔ اس پر انہوں نے انگلی منہ میں ڈالی اور سارا دودھ قے کر دیا۔

(۴) مؤلفة القلوب: ان کی دو اقسام ہیں (۱) مسلمان (۲) کافر

مسلمانوں کی پھر دو قسمیں ہیں: ایک وہ نو مسلم افراد ہیں جن کو اسلام پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے امداد دینے کی ضرورت ہو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنہما کو دیا، نیز اپنی قوم کے ایسے سردار جو

مسلمان ہو چکے ہوں ان کو دینا تاکہ دوسرے سرداروں کو ترغیب وتشویق ہو سکے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عدی بن حاتم، سیدنا زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اس معاملے میں امام کے لیے کافی وسعت ہے۔ امام اس مد میں مال غنیمت کے خمس کا خمس صرف کرے گا۔ زکاۃ کی مد سے نہیں دے گا۔

مسلمان مؤلفة القلوب کی دوسری قسم وہ افراد ہیں جن کو امداد دینے کی صورت میں یہ امید ہو کہ اپنے علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں گے اور اس طرح وہ قریب کے کمزور مسلمانوں کا تحفظ کریں، اسی طرح وہ مسلمان اہل کار جو زکاۃ نہ دینے والوں سے زکاۃ وصول کر کے مسلمانوں کے امیر تک پہنچائیں، جیسے سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تین سو اونٹ اپنی قوم سے وصول کر کے لائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں تیس اونٹ عطا فرمائے، ان کو مولفة القلوب کے حصے سے یا فی سبیل اللہ کے حصے سے دیا جائے گا یا امام جیسے مناسب سمجھے گا۔

کافر مؤلفة القلوب میں وہ کفار آجاتے ہیں جو کچھ کچھ اسلام کی طرف مائل ہوں اور ان کی امداد کرنے پر یہ امید ہو کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے یا ان کے شر سے بچنا مقصود ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے صفوان بن امیہ کو مال غنیمت کے خمس سے پانچواں حصہ عطا فرمایا کیونکہ وہ کچھ کچھ اسلام کی طرف مائل تھے، آپ نے ترغیباً انہیں مال سے نوازا یہ اور اس قسم کی دیگر صورتیں تالیف قلب کی ہیں جن پر زکاۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے چاہے مذکورہ افراد مالدار ہی ہوں۔ امام شعبی، مالک، ثوری، اہل رائے، اسحاق رحمہم اللہ اور دیگر کثیر اہل علم کا موقف ہے کہ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ اور قوت عطا فرمادی ہے تو اب یہ مصرف ختم ہو گیا ہے اب کسی کافر اور مشرک کو تالیف قلب کے لیے زکاۃ کا مال نہیں دیا جاسکتا۔ اسلام اس امر سے بے پروا ہو چکا ہے، اہل علم کے ایک گروہ کا موقف ہے کہ یہ حکم آج بھی باقی ہے اور یہ مداب بھی برقرار ہے، حسن بصری رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: اب بھی اگر تالیف قلب کے لیے خرچ کی ضرورت پیش آئے تو مسلمانوں کے فائدہ کے لیے اب بھی خرچ کیا جائے گا نہ کہ اسلام لانے کو شرط ٹھہرایا جائے گا۔ ایسی شرط باطل ہے کیونکہ اسلام لانا ان پر لازم ہے اس پر اجرت وصول کرنا کسی طور جائز نہیں۔

فائدہ: حالات وظروف کے مطابق ہر دور میں اس مصرف پر زکاۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔ (ع،س)

(۵) گردنیں آزاد کرانے میں، بعض علماء نے اس سے صرف مکاتب غلام مراد لیے ہیں کہ ان کے لیے زکاۃ کے مال میں باقاعدہ ایک حصہ مقرر ہے لیکن انہیں آزادی کی رقم سے زائد کچھ نہ دیا جائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اس حصے سے زیادہ سے زیادہ غلام خرید کر آزاد کیے جائیں۔

فائدہ: راجح بات یہ ہے کہ آیت کریمہ مکاتب اور غیر مکاتب تمام قسم کے غلاموں کو شامل ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اسی کے قائل ہیں، امام شوکانی نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔ (ع،س)

(۶)غارمین کی دو اقسام ہیں۔ ایک تو وہ مقروض مراد ہیں جو اپنے اہل وعیال کے نان نفقہ اور ضروریات زندگی فراہم کرنے میں لوگوں کے زیر بار ہو گئے اور ان کے پاس نقد رقم بھی نہیں ہے اور ایسا سامان بھی نہیں ہے جسے بیچ کر وہ قرض ادا کرسکیں۔ دوسرے وہ ذمہ دار اصحاب ضمانت ہیں جنہوں نے کسی کی ضمانت دی اور پھر وہ اس کی ادائیگی کے ذمہ دار قرار پاگئے، یا کسی کی فصل تباہ یا کاروبار خسارے کا شکار ہوگیا اور اس بنیاد پر وہ مقروض ہوگیا۔ ان سب افراد کی زکاۃ کی مد سے امداد کرنا جائز ہے۔

(۷)فی سبیل اللہ سے مراد اکثر اہل علم کے نزدیک جہاد اور مجاہدین ہیں۔یعنی جنگی سامان وضروریات اور مجاہد (چاہے وہ مالدار ہی ہو) پر زکاۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے یعنی اسے اسلحہ،سواری،لباس اور سفرخرچ فراہم کیا جائے۔

اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ حج وعمرہ کے لیے زکاۃ کی مد سے خرچ نہیں کیا جاسکتا، یعنی وہ فی سبیل اللہ کی ذیل میں نہیں آتا۔ثوری رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ اور اہل رائے اسی کے قائل ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ حج کے لیے زکاۃ کی مد سے دے دینے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے، حسن بصری، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا: مجھے ایک آدمی نے ذمہ داری سونپی کہ میں اس کی رقم کو فی سبیل اللہ خرچ کردوں، میں نے اس سلسلہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے اس میں خرچ کردو۔ ان حضرات کی دلیل ام معقل رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے، سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ پر بھی حج لازم ہے اور ابومعقل کے پاس صرف ایک اونٹ ہے، ابومعقل رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یہ سچ کہتی ہے اور میں نے اس اونٹ کو اللہ کی راہ میں (جہاد میں) وقف کردیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم یہ اسے دے دو، یہ اس پر حج کرے گی، یہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔'' چنانچہ ابومعقل رضی اللہ عنہ نے یہ اونٹ اسے دے دیا۔

(صحیح، ابوداود: ۱۹۸۸، ۱۹۸۹)

سیدنا ابو لاس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زکاۃ کے اونٹوں پر سوار کرکے حج کروایا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنی زکاۃ میں سے غلام آزاد کرسکتا ہے اور حج کے لیے دے سکتا ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی زکاۃ کے مال سے اپنے والد کو جو غلام ہو خرید کر آزاد کردے تو جائز ہے اور مجاہدین کے اخراجات کے لیے بھی زکاۃ دی جائے۔ اسی طرح اس شخص کو بھی زکاۃ دی جاسکتی ہے جس نے حج نہ کیا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ((اِنَّ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔)) ......'' خالد نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کردی ہیں۔'' (دیکھیں حدیث نمبر ۱۵۷۸)

(۸)ابن سبیل سے مراد مسافر ہے یعنی اگر کوئی مسافر مباح اور جائز سفر میں مستحق امداد ہوگیا ہے تو چاہے وہ اپنے گھر یا وطن میں صاحب حیثیت ہی ہو، اس کی امداد زکاۃ کی رقم سے کی جاسکتی ہے، البتہ منزل مقصود سے قبل اگر کسی مقام

پر اس کا مال موجود ہے تو صرف اتنا تعاون کیا جائے جس سے وہ اپنے مال تک پہنچ سکے۔

اس مسئلے میں علمائے کرام نے اختلاف کیا ہے کہ زکاۃ آٹھوں مصارف میں سے کسی ایک مصرف میں (جس میں زیادہ ضرورت ہو) صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں جبکہ دیگر مصارف بھی موجود ہوں۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں۔عکرمہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: مال زکاۃ کو تمام مصارف میں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے صرف کرنا لازم ہے بلکہ ہر مد کے کم از کم تین افراد کو ادا کرنا ضروری ہے۔ جب تین یا تین سے زائد افراد نہ مل سکیں تو دو یا ایک آدمی کو اس مد کی ساری رقم دے دی جائیگی۔ اگر ان کی ضرورت اس سے کم رقم سے پوری ہو جاتی ہے تو پھر مال کو دیگر قسموں کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے۔ایک گروہ کا خیال ہے کہ تمام مصارف میں بیک وقت تقسیم کرنا ضروری نہیں۔ جس وقت جیسی حالت اور جیسی ضرورت ہو اسی کے مطابق خرچ کرنا چاہیے حتی کہ کسی ایک انسان کو دینا بھی جائز و درست ہے۔

سیدنا ابن عباس، سیدنا عمر، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہم امام حسن بصری، امام عطاء، امام ثوری، اہل رائے (امام ابوحنفیہ) اور امام احمد رحمہم اللہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔

البتہ اگر تمام مصارف میں زکاۃ تقسیم کردی جائے تو ایسا کرنا اولیٰ ہے، ان حضرات کی دلیل سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کی ظہار کے کفارے سے متعلقہ روایت ہے جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ((أَطْعِمْ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّينَ مِسْكِينًا، قَالَ: مَا أَمْلِكُ، قَالَ: فَانْطَلِقْ إِلَى صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِي زُرَيْقٍ، فَلْيَدْفَعْهَا إِلَيْكَ، فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ، وَكُلْ أَنْتَ وَعِيَالُكَ بَقِيَّتَهَا۔)) ...... تو ایک وسق (ساٹھ صاع) کھجور ساٹھ مسکینوں میں تقسیم کر دے۔ انہوں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو بنی زریق کے صدقہ کرنے والے کے پاس چلے جاؤ، وہ تمہیں کچھ دے گا۔تو اس میں سے ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دینا اور باقی تم اور تمہارا عیال کھالے۔'' (حسن، ابوداود: ۲۲۱۳، ترمذی: ۱۲۰۰، ابن ماجہ: ۲۰۶۲)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ زکاۃ ایک مد میں اور ایک ہی شخص کو دی جاسکتی ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر مال کثیر ہو اور کئی مدات میں تقسیم ہوسکتا ہو تو اسے مختلف مصارف میں خرچ کرنا چاہیے، تھوڑا ہو تو ایک مصرف میں صرف کردینا چاہیے۔امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اسی پر صرف کیا جائے جو ان میں سے زیادہ محتاج و ضرورت مند ہو۔ اگر فقراء کو زیادہ ضرورت مند محسوس کیا جائے تو انہیں دے دیا جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: جن معتبر اہل علم سے میں نے خوشہ چینی کی ہے ان کو اسی موقف کا قائل پایا ہے۔

امام ابوثور رحمہ اللہ کہتے ہیں: حاکم وقت کو تمام اقسام میں تقسیم کرنا چاہیے اور اگر زکاۃ مال کا مالک خود ادا کرے اور کسی ایک مصرف میں صرف کردے تو ان شاء اللہ ادا ہو جائے گی۔

28......بَابُ تَحْرِيمِ الصَّدَقَةِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ

نبی کریم ﷺ اور آپ کے اہل بیت پر صدقہ حرام ہے۔

(١٦٠٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ مَخْلَدٍ الْأَنْصَارِيُّ، الْمَعْرُوفُ بِابْنِ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ......

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كِخْ أَلْقِهَا أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ۔))

جناب محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے زکاۃ کی کھجوروں کے ڈھیر سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کخ، کخ (چھی، چھی) نکالو اسے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔''

(١٦٠٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مَنْصُورٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْحَاكِمُ الطُّوسِيُّ، أَنْبَأَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ الْعَلَوِيُّ، أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ بَالُوَيْهِ الْمُزَكِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي أَوْ فِي بَيْتِي، فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَأُلْقِيهَا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے گھر جاتا ہوں، وہاں مجھے میرے بستر پر کھجور پڑی ہوئی ملتی ہے۔ میں اسے کھانے کے لیے اٹھا لیتا ہوں لیکن پھر یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقے کی کھجور نہ ہو، تو میں اسے پھینک دیتا ہوں۔''

(١٦٠٥) أخرجه البخاري: ١٤٩١، و مسلم: ١٠٦٩

(١٦٠٦) أخرجه البخاري: ٢٤٣١، و مسلم: ١٠٧٠

شرح: یہ حدیث مبارکہ زہد وورع اور حزم واحتیاط میں اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے، انسان کو چاہیے کہ جس چیز میں شک وشبہ ہو اس کے استعمال سے اجتناب برتے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے ''حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔'' (صحیح بخاری: ٥٢، صحیح مسلم: ١٥٩٩)

تقویٰ اور ورع کی دو اقسام ہیں۔ پہلی قسم مندوب اور مستحب ہے مثلاً کسی کاروبار کی حلت وحرمت واضح نہیں ہورہی، علمائے کرام اس میں پس پیش کا شکار ہیں تو اولیٰ اور قرین تقویٰ معاملہ یہی ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے، اسی طرح جس شخص کی آمدن میں حرام کی کثرت ہو یا وہ فوٹو گرافی اور گانے بجانے کی اشیاء اور آلات کا کاروبار کرتا ہو یا گا کر مزدوری وصول کرتا ہو ایسے افراد کی دعوت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہود ونصاریٰ جو شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء اور خنزیر کھانے میں ملوث رہتے ہیں ان کا حکم بھی یہی ہے۔

دوسری قسم مکروہ اور ناپسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص بزعم خود بربنائے ورع اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رخصتوں پر عمل نہ کرے مثلاً حالت سفر میں روزہ افطار کرنا، نماز کو قصر پڑھنا، ہدیہ وتحفہ اور کسی کی دعوت کو قبول کرنا وغیرہ۔

حدیث مبارکہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ راستے میں گری ہوئی کھجور یا کوئی اور معمولی نوعیت کی چیز اٹھا کر استعمال میں لائی جا سکتی ہے اور اس کا حکم گمشدہ چیز (لقطہ) والا نہیں جس کا تعارف کرانا ضروری ہے۔ صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ۔)) ...... ''یہ صدقہ (یعنی زکاۃ) تو لوگوں کے مال کی میل کچیل ہے، یہ محمد ﷺ اور آل محمد کے لیے حلال نہیں۔'' (صحیح مسلم: ١٠٧٢)

(29)......بَابُ تَحْرِيمِهَا عَلَى مَوَالِي الرَّسُولِ ﷺ

زکاۃ، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں پر حرام ہے

(١٦٠٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الضَّبِّيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ ......

عَنْ أَبِي رَافِعٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلا مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ عَلَى الصَّدَقَةِ ، فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ: اصْحَبْنِي

جناب ابن ابی رافع سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو صدقات کے لیے مقرر کیا، اس نے ابو رافع سے کہا: میرے

(١٦٠٧) صحیح ......أخرجه ابوداود: ١٦٥٠ ، والترمذي: ٦٥٧ ، والنسائي: ٢٦١٢

كَيْمَا تُصِيبَ مِنْهَا ، فَقَالَ: لا حَتَّى أَتِيَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْأَلَهُ ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ ، فَقَالَ: ((إِنَّ الصَّدَقَةَ لا تَحِلُّ لَنَا ، وَإِنَّ مَوَالِيَ الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔))

ساتھ چلو، تمہیں بھی اس سے حصہ ملے گا، اس نے کہا: نہیں، پہلے میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے ہو آؤں اور آپ سے پوچھ لوں، چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں آیا اور آپ سے پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے اور بلاشبہ قوم کا مولیٰ (آزاد شدہ غلام) انہی میں سے ہوتا ہے۔''

شرح: مسلمانوں کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ فرضی صدقہ (زکاۃ) نبی ﷺ، آپ کی آل اور بنو ہاشم پر حرام ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: بنو مطلب پر بھی حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انہیں ذوی القربی کے حصے میں بنو ہاشم کے ساتھ شریک فرمایا ہے، یہ عطیہ ان پر زکاۃ حرام ہونے کا عوض اور بدل ہے، باقی رہے بنو ہاشم کے موالی تو ان کے متعلق اختلاف ہے، بعض علمائے حدیث کے ظاہر کی بنا پر ان کے لیے بھی صدقہ جائز نہیں سمجھتے جبکہ بعض ان کے لیے جائز جانتے ہیں کیونکہ ان کا ذوی القربی والے حصے میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے غلام ابورافع کو بطور تنزیہہ منع فرمایا ہے اور آپ ﷺ کے فرمان ''قوم کا مولیٰ (آزاد شدہ غلام) انہی میں سے ہوتا ہے۔'' کا مفہوم ہے کہ غلام کو آل بیت کی سی سیرت بنانی چاہیے اور اخلاق وکردار میں ان کی اتباع کو لازم پکڑنا چاہیے، گندے اور رذیل کاموں، خفیف حرکات اور محارم سے مجتنب رہنا چاہیے، ممکن ہے آپ ﷺ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ کا اپنے طور پر تعاون فرما دیتے ہوں کہ وہ ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر باش رہتے تھے، اس سے تعاون کے پیش نظر آپ نے اس سے کہہ دیا کہ جب تمہاری ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور زندگی کی گاڑی چل رہی ہے تو تمہیں زکاۃ وصدقات پر نظر نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ لوگوں کے گناہوں کی میل کچیل ہے کیونکہ آپ ہمارے مولیٰ ہیں اور ہمارے ہیں۔

فائدہ: بہرحال آپ نے اپنے موالی کو بھی اسی حکم میں شامل فرمایا ہے حتی کہ انہیں ایسی ملازمت کی بھی اجازت نہیں دی جس میں صدقے کا مال ملتا ہو خواہ بالواسطہ ہی سہی۔ (ع،س)

نفلی صدقات آل رسول کے لیے مباح اور جائز تھے، نبی اکرم ﷺ ان سے بطور احتیاط اور تنزیہ گریزاں رہتے تھے، جناب جعفر بن محمد اپنے والد کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کرتے ہوئے پانی کی لگائی ہوئی سبیلوں سے پانی پی لیا کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ خیراتی سبیلوں سے پانی پیتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے اوپر فرضی صدقات (زکاۃ) حرام کیے گئے ہیں نہ کہ نفلی۔

(30)......بَابُ حِلِّ الْهَدِيَّةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ

تحفہ، نبیٔ کریم ﷺ کے لیے جائز ہے

(١٦٠٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُؤَذِّنُ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ بَالُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْعَطَّارُ، أَخْبَرَنَا قَطَنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْقُشَيْرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ((أَهَدِيَّةٌ هُوَ أَمْ صَدَقَةٌ؟)) فَإِنْ قِيلَ: صَدَقَةٌ، قَالَ لِأَصْحَابِهِ: ((كُلُوا۔)) وَلَمْ يَأْكُلْ، وَإِنْ قِيلَ: هَدِيَّةٌ، ضَرَبَ بِيَدِهِ، فَأَكَلَ مَعَهُمْ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی کھانے کی چیز لائی جاتی تو آپ دریافت فرماتے: یہ تحفہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ کھاؤ اور خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ تحفہ ہے تو آپ خود بھی ہاتھ بڑھاتے اور صحابہ کے ساتھ اسے کھاتے۔

(١٦٠٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُؤَذِّنُ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الرَّجَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ الْعَامِرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَسْبَاطٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں گا اور اگر مجھے دستی کا تحفہ دیا جائے تو میں ضرور وصول کروں گا۔''

(١٦١٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجُوزَجَانِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ الشَّاشِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

(١٦٠٨) أخرجه البخاري: ٢٥٧٦، و مسلم: ١٠٧٧

(١٦٠٩) أخرجه البخاري: ٥١٧٨

(١٦١٠) أخرجه البخاري: ٢٥٨٥

عَـنْ عَائِشَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے اور اس کا جواب بھی دیا کرتے تھے۔

شرح: امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ تحفہ قبول فرمالیا کرتے تھے، اور اپنی ذات کے لیے صدقہ وصول نہیں کیا کرتے تھے، تحفہ قبول کرنے اور صدقہ قبول نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ تحفے سے دنیاوی اجروثواب مطلوب ہوتا ہے جس کا مداویٰ جوابی تحفے کے ساتھ کیا جاسکتا ہے اور آپ ﷺ یوں ہی کیا کرتے تھے، تحفہ قبول فرماتے اور تحائف دیتے اور اس طرح منت گذاری اور زیر بار ہونے سے دست کش ہو جاتے جبکہ صدقہ وخیرات سے اخروی ثواب مقصود ہوتا ہے اور اس کی آس، امید اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے تو یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اجروثواب سے بڑھ کر کسی کو بدلہ دے سکے، بالخصوص آخرت کے معاملے میں اور اس لیے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو صدقہ قبول کرنے کی ذلت سے بچایا ہے کہ وہ لوگوں کا میل کچیل ہوتا ہے جس طرح پانی اور صابن سے کپڑوں کا میل کچیل ختم ہوتا ہے اسی طرح زکاۃ سے کاروباری ناہمواریوں اور گناہوں کا ازالہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نعم البدل مال فے اور مال غنیمت کے خمس (پانچویں حصے) کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔

(١٦١١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلاثُ سُنَنٍ ، فَكَانَتْ إِحْدَى السُّنَنِ الثَّلاثَةِ أَنَّهَا عَتَقَتْ ، فَخُيِّرَتْ فِي زَوْجِهَا ، وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الْوَلاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.)) وَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ تَفُورُ بِلَحْمٍ ، فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَإِدَامٌ مِنْ إِدَامِ الْبَيْتِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَلَمْ أَرَ بُرْمَةً فِيهَا لَحْمٌ؟)) قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَلَكِنْ ذَلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا میں تین سنتیں جاری ہوئیں، ان تین سنتوں میں سے ایک سنت یہ ہے کہ وہ آزاد ہوئیں تو انہیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا (کہ اگر چاہیں تو اپنے نکاح کو فسخ کرسکتی ہیں) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ولاء تو اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کرے۔“ اور نبی کریم ﷺ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ ہنڈیا گوشت کے ساتھ جوش مار رہی ہے، آپ کو کھانا پیش کیا گیا تو روٹی کے ہمراہ کوئی دوسرا سالن دیا گیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”کیا میں نے ہنڈیا میں گوشت پکتے نہیں دیکھا؟“ حاضرین نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے

(١٦١١) أخرجه البخاري: ٢٥٧٧، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، و مسلم: ١٥٠٤

بِـهِ عَلَى بَرِيرَةَ وَأَنْتَ لا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ ، فَقَالَ رَسُـولُ الـلّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ ، وَهُوَ إِلَيْنَا هَدِيَّةٌ۔))

رسول! لیکن وہ گوشت بریرہ کو بطور صدقہ ملا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ان کے لیے تو صدقہ ہے لیکن ہمارے لیے ہدیہ ہے۔''

(١٦١٢)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْـنِ بِشْـرَانَ ، أَنْبَـأَنَـا إِسْـمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ ، أَخْبَرَنَا ابْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَـنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: جَـاءَ مُـلاعِبُ الْأَسِنَّةِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَدِيَّةٍ ، فَعَرَضَ عَلَيهِ النَّبِيُّ صَـلَّـى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الإِسْلامَ ، فَأَبَى أَنْ يُسْـلِمَ ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَإِنِّي لا أَقْبَلُ هَدِيَّةَ مُشْرِكٍ۔))

سیدنا عبدالرحمان بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیزوں سے کھیل جانے والا (عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب العامری الکلابی) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفہ لے کر حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں مشرک کا تحفہ قبول نہیں کرتا۔''

شرح: عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے لیے اونٹنی تحفہ لے کر آیا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ''تو مسلمان ہے؟'' میں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے مشرکوں کے تحائف قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔'' (حسن، ابوداود: ٣٠٥٧، ترمذی: ١٥٧٧)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مروی ہے کہ کسریٰ نے نبی کریم ﷺ کو تحفہ بھیجا اور آپ نے قبول فرمایا اور یہ کہ مختلف بادشاہوں نے آپ کی خدمت میں تحائف ارسال کیے اور آپ نے قبول فرمائے۔ (ضعیف جدا، ترمذی: ١٥٧٦)

یہودیوں نے آپ کی خدمت میں زہر ملا ہوا بکری کا گوشت بھیجا، آپ نے اس میں سے کچھ کھایا۔ کہا گیا ہے کہ پہلے پہل آپ مشرکین کے تحائف لوٹا دیا کرتے تھے پھر قبول فرمانے لگے تو پہلی بات منسوخ ٹھہری۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی ﷺ کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ قبول کرنے والی بات پہلے کی ہو بعد ازاں منع کر دیا گیا ہو۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: آپ ﷺ کے ہدیہ واپس کرنے میں دو وجہیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ تحفہ لوٹانے کا مقصد دینے والے کو اسلام لانے کیلئے ابھارنا اور برانگیختہ کرنا ہے کہ وہ اس خفت سے بچنے کے لیے اسلام قبول کرلے اور اس طرح اس کا اپنا ہی بھلا ہو

(١٦١٢) صحيح ......أخرجه البزار ، والبيهقي في "دلائل النبوة"

جائے، دوسرے یہ کہ تحفہ قبول کرنے سے تحفہ دینے والے کے لیے دل میں جگہ اور مقام بنتا ہے۔ حدیث میں بھی اس بات کا تذکرہ ہے: ((تَهَادُوْا تَحَابُّوْا۔))...... ''تحفہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔'' (حسن،مؤطا امام مالك: ١٦٨٥)

نبی کریم ﷺ کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے قلب اطہر میں کسی مشرک کے لیے کوئی میلان، جھکاؤ اور نرم رویہ پایا جائے۔ اس لیے آپ نے ہدیہ ہی قبول نہیں فرمایا تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری اصل مدعا ہی ختم ہو جائے۔ واللہ اعلم

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب باندھا ہے (باب قبول الهدية من المشركين)...... ''مشرکین کا ہدیہ قبول کر لینا'' اس کے تحت احادیث اور آثار کا تذکرہ کیا ہے جن سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ مشرکین اور کفار کے ہدایا کو قبول کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے۔ (ع،س)

(31)......بَابُ التَّعَفُّفِ عَنِ السُّؤَالِ

سوال سے بچنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾...... ''وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ﴾...... ''ان کے حال سے ناواقف شخص انہیں مالدار سمجھتا ہے۔''

(سورۂ بقرہ:٢٧٣)

(١٦١٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، قَالَ: ((مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ، فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ۔))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان کو عنایت فرمایا: انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے اور دیا حتی کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا، جب سب ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جو مال بھی ہو گا وہ میں تم سے ہرگز بچا کر نہیں رکھوں گا۔ اور جو سوال سے بچے گا اللہ اسے بچائے گا، جو غنا اختیار کرے گا اللہ اس کو غنی بنا دے گا اور جو کوئی صبر کرے گا اللہ اسے صابر بنا دے گا اور صبر سے بڑھ کر کوئی ایسی وسیع نعمت نہیں ہے جو اللہ نے کسی کو دی ہو۔''

(١٦١٣) أخرجه البخاري: ١٤٦٩، و مسلم: ١٠٥٣

(١٦١٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ: ((الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى السَّائِلَةُ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برسر منبر فرمایا جبکہ آپ صدقہ اور اس سے بچنے (کی فضیلت) اور سوال کرنے (کی مذمت) بیان کررہے تھے، فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہوتا ہے اور نیچے والا ہاتھ سوالی۔''

(١٦١٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَأْتِيَ بِهِ، فَيَبِيعَهُ، فَيَأْكُلَ مِنْهُ، وَيَتَصَدَّقَ مِنْهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ، فَيَسْأَلَهُ، أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ۔))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اگر (ضرورت مند ہو تو) اپنی رسی لے کر آئے اور لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر لائے اور اسے بیچے۔ اور اس کی آمدن سے کھائے اور صدقہ کرے یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ ایسے شخص کے پاس جائے جس کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے، وہ اس سے سوال کرے وہ اسے دے یا نہ دے۔''

(١٦١٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ هَوَازِنَ الْقُشَيْرِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الإِسْمَاعِيلِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ الْمِصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي نَصْرِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي مَنْصُورٍ الْكُوفَانِيُّ الْهَرَوِيُّ، بِهَا، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ

(١٦١٤) أخرجه البخاري: ١٤٢٩، و مسلم: ١٠٣٣

(١٦١٥) أخرجه البخاري: ١٤٧٠، و مسلم: ١٠٤٢

(١٦١٦) انظر الحديث السابق

إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَعْقُوبَ التُّجِيبِيُّ الْمِصْرِيُّ بِهَا، الْمَعْرُوفُ بِابْنِ النَّحَّاسِ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَسَنُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ مَلِيحٍ الطَّرَائِفِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ، سَنَةَ إِحْدَى وَسِتِّينَ وَمِائَتَيْنِ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ أَبُو ضَمْرَةَ اللَّيْثِيُّ الْمَدَنِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَذْهَبَ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَكُفَّ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَشْيَائَهُمْ، أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ۔))

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی اگر اپنی رسی لے کر آئے اور لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر لائے اور اس سے اپنے چہرے کو سوال سے بچالے اس کے لیے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے، وہ اسے دیں یا نہ دیں۔''

(١٦١٧)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا أَبُو الطَّيِّبِ سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ يُوسُفَ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَحْمَدَ الْمُلَقَّبُ بِالصَّالِحِيِّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ، أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَلْيَبْدَأْ أَحَدُكُمْ بِمَنْ يَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ، وَمَنِ اسْتَغْنَى، أَغْنَاهُ اللّٰهُ۔))

سیدنا حکیم بن حزام بن خویلد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، تمہارا ایک ایسے افراد سے صدقے کا آغاز کرے جن کی کفالت کی ذمہ داری اس پر ہو، بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد انسان غنی رہے اور جو سوال سے بچے گا اللہ اسے بچائے گا، جو غنا اختیار کرے گا اللہ اس کو غنی بنادے گا۔''

شرح: استعفاف کا معنی ہے صبر کرنا، قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا﴾...... ''ان لوگوں کو پاکدامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے۔'' (سورۂ نور: ۳۳) یعنی صبر سے کام لیں۔

(١٦١٧) أخرجه البخاري: ١٤٢٧، و مسلم: ١٠٣٤

(١٦١٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ الْجُوَيْنِيُّ، أَخْبَرَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعْتُ أَبَا الْأَحْوَصِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْأَيْدِي ثَلَاثٌ، يَدُ اللّٰهِ الْعُلْيَا، وَيَدُ الْمُعْطِي الَّتِي تَلِيهَا، وَيَدُ السَّائِلِ السُّفْلَى إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَاسْتَعِفَّ عَنِ السُّؤَالِ مَا اسْتَطَعْتَ۔))

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاتھ تین طرح کے ہیں، ایک ہاتھ اللہ کا ہے جو سب سے اوپر ہے، دوسرا دینے والے کا ہے جو اس کے بعد ہے اور سائل کا ہاتھ قیامت تک کے لیے سب سے نیچے ہے، لہٰذا سوال کرنے سے بچو جہاں تک بس چلے۔''

شرح: اسی سند سے مزید مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ کرنے کا آغاز ان افراد سے کرو جن کے تم کفیل ہو اور بقدر ضرورت رزق ملنے پر ملامت نہ کی جائے۔'' (صحیح مسلم عن ابی اسامۃ)

(١٦١٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ......

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ، فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ لِي: ((يَا حَكِيمُ، إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى۔)) قَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا

جناب سعید بن مسیّب اور عروہ بن زبیر رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا تو آپ نے عطا فرمایا، میں نے پھر مانگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے حکیم! یہ مال بڑا سرسبز اور شیریں ہے، جو شخص اسے اپنے دل کو سخی رکھ کر لے تو اس کی دولت میں برکت ہوتی ہے اور جو لالچ کے ساتھ لیتا ہے اس کی دولت میں کچھ برکت نہیں ہوگی۔ اس کا حال اس شخص جیسا ہوگا جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا (یادرکھو) اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا:

(١٦١٨) صحيح ......أخرجه ابوداود عن مالك بن نضلة: ١٦٤٩

(١٦١٩) أخرجه البخاري: ٢٧٥٠، ٣١٤٣، و مسلم: ١٠٣٥

بَـعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا۔فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَـدْعُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ ، فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مَنْهُ شَيْئًا ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ ، فَأَبَى أَنْ يَـقْبَـلَـهُ ، فَـقَـالَ: يَـا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ ، إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ هَذَا الْـفَـيْءِ ، فَـأَبَـى أَنْ يَأْخُذَهُ ، فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَـدًا مِـنَ الـنَّـاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوُفِّيَ۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اب اس کے بعد میں کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا تا آنکہ اس دنیا سے میں جدا ہو جاؤں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حکیم رضی اللہ عنہ کو عطیات دینے کے لیے بلاتے تو وہ لینے سے انکار کردیتے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کا حصہ دینا چاہا تو انہوں نے اس کے لینے سے انکار کردیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مسلمانو! میں حکیم پر اس کا وہ حق پیش کرتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے مال فے میں سے اس کیلئے تقسیم کیا ہے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کردیا۔ غرض حکیم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے بھی کوئی چیز لینے سے ہمیشہ انکار ہی کرتے رہے یہاں تک کہ وفات پا گئے۔

شرح: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے: ((إِنَّـمَا أَنَـا خَـازِنٌ ، فَمَنْ أَعْطَيْتُهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ ، فَيُبَارَكُ لَهُ فِيهِ ، وَمَنْ أَعْطَيْتُهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ وَشَرَهٍ ، كَانَ كَـالَّـذِي يَأْكُلُ وَلا يَشْبَعُ۔)) ......''میں تو محض خازن ہوں (یادرکھو) جسے میں خوشی سے مال دے دوں تو اس کے لیے اس میں برکت ہوگی اور جسے میں مانگنے پر اور حرص ظاہر کرنے پر دوں تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔'' (صحيح مسلم: ١٠٣٧)

''جس نے نفس کی سخاوت سے مال وصول کیا'' یعنی بغیر حرص، لالچ اور طمع کرتے ہوئے وصول کیا اور وہ مال پر سانپ بن کر نہیں بیٹھا کہ ایک دمڑی خرچ نہ کرے بلکہ وہ ضروریات میں خرچ کرتا ہے اور صدقات وعطیات دیتا ہے۔

''جس نے لالچ سے مال لیا اس کی مثال کھانے کے باوجود آسودہ نہ ہونے والے کی طرح ہے'' یہ ایک بیماری ہے جو عموماً اونٹوں کو لاحق ہو جاتی ہے، انسان بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسے طب کی زبان میں جوع القلب کہا جاتا ہے۔ ایک انسان کھاتا چلا جاتا ہے مگر سیری نہیں ہوتی۔

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے'' اوپر والے ہاتھ سے مراد خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد لینے والا ہاتھ ہے، حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ کہا گیا ہے اوپر والے ہاتھ سے مراد ''المتعففه'' یعنی جو سوال نہ کرے وہ ہاتھ ہے، یہ معنی یہاں زیادہ موزوں ہے۔

(١٦٢٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الطَّاهِرِيُّ، أَنْبَأَنَا جَدِّي عَبْدُ الصَّمَدِ الْبَزَّارُ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ، أَنْبَأَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ......

عَنْ ثَوْبَانَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ يَتَكَفَّلُ أَنْ لا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، وَأَتَكَفَّلُ لَهُ الْجَنَّةَ۔)) قَالَ ثَوْبَانُ مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا، قَالَ: فَكَانَ يُعْلَمُ أَنَّ ثَوْبَانَ لا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے وہ جو مجھے لوگوں سے کچھ نہ مانگنے کی ضمانت دے دے، میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا۔'' رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں (ضمانت دیتا ہوں) راوی کہتا ہے، سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگتے، معمر نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں، ثوبان کا خیال رکھا کرو کیونکہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ راوی نے کہا: اگر سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کی لاٹھی یا کوڑا اگر جاتا تو وہ کسی سے پکڑانے کا سوال نہ کرتے حتی کہ خود اترتے اور اسے اٹھاتے۔

(١٦٢١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ......

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ يَتَقَبَّلُ لِي بِوَاحِدَةٍ، فَأَتَقَبَّلُ لَهُ الْجَنَّةَ؟)) قَالَ ثَوْبَانُ: أَنَا، قَالَ: ((لا تَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئًا۔)) وَكَانَ ثَوْبَانُ تَسْقُطُ عِلاقَةُ سَوْطِهِ، فَلا يَأْمُرُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ، وَيَنْزِلُ هُوَ، فَيَأْخُذُهُ۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھے ایک بات کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر لوگوں سے کچھ نہ مانگنا۔'' اس کے بعد ثوبان رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ اگر ان کا کوڑا اگر جاتا (اور وہ اونٹ پر سوار ہوتے) تو کسی سے پکڑانے کے لیے

(١٦٢٠) صحيح ...... أخرجه النسائى: ٥/ ٩٦، وابن ماجه: ١٨٣٧

(١٦٢١) انظر الحديث السابق

نہ کہتے حتی کہ خود اترتے اور اسے پکڑتے۔

شرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا کاروبار جس میں کچھ شکوک وشبہات ہوں، وہ گداگری اور بھکاری پن سے بہتر ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی معتبر شخص کسی ضرورت مند کے لیے لوگوں سے اپیل کرلے اور ان کی ضروریات کا حل کردے تو یہ نیک عمل اور باعث اجروثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے، ابن وہب سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کسی کی ضرورت اور احتیاج کو جانتا ہے، خود اس کے پاس دینے کے لیے اگرچہ کچھ نہیں لیکن لوگوں کے سامنے اس کی اپیل اور تائید بڑی مؤثر ہے تو کیا اسے اپیل کردینی چاہیے، انہوں نے کہا: جی ہاں اور اس بات کا اجر اسے اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرمائیں گے۔ امام مالک رحمہ اللہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے حتی کہ وہ ابتلا میں مبتلا ہو گئے۔ ابن وہب کہتے ہیں: میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔

(32)......بَابُ تَحْرِيْمِ السُّؤَالِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ وَوَعِيْدِ السَّائِلِ

ضرورت کے علاوہ مانگنا حرام ہے اور مانگنے والے کے لیے وعید

(١٦٢٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ......

قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةَ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ)) وَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ ، ثُمَّ بِمُوسَى ، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتی کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں (لوگوں کے سامنے) آئے گا کہ اس کے چہرے میں گوشت کا ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً سورج قیامت کے دن اتنا قریب ہوگا کہ پسینہ کانوں کے نصف تک پہنچے گا، لوگ اسی پریشانی کے عالم میں ہوں گے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے مدد چاہیں گے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کے خواہستگار رہوں گے۔''

شرح (مُزْعَةُ لحم) ''گوشت کا ٹکڑا'' یہ سزا کئی طرح سے ہوسکتی ہے(۱) ایسا شخص جس نے مانگ مانگ

(١٦٢٢) أخرجه البخاري: ١٤٧٤ ، ١٤٧٥ ، و مسلم: ١٠٤٠

کر اپنے چہرے کو ذلیل کیا، قیامت کے دن بھی اس کا چہرہ اس حال میں ہوگا کہ اس کی عزت ہوگی، نہ کوئی اسے دیکھنا گوارا کرے گا۔ اعاذنا اللّٰہ!

(۲) پیشہ ور بھکاری کے چہرے پر روز قیامت گوشت نہیں ہوگا صرف ہڈیاں ہوں گی۔ اس طرح وہ خوفناک شکل کا حامل ہوگا یا تو اس لیے کہ قیامت کی جزاوسزا دنیوی عمل کے مماثل ہوگی۔ اس شخص نے دنیا میں مانگ مانگ کر اپنے چہرے کو ذلیل کیا حتی کہ کسی کے نزدیک بھی اس کی وقعت نہ رہی تو قیامت کے دن اس چیز کا اثر اس کے چہرے پر ہوگا یا اس لیے کہ چہرہ جسم کا مرکزی عضو ہے۔ ہر قسم کے اثرات اسی سے ظاہر اور ھویدا ہوتے ہیں تو بھکاری پن کے اثرات بھی چہرے سے واضح ہوں گے۔ ایسا بطور علامت اور شعار کے ہوگا نہ کہ بطور عقوبت اور سزا کے، یہ مفہوم امام خطابی کا بیان کردہ ہے۔

(١٦٢٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ......

عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ السَّلُولِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ، أَتَاهُ أَعْرَابِيٌّ، فَأَخَذَ بِطَرَفِ رِدَائِهِ، فَسَأَلَهُ إِيَّاهُ، فَأَعْطَاهُ وَذَهَبَ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ حَرُمَتِ الْمَسْأَلَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ، وَلا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ إِلا لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ، وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهِ مَالَهُ، كَانَ خُمُوشًا فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَرَضْفًا يَأْكُلُهُ مِنْ جَهَنَّمَ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ۔))

سیدنا حبشی بن جنادہ سلولی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے مقام پر کھڑے ہو کر فرماتے ہوئے سنا۔ ہوا یوں کہ ایک اعرابی نے آکر آپ کی چادر مبارک کا کنارہ پکڑ لیا اور آپ سے مانگنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطا فرمایا اور وہ چلا گیا، اس موقع پر مانگنا (پیشہ ورانہ طور پر) حرام قرار دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مانگنا کسی مالدار شخص یا طاقت ور تندرست شخص کے لیے جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو خاک آلودہ کر دینے والے فقر اور پریشان کن تاوان میں گرفتار ہو اور جو آدمی لوگوں سے اس لیے مانگے کہ وہ اپنے مال میں اضافہ کرے تو مانگنا قیامت کے روز اس کے چہرے پر خراشیں ہوگا اور یہ کہ گرم پتھر میں جس کو بھکاری کھاتا ہے، جس کا جی چاہے تھوڑے کھالے اور جو چاہے زیادہ کھالے۔

(١٦٢٣) ضعيف ...... أخرجه الترمذي: ٦٥٣

شرح: (لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ)...... ''فقیر محتاج خاک نشین کے لیے'' ابو عبید نے کہا: ''دقع'' کا معنی ہے ضرورت کے ہاتھوں سخت مجبور ہونا، حددرجہ عاجز اور درماندہ ہو جانا، یعنی کسی شخص کو ایسی غربت اور معدومیت لاحق ہو کہ وہ زمین سے جا لگے، سب کچھ بک بکا جائے اور وہ خاک چھاننے پر مجبور ہو جائے۔

ابن اعرابی نے کہا: دقع سے مراد، مفلسی اور قلاشی کا بدترین جھٹکا اور اندیشہ ہے۔

''خموش'' کا معنی خراشیں ہے، ''رَضْفُ'' کا معنی گرم پتھر ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا، فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ فَلْيَسْتَكْثِرْ.)) ......''جو شخص لوگوں سے مانگتا ہے تاکہ اپنے مال میں اضافہ کرے یقیناً وہ انگاروں کا سوال کرتا ہے، تھوڑے مانگ لے یا زیادہ۔'' (صحيح مسلم: ١٠٤١)

(١٦٢٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلانَ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عُقْبَةَ......

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ إِلا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِي أَمْرٍ لا بُدَّ مِنْهُ.))

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مانگنا تو اپنے آپ کو زخمی کرنا ہے اس طریقے سے آدمی اپنے چہرے کو نوچتا ہے مگر یہ کہ حاکم سے مانگے یا ایسی چیز مانگے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔''

(١٦٢٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ الطَّاهِرِيُّ، أَنْبَأَنَا جَدِّي أَبُو سَهْلٍ عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَزَّازُ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ عُذَافِرٍ، أَنْبَأَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبَّادٍ الدَّبَرِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَارُونَ بْنِ رِيَابٍ......

عَنْ كِنَانَةَ الْعَدَوِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ، إِذْ جَائَهُ نَفَرٌ مِنْ قَوْمِهِ يَسْتَعِينُونَهُ فِي نِكَاحِ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَأَبَى أَنْ يُعْطِيَهُمْ شَيْئًا، فَانْطَلَقُوا مِنْ عِنْدِهِ، قَالَ كِنَانَةُ: فَقُلْتُ لَهُ: أَنْتَ سَيِّدُ قَوْمِكَ، وَأَتَوْكَ

جناب کنانہ عدوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں سیدنا قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کی قوم کے چند لوگ آئے۔ وہ ان سے ایک شخص کے نکاح کے سلسلہ میں معاونت کے طلب گار تھے، انہوں نے کچھ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ سب ان کے پاس سے اٹھ کر چلے

(١٦٢٤) صحيح ......أخرجه ابوداود: ١٦٣٩، الترمذي: ٦٨١، والنسائي: ٥/ ١٠٠

(١٦٢٥) أخرجه مسلم: ١٠٤٤

يَسْأَلُونَكَ ، فَلَمْ تُعْطِهِمْ شَيْئًا؟ قَالَ: أَمَّا فِي مِثْلِ هَذَا ، فَلا أُعْطِي شَيْئًا ، وَلَوْ عَصَبَهُ بِقِدٍّ حَتَّى يَقْحَلَ ، لَكَانَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ فِي مِثْلِ هَذَا ، وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ ذَلِكَ: إِنِّي تَحَمَّلْتُ بِحَمَالَةٍ فِي قَوْمِي ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنِّي تَحَمَّلْتُ بِحَمَالَةٍ فِي قَوْمِي ، أَتَيْتُكَ لِتُعِينَنِي فِيهَا ، قَالَ: ((بَلْ نَحْمِلُهَا عَنْكَ يَا قَبِيصَةُ ، وَنُؤَدِّيهَا إِلَيْهِمْ مِنَ الصَّدَقَةِ)) ثُمَّ قَالَ: ((يَا قَبِيصَةُ! إِنَّ الْمَسْأَلَةَ حَرُمَتْ إِلا فِي إِحْدَى ثَلاثٍ ، فِي رَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ ، فَاجْتَاحَتْ مَالَهُ ، فَيَسْأَلُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشِهِ ، ثُمَّ يُمْسِكُ ، وَفِي رَجُلٍ أَصَابَتْهُ حَاجَةٌ حَتَّى يَشْهَدَ ثَلاثَةُ نَفَرٍ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ أَنَّ الْمَسْأَلَةَ قَدْ حَلَّتْ لَهُ ، فَيَسْأَلُ حَتَّى يُصِيبَ الْقِوَامَ مِنَ الْعَيْشِ ثُمَّ يُمْسِكُ ، وَفِي رَجُلٍ تَحَمَّلَ بِحَمَالَةٍ ، فَيَسْأَلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَمْسَكَ ، وَمَا كَانَ غَيْرُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ سُحْتٌ يَأْكُلُهُ صَاحِبُهُ سُحْتًا.))

گئے، کنانہ نے کہا: میں نے ان سے کہا: آپ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ وہ آپ سے مانگنے کے لیے آئے آپ نے انہیں کچھ بھی نہ دیا؟ انہوں نے جواب دیا: اس قسم کے معاملات میں میں کچھ نہیں دیا کرتا، اگر وہ تنگ دستی اور بدحالی سے ہڈی اور چمڑہ ہوجائے تو یہ اس کے حق میں مانگنے سے بہتر ہے، میں تجھے اس کے متعلق بتاتا ہوں۔ ہوا یوں کہ میں نے ایک دفعہ اپنی قوم میں ایک مالی بوجھ اپنے ذمے لے لیا، پھر اس کی (ادائیگی میں تعاون کی) بابت سوال کرنے کے لیے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے قبیصہ! ہم اس بوجھ کو آپ سے ہٹائیں گے اور صدقے کے مال سے ان کی ادائیگی کے لیے دیں گے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے قبیصہ !بلاشبہ مانگنا حرام ہے سوائے تین حالتوں میں سے ایک کے: ایک وہ آدمی کہ اس پر کوئی ایسی آفت یا مصیبت آپڑی جس نے اس کا مال تباہ کردیا تو ایسے شخص کے لیے سوال کرنا حلال ہے حتی کہ گزارے کے لائق اپنی ضروریات حاصل کرلے اور پھر رک جائے، دوسرا وہ آدمی جسے انتہائی احتیاج نے آلیا ہو حتی کہ اس کی قوم کے تین عقل مند افراد گواہی دے دیں تو اسے بھی سوال کرنا حلال ہے حتی کہ گزران حاصل کرلے اور پھر رک جائے، تیسرا وہ شخص جس نے کوئی ضمانت لی ہو تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتی کہ اپنی ضروریات پوری کرلے، پھر رک جائے۔ ان صورتوں کے علاوہ مانگنا حرام ہے اور مانگنے والا حرام کھاتا ہے۔

شرح (القحلُ) ''جلد کا ہڈی سے مل جانا، کمزوری اور لاغری کی بنا پر۔

(١٦٢٦)۔ حَدَّثَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ الْحُسَيْنِ الْمُوسَوِيُّ، وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرَبَنْدَكُشَائِيُّ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَرَّاجٍ الطَّحَّانُ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشِ بْنِ سُلَيْمَانَ، أَنْبَأَنَا أَبُو حَسَنٍ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ هَارُونَ بْنِ رِيَابٍ، عَنْ كِنَانَةَ بْنِ نُعَيْمٍ......

عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لا تَحِلُّ إِلا لِثَلاثَةٍ: رَجُلٍ تَحَمَّلَ بِحَمَالَةٍ بَيْنَ قَوْمٍ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ، فَاجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَيَسْأَلُ حَتَّى يُصِيبَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ، أَوْ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَشْهَدَ لَهُ ثَلاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ أَنْ قَدْ أَصَابَتْهُ حَاجَةٌ، وَأَنْ قَدْ حَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، وَمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْمَسَائِلِ سُحْتٌ۔))

سیدنا قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ مانگنا صرف تین آدمیوں کے لیے جائز ہے: ایک وہ شخص جس نے (جھگڑا نمٹانے کے لیے) اپنی قوم میں کوئی مالی بوجھ اپنے ذمے لے لیا ہو، دوسرا وہ شخص جس پر کوئی ناگہانی آفت آگئی جس نے اس کا مال ختم کردیا اس کے لیے بھی مانگنا جائز ہے حتی کہ اس کا گزارا ہونے لگے یا اس کی گزران درست ہو جائے تیسرا وہ شخص جسے فاقوں کی نوبت آگئی حتی کہ اس کی قوم کے تین سمجھ دار (معتبر) آدمی گواہی دیں کہ واقعتاً فلاں شخص فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی مانگنا جائز ہے۔ ان حالات کے علاوہ مانگنا حرام ہے۔''

شرح: (تحمّل حَمَالة) ''ضامن بن گیا'' کسی معاملے میں مالی ذمہ داری اٹھالی اور ادا کرنا پڑ گئی۔ ذاتی وسائل اس قدر نہیں کہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ (سداد) ضرورت پوری ہو جائے'' کسی شیشی کو صحیح طرح سے بند کرنے کو''سداد القارورة'' کہتے ہیں اگر یہ لفظ سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر معنی ہوتا ہے: درستی خواہ وہ گفتگو اور بات چیت میں ہو، تیر اندازی میں ہو یا کسی اور چیز میں۔

(السُّحْتُ) ''حرام اور ناجائز'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَكَّـٰلُونَ لِلسُّحْتِ﴾...... ''وہ پرلے درجے کے حرام خور ہیں۔'' (المائدہ:۴۱) یعنی یہودی رشوت لے کر غلط فیصلے کرتے ہیں۔ ''سحت'' کا لغوی معنی ہے: تباہ و برباد کر دینا، ہلاک کردینا، ناجائز مال چونکہ برکت کو ختم کر دیتا ہے اس لیے اسے ''سحت'' کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَيُسْحِتَكُم بِعَذَابٍ﴾...... ''وہ تمہیں عذاب بھیج کر تباہ و برباد کردے گا۔''

(١٦٢٦) انظر الحديث السابق

اس حدیث میں صرف تین قسم کے آدمیوں کو سوال کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور انہیں صدقہ (زکاۃ) لینا اور مانگنا حلال ہے۔ ان میں ایک غنی اور دو فقیر ہیں۔

پھر فقیر ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں ایک ظاہری اور دوسری مخفی۔ غنی انسان اس وقت مانگ سکتا ہے جب وہ کسی کا ضامن بن جائے اور اس کی توضیح یہ ہے کہ کسی قوم میں یا بعض افراد میں کوئی جان یا مال کی بنا پر عداوت پیدا ہو جائے اوران کی صلح نہ ہو رہی ہو، بلکہ مزید حالات بگڑنے اور پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو کوئی بھلا انسان ان میں صلح کی پیش کش کردے اور قرض یا دیت وغیرہ کی ادائیگی کا ضامن بن جائے تاکہ ان مسلمانوں کی آپس میں صلح ہو جائے اور پھوٹ نہ پڑے تو ایسے غنی کو دوسرے لوگوں سے سوال کرنے کی اجازت ہے اور عام لوگوں کو بھی چاہیے کہ صدقات سے اس کے ساتھ تعاون کریں۔

دوسری قسم کا وہ آدمی جس کا مال کسی عام ظاہری آفت سے مثلاً سیلاب آجانے سے، آگ لگ جانے سے، سمندر میں غرق ہو جانے سے یا زلزلے وغیرہ سے ہلاک ہو جائے اور عام لوگوں کے علم میں ہو تو ایسے شخص سے دلیل اور گواہ طلب کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے ویسے ہی تعاون دیا جائے اور اس پر صدقات خرچ ہو سکتے ہیں۔

تیسری قسم کا وہ شخص ہے جو مالدار اور غنی ہونے کی شہرت رکھتا ہو مگر کسی خسارے، گھاٹے، چوری، دھوکہ اور خیانت ہو جانے کا اس طرح شکار ہو جائے کہ فاقوں تک نوبت آگئی ہو تو ایسے شخص کے لیے اس کی قوم کے تین سمجھدار افراد گواہی دیں تو اسے سوال کرنا جائز ہے اور اس سے تعاون کرنا ضروری ہے اور اس کو صدقات دینا بھی جائز ہے حتی کہ وہ گزران حاصل کرلے، علاوہ ازیں سوال کرنا حرام اور صدقہ دینا ناجائز ہے۔

تین افراد مقرر کرنے کا مطلب حقیقت حال کی وضاحت اور معاملے کی چھان پھٹک ہے تاکہ کسی بہروپیے کو بہروپ بھرنے کا موقع نہ ملے، تین افراد کا تقرر بطور گواہی کے نہیں ہے شریعت میں کسی معاملے میں بھی تین افراد سے گواہی کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم!

(١٦٢٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الطَّاهِرِيُّ، أَنْبَأَنَا جَدِّي عَبْدُ الصَّمَدِ الْبَزَّازُ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْعُذَافِرِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الدَّبَرِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا نَتَسَائَلُ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ، يَسْأَلُ الرَّجُلُ فِي الْفَتْقِ يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمِهِ، فَإِذَا بَلَغَ

جناب بہز بن حکیم اپنے والد محترم سے اور ان کے والد اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپس میں ایک دوسرے سے روپیہ پیسہ مانگ لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے

(١٦٢٧) اسناده حسن ...... أخرجه الامام احمد فى المسند: ٢٠٠٣٣

أَوْ كَرَبَ أَمْسَكَ.))

فرمایا: ''جی ہاں (کوئی حرج نہیں) آدمی اپنے لوگوں سے علاج معالجے کے لیے رقم کا سوال کرسکتا ہے جب معاملہ ختم ہوجائے یا ضرورت پوری ہوجائے تو رک جانا چاہیے۔''

(١٦٢٨)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَيَزِيدُ......

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلا، قَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا قَوْمٌ نَتَسَائَلُ أَمْوَالَنَا، فَقَالَ: ((يَسْأَلُ الرَّجُلُ فِي الْجَائِحَةِ وَالْفَتْقِ، فَإِذَا اسْتَغْنَى أَوْ كَرَبَ اسْتَعَفَّ.))

جناب بہز بن حکیم اپنے والد سے اور ان کے والد اپنے دادا سے (جو کہ صحابی رسول ہیں) سے بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ہم ایسے لوگ ہیں کہ ایک دوسرے سے مال اور رقم مانگ لیا کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کسی آفت اور مصیبت نیز علاج معالجے کی غرض سے مانگ سکتا ہے، تو جب ضرورت پوری ہوجائے یا پوری ہونے کے قریب ہو تو اسے مانگنے سے رک جانا چاہیے۔''

(33)......بَابُ مَنْ أُعْطِيَ مِنْ غَيْرِ سُؤَال

اس شخص کا بیان جس کو بغیر سوال کے مال دیا گیا

(١٦٢٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَنْبَأَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ......

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ، فَأَقُولُ: أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي حَتَّى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالا، فَقُلْتُ: أَعْطِهِ مَنْ هُوَ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی چیز عطا فرماتے تو میں عرض کرتا کہ آپ مجھ سے زیادہ محتاج کو دے دیجئے۔ ایک مرتبہ آپ نے مجھے مال دیا تو میں نے

(١٦٢٨) انظر الحديث السابق

(١٦٢٩) أخرجه البخاري: ٧١٦٣، ٧١٦٤، و مسلم: ١٠٤٥

أَفْقَرُ مِنِّى إِلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ، وَتَصَدَّقْ بِهِ، فَمَا جَائَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلا سَائِلٍ، فَخُذْهُ، وَمَا لا، فَلا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.))

کہا: جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو اسے دے دیجئے اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لے لو، کام میں لاؤ اور صدقہ کرو، تمہیں کوئی ایسا مال ملے جس پر تمہارا خیال نہ لگا ہوا ہو اور نہ تم نے اسے مانگا ہو تو اسے قبول کرلیا کرو اور جو نہ ملے تو اس کی پروانہ کرو اور اس کے پیچھے نہ پڑو۔''

شرح ''أَنْتَ غيرُ مُشْرِفٍ'' تجھے اس مال کا لالچ اور حرص نہ ہو' دل کو اس میں اٹکا نہ رکھا ہو اور بری طرح اس کا پیچھا نہ کر رہے ہو۔

جناب نافع کہتے ہیں: مختار سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مال بھیجا کرتا تھا تو آپ قبول فرما لیتے اور کہتے: میں کسی سے کچھ نہیں مانگتا اور نہ اللہ کا دیا ہوا رزق واپس کرتا ہوں۔

(34)......بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَةِ
صدقہ کرنے کی فضیلت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾...... ''جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہا۔'' (سورۂ لیل:۵،۶)

اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾...... ''ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں خرچ کرتے ہیں۔'' (سورۂ بقرہ:۲۶۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاٰتَتْ اُكُلَهَا﴾...... ''اور وہ اپنا پھل دگنا لائے۔'' (سورۂ بقرہ:۲۶۵)
یعنی باقی باغات کی نسبت اس کا پھل دگنا ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾...... ''اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔'' (سورۂ دہر:۸)

(١٦٣٠)۔ أَنْبَأَنَا أَبُو عُمَرَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، أَنْبَأَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ......

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَذْكُرُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا: ((إِنَّ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ سے بیان کر رہے تھے کہ آپ نے ایک دن فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ

(١٦٣٠) منکر بزيادة "وتصديق ذالك ......" وانظر الحديث رقم ١٦٣٢ ......أخرجه الترمذي بالفاظ متقاربة: ٦٦٢

اللّٰہَ تَبارَكَ وَتَعالَى يَقْبَلُ الصَّدَقَاتِ، وَلا يَقْبلُ مِنْهَا إِلا الطَّيِّبَ يَأْخُذُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحدُكُمْ مُهْرَهُ أَوْ فَصِيلَهُ، حَتَّى تَصِيرَ اللُّقْمَةُ مِثْلَ أُحُدٍ، وَتَصْدِيقُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وتَعَالَى الْمُنَزَّلِ: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ وَ ﴿أَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾

صدقات قبول فرماتے ہیں اور ان میں سے پاکیزہ ہی کو قبول کرتے ہیں طیب صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑتے ہیں، پھر اسے صدقہ دینے والے کے لیے پالتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی ایک گھوڑے کے چھوٹے بچے کو یا اونٹ کے چھوٹے بچے کو پالتا ہے حتیٰ کہ (صدقے میں دیا گیا) ایک لقمہ احد پہاڑ جتنا ہوجاتا ہے؟ اس بات کی تصدیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب میں ہے: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ ...... ''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقے کو بڑھاتا ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۷۶) مزید ارشاد خداوندی ہے: ﴿اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ ...... ''اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے۔'' (سورۂ توبہ: ۱۰۴)

(١٦٣١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ عَجْلانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا مِنْ عَبْدٍ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلا طَيِّبًا، وَلا يَصْعَدُ إِلَى السَّمَاءِ إِلا طَيِّبٌ إِلا كَأَنَّمَا يَضَعُهَا فِي يَدِ الرَّحْمَنِ، فَيُرَبِّيهَا لَهُ كَمَا يُرَبِّي

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو شخص بھی اپنی نیک کمائی سے صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ کمائی سے کیا ہوا صدقہ ہی قبول فرماتا ہے اور آسمان کی جانب طیب اور پاکیزہ صدقہ ہی چڑھتا ہے (ایسا پاکیزہ

(١٦٣١) صحيح ......أخرجه الامام الشافعي في المسند: ٤٥٨، وابن حبان: ٣٣١٩، وأخرج البخاري نحوه كما في الحديث الآتي.

أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، حَتَّى إِنَّ اللُّقْمَةَ لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهَا لَمِثْلُ الْجَبَلِ الْعَظِيمِ)) ثُمَّ قَرَأَ: ﴿أَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾

صدقہ) گویا اس نے رحمٰن کے ہاتھ مبارک میں تھما دیا ہے، اللہ تعالیٰ تو اس صدقہ کو یوں پالتا ہے جس طرح تمہارا کوئی شخص اپنے گھوڑے کے بچے کو (بڑے شوق وذوق سے) پالتا پوستا ہے یہاں تک کہ ایک لقمہ (راہ خدا میں دیا ہوا) قیامت کے روز ایک بڑے پہاڑ کی صورت میں آئے گا، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ﴿أَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾...... ''اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے۔'' (سورۂ توبہ:۱۰۴)

(۱٦۳۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ......

عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ بِصَدَقَةٍ مِنْ طَيِّبٍ، وَلا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلا الطَّيِّبَ، إِلا أَخَذَهَا الرَّحْمَنُ بِيَمِينِهِ، وَإِنْ كَانَتْ تَمْرَةً تَرْبُو فِي كَفِّ الرَّحْمَنِ حَتَّى تَكُونَ أَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص حلال کمائی سے کچھ بھی صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ اگر وہ کھجور ہوتی ہے تو اللہ کے ہاتھ میں وہ بڑھتی ہے حتی کہ وہ پہاڑ سے بہت بڑی ہوجاتی ہے جیسے کوئی اپنے جانور یا اونٹ کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے۔''

(۱٦۳۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ الْخِرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ

(۱٦۳۲) أخرجه البخاري: ۱٤۱۰، ۷٤۳۰، و مسلم: ۱۰۱٤

(۱٦۳۳) أخرجه مسلم: ۲۵۸۸

جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا الْعَلاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِّلّٰهِ إِلا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔)) وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ فِي رِوَايَتِهِ: ((وَمَا زَادَ اللّٰهُ رَجُلا بِعَفْوٍ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ دینا مال کو کم نہیں کرتا اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ آدمی کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اسے رفعت اور بلندی سے ہمکنار فرماتا ہے۔'' عبدالعزیز راوی کہتے ہیں: ایک روایت میں ''عبداً'' کی بجائے ''وَمَا زَادَ اللّٰهُ رَجُلا بِعَفْوٍ'' کے الفاظ ہیں۔

شرح: ''صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا'' یعنی اللہ تعالیٰ ایسے مال میں برکت فرما دیتے ہیں تو مال میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لفظ زکاۃ کا ایک معنی بڑھنا بھی ہے۔

(١٦٣٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكَرَّمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيسَى الْخَزَّازُ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِءُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَتَدْفَعُ عَنْ مِيتَةِ السَّوْءِ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔''

(١٦٣٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، نُودِيَ فِي الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! هَذَا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے جنت میں بلایا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ

(١٦٣٤) ضعيف ......أخرجه الترمذي: ٦٦٤

(١٦٣٥) أخرجه البخاري: ١٨٩٧، و مسلم: ١٠٢٧

خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ۔)) قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ۔))

اچھا ہے، پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو زکاۃ ادا کرنے والا ہو گا اسے زکاۃ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزہ دار ہو گا اسے ''باب ریان'' سے بلایا جائے گا۔'' اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔''

شرح مذکورہ بالا سند سے مروی ہے: ''جو اللہ کے راستے میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے گا اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے متعدد دروازے ہیں تو جو نمازی ہوگا............۔'' الخ

مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''زوجان'' دو چیزیں خرچ کرے گا'' سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو گھوڑے، دو غلام یا دو اونٹ۔'' یعنی ہر چیز اکیلی نہیں بلکہ اس کا جوڑا خرچ کرے گا مثلاً دو درہم، دو دینار وغیرہ۔

فائدہ: اس مفہوم کی درج ذیل روایت صحیح ہے:

عَنْ صَعْصَعَةَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: حَدِّثْنِي۔ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ مَالٍ لَهُ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوْهُ إِلٰى مَاعِنْدَهُ۔)) قُلْتُ: وَكَيْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: ((إِنْ كَانَتْ إِبِلًا فَبَعِيرَيْنِ وَإِنْ كَانَتْ بَقَراً فَبَقَرَتَيْنِ۔)) ...... صعصعہ بن معاویہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کو ملا اور کہا کہ مجھے کوئی حدیث بیان کرو۔ انھوں نے کہا: لیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان بندہ ہر مال میں سے ایک ایک جوڑا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے اور اسے اپنی طرف والی نعمتوں کی طرف بلائیں گے۔'' میں نے کہا: (ہر مال میں سے ایک ایک جوڑا)، اس کی کیا صورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اونٹ ہیں تو دو اونٹ اور اگر گائیں ہیں تو دو گائیں (علی ہذا القیاس)۔'' (نسائی : ٢/ ٦٦، صحیحه : ٥٦٧)

(١٦٣٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ......

عَنِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ قَالَ: ذُبِحَ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ شَاةٌ، فَلَمَّا سُلِخَتْ، جَاءَ مِسْكِينٌ يَسْتَطْعِمُ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ نَفْسُهُ، فَقَطَعَ لَهُ مِنْهَا عُضْوًا، فَأَطْعَمَهُ، فَذَهَبَ الْمِسْكِينُ، فَدَلَّ آخَرَ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَطَعَ لَهُ مِنْهَا عُضْوًا، فَأَطْعَمَهُ، فَتَدَالُّوا عَلَيْهِ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُهُمْ حَتَّى أَطْعَمَ الشَّاةَ جَمِيعًا، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَلَا تَرَكْتَ لَنَا بَعْضَ شَاتِنَا نَأْكُلُهُ، فَقَالَ: ((كُلُّهَا وَاللّٰهِ لَنَا۔))

جناب عمرو، مطلب بن عبداللہ کے آزاد کردہ غلام، مطلب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بکری ذبح کی گئی، جب اس کی کھال اتاردی گئی تو ایک مسکین کھانے کی صدا لگاتا ہوا آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اٹھے اور اسے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر کھانے کے لیے دیا، وہ مسکین چلا گیا، اتنے میں دوسرا مسکین آ دھمکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اسے بھی گوشت کا ایک عضو کاٹ کر کھانے کے لیے دیا۔ پھر یکے بعد دیگرے بہت سارے مساکین آپ کے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور انہیں گوشت مرحمت فرماتے رہے حتی کہ آپ نے مکمل بکری مساکین میں بانٹ دی۔ اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! ! آپ اپنے کھانے کے لیے بکری کا کچھ حصہ رکھ لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! سارا گوشت ہی ہمارا ہے۔''

شرح وَرُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا بَقِيَ مِنْهَا؟)) قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلا كَتِفُهَا، قَالَ: ((بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا۔))......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ہم نے ایک دفعہ بکری ذبح کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بکری کے گوشت سے کیا بچا ہے؟ انہوں نے کہا: صرف شانے کا گوشت ہی بچا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کندھے کے گوشت کے علاوہ باقی سب بچ گیا ہے اور محفوظ ہوگیا۔'' (صحیح، ترمذی: ٢٤٧٠)

(١٦٣٦) فی اسناده المطلب بن عبد الله، روایته عن عائشة مرسلة

(١٦٣٧)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی تَوْبَةَ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَارِثِ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْكِسَائِیُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَحْمُودٍ، أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ، أَنَّهُ سَمِعَ يَزِيدَ بْنَ أَبِی حَبِيبٍ، يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ، قَدْ حَدَّثَهُ......

أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((كُلُّ امْرِءٍ فِی ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ)) أَوْ قَالَ: ((يُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ۔)) قَالَ يَزِيدُ: فَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لا يَخْطِئُهُ يَوْمَ لا يَتَصَدَّقُ فِيهِ بِشَیْءٍ وَلَوْ كَعْكَةً أَوْ بَصَلَةً۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''ہر آدمی اپنے صدقے کے سائے میں ہو گا تا آنکہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔'' یزید کہتے ہیں: ابوالخیر رحمہ اللہ ہر روز ضرور صدقہ کیا کرتے تھے خواہ ایک پیاز ہی کیوں نہ کریں۔

(35)......بَابُ التَّصَدُّقِ بِالشَّيْءِ الْيَسِيرِ
معمولی چیز کا صدقہ کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ﴾...... ''جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں۔'' (سورۂ توبہ:۷۹)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ﴾...... ''اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں۔'' (سورۂ توبہ:۷۹)

لفظ ''جُهد'' جیم کے ضمہ کے ساتھ اس کے معنی محنت ومشقت اور وسعت وطاقت کے ہیں اور ''جَهد'' جیم کے فتحہ کے ساتھ کے معنی مبالغہ اور تاکید کے ہیں، جیسے قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ﴾...... ''اور ان لوگوں نے قسموں میں بڑا زور دے کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی۔'' (سورۂ انعام:۱۰۹) یعنی بڑی تاکید سے قسمیں کھائیں۔

(١٦٣٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ التُّرَابِیُّ الْمَعْرُوفُ بِأَبِی بَكْرِ بْنِ أَبِی الْهَيْثَمِ، أَنْبَأَنَا الْحَاكِمُ أَبُو الْفَضْلِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْحَدَّادِیُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو يَزِيدَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ الْخَالِدِ، أَنْبَأَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِیُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ......

(١٦٣٧) صحيح ......أخرجه الامام احمد فی المسند: ١٧٣٣٣

(١٦٣٨) أخرجه البخاری: ١٤١٣، ١٤١٧، ٦٠٢٣، مسلم: ١٠١٦

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ، فَلا يَرَى إِلا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ، فَلا يَرَى إِلا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَمَامَهُ، فَلا يَلْقَى إِلا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔))

سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا پروردگار ضرور گفتگو فرمائے گا، اس کے اور اس کے رب کے مابین کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو دور تک اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے اور وہ اپنی بائیں طرف نظر اٹھائے گا تو اپنے کیے ہوئے اعمال ہی دیکھے گا اور جب اپنے سامنے دیکھے گا تو صرف اور صرف آگ ہی پائے گا لہٰذا جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر بچو۔''

شرح: اسی سند سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ((فَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدُوا فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔)) ......''جو شخص طاقت رکھتا ہے کہ اپنے چہرے کو آگ سے بچائے (تو اسے بچانا چاہیے) خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی بچائے اور اگر یہ میسر نہ ہو تو عمدہ بات کر کے بچانا چاہیے۔'' (ایضاً)

(١٦٣٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَامُوَيْهِ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَعِيدِ بْنُ الْأَعْرَابِيِّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَالثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ......

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: جَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحَدُهُمْ: كَانَتْ لِي مِائَةُ أُوقِيَّةٍ، فَأَنْفَقْتُ مِنْهَا عَشْرَ أَوَاقٍ، وَقَالَ الْآخَرُ: كَانَتْ لِي مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَنْفَقْتُ مِنْهَا عَشَرَةَ دَنَانِيرَ، وَقَالَ الآخَرُ: كَانَتْ لِي عَشَرَةُ دَنَانِيرَ، فَأَنْفَقْتُ مِنْهَا دِينَارًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَنْتُمْ فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ، كُلُّ إِنْسَانٍ أَخْرَجَ عُشْرَ مَالِهِ۔))

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک نے کہا: میرے پاس سو اوقیے (چاندی) تھے تو میں نے ان میں سے دس اوقیے خرچ کر دیے۔ دوسرے نے کہا: میرے پاس سو دینار (سونا) تھے، میں نے ان میں سے دس دینار خرچ کر دیے، تیسرے نے کہا: میرے پاس دس دینار تھے، میں نے ان میں سے ایک دینار خرچ کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سب اجر وثواب میں برابر ہو، ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ خرچ کیا ہے۔''

(١٦٣٩) ضعیف ......أخرجه الامام احمد فی المسند: ٧٤٣، ٩٢٥

شرح مذکورہ بالا سند سے یوں بھی مروی ہے: ایک نے کہا: میں نے دس اوقیے صدقہ کیے ہیں، دوسرے نے کہا: میں نے دس دینار صدقہ کیے ہیں، تیسرے نے کہا: میں نے ایک دینار صدقہ کیا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا ہے، تم سب اجر وثواب میں برابر ہو۔'' (ایضاً)

(١٦٤٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو هُوَ ابْنُ مُرَّةَ، عَنْ خَيْثَمَةَ......

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّارَ، فَتَعَوَّذَ مِنْهَا، وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ، ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ، فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ، قَالَ شُعْبَةُ: أَمَّا مَرَّتَيْنِ فَلا أَشُكُّ، ثُمَّ قَالَ: ((اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔))

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آگ کا تذکرہ کیا اور اس سے پناہ مانگی اور چہرے سے ناگواری کا اظہار کیا، پھر آپ ﷺ نے جہنم کا تذکرہ کیا اور اس سے پناہ مانگی اور چہرے سے ناگواری کا اظہار کیا۔ شعبہ نے بیان کیا، دو مرتبہ آپ ﷺ کے جہنم سے پناہ مانگنے کے سلسلے میں مجھے کوئی شک نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم کی آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی کسی کو صدقہ کر کے ہو سکے اور اگر کسی کو یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کر کے ہی جہنم سے نجات حاصل کرے۔''

شرح ایک روایت میں ''اشاح'' کی بجائے ''اعرض'' کے الفاظ مروی ہیں، لفظ اشاح کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ آپ نے لوگوں کو آگ سے خوب ڈرایا اور پوری طرح خبردار کیا، وصیت اور خیرخواہی کا حق ادا کر دیا، دوسرا یہ کہ آپ نے اپنے چہرۂ مبارک کو ایک طرف ہٹایا جس طرح آدمی کسی ناگوار چیز کو دیکھتے وقت کرتا ہے۔

(١٦٤١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ هُوَ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

(١٦٤٠) أخرجه البخاري: ٦٠٢٣، و مسلم: ١٠١٦

(١٦٤١) أخرجه البخاري: ٦٠١٧، و مسلم: ١٠٣٠

((يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ۔)) نے فرمایا: ''اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی عورت اپنی کسی پڑوسن کے لیے کسی بھی چیز کو (ہدیہ میں) دینے کے لیے حقیر نہ سمجھے خواہ بکری کا پایہ ہی کیوں نہ ہو۔''

شرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تَهَادَوْا، فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ، وَلا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ۔)) ......''ایک دوسرے کوتحفہ دیا کرو بلاشبہ تحفہ دل کے کینے اور حسد کو ختم کر دیتا ہے اور کوئی عورت اپنی کسی پڑوسن کے لیے کسی بھی چیز کو ہدیہ دینے کے لیے حقیر نہ سمجھے خواہ بکری کا آدھا پایہ ہی کیوں نہ ہو۔'' (ضعیف، البتہ روایت کا دوسرا حصہ صحیح ہے، یعنی پڑوسن کو تحفہ دینا، ترمذی: ۲۱۳۰)

ابو معشر کا نام نجیح ہے اور وہ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام ہیں، ''وحر'' سے مراد کینہ اور غصہ ہے۔

(36)......بَابُ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ

ہر نیکی کا کام صدقہ ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾......''اور برتنے کی چیز نہیں دیتے۔'' (سورۂ ماعون: ۷)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ماعون سے مراد گھریلو استعمال کی چیزیں عاریتاً دینا ہے۔ ابو عبید نے کہا: جاہلیت میں ''الماعون'' کا مفہوم سخاوت کرنا تھا جبکہ اسلام میں اس سے مراد زکاۃ ادا کرنا اور اطاعت کرنا ہے، بعض نے کہا: اس سے مراد ہر کار خیر ہے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد پانی ہے۔

(١٦٤٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو غَسَّانَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ۔)) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔''

شرح سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نیکی کا کام صدقہ ہے، اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا بھی نیکی ہے اور یہ بھی نیکی ہے کہ آپ اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دیں۔'' (صحیح، ترمذی: ١٩٧٠)

(١٦٤٢) أخرجه البخاري: ٦٠٢١، و مسلم: ١٠٠٥

(١٦٤٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنْبَأَنَا الْقَاسِمُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: ((يَعْمَلُ بِيَدَيْهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ)) قَالُوا: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: ((يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفِ)) قَالُوا: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: ((يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ أَوْ بِالْخَيْرِ)) قَالُوا: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: ((يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ۔))

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی چیز کسی کو صدقہ کے لیے میسر نہ ہو تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے اور اس سے خود کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اگر کوئی اس کی طاقت نہ پاتا ہو یا کہا نہ کر سکے (تو کیا کرے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر کسی حاجت مند پریشان حال کی مدد کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا: پھر ''امر بالمعروف'' کرے یا کہا بھلائی کی طرف لوگوں کو رغبت دلائے۔ عرض کیا: اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر برائی سے باز رہے کہ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔''

(١٦٤٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، أَخْبَرَنَا الْمَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا وَاصِلٌ، مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيِّ......

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غریب) صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ مال و دولت والے تو اجر و ثواب لے گئے (اور ہم خالی رہ گئے!) وہ نمازیں پڑھتے ہیں جیسے

(١٦٤٣) أخرجه البخاري: ٦٠٢٢، و مسلم: ١٠٠٨

(١٦٤٤) أخرجه مسلم: ١٠٠٦

أَمْـوَالِهِـمْ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ: ((أَوَ لَيْـسَ قَـدْ جَـعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَـصَّدَّقُونَ ، إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً ، وَبِكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً ، وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةً)) قَـالُـوا: يَـا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ ، وَيَكُونُ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ؟ قَالَ: ((أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِـي الْحَرَامِ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ۔))

ہم پڑھتے ہیں، وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور ان کے پاس زائد اموال ہیں، جس سے وہ صدقہ کرتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ نہیں کیا کہ تم صدقہ کرسکو، بلاشبہ ہردفعہ سبحان اللّٰه کہنا صدقہ ہے، ہردفعہ الحمدللّٰه کہنا صدقہ ہے،تم میں سے ایک کی شرمگاہ (شرعیت کے مطابق استعمال کرنے میں) میں صدقہ ہے''صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ایک اپنی شہوت کو پورا کرتا ہے تو کیا اس میں بھی اسے اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ذرا بتاؤ تو اگر وہ اپنی شرمگاہ حرام جگہ میں استعمال کرتا تو اس پر گناہ ہوتا؟ اسی طرح اگر وہ اسے حلال جگہ استعمال کرتا ہے تو اس کے لیے اجر ہے۔''

شرح اسی سند سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ۔)) ......''بلاشبہ ہر تسبیح کے بدلے صدقہ ہے اور ہر تکبیر کے بدلے صدقہ ہے اور ہر تحمید کے بدلے صدقے کا ثواب ہے اور تہلیل کے بدلے صدقہ ہے، امر بالمعروف صدقہ ہے، نہی عن المنکر صدقہ ہے۔'' (صحیح مسلم:۱۰۰۶)

(١٦٤٥)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُـو عَـلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَـحْـمِـشٍ الـزِّيَـادِيُّ ، أَنْبَـأَنَـا أَبُـو بَـكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ......

عَـنْ هَـمَّـامِ بْنِ مُنَبِّهٍ ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُـلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ)) قَالَ: ((يَعْدِلُ بَيْـنَ الاثْـنَـيْـنِ صَـدَقَةٌ ، وَيُـعِيـنُ الرَّجُلَ فِي

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے بدن کے ہر جوڑ پر اس دن کا صدقہ واجب ہے جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا بھی صدقہ ہے، اگر کوئی شخص کسی کی سواری میں مدد کرے اور اس کو سواری پر

(١٦٤٥) أخرجه البخاري: ٢٧٠٧ ، ٢٨٩١ ، و مسلم: ١٠٠٩

دَابَّتِهِ، وَيَحْمِلُهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ۔))

سوار کرا دے یا اس کا سامان اس پر اٹھا کر رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے، اچھا اور پاکیزہ لفظ بھی صدقہ ہے، ہر قدم جو نماز کی طرف اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا بھی صدقہ ہے۔"

(١٦٤٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ الْحَسَنِ الْهِلَالِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ مَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ، كُتِبَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ، وَمَا وَقَى بِهِ الرَّجُلُ عِرْضَهُ، كُتِبَ لَهُ بِهَا صَدَقَةٌ)) قُلْتُ: مَا يَعْنِي مَا وَقَى بِهِ؟ قَالَ: ((مَا أَعْطَى الشَّاعِرَ، وَذَا اللِّسَانِ الْمُتَّقَى وَمَا أَنْفَقَ الْمُؤْمِنُ مِنْ نَفَقَةٍ فَعَلَى اللّٰهِ خَلَفُهَا ضَامِنًا إِلا مَا كَانَ مِنْ نَفَقَةٍ فِي بُنْيَانٍ، أَوْ فِي مَعْصِيَةٍ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نیکی کا کام صدقہ ہے، جو چیز بھی انسان اپنے اوپر اور اپنے اہل خانہ کے اوپر خرچ کرتا ہے اس کے عوض اس کے لیے صدقے کا اجر لکھا جاتا ہے اور جو رقم آدمی اپنی عزت کو بچانے کے لیے صرف کرے اس کے بدلے اس کے لیے صدقے کا اجر لکھا جاتا ہے۔" میں نے دریافت کیا: "مَا وَقَى بِهِ" کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: "جو آدمی کسی منہ پھٹ شاعر یا کسی منہ زور آدمی کو اس کے شر سے بچنے کے لیے دے، مومن شخص جو بھی خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا عوض اور بدل دینے کا ضامن ہے سوائے اس خرچے کے جو وہ عمارت بنانے پر خرچ کرے یا اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی میں لگا دے۔"

(١٦٤٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، وَأَبُو نُعَيْمٍ......

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَرْدَانَ، سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ:

جناب سلمہ بن وردان بیان کرتے ہیں: میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ

(١٦٤٦) صحيح بالشواهد

(١٦٤٧) أخرجه مسلم: ١٠٢٨

سَأَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ، فَقَالَ: ((مَنْ أَصْبحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا؟)) قَالَ عُمَرُ: أَنَا، قَالَ: ((وَمَنْ تَصَدَّقَ الْيَوْمَ؟)) قَالَ عُمَرُ: أنا، قَالَ: ((مَنْ عَادَ مَرِيضًا؟)) قَالَ عُمَرُ: أَنَا، قَالَ: ((مَنْ شَهِدَ جَنَازَةً؟)) قَالَ عُمَرُ: أَنَا، قَالَ: ((وَجَبَتْ لَكَ، وَجَبَتْ لَكَ۔)) قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ ثَلَاثًا۔

کو سنا وہ کہہ رہے تھے: نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے پوچھا: ''آج تم سے روزہ کس نے رکھا ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے، آپ ﷺ نے پوچھا: ''آج صدقہ کس نے کیا ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے، آپ ﷺ سے دریافت کیا: ''مریض کی عیادت کس نے کی ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے، آپ ﷺ نے پوچھا: ''جنازہ کس نے پڑھا ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لیے واجب ہو گئی، تیرے لیے واجب ہوگئی۔'' (یعنی جنت) ابونعیم نے یہ لفظ تین مرتبہ کہے۔

شرح یہ حدیث صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ باتیں جس شخص میں جمع ہو جائیں وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔''

(صحيح مسلم: ١٠٢٨)

(١٦٤٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ......

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ كَانَ صَائِمًا، وَعَادَ مَرِيضًا، وَشَهِدَ جَنَازَةً، غُفِرَ لَهُ إِلا أَنْ يُحْدِثَ مِنْ بَعْدِهِ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی روزے سے ہو، مریض کی بیمار پرسی کرے اور جنازہ پڑھے تو اسے معاف کر دیا جاتا ہے الا یہ کہ وہ ان امور کے بعد گناہ کا مرتکب ہو۔''

(37)......بَابُ ثَوَابِ الْغَرْسِ وَالزَّرْعِ
پودے لگانے اور کھیتی باڑی کرنے کا ثواب

(١٦٤٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ

(١٦٤٨) ضعيف

(١٦٤٩) أخرجه البخاري: ٢٣٢٠، ٦٠١٢، و مسلم: ١٥٥٣

زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَنْبَأَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ……

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ، أَوْ طَيْرٌ، أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلا كَانَتْ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودہ لگائے یا کھیت میں بیج بوئے، پھر اس سے انسان یا پرندے یا جانور جو کچھ کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔''

(١٦٥٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ……

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً، فَلَهُ فِيهَا أَجْرٌ، وَمَا أَكَلَتِ الْعَافِيَةُ، فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مردہ اور بنجر زمین کو آباد کرے اسے زمین آباد کرنے کا اجر ہے اور (کھیتی سے) جو انسان، پرند، چرند کھا جائیں وہ مالک کے لیے صدقہ ہے۔''

(١٦٥١)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ……

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً، فَهِيَ لَهُ، وَمَا أَكَلَتِ الْعَافِيَةُ مِنْهُ، فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ۔))

سید نا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کسی نے بے آباد اور بنجر زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے اور کھیتی سے جو جانور، انسان یا پرندے کھا جائیں وہ مالک کے حق میں صدقہ ہے۔''

شرح: (اَلْعَافِيَةُ) رزق حاصل کرنے والی ہر چیز اس سے مراد ہے وہ انسان ہو یا چرند پرند۔

(١٦٥٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا

(١٦٥٠) أخرجه مسلم: ١٥٥٢، دون ذكر احياء الارض الموات

(١٦٥١) انظر الحديث السابق

(١٦٥٢) انظر الحديث السابق

أَبُــو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ......

عَــنْ أُمِّ مُبَشِّــرٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُـولُ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا فِي نَـخْلٍ لِي، فَقَالَ: ((لِمَنْ هَذَا النَّخْلُ؟ فَقُلْتُ: لِي، فَقَالَ: ((مَنْ غَرَسَهُ، أَمُسْلِمٌ أَمْ كَافِرٌ؟)) قُـلْـتُ: مُسـلِمٌ، قَالَ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَـرْسًـا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ، أَوْ طَيْرٌ، أَوْ سَبُعٌ إِلا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ۔))

سیدہ ام مبشر انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میں اپنے کھجور کے پیڑ کے پاس تھی۔آپ نے پوچھا: ''یہ درخت کس کا ہے؟'' میں نے کہا: میرا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''یہ درخت کسی مسلمان نے لگایا ہے یا کافر نے؟'' میں نے کہا: یہ مسلمان کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان کوئی درخت لگائے، پھر اس سے آدمی، پرندے یا درندے کھائیں تو یہ سب کچھ اس کی طرف سے صدقہ لکھا جاتا ہے۔''

شرح: مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرا۔ وہ اخروٹ کا درخت لگا رہے تھے۔ اس نے کہا: آپ یہ درخت کاشت کر رہے ہیں جبکہ آپ عمر رسیدہ بزرگ ہیں کل فوت ہو جائیں گے یا پرسوں اور یہ درخت تو اتنے اتنے سال تک پھل نہیں دے گا؟ انہوں نے فرمایا: مجھے تو پودا لگانے کے اجر وثواب سے غرض ہے اس بات کی پروا نہیں کہ اس کا پھل کوئی اور کھائے گا۔

(38)......بَابُ مَايُكْرَهُ مِنْ إِمْسَاكِ الْمَالِ، وَمَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْإِنْفَاقِ

مال کو روکنا ناپسندیدہ ہے اور مال کو خرچ کرنے کا حکم

(١٦٥٣)۔ أَخْبَــرَنَــا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُـحَـمَّـدُ بْـنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ......

عَــنْ هَــمَّــامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ: ((وَالَّـذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْ أَنَّ عِـنْـدِي مِثْـلَ أُحُـدٍ ذَهَبًا لَأَحْبَبْتُ أَنْ لا يَأْتِيَ عَلَيَّ ثَلاثُ لَيَالٍ، وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ أَجِدُ مَنْ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہی بات پسند ہوگی کہ مجھ پر تین راتیں نہ گزریں کہ میرے پاس سونے کا ایک دینار بھی موجود ہو جبکہ وصول کرنے والا

(١٦٥٣) أخرجه البخاري: ٢٣٨٩، ٦٤٤٥، و مسلم: ٩٩١

يَتَقَبَّلُهُ مِنِّي لَيْسَ شَيْءٌ أُرْصِدُهُ فِي دَيْنٍ عَلَيَّ.))

موجود ہو سوائے اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں۔''

(١٦٥٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ......

عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا لِي مَالٌ إِلا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ، أَفَأَتَصَدَّقُ؟ قَالَ: ((تَصَدَّقِي وَلا تُوعِي، فَيُوعَى عَلَيْكِ.))

جناب عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس (اپنے خاوند) زبیر کے لائے ہوئے مال کے علاوہ کوئی مال نہیں کیا میں (اس میں سے) صدقہ کردیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ کیا کر اور (مال کو) تھیلی میں بند کر کے نہ رکھنا ورنہ تمہارے لیے بھی بندش لگادی جائے گی۔''

شرح: اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے حصے سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اسے سینچ سینچ کر نہ رکھو، (توكي فيوكي عليك) کے الفاظ بھی مروی ہے۔ مضبوط رسی سے مشکیزہ یا کسی برتن کے سرے کو باندھ دینا اِيْكَاء کہلاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے ہاتھ میں جو ہے اسے خرچ کرنے سے روک کر نہ رکھ۔ اللہ تعالی کی طرف سے برکت منقطع ہو جائیگی رزق میں برکت راہ خدا میں خرچ کرتے رہنے سے آتی ہے۔ خرچ کرنے سے اگر ہاتھ کھینچ لیا جائے تو برکت کا دربار بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ گھر کا مالک جو کچھ گھر میں لاتا ہے عرفاً اس میں بیوی کو خرچ کی اجازت ہوتی ہے البتہ اسے حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ بسا اوقات ایک چیز وافر ہوتی ہے اسے آئندہ کے لیے سٹور کرنا ہوتا ہے تو بیوی کو چاہیے کہ وہ بقدر ضرورت رکھ لے اور زائد اشیاء اللہ کے راستے میں صدقہ کر دے۔

(١٦٥٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ......

عَنْ أَسْمَاءَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَنْفِقِي

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(١٦٥٤) أخرجه البخاري: ١٤٣٤، ٢٥٩٠، و مسلم: ١٠٢٩

(١٦٥٥) أخرجه البخاري: ٢٥٩١، و مسلم: ١٠٢٩

وَلا تُحْصِي، فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلا تُوعِي فَيُوعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ۔))

نے فرمایا: ''خرچ کرو، اور گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تجھے گن گن کر دے گا اور (مال کو) تھیلی میں بند کر کے نہ رکھنا ورنہ اللہ بھی تمہارے لیے اپنے خزانے میں بندش لگا دے گا۔''

شرح (لَا تُحْصِيْ) ...... ''گن گن کر نہ رکھو'' مال کو گننا مال سے بے پناہ محبت اور بخیل ہونے کی دلیل ہے۔ مال کے پجاریوں کی یہی عادت ہے اسی طرح برکت ختم ہوتی ہے اور یہ آخرت کی پکڑ کا موجب ہے۔ مطلق مال جمع کر کے رکھنا مذموم نہیں۔ یہ مذموم اس وقت ہے جب زکاۃ وصدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا اہتمام نہ ہو۔

(١٦٥٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ۔)) قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَمِينُ اللّٰهِ مَلْأَى لا يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِمَّا فِي يَمِينِهِ)) قَالَ: ((وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْقَبْضُ يَرْفَعُ وَيَخْفِضُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خرچ کر میں تم پر خرچ کروں گا۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے اسے کوئی خرچ کم نہیں کرتا جو دن رات وہ کرتا رہتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب سے زمین وآسمان کو اس نے پیدا کیا کتنا خرچ کر دیا ہے۔ اس سارے خرچ نے اس میں کوئی کمی نہیں کی جو اس کے داہنے ہاتھ میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور اس کا عرش پانی پر تھا اور دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے جسے وہ لگاتا اور جھکاتا ہے۔''

شرح مصنف عبدالرزاق میں یہ الفاظ ہیں: (بیدہ الاخری الفیض او القبض) صحیح مسلم میں قبض کا لفظ نہیں ہے، صرف اتنی عبارت ہے: بیدہ الاخری الفیض۔

فائدہ: اللہ کے ہر دو ہاتھ ثابت ہیں، جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہیں، اس کی کیفیت میں کرید کرنا بدعت ہے۔ (ع،س)

(١٦٥٦) أخرجه البخاري: ٧٤١٩، و مسلم: ٩٩٣

(١٦٥٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ هُوَ ابْنُ بِلَالٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ، عَنْ أَبِي الْحُبَابِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ جب بندے صبح اٹھتے ہیں تو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے: دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! ممسک اور بخیل کو تلف کردے۔''

(١٦٥٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: ((مَا فَعَلَتِ الذَّهَبُ؟)) قَالَتْ: قُلْتُ: هَاهُوَ ذِهْ عِنْدِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ!، قَالَ: ((ائْتِينِي بِهَا وَهِيَ بَيْنَ التِّسْعَةِ وَالْخَمْسَةِ)) فَجَعَلَهَا فِي كَفِّهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَا ظَنُّ مُحَمَّدٍ بِاللَّهِ لَوْ لَقِيَ اللّٰهَ وَهَذِهِ عِنْدَهُ، أَنْفِقِيهَا۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بیماری میں جس میں آپ کی وفات ہوئی فرمایا: ''سونے کا کیا ہوا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: وہ میرے پاس موجود ہے اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے میرے پاس لاؤ'' وہ نو یا پانچ دینار تھے آپ نے انہیں اپنی ہتھیلی میں پکڑ لیا اور فرمایا: ''اگر محمد ﷺ فوت ہوکر اللہ سے ملتے اور یہ سونا یونہی بلاتقسیم ان کے پاس موجود ہوتا تو محمد ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے بارے کیا گمان ہوتا، ابھی اسے خرچ کردو۔''

(١٦٥٧) أخرجه البخاري: ١٤٤٢، و مسلم: ١٠١٠

(١٦٥٨) صحيح ......أخرجه الامام احمد فى المسند: ٢٥٥٤٨

(١٦٥٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السَّلَمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ أَوْ جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ إِلَى ثَدْيَيْهِمَا أَوْ إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِشَيْءٍ، ذَهَبَتْ عَنْ جِلْدِهِ حَتَّى تُجِنَّ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا أَنْفَقَ شَيْئًا، أَوْ حَدَّثَ بِهِ نَفْسَهُ، عَضَّتْ كُلُّ حَلَقَةٍ مَكَانَهَا، فَيُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی طرح ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کرتے ہوں یا زرہیں ہوں جو چھاتیوں تک یا ہنسلیوں تک ہوں تو صدقہ دینے والا جب بھی کوئی چیز صدقہ کرتا ہے تو اس کے جسم کا (وہ کرتہ) جلد سے ہٹ جاتا ہے اور (اتنا فراخ ہو جاتا ہے کہ) اسے چھپالیتا ہے اور اس کے نشانات قدم کو مٹا دیتا ہے اور بخیل جب بھی خرچ کرتا ہے یا خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کرتے کا ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ جاتا ہے بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتا۔''

(١٦٦٠)۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرَانَ السُّكَّرِيُّ، بِبَغْدَادَ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْبَخْتَرِيِّ، أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ نَصْرِ بْنِ مَنْصُورٍ أَبُو عُثْمَانَ الْبَزَّازُ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُنْفِقِ وَالْبَخِيلِ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ، أَوْ جُنَّتَانِ مِنْ لَدُنْ ثَدْيَيْهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَإِذَا أَرَادَ الْمُنْفِقُ يُنْفِقُ، سَبَغَتْ عَلَيْهِ الدِّرْعُ، أَوْ مَرَّتْ حَتَّى تُجِنَّ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَإِذَا أَرَادَ الْبَخِيلُ أَنْ يُنْفِقَ، قَلَصَتْ عَلَيْهِ، وَلَزِمَتْ كُلُّ حَلَقَةٍ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث مبارکہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سخی اور کنجوس کی مثال ایسے دو شخصوں کی طرح ہے جن کے بدن پر دو قمیصیں ہوں یا دو زرہیں، چھاتیوں سے ہنسلیوں تک، جب خرچ کرنے کا عادی خرچ کرنا چاہتا ہے تو وہ زرہ پھیل کر وسیع ہو جاتی ہے اور اتنی کشادہ ہو جاتی ہے کہ اس کی انگلیاں اس میں چھپ جاتی ہیں اور چلتے وقت اس کے پاؤں کا نشان

(١٦٥٩) أخرجه البخاري: ١٤٤٣، ١٤٤٤، و مسلم: ١٠٢١

(١٦٦٠) انظر الحديث السابق

مَوْضِعَهَا حَتَّى أَخَذَتْ بِعُنُقِهِ أَوْ تَرْقُوَتِهِ ، فَهُو يُوَسِّعُهَا وَهِيَ لا تَتَّسِعُ۔))

مٹتا جاتا ہے اور جب بخیل آدمی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ سکڑ جاتی ہے اور اس کا ہر کڑا اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے حتی کہ اس کے حلق یا گلے کو پکڑ لیتی ہے، بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتی۔''

شرح (تُجِنُّ بَنَانَهُ) اس کے نشانات قدم کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ لفظ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان میں ہے: ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ﴾.... ''جب رات ان پر چھاتی۔'' (سورۂ انعام: ۷۶) یعنی رات نے انہیں اپنی تاریکی میں ڈھانپ لیا۔ جنات کا یہ کام اس لیے ہے کہ وہ آنکھوں سے پوشیدہ مخلوق ہے۔

اس حدیث میں بخیل اور سخی کی مثال بیان کی گئی ہے۔ سخاوت کے وقت سخی کی زرہ کھل جاتی ہے حتی کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے نشانات قدم کو مٹا دیتی ہے اور بخیل کے ہاتھ زرہ میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ وہ خرچ کرنا چاہے بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق شامل حال نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ سخی اور فیاض آدمی کا دل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور اسے سکون ملتا ہے جبکہ بخیل کی زرہ پہلے مرحلہ ہی پر اس کے سینے سے چمٹ کر رہ جاتی ہے اور اس سے سخاوت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اور اس کے ہاتھ زرہ کے اندر قید ہو کر رہ جاتے ہیں حتی کہ اس کے لیے صدقہ کرنا اپنا گلا گھونٹنے والی بات بن جاتی ہے۔ اعاذنا اللّٰہ من ذالك۔

(١٦٦١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ ، أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ......

سَمِعْتُ الْمُنْذِرَ بْنَ جَرِيرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَدْرِ النَّهَارِ ، فَجَائَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ ، عَلَيْهِمُ الْعَبَاءُ ، وَالصُّوفُ ، عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ ، قَالَ: فَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ ، ثُمَّ قَامَ ، فَدَخَلَ ، فَأَمَرَ بِلالا ، فَأَذَّنَ وَأَقَامَ ، ثُمَّ خَرَجَ ، فَصَلَّى ، ثُمَّ خَطَبَ ،

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے آغاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے۔ ننگے پاؤں، ننگے بدن، دھاری دار اون کی عبائیں پہنے ہوئے، وہ اکثر مضر قبیلے سے تھے۔ ان کی تنگ حالی اور بھوک دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر (مغموم) ہو گیا، پھر اٹھے اور اندر (گھر) گئے (مگر کچھ نہ ملا تو) پھر باہر تشریف لے آئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی اقامت کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کروائی

(١٦٦١) أخرجه مسلم: ١٠١٧

فَقَالَ: ﴿يَـأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ......﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ......﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، يَتَصَدَّقُ الرَّجُلُ مِنْ دِينَارِهِ، مِنْ دِرْهَمِهِ، مِنْ ثَوْبِهِمْ، مِنْ صَاعِ بُرِّهِ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ)) حَتَّى قَالَ: ((وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ)) فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ قَدْ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا، بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، قَالَ: ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ ثِيَابٍ وَطَعَامٍ، وَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً يُعْمَلُ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهَا، وَمِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً يُعْمَلُ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ شَيْئًا۔))

پھر آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾...... ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کا نام لے کر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے توڑنے سے (بھی) ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔'' (سورۂ نساء:۱) ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ....﴾...... ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل (اگلی زندگی) کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔'' (سورۂ حشر:۱۸) ''آدمی اپنے دینار سے صدقہ کرے، اپنے درہم سے صدقہ کرے، اپنے کپڑے سے صدقہ کرے، گندم کا صاع دے، کھجور کا صاع دے'' حتی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چاہے کھجور کا ٹکڑا ہی صدقہ کرے۔'' انصار میں سے ایک آدمی اتنی بھاری تھیلی اٹھا کر لایا کہ اس کی ہتھیلی اس کو اٹھانے سے عاجز ہو رہی تھی بلکہ عاجز ہو ہی گئی تھی، راوی نے کہا: پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا حتی کہ میں نے دو ڈھیر دیکھے۔ ایک غلے کا اور ایک کپڑوں کا، حتی کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور یوں (خوشی سے) دھمکنے لگا گویا اس پر سونا چڑھا دیا گیا ہو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا، جس پر اس کے فوت ہونے کے بعد بھی عمل کیا جائے اسے اپنا ثواب

بھی ملے گا اور جتنے لوگ اسے دیکھ کر وہ کام کریں گے ان کے اجر میں سے بھی اسے حصہ ملے گا، بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی ہو، اسی طرح جو شخص اسلام میں برا کام جاری کردے جس پر اس کے فوت ہونے کے بعد بھی عمل کیا جائے، اس پر اس کا اپنا گناہ بھی ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جو اسے دیکھ کر وہ کام کریں گے، لیکن اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔''

شرح (مُجْتَابِي النِّمَارِ) " اون کے بنے ہوئے دھاری دارلباس پہنے ہوئے آتے''نمر عربی میں چیتے کو کہتے ہیں جس کے جسم پر دھاریاں ہوتی ہیں، اس لیے اہل عرب دھاری دار کپڑے کو''نمار" کہنے لگے اور اس کو ''نمرۃ" کہتے ہیں۔امام قتیبی کہتے ہیں: نمرۃ ایسی چادر کو کہتے ہیں جو لونڈیاں اوڑھا کرتی تھیں اس کی جمع نمرات یا نمار ہے۔

(یتصدق الرجل) یہ الفاظ بطور خبر استعمال ہوئے ہیں مگر ان کا معنی امر کا ہے، ترجمہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا گیا ہے جیسے یہ پیرایہ کلام اللہ تعالیٰ کے فرمان میں آیا ہے: ﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾......''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔'' (سورۂ صف:۱۱)

نوٹ: شرح السنہ میں الفاظ یوں ہیں (ثُمَّ قَالَ فَدَخَلَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وأَقَامَ ثُمَّ خَرَجَ) یعنی ''فدخل" کے فورا بعد ''ثم خرج" کے الفاظ نہیں ہیں: سنن نسائی وغیرہ سے دیکھ کر ترجمہ کرتے ہوئے عام لوگوں کی سہولت کے لیے ان دو الفاظ کا ترجمہ ایک ساتھ کر دیا گیا ہے جو اس طرح ہے''آپ اندر (گھر) گئے مگر کچھ نہ ملا تو باہر تشریف لے آئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ (ع،س)

(39)......بَابُ ثَوَابِ الْمِنْحَةِ

دودھ کے لیے جانور ہدیہ کرنے کا ثواب

(۱۶۶۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَنْبَأَنَا شُعَيْبٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللَّقْحَةُ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کیا ہی عمدہ تحفہ ہے اس دودھ دینے والی اونٹنی کا

(۱۶۶۲) أخرجه البخاري: ۵۶۰۸، و مسلم: ۱۰۱۹

الصَّفِيُّ مِنْحَةً، وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً، تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَتَرُوحُ بِآخَرَ۔))

جس نے ابھی حال ہی میں بچہ جنا ہو اور دودھ دینے والی بکری کا جو صبح وشام اپنے دودھ سے برتن بھر دے۔'' صحیح مسلم میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ''یقیناً ایسے تحفے کا اجر بہت زیادہ ہے۔''

شرح: (اللقحه) ''دودھ دینے والی اونٹنی'' اس کی جمع ''لقاح'' ہے (الصفی) نئے دودھ والا عمدہ اور بہترین جانور۔

(١٦٦٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْسَجَةَ......

عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ مَنَحَ مِنْحَةً وَرِقًا، أَوْ مَنَحَ مِنْحَةَ وَرِقٍ، أَوْ هَدَى زُقَاقًا، أَوْ سَقَى لَبَنًا، كَانَ لَهُ عَدْلُ رَقَبَةٍ أَوْ نَسَمَةٍ۔))

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے چاندی یعنی روپیہ پیسہ بطور قرض دیا یا چاندی بطور تحفہ دی یا راستے کی راہنمائی کی یا دودھ پلایا (دودھ ہدیہ کیا) اسے ایک گردن یا جان آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔''

شرح: (هَدَى زُقَاقًا) ''راستہ بتایا'' بعض نے اس لفظ کو تشدید کے ساتھ ''هدَّى'' پڑھا ہے اور زقاق (گلی، راستہ) کی بجائے ''زُقاق'' (مشکیزہ) پڑھا اور معنی حدیث مبارکہ کے جملے کا یوں کہا ہے: ''جس نے شہد کی ایک کپی تحفہ میں دی۔''

(١٦٦٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا كَبْشَةَ السَّلُولِيَّ، قَالَ: ......

سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَرْبَعُونَ حَسَنَةً، أَعْلَاهَا مِنْحَةُ الْعَنْزِ، مَا

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چالیس خصلتوں میں سے سب سے اعلیٰ خصلت ''دودھ کی بکری'' ہدیہ کرنا ہے۔ جو کوئی بندہ ان

(١٦٦٣) صحيح ......أخرجه الترمذي: ١٩٥٧

(١٦٦٤) أخرجه البخاري: ٢٦٣١

مِنْهُنَّ حَسَنَةٌ يَعْمَلُهَا عَبْدٌ رَجَاءَ ثَوَابِهَا، وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا إِلا آتَاهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ.))

کے ثواب کی امید اور ان پر کیے گئے وعدے کی تصدیق کی بنا پر کسی ایک نیکی پر بھی عمل کر لے تو اللہ اسے اس کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔''

شرح: حسان بن عطیہ نے کہا: ہم نے دودھ کی بکری کے عطیہ کے علاوہ (دیگر اعمال مثلاً) سلام اور چھینک کا جواب دینا اور راستے سے اذیت والی چیز دور کرنا، وغیرہ شمار کرنے کی کوشش کی مگر پندرہ خصلتوں تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ (معلوم نہیں وہ کون کون سی ہیں)۔

(المنحة) اس جانور یا چیز کو کہا جاتا ہے جو آدمی اپنے کسی بھائی کو بطور عطیہ دے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ جانور یا چیز کلی طور پر کسی کو دے دینا اور خود اس کی ملکیت سے دستبردار ہو جانا، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ چیز اپنی ہی ملکیت میں رکھنا اور عارضی طور پر کسی کو استفادے کے لیے دے دینا اور پھر بعد میں واپس لے لینا۔ اسی طرح کا معاملہ سواری والے جانور کا ہے۔ عطیے (منحة) کی یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

اسی سے (مِنْحَة الوَرِق) ہے۔ چاندی یعنی روپیہ پیسہ کسی کو بطور عطیہ یا معاوضہ دینا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: منحة الورق، چاندی بطور قرض دینا ہے۔ عطیہ اور ہبہ کے جواز پر یہ حدیث دلالت کناں ہے: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ، فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ.)) ...... ''جس کے پاس زمین ہو، وہ اسے خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو تحفے کے طور پر دے دے۔'' (صحيح بخاري: ٢٦٣٢)

(40)......بَابُ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ وَإِثْمِ مَنْعِهِ
پانی پلانے کی فضیلت اور اسے روکنے کا گناہ

(١٦٦٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ! اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ، فَأْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا، فَقَالَ: ((اسْقِنِي)) قَالَ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پلانے کی جگہ (زمزم کے پاس) تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا: سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فضل! اپنی ماں کے پاس جاؤ اور ان سے (کھجور کا) شربت لاؤ، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے (یہی) پلاؤ۔

(١٦٦٥) أخرجه البخاري: ١٦٣٥

يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ أَيْدِيَهُمْ فِيهِ، قَالَ: ((اسْقِنِي)) فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا، فَقَالَ: ((اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ.)) ثُمَّ قَالَ: ((لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا، لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هَذِهِ.)) يَعْنِي عَاتِقَهُ وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ.

عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہر شخص اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتا ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ یہی کہتے رہے کہ مجھے (یہی) پلاؤ، چنانچہ آپ نے پانی پیا، پھر زمزم کے قریب آئے۔ لوگ کنویں سے پانی کھینچ رہے تھے اور کام کر رہے تھے'' آپ نے فرمایا: ''کام کرتے جاؤ بلاشبہ تم ایک اچھے کام پر لگے ہوئے ہو'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ آئندہ لوگ) تمہیں پریشان کر دیں گے تو میں بھی اترتا اور رسی اس جگہ پر رکھتا۔'' آپ کی مراد کندھے سے تھی آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔

شرح: اس حدیث میں دلیل ہے کہ عام صدقہ جو رفاہ عامہ کی غرض سے ہو وہ آپ ﷺ کے لیے حرام نہیں ہے جیسے راستے میں لگی پانی کی ٹینکیوں، کولروں اور سبیلوں سے پانی پی لینا، اور گھاٹ پر آئے ہوئے جانوروں کا دودھ پی لینا وغیرہ۔ حدیث کے اسے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے شرعی افعال کی اتباع واجب ہے۔

((لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا، لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هَذِهِ.)) ...... ''اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہیں پریشان کر دیں گے تو میں بھی اترتا اور رسی اس جگہ پر رکھتا۔'' اس لیے آپ نے زمزم کے کنویں پر کام کرنے والوں کی تعریف وتوصیف فرمائی اور اس کام کو پسند فرمایا لیکن خود کرنے سے گریز فرمایا تا کہ صدہا آدمی مجھے دیکھ کر پانی کھینچنے کے لیے دوڑ پڑیں گے اور اس میں مشقت ہوگی۔ ایسا آپ نے از راہ شفقت کیا۔

(١٦٦٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، أَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ، وَابْنُ سِيرِينَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ)) قَالَ: ((كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، فَنَزَعَتْ خُفَّهَا، فَأَوْثَقَتْهُ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک فاحشہ عورت کو صرف اس لیے بخش دیا گیا کہ وہ ایک کتے کے قریب سے گزر رہی تھی، جو ایک کنویں کے پاس کھڑا پیاسا ہانپ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ

(١٦٦٦) أخرجه البخاري: ٣٣٢١، و مسلم: ٢٢٤٥

بِخِمَارِهَا، فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ، فَغُفِرَ لَهَا بِذَلِكَ۔))

پیاس کی شدت سے ابھی مرجائے گا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اوراس میں اپنا دو پٹہ باندھ کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلا دیا، تو اس کی بخشش اسی (نیکی) کی وجہ سے ہوگئی۔''

(١٦٦٧)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ، أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ الضَّالَّةَ تَرِدُ عَلَى حَوْضِ إِبِلِي هَلْ لِي أَجْرٌ إِنْ سَقَيْتُهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ فِي الْكَبِدِ الْحَرَّى أَجْرٌ۔))

سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ بیمار تھے، میں نے پوچھا: ایک گم شدہ اونٹ میرے اونٹوں کے حوض پر آجاتا ہے۔ اگر میں اس کو پانی پلاؤں تو کیا مجھے ثواب ملے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں حرارت محسوس کرنے والے، جگر رکھنے والے ہر جانور (کو پانی پلانے) میں اجر وثواب ہے۔''

(١٦٦٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلأُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ضرورت سے زائد پانی سے منع نہ کیا جائے کہ اس طرح گھاس نہ ہونے پائے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کا تعلق اس شخص سے ہے جو بنجر اور بے آباد زمین میں کنواں کھودتا ہے تاکہ اس کو آباد کرے۔ وہ اس کنویں کے قرب وجوار والی زمین کا مالک ٹھہرتا ہے اور اردگرد کی زمین لہلہانے لگتی ہے، اب اگر کنویں کا مالک زائد پانی سے دیگر لوگوں کو سیرابی کا موقع فراہم کرے تو دوسرے افراد کی زمینیں بھی سرسبز وشاداب ہو جائیں، ان کے جانوروں کا چارہ اُگے اور اگر وہ زائد پانی سے بخل سے کام لے تو ان کی زمین بنجر اور بے آباد پڑی رہے، صرف بارش کے رحم وکرم پر ہو اور اس طرح ان کے جانوروں کا چارہ نہ ہوگا۔ حدیث کا یہ مفہوم، امام مالک، اوزاعی، لیث بن

(١٦٦٧) صحيح ......أخرجه ابن ماجه: ٣٦٨٦

(١٦٦٨) أخرجه البخاري: ٢٣٥٣، و مسلم: ١٥٦٦

سعد اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ان حضرات کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اس حدیث میں نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ صرف نیکی اور حسن سلوک کا درس دیا گیا ہے کیونکہ کنواں اس کی ملکیت ہے۔ پانی دینے یا نہ دینے کا اسے اختیار ہے جس طرح ملکیت والے باقی معاملات میں ہوتا ہے یاد رہے کہ ایسے شخص پر زائد پانی سے کسی کی کھیتی کو سیراب کرنا واجب نہیں ہے نہ کسی کے جانوروں کو پانی پلانا۔ اگر پلا دے تو بہرحال نیکی ہے جیسے ایک بدکار عورت پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے بخشی گئی۔

کچھ علماء کا خیال ہے کہ اس شخص کے لیے زائد پانی کو روکنا جائز نہیں ہے البتہ قیمت وصول کر لے۔ جس طرح مضطر کو کھانا کھلانا ضروری ہے خواہ قیمتاً ہی کیوں نہ ہو لیکن پہلا موقف درست ہے کہ اسے زائد پانی مفت اور بلا معاوضہ دینا چاہیے کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائد پانی بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٥٦٥)

پانی والے معاملے کو کھانے اور دیگر اشیاء پر قیاس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کے ختم ہو جانے کی صورت میں پیچھے سے آمد کا سلسلہ جاری نہیں رہتا جبکہ پانی میں جاری رہتا ہے، جتنا نکالا جائے اتنا اور آجاتا ہے البتہ اگر کوئی محنت کر کے پانی کو کسی ٹینکی یا حوض میں جمع کر لیتا ہے تو اسے دوسروں کو نہ دینے کا حق حاصل ہے۔کسی شخص پر دوسروں کی کھیتی کو سیراب کرنا واجب نہیں البتہ جانور کو کھلانا پلانا واجب ہے، جاندار کی حرمت کا تقاضا ہے کہ مالک کے آنے تک اس جانور کی حفاظت کی جائے اور اسے تلف ہونے سے بچایا جائے۔ کھیتی کا معاملہ ایسا نہیں۔

زائد پانی اسے کہا جائے گا جو اس شخص کی ذاتی ضروریات مثلاً بیوی بچوں، جانوروں اور کھیتی کی ضرورت سے بڑھ کر ہو۔ اگر اس کی اپنی ضروریات پوری نہیں ہو رہیں تو اسے دوسروں پر سخاوت کا کوئی حق نہیں۔

(١٦٦٩)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي ، أَخْبَرَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ الْعَلَوِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو نَصْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ حَمْدَوَيْهِ بْنِ سَهْلٍ الْمَرْوَزِيُّ ، أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ آدَمَ الْمَرْوَزِيُّ ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((ثَلاثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ ، وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ، رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ عَلَى مَالِ مُسْلِمٍ ، فَاقْتَطَعَهُ ،

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: وہ شخص جو

(١٦٦٩) أخرجه البخاري: ٢٣٦٩، و مسلم: ١٠٨

وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بَعْدَ صَلاةِ الْعَصْرِ إِنَّهُ أَعْطَى بِسِلْعَتِهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى ، وَهُوَ كَاذِبٌ ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ ، فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى ، يَقُولُ: الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي ، كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ۔))

کسی مسلمان کے سامان کے متعلق قسم کھائے اور اسے (ناجائز طور پر) ہڑپ کر جائے۔ وہ شخص جو (جھوٹی) قسم عصر کے بعد کھائے کہ اسے اس کی قیمت اس سے زیادہ دی جارہی تھی جتنی اب دی جارہی ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ شخص جو اپنے ضرورت سے بچے پانی سے کسی کو روکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں اپنے فضل سے اسی طرح محروم رکھوں گا جس طرح تم نے ایک ایسی چیز کے فالتو حصے کو نہیں دیا تھا جسے خود تمہارے ہاتھوں نے بنایا بھی نہ تھا۔''

شرح ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ۔)) ......''وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی تا کہ اس کے ساتھ کسی مسلمان کے مال کو ہڑپ کر جائے۔'' (ایضاً)

(١٦٧٠)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي ، أَنْبَأَنَا أَبُو الطَّيِّبِ سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْأُمَوِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ ، أَنْبَأَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ أَمْسَكَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ مِنَ الْجُوعِ ، فَلَمْ تَكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا تُرْسِلُهَا ، فَتَأْكُلَ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہوا جسے اس نے اتنی دیر تک باندھے رکھا تھا کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی۔ نہ اس نے خود اسے کھلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔''

شرح (خَشَاش)۔خا کے فتحہ کے ساتھ، کیڑے مکوڑوں کے کہتے ہیں اور خِشَاش ، خا کے کسرہ کے ساتھ، اونٹ کی مہار کو کہتے ہیں۔

(41)......بَابُ فَضْلِ صَدَقَةِ الصَّحِيحِ الشَّحِيحِ

تندرست اور ضرورت مند آدمی کے صدقے کی فضیلت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ

(١٦٧٠) أخرجه البخاري: ٢٣٦٥ ، و مسلم: ٢٢٤٢

فِيْهِ ﴾...... ''اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی۔'' (سورۂ بقرہ:۲۵۴)

﴿ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ﴾...... ''اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے۔'' (سورۂ منافقون:۱۰)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ﴾...... ''جو مال سے محبت کے باوجود خرچ کرتے ہیں۔'' (سورۂ بقرہ:۱۷۷)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تجھے مال کی ضرورت اور احتیاج ہو، تجھے مالداری کی امید ہو اور فقر وغربت کا اندیشہ ہو (ایسے میں مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ایمان دار لوگوں کا شیوہ ہے)۔

(١٦٧١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، أَخْبَرَنَا أَبُو زُرْعَةَ......

أَخْبَرَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ، وَتَأْمُلُ الْغِنَى، وَلَا تُمْهِلْ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ، قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول! کس صدقے کا ثواب زیادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کہ صدقہ تندرستی کی حالت میں کر کہ تجھے اس مال کو باقی رکھنے کی خواہش بھی ہو جس سے کچھ سرمایہ جمع ہو جانے کی تمہیں امید ہو اور (اسے خرچ کرنے کی صورت میں) مفلسی کا ڈر ہو اور اس میں تاخیر نہ کر کہ جب روح حلق تک پہنچ جائے تو کہے: اتنا مال فلاں کے لیے، اتنا فلاں کے لیے اب تو وہ فلاں کا ہو ہی گیا ہے۔''

شرح (إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ) مراد یہ ہے کہ جان حلق تک پہنچ جائے، (لِفُلَانٍ كَذَا) کا تعلق موصیٰ لہ (جس کے لیے وصیت کی جائے) اور (قَدْ كَانَ لِفُلَانٍ) کا تعلق وارث کے ساتھ ہے۔

ورثاء کے حق میں زیادتی کرنا جائز نہیں۔ اگر مرنے والے شخص سے ایسی غلطی کا ارتکاب ہو جائے تو اس کی غلطی کو درست کر دینا چاہیے، غلط وصیت وہ ہے جو مال کے تہائی حصے سے زیادہ سے کی جائے۔ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت

(١٦٧١) أخرجه البخاري: ١٤١٩، ٢٧٤٨، و مسلم: ١٠٣٢

ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ نے فرمایا: ((مَثَلُ الَّذِی یُعْتِقُ عِنْدَ الْمَوْتِ ، کَمَثَلِ الَّذِی یُهْدِی إِذَا شَبِعَ۔)) ......''اس شخص کی مثال جو موت کے وقت غلام آزاد کرتا ہے اس شخص کی طرح ہے جو سیر ہو جانے کے بعد کسی کو تحفہ دیتا ہے۔'' (ضعیف، ترمذی: ۲۱۲۳)

(42)......بَابُ حَقِّ السَّائِلِ

سائل کا حق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ o لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ o ﴾......''اور جن کے مالوں میں مقرر حصہ ہے مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی۔'' (سورۂ معارج: ۲۴، ۲۵)

محروم میں وہ شخص بھی داخل ہے جو رزق ہی سے محروم ہے، تحریم کا معنی ہے کسی چیز سے محروم ہو جانا اور کسی چیز کا رک جانا۔ ایک آدمی کا جس عورت کے ساتھ شرعی طور پر نکاح نہ ہوسکتا ہو اسے اس خاتون کا محرم کہتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ﴾......''تجھے چاہیے کہ عمدگی اور نرمی سے انہیں سمجھا دے۔'' (سورۂ بنی اسرائیل: ۲۸)

یعنی نرمی اور پیار محبت کے لہجے میں سائلین کو سمجھا دے نہ کہ ترشی اور بد اخلاقی کے ساتھ۔

(۱۶۷۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّیُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِیُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِیُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِیسَى ، أَخْبَرَنَا قُتَیْبَةُ ، أَخْبَرَنَا اللَّیْثُ ، عَنْ سَعِیدِ بْنِ أَبِی سَعِیدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بُجَیْدٍ......

عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ بُجَیْدٍ ، وَكَانَتْ مِمَّنْ بَایَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ الْمِسْكِینَ لَیَقُومُ عَلَى بَابِی ، فَمَا أَجِدُ لَهُ شَیْئًا إِیَّاهُ ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنْ لَمْ تَجِدِی شَیْئًا تُعْطِینَهُ إِیَّاهُ إِلا ظِلْفًا مُحْرَقًا فَادْفَعِیهِ إِلَیْهِ فِی یَدِهِ۔))

سیدہ ام بجید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اور وہ ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول ﷺ سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مسکین میرے دروازے پر آ کھڑا ہوتا ہے اور میرے پاس اسے دینے کو کچھ نہیں ہوتا جو میں اسے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہیں اسے دینے کو کچھ نہ ملے اور تمہارے پاس بکری کا جلا ہوا کھر ہی ہو تو وہی اس کے ہاتھ میں دے دو۔''

(۱۶۷۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّیرَزِیُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِیُّ ،

(۱۶۷۲) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۱٦٦۷ ، والترمذی: ٦٦٥ ، والنسائی: ۲٥۷٤

(۱۶۷۳) صحیح ......أخرجه الامام مالك فی المؤطأ: ۱۷۱٤

أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، ......

عَنِ ابْنِ بُجَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ جَدَّتِهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ.))

سیدہ ام بجید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سائل کو کچھ دے کر لوٹاؤ خواہ جلا ہوا کھر ہی ہو۔''

شرح مقصد یہ ہے کہ سائل کو ضرور کچھ نہ کچھ دو، خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ، سائل کی حسب استطاعت امداد کرنی چاہیے خواہ کم ہی ہو۔

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ.)) ......''سائل کا حق ہے، خواہ وہ گھوڑے ہی پر سوار ہو کر آئے۔'' (ضعیف، ابوداود: ۱۶۶۵)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنِ اسْتَعَاذَكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ، وَمَنْ أَتَى إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا، فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَعْلَمُوا أَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ.)) ......''جو شخص اللہ کے واسطے سے پناہ مانگے اس کو امان دو۔ اور جو شخص اللہ کے واسطے سے پناہ مانگے اس کو دو اور جو تمہاری دعوت کرے اس کی دعوت قبول کرو اور جو تمہارے ساتھ احسان کرے اس کا بدلہ دو۔ اگر بدلہ دینے کے لیے کوئی چیز نہ پاؤ تو اس کے حق میں دعا کرو یہاں تک کہ تم سمجھ لو کہ اس (کے احسان) کا بدلہ دے دیا ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ۱۶۷۲)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَسْأَلْ بِوَجْهِ اللّٰهِ إِلا الْجَنَّةَ.)) ......''اللہ کے چہرے کے واسطے سے صرف جنت ہی کا سوال کیا جا سکتا ہے۔'' (ضعیف، ابوداود: ۱۶۷۱)

حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ سائل کے ذریعے سے کسی گھر والوں کو آزماتے ہیں جو ان کا ہم جنس ہی (انسان) ہوتا ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنے گھر والوں کو تاکیداً کہتے تھے کہ کسی سائل کو مت لوٹانا۔ حماد بن سلمہ کہتے ہیں: ہمارے زمانے کے لوگ سائل کو دینے تک خاموش ہو جایا کرتے تھے۔

جناب ثابت کہتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی گھر والوں کے پاس صدقہ بھیجتیں تو صدقہ لے جانے والے سے کہتیں: دیکھنا گھر والے کیا جواب دیتے ہیں۔ وہ آتا تو اس سے پوچھتیں۔ تو جیسے دعائیہ جملے انہوں نے کہے ہوتے ویسے کہتیں۔ ان سے پوچھا گیا: اے ام المؤمنین! آپ صدقہ دیتی ہیں اور ان کے حق میں دعا بھی کرتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ''ان کی دعا میرے نزدیک میرے صدقے سے افضل ہے۔ میں ان کے حسن سلوک کا بدلہ چکاتی ہوں تاکہ میرے صدقے کا ثواب خالص بچ رہے۔''

(43)......بَابُ خَيْرِ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى

بہترین صدقہ جو مالداری کے بعد کیا جائے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً إِلٰى عُنُقِكَ﴾...... ''اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ۔'' (سورۂ بنی اسرائیل:۲۹)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا﴾...... ''پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے۔'' (سورۂ بنی اسرائیل:۲۹)

یعنی فضول خرچی نہ کر پھر عاجز، درماندہ اور خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جائے گا اور اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے بھی رقم نہیں پائے گا۔ کیونکہ فضول خرچی کا نتیجہ یہی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾...... ''وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ تو آپ کہہ دیجئے حاجت سے زائد چیز۔'' (سورۂ بقرہ:۲۱۹)

یعنی ایسا عطیہ جو آسانی اور سہولت سے ہو اور دل پر شاق نہ گزرے۔

(١٦٧٤)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ التَّاجِرُ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ بُكَيْرِ بْنِ الْحَارِثِ الْكُوفِيُّ، أَنْبَأَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد مالداری برقرار رہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور ان سے شروع کرو جن کی کفالت کے تم ذمہ دار ہو۔''

(١٦٧٥)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنْبَأَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّمَا الصَّدَقَةُ عَنْ ظَهْرِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ صدقہ وہی بہترین ہے جس کے بعد غنا

(١٦٧٤) أخرجه البخاري: ١٤٢٦، ١٤٢٨، و مسلم: ١٠٣٤

(١٦٧٥) انظر الحديث السابق

غِـنًى ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ السُّفْلَى ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ۔))	(بے نیازی) موجود رہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور ان سے شروع کرو جن کی کفالت کے تم ذمہ دار ہو۔''

شرح ''بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد مالداری برقرار رہے'' مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد، اگر انسان خود ہی اپنی بنیادی ضروریات کے پورا کرنے کے لیے دوسروں کا محتاج ہو جائے تو ایسا صدقہ ناپسندیدہ ہے، انسان کو چاہیے کہ آنے والے وقت میں پیش آنے والی آفات وبلیات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کچھ مال پس انداز رکھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ خَيْـرَ الـصَّـدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى۔)) ......''بلاشبہ بہترین صدقہ وہ ہے جو لوگوں سے بے نیازی کو باقی رہنے دے۔'' (صحیح، ابوداود: ١٦٧٦)

بہترین صدقہ اسے قرار دیا گیا ہے کہ وہ دینے کے بعد انسان دوسروں کا محتاج نہ ہو اور بچوں کی ضروریات کے لیے کچھ بچ رہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾......''وہ آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ تو آپ کہہ دیجئے حاجت سے زائد چیز۔'' (سورۂ بقرہ:٢١٩)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی وہ خرچ کرو جو تمہارے اہل وعیال کی ضرورتوں سے زائد ہو۔

(خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى) کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس کو آپ صدقہ دیں اسے مانگنے تانگنے سے بے نیاز کر دیں، یعنی اسے اتنا دیں کہ وہ مالداری کے زمرے میں داخل ہو جائے لیکن ترجمے میں بیان کردہ مفہوم راجح ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: بعض احادیث میں مکمل مال راہ خدا میں خرچ کر دینے کی رخصت اور اجازت مروی ہے۔ مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((جُهْدُ الْمُقِلِّ۔)) ......''کم مال والے کا محنت مشقت کر کے دینا۔''

(صحیح، ابوداود: ١٦٧٧)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں اپنا آدھا مال (آپ کی خدمت میں) لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ((مَـا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ؟)) ......''تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟'' میں نے کہا: اسی قدر (چھوڑ آیا ہوں) اور پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ((مَـا اَبْـقَيْتَ لِاَهْلِكَ؟)) ......''تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟'' انھوں نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تب مجھے کہنا پڑا، میں کسی شے میں کبھی ان سے نہیں بڑھ سکتا۔

(حسن، ابوداود: ۱۶۷۸، ترمذی: ۳۶۷۵)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جو حضرات متوکل اور غنی ہوں کہ کل مال صدقہ کرنے کی وجہ سے آنے والے فقر کو بخوشی قبول اور برداشت کر سکتے ہوں ان کے ایسے عمل کی رخصت ہے، ان کے لیے بھی مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے لیے کچھ رکھنے کے بعد صدقہ کریں، بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ صدقہ دینے کے بعد انسان کو ندامت سی لاحق ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو کوستا رہتا ہے، اس طرح صدقے کا ثواب ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے، نیز سارا مال صدقہ کرنے کی صورت میں وہ دوسروں پر بوجھ بن جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سارا مال صدقہ کر دینے کی صورت میں کوئی داروگیر نہیں فرمائی اس لیے کہ آپ کو ان کے کامل یقین اور اعلیٰ توکل کا پتہ تھا، ورنہ عام لوگوں کے لیے وہی حکم ہے جو حدیث نمبر ۱۶۷۵ میں بیان ہوا ہے۔

باقی رہا وہ شخص جو صدقہ اس حالت میں کرتا ہے کہ اس کے بال بچوں کو مال کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے یا اس پر قرض ہوتا ہے۔ یعنی صدقے کے بعد وہ اپنی بنیادی ضروریات کے پورا کرنے کے لیے دوسروں کا محتاج ہو جائے تو ایسا صدقہ ناپسندیدہ ہے۔ قرض کی ادائیگی اور اہل خانہ پر خرچ کرنا صدقہ دینے سے اولیٰ ہے مگر ایسے مخلصین جو اللہ پر کامل توکل رکھتے ہوں انہیں کسی ملال کا اندیشہ نہ ہو تو ان کے لیے اپنا تمام مال صدقہ کر دینے کی رخصت بھی ہے۔ ایسے اشخاص ضرورت کے باوجود دوسروں کو ترجیح دے سکتے ہیں جیسا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: انصار مدینہ نے مہاجرین کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توصیف فرمائی: ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾...... ''بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔'' (سورۂ حشر: ۹)

(۱۶۷٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ......

قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، قَالَ: ((أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ)) قُلْتُ: فَإِنِّي

عبداللہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے سلسلے میں اپنا واقعہ بیان کر رہے تھے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری توبہ (غزوہ تبوک میں نہ جانے کی) قبول ہونے کا شکرانہ یہ ہے کہ میں اپنا مال اللہ اور اس کے

(۱۶۷٦) أخرجه البخاري: ٤٤١٨، و مسلم: ٢٧٦٩

أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ۔

رسول ﷺ کے راستے میں دے دوں، آپ نے فرمایا: ''اپنے مال کا کچھ حصہ اپنے پاس ہی باقی رکھو تو تمہارے حق میں بہتر ہے'' میں نے عرض کیا: پھر میں اپنا خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھتا ہوں۔

(44)......بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ

بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی فضیلت

(١٦٧٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ......

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الرَّجُلُ إِذَا أَنْفَقَ النَّفَقَةَ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً۔))

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو اس میں بھی صدقے کا ثواب ملتا ہے۔''

(١٦٧٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُزَاحِمِ بْنِ زُفَرَ، عَنْ مُجَاهِدٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَرْبَعَةُ دَنَانِيرَ، دِينَارٌ أَعْطَيْتَهُ مِسْكِينًا، وَدِينَارٌ أَعْطَيْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَفْضَلُهَا الدِّينَارُ الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(خرچ کیے جانے والے) دینار چار قسم کے ہیں (۱) وہ دینار جو آپ کسی مسکین کو دیں (۲) وہ دینار جو آپ غلام آزاد کرنے میں لگائیں (۳) وہ دینار جو آپ اللہ کے راستے میں دیں (۴) اور وہ دینار جو آپ اپنے بیوی بچوں پر صرف کر دیں، ان میں سے افضل دینار وہ ہے جو آپ نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا ہے۔''

(١٦٧٧) أخرجه البخاري: ٥٥، ٤٠٠٦، و مسلم: ١٠٠٢

(١٦٧٨) أخرجه مسلم: ٩٩٥

(45)......بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَةِ عَلَى الْأَوْلَادِ وَالْأَقَارِبِ

اولاد اور رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کی فضیلت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝﴾ ...... ''یا بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتہ دار یتیم کو۔'' (سورۂ بلد: ۱۴، ۱۵)

(۱٦۷۹)- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بِشْرَانَ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَلِيٍّ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ بَنِي أَبِي سَلَمَةَ فِي حَجْرِي، وَلَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ إِلَا مَا أَنْفَقْتُ عَلَيْهِمْ، وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ كَذَا وَلَا كَذَا، أَفَلِيَ أَجْرٌ إِنْ أَنْفَقْتُ عَلَيْهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ لَكِ أَجْرَ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.))

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (ان کے پہلے شوہر) کے لڑکے میری پرورش میں ہیں: اوران کی کوئی جائداد نہیں علاوہ اس کے جسے میں ان پر خرچ کروں۔ میں انہیں اس محتاجی میں دیکھ نہیں سکتی۔ اگر میں ان پر خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان پر خرچ کرو، تمہیں ہر اس چیز کا ثواب ملے گا جو تم ان پر خرچ کروگی۔''

(۱٦۸۰)- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، أَخْبَرَنَا أَبِي، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ، فَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ......

عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، بِمِثْلِهِ سَوَاءٌ قَالَتْ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((تَصَدَّقْنَ وَلَوْ

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں مسجد میں تھی، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عورتوں سے) فرمایا:

(۱٦۷۹) أخرجه البخاري: ۱٤٦۷، و مسلم: ۱۰۰۱

(۱٦۸۰) أخرجه البخاري: ۱٤٦٦، و مسلم: ۱۰۰۰

مِنْ حُلِيِّكُنَّ)) وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ وَأَيْتَامٍ فِي حِجْرِهَا، فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ: سَلْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُجْزِءُ عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حِجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ: سَلِي أَنْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا: سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُجْزِءُ عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي؟ وَقُلْنَا: لَا تُخْبِرْهُ بِنَا، فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: ((مَنْ هُمَا)) قَالَ: زَيْنَبُ، قَالَ: ((أَيُّ الزَّيَانِبِ)) قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: ((نَعَمْ لَهَا أَجْرَانِ، أَجْرُ الْقَرَابَةِ، وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ۔))

''صدقہ کرو چاہے زیورات ہی سے ہو۔''سیدہ زینب رضی اللہ عنہا (اپنے خاوند) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور اپنی پرورش میں موجود (بھائی کے یتیم بچوں پر) خرچ کرتی تھیں۔ انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیے: کیا یہ بات جائز ہے کہ میں اپنا صدقہ آپ کو اور اپنی پرورش میں موجود یتیم بچوں کو دے دوں؟ سیدنا عبداللہ کہنے لگے: تم اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو۔ چنانچہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئی تو میں نے آپ کے دروازے پر ایک انصاری عورت کو کھڑے پایا۔ اس کا مطلوب بھی وہی تھا جو میرا تھا، اتنے میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے۔ ہم نے ان سے عرض کیا: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھیں کہ کیا اس بات کی گنجائش ہے کہ میں اپنے خاوند اور اپنی کفالت میں موجود یتیم بچوں پر خرچ کروں؟ اور ہم نے کہا: لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے بارے میں نہ بتانا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کون عورتیں ہیں؟'' انہوں نے کہا: زینب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کون سی زینب؟ انہوں نے کہا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! انہیں دو اجر ملیں گے: ''رشتے داری کا اجر اور صدقے کا اجر۔''

(١٦٨١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ......

(١٦٨١) أخرجه البخاري: ١٤١٨، ٥٩٩٥، و مسلم: ٢٦٢٩

أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِي، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَأَخَذَتْهَا، فَقَسَّمَتْهَا، بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا شَيْئًا، ثُمَّ قَامَتْ وَخَرَجَتْ وَابْنَتَاهَا، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ حَدِيثَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔))

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت دو بچیوں کے ساتھ مانگنے کے لیے آئی، میرے پاس سے اسے ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ میں نے اسے وہ کھجور دے دی، اس نے کھجور پکڑی اور اپنی دولڑکیوں میں تقسیم کر دی اور خود اس سے کچھ نہ کھایا، پھر اٹھ کر چلی گئی اور اس کی بیٹیاں بھی چل دیں، اس کے بعد نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس کا پورا ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بیٹیوں کے معاملے میں آزمائش میں ڈال دیا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا معاملہ کیا تو یہ اس کے لیے جہنم سے پردہ بن جائیں گی۔''

(١٦٨٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الرَّاسِبِيُّ......

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تُدْرِكَا، دَخَلْتُ أَنَا وَهُوَ الْجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ۔)) وَأَشَارَ مُحَمَّدٌ بِالْمُسَبِّحَةِ وَالَّتِي تَلِيهَا، ((وَبَابَانِ يُعَجَّلَانِ فِي الدُّنْيَا، الْبَغْيُ وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش وتربیت کی حتی کہ وہ جوان ہوگئیں، میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح داخل ہوں گے۔'' اور محمد بن عبدالعزیز نے انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو امور دنیا میں جہنم کے دروازے ہیں: سرکشی وبغاوت کرنا اور رشتہ داری کو توڑنا۔''

(١٦٨٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

(١٦٨٢) صحيح...... أخرج مسلم الحديث الاول منه: ٢٦٣١، والترمذي: ١٩١٦

(١٦٨٣) أخرجه البخاري: ١٤٦١، و مسلم: ٩٩٨

عَـنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی طَلْحَةَ ، أَنَّهُ سَـمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ، يَقُولُ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَـرَ أَنْـصَـارِيٍ بِالْمَدِينَةِ مَالًا ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْـوَالِـهِ إِلَيْـهِ بَيْـرَحَـاءَ ، وَكَـانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا ، وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهِ طَيِّبٍ ، قَـالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَـا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَـبَّ أَمْـوَالِـي إِلَـيَّ بَيْـرَحَـاءُ ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِـلَّهِ ، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ ، فَضَعْهَا يَـا رَسُـولَ الـلّٰهِ! حَيْثُ شِئْتَ ، فَقَالَ رَسُولُ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((بَخْ بَخْ ذَلِكَ مَـالٌ رَابِحٌ ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيهَا ، إِنِّي أَرَى أَنْ تَـجْـعَـلَـهَـا فِي الْأَقْرَبِينَ)) فَقَالَ أَبُو طَـلْـحَةَ: أَفْـعَـلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَقَسَّمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں سے مال ودولت کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے اور انہیں اپنے مالوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ بیرحا (نامی باغ) تھا۔ یہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لاتے اور باغ میں موجود پاکیزہ پانی پیتے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْن﴾ ...... نازل ہوئی تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْن﴾ ...... ''تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے، تاآنکہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ کرو۔'' (سورۂ عمران:۹۲) اور مجھے اپنے مالوں میں سب سے زیادہ محبوب بیرحا (باغ) ہے۔ میں اسے اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر کی اور اس کے پاس اس کے ذخیرہ ہونے کی امید رکھتا ہوں، پس آپ جہاں مناسب سمجھیں اپنے تصرف میں لائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''واہ، واہ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ تم نے جو کچھ کہا ہے میں نے سن لیا ہے، میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کردو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتے داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔

شرح (بخ) واہ! واہ۔ یہ لفظ کسی معاملے کی تعظیم اور بڑائی بیان کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔

(ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ) (یا موحدہ کے ساتھ) فائدہ منداور قیمتی ہے۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ وقف اگر مبہم اور غیر واضح الفاظ سے بھی کیا جائے تو واقع ہو جائے گا اور مناسب یہی ہے کہ وقف کنندہ کے قریبی رشتہ داروں میں اس کو صرف کیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی معین آدمی کو جاگیر وقف کرتا ہے اور وقف کنندہ کی طرف سے جاگیر کے مصارف کی وضاحت بھی نہیں ہوتی۔ ہوتا یوں ہے کہ جس کو جاگیر وقف کی گئی تھی وہ تقسیم کر دیا جائے گا اور اس مسئلہ کی دلیل مذکورہ بالا سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ ایسی صورت میں قریبی رشتہ داروں کے امیر وغریب ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مروی ہے کہ مذکورہ باغ کا کچھ حصہ سیدنا ابی اور حسان رضی اللہ عنہما کو بھی دیا گیا تھا اور سیدنا ابی رضی اللہ عنہ دولت مند صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔

بعض اہل علم کا موقف ہے جب تک وقف کے مصارف کی وضاحت نہ ہو تب تک وقف کرنا درست نہیں اور اسے فقراء ومساکین ہی میں تقسیم کیا جائے۔

(١٦٨٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ......

عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ عَمِّهَا سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ، فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْرًا، فَالْمَاءُ فَإِنَّهُ طَهُورٌ)) وَقَالَ: ((الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ، صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ۔))

سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ وہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی افطاری کرے تو کھجور کے ساتھ کرے۔ بلاشبہ یہ باعث برکت ہے۔ اگر کھجور میسر نہ ہو تو پھر پانی کے ساتھ کرے کیونکہ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے“ اور آپ نے فرمایا: ”مسکین آدمی کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے، جبکہ قرابت دار کو صدقہ دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔“

(١٦٨٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا

(١٦٨٤) جملة "إذا أفطر ......" ضعيف، والصحيح من فعله صلى الله عليه وسلم، وجملة "الصدقة على......" صحيح ...... أخرجه الترمذي: ٦٥٨، وروى الفقرة الاولى ابوداود: ٢٣٥٥، وابن ماجه: ١٦٩٩.

(١٦٨٥) صحيح ......أخرجه ابوداود: ١٦٩١، والنسائي: ٢٥٣٥

سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلانَ، عَنْ سَعِيدٍ أَبِي سَعِيدٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! عِنْدِي دِينَارٌ، فَقَالَ: ((أَنْفِقْهُ عَلَى نَفْسِكَ۔)) قَالَ: عِنْدِي آخَرُ؟ قَالَ: ((أَنْفِقْهُ عَلَى وَلَدِكَ۔)) قَالَ عِنْدِي آخَرُ؟ قَالَ: ((أَنْفِقْهُ عَلَى أَهْلِكَ۔)) قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: ((أَنْفِقْهُ عَلَى خَادِمِكَ۔)) قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: ((أَنْتَ أَعْلَمُ۔)) قَالَ سَعِيدٌ: ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ: يَقُولُ وَلَدُكَ: أَنْفِقْ عَلَيَّ إِلَى مَنْ تَكِلُنِي؟ تَقُولُ زَوْجَتُكَ: أَنْفِقْ عَلَيَّ أَوْ طَلِّقْنِي، يَقُولُ خَادِمُكَ: أَنْفِقْ عَلَيَّ أَوْ بِعْنِي۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی جان پر خرچ کر'' کہنے لگا: میرے پاس دوسرا ہے، فرمایا: ''اپنے بچے پر صدقہ کر۔'' کہنے لگا، میرے پاس ایک اور ہے۔فرمایا: ''اپنی بیوی پر صدقہ کر'' کہنے لگا: میرے پاس ایک اور ہے۔ فرمایا: ''اپنے خادم پر صدقہ کر۔'' کہنے لگا: میرے پاس ایک اور ہے، فرمایا: ''تو اس کے متعلق بہتر جانتا ہے'' (کہ کہاں اور کس پر خرچ کرنا ہے)، سعید (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہتے، اب تو آپ کا بیٹا کہے گا: مجھے خرچہ دو، میں اور کس سے لوں؟ آپ کی بیوی کہے گی: مجھے خرچ دو ورنہ طلاق دے دو اور خادم کہے گا: مجھ پر صرف کرو یا فروخت کردو۔

شرح: اس حدیث میں خرچ کرنے کے اعتبار سے ترتیب کا بیان ہے۔ اس ترتیب میں ''اپنی جان'' کو اولیت اور اہمیت دی گئی ہے کیونکہ انسان کی اپنی صحت عمدہ اور قوی بحال ہوں گے تو دوسروں کے لیے بھی کوئی محنت مشقت کر سکے گا، اس کے بعد بچوں پر خرچ کرنے کا حکم ہے کہ وہ انسان کے جسم کا حصہ ہیں۔ اگر والد ان پر خرچ نہ کرے گا تو اور کون کرے گا؟ تیسرے نمبر پر بیوی کا ذکر ہے لیکن بچوں کے بعد اس کا تذکرہ ہے اس لیے کہ بچوں کو الگ نہیں کیا جا سکتا جبکہ خرچہ نہ ہونے کی صورت میں بیوی طلاق لے کر الگ ہو سکتی ہے اور دوسرے خاوند کے ذمے اس کا نان ونفقہ واجب ہو جائے گا۔ چوتھے نمبر پر خادم کا ذکر ہے، کیونکہ اسے بھی خرچ نہ ہونے کی صورت میں الگ کیا جا سکتا ہے جو مالک خریدے گا اس کے ذمے اس کا خرچ ہوگا۔

(١٦٨٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ......

(١٦٨٦) حسن ......أخرجه ابوداود: ١٦٩١، والنسائی: ٥/ ٦٢

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ، أَوْ حَثَّ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! عِنْدِي دِينَارٌ؟ فَقَالَ: ((أَنْفِقْهُ عَلَى نَفْسِكَ)) فَقَالَ: عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ؟ قَالَ: ((أَنْفِقْهُ عَلَى زَوْجَتِكَ)) قَالَ: عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ؟ قَالَ: ((أَنْفِقْهُ عَلَى وَلَدِكَ)) قَالَ: عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((أَنْفِقْهُ عَلَى خَادِمِكَ)) قَالَ: عِنْدِي دِينَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((أَنْتَ أَبْصَرُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا یا صدقہ کرنے پر لوگوں کو ابھارا تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے، آپ نے فرمایا: ''اپنی جان پر خرچ کر۔'' کہنے لگا: میرے پاس دوسرا ہے۔ فرمایا: ''اپنی بیوی پر خرچ کر۔'' کہنے لگا: میرے پاس ایک اور ہے۔ فرمایا: ''اپنے بچے پر خرچ کر'' کہنے لگا: میرے پاس ایک اور ہے۔ فرمایا: ''اپنے خادم پر خرچ کر۔'' کہنے لگا: میرے پاس ایک اور ہے۔ فرمایا: ''تو اس کے متعلق بہتر جانتا ہے۔''

(١٦٨٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ......

أَنَّ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً لَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِي يَدُورُ عَلَيْهَا فِيهِ، قَالَتْ: أَشَعَرْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي أَعْتَقْتُ وَلِيدَتِي، قَالَ: ((أَوَ فَعَلْتِ؟)) قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: ((أَمَّا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ۔))

سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک لونڈی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے بغیر آزاد کردی۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آپ کے گھر آنے کی تھی تو انہوں نے خدمت نبوی میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کردی ہے، آپ نے فرمایا: ''تو اگر اسے اپنے ماموں کو دے دیتی تو تیرے لیے زیادہ ثواب ہوتا۔''

(46)......بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْجَارِ

پڑوسی کو صدقہ دینا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾...... ''اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے (سلوک واحسان کرو)۔'' (سورۂ نساء: ٣٦)

(اَلْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى)...... ''وہ ہمسایہ جس سے رشتہ اور قرابت داری بھی ہو۔'' (اَلْجَارِ الْجُنُب)...... ''ایسا

(١٦٨٧) أخرجه البخاري: ٢٥٩٢، و مسلم: ٩٩٩

پڑوسی جس سے قرابت داری نہ ہو۔" (أَلصَّاحِبِ بِالجَنْبِ)......" سے مراد بیوی، رفیق سفر، مسافر، مہمان یا شریک کار ہے۔"

(١٦٨٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ......

سَمِعْتُ طَلْحَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ((إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! میرے دو پڑوسی ہیں تو میں کس کو ہدیہ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کا دروازہ آپ کے قریب ہے۔"

شرح صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يَا أَبَا ذَرٍّ، إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَائَهَا، وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ۔)) ......"اے ابوذر! جب تم شوربے (والا سالن) پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کرلو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔" (صحيح مسلم: ٢٦٢٥)

(١٦٨٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ هَوَازِنَ الْقُشَيْرِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْحَسَنِ الإِسْفَرَايِينِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَوَانَةَ يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ، أَنْبَأَنَا يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ، أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْخَزَّازُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ......

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ، وَإِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَائَهَا، وَاغْرِفْ لِجِيرَانِكَ مِنْهَا۔))

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی نیک کام کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ تمہارا اپنے بھائی کو خندہ روئی سے ملنا ہی ہو اور جب تم شوربے (والا سالن) پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کرلو اور اس سے اپنے پڑوسی کو دو۔"

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جب آدمی اپنے پڑوسیوں کو صدقہ یا تحفہ دینا چاہے تو سب سے پہلے اس پڑوسی کو دے جس کا دروازہ سب سے قریب ہو، پھر اس کے بعد جس کا ہو۔ اگر پڑوسیوں میں سے کوئی اس کا رشتہ دار بھی ہو تو

(١٦٨٨) أخرجه البخاري: ٢٢٥٩

(١٦٨٩) أخرجه مسلم: ٢٦٢٦

دادودہش کا آغاز اسی سے کرنا چاہیے خواہ اس کی رہائش بعید ہی ہو۔ اس کے بعد دروازے کے قرب والے اصول کو مدنظر رکھا جائے۔ یہ اس لیے کہ رشتہ داری کا قرب گھر کے قرب سے بہرحال مقدم ہے۔

(47)......بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

فوت شدگان کی طرف سے صدقہ کرنا

(١٦٩٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ أُمِّي أُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((نَعَمْ۔))

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص (سعد بن عبادہ) نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: میری والدہ کی موت اچانک واقع ہوگئی، میرا خیال ہے کہ اگر انہیں گفتگو کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرتیں تو کیا میں ان کی طرف سے خیرات کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔

شرح (افتُلِتَتْ) ''اچانک مرگئی'' جو کام بغیر ٹھہراؤ کے فوراً ہو جائے اس کے لیے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

(١٦٩١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا، وَلَمْ يُوصِ، فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص (سعد بن عبادہ) نے نبی کریم ﷺ سے کہا: میرے والد صاحب فوت ہوگئے اور مال چھوڑ گئے جس کی وصیت کر کے نہیں گئے۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ ان کی طرف سے کفارہ بن سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں''۔

شرح اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ میت کو صدقے کا ثواب ملتا ہے اور دعا سے فائدہ ہوتا ہے۔

(١٦٩٠) أخرجه البخاري: ٢٧٦٠، و مسلم: ١٠٠٤

(١٦٩١) أخرجه مسلم: ١٦٣٠

(48)......بَابُ الْمَرْأَةِ تَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ وَالْخَازِنِ وَالْعَبْدِ مِنْ مَالِ الْمَوْلٰى

بیوی کا اپنے خاوند کے مال سے اور خزانچی اور غلام کا آقا کے مال سے صدقہ کرنا۔

(١٦٩٢)۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَنْصُورِيُّ، بِبَغْدَادَ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعُطَارِدِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ:......

قَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلِلزَّوْجِ مِثْلُ ذٰلِكَ بِاكْتِسَابِهِ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیوی جب اپنے شوہر کے گھر سے خرچ کرے جبکہ اسراف کرنے والی نہ ہو تو اسے صدقہ کرنے کا اور اس کے شوہر کو کمانے کا ثواب ہے اور (اس کے) خزانچی کو بھی اسی قدر ہے۔''

(١٦٩٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُسْرِفَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلَهُ مِثْلُهَا لَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلَهُ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر اسراف کے خرچ کرے تو اسے صدقہ کرنے کا اور اس کے شوہر کو کمالانے کا ثواب ہے اور خزانچی کو بھی اسی قدر ہے۔''

(١٦٩٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت کو روا نہیں کہ شوہر موجود ہو تو اس کی

(١٦٩٢) صحيح ......أخرجه ابوداود: ١٦٨٥، والترمذي: ٦٧١، والنسائي: ٥/ ٦٥، وابن ماجه: ٢٢٩٤

(١٦٩٣) أخرجه البخاري: ١٤٣٧، و مسلم: ١٠٢٤

(١٦٩٤) أخرجه البخاري: ٢٠٦٦، ٥١٩٥، و مسلم: ١٠٢٦

((لا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلا بِإِذْنِهِ، وَلا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ وهُوَ شَاهِدٌ إِلا بِإِذْنِهِ، وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ كَسْبِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَإِنَّ نِصْفَ أَجْرِهِ لَهُ.))

اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور جائز نہیں کہ شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے دے اور عورت خاوند کی کمائی سے جو کچھ بغیر اس کے حکم کے خرچ کرتی ہے تو اس کا آدھا اجر شوہر کو ملتا ہے۔''

شرح: ''عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔'' مراد یہ ہے کہ جب شوہر گھر میں موجود ہو تو نفل روزے اس کی اجازت سے رکھے جائیں۔ اسی طرح رمضان کے روزوں کی قضا شوال سے شعبان تک کسی ماہ خاوند کی اجازت سے دے دی جائے۔ معلوم ہوا کہ بیوی کو شوہر کی تسکین کے لیے انتہائی حساس اور ذمہ دار ہونا چاہیے، یہ علائق نفسیاتی نہیں بلکہ شرعی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھ پر رمضان کے روزوں کی قضا ہوتی اور مجھے اس کے لیے کوئی موقع نہ ملتا تا آنکہ ماہ شعبان سایہ فگن ہو جاتا۔ (صحيح بخاري: ١٩٥٠)

فائدہ: فرضی روزوں کے لیے عورت کو خاوند سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

(١٦٩٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَنْبَأَنَا شُعَيْبٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلا بِإِذْنِهِ، وَلا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ إِلا بِإِذْنِهِ، وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَإِنَّهُ يُؤَدَّى إِلَيْهِ شَطْرُهُ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور ایسے ہی روا نہیں کہ شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے دے اور عورت خاوند کے حکم کے بغیر جو خرچ کرتی ہے تو خاوند کو اس کا آدھا ثواب ملتا ہے۔''

شرح: امام خطابی رحمہ اللہ نے خاوند کو آدھا ثواب ملنے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب بیوی اپنے خرچے سے زائد لے لے اور اسے صدقہ کر دے، اس پر اگر خاوند راضی ہو تو ثواب دونوں کو ملے گا۔

فائدہ: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عورت معمول کے خرچے سے کفایت شعاری کرتی ہو اور حسن تدبیر کے ساتھ کچھ بچا لے اور اسے صدقہ کر دے تو اس میں بھی خاوند کو ثواب ملے گا کیونکہ کما کر تو وہی لایا ہے، عرفاً اس کی اجازت تو ہوتی ہی ہے۔ (ع،س)

(١٦٩٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ

(١٦٩٥) أخرجه البخاري: ٥١٩٥

(١٦٩٦) صحيح ...... أخرجه ابوداود: ٣٥٦٥، والترمذي: ٦٧٠، وابن ماجه: ٢٢٩٥

الْمَحْبُوبِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى ، أَخْبَرَنَا هَنَّادٌ ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ ، أَخْبَرَنَا شُرَحْبِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ......

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((لا تُنْفِقِ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلا بِإِذْنِ زَوْجِهَا)) قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلا الطَّعَامَ؟ قَالَ: ((ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا))

سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ میں یہ فرماتے ہوا سنا: ''عورت اپنے گھر کی کوئی چیز خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے، حاضرین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کھانا بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ تو عمدہ مال ہے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اکثر اہل علم کے نزدیک اسی بات پر عمل ہے کہ عورت کو صدقہ وغیرہ کرنے کے لیے خاوند سے اجازت لینی چاہیے بغیر اجازت کے صدقہ کرنا حلال نہیں۔ اسی طرح خادم کو بھی اجازت لینا چاہیے، اجازت کے بغیر اگر صدقہ کریں تو دونوں گنہگار رہوں گے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت اہل حجاز کی عادت کے مطابق ہے۔ ان کے ہاں بیوی اور خادم کو کھلی اجازت ہے کہ وہ آنے والے سائل اور مہمان کی خاطر خواہ خدمت اور تواضع کریں، گھر میں موجود کوئی بھی چیز ان کی خدمت میں پیش کی جاسکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس عمدہ عادت اور خصلت کو اپنائے رکھنے پر ابھارا جس طرح آپ نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے خرچ کرنے کے حوالے سے فرمایا تھا ''سنبھال سنبھال کر نہ رکھ، ورنہ تجھے بھی روک روک کے دیا جائے گا'' یعنی اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کر، اسی مفہوم کو وہ روایت بھی تقویت دیتی ہے جس کے راوی سیدنا ابی اللحم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے کہا: میں غلام تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آقا کے مال سے صدقہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! کرسکتے ہو، ثواب تم دونوں میں نصف نصف ہوگا۔'' (صحيح مسلم: ١٠٢٥)

فائدہ: بعض روایات میں عورت کو خاوند کے مال سے خرچ کرنے کی اجازت ہے اور بعض میں اجازت نہیں، دونوں قسم کی روایات میں توفیق وتطبیق ممکن ہے کہ بیوی کو شوہر کی صریح اجازت کے بغیر عرف سے بڑھ کر صدقہ کرنا حلال نہیں کیونکہ اس سے گھریلو اخراجات کا نظام متاثر ہوتا ہے اس لیے ''اس پر گناہ ہوگا'' اور مرفوع روایت کے مطابق ......عدم اجازت کی صورت میں ''آدھا ملے گا'' بشرطیکہ معروف حد کے اندر اندر ہو۔ (ع س)

(١٦٩٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الدَّاوُدِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى بْنِ الصَّلْتِ ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ السَّلَامِ ، هُوَ ابْنُ حَرْبٍ ، عَنْ يُونُسَ ، هُوَ ابْنُ عُبَيْدٍ ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ......

عَنْ سَعْدٍ ، قَالَ: لَمَّا بَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(١٦٩٧) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ١٦٨٦

الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ ، قَامَتِ امْرَأَةٌ جَلِيلَةٌ كَـأَنَّهَا مِنْ نِسَاءِ مُضَرَ ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّـا كُـلٌّ عَـلَـى آبَـائِنَا وَأَبْنَائِنَا وَأَزْوجِنَا ، فَمَا يَـحِلُّ لَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ؟ قَالَ: ((الرَّطْبُ تَأْكُلْنَهُ وَتُهْدِينَهُ۔))

نے عورتوں سے بیعت لی تو ایک باوقار (یا لمبے قد والی) عورت کھڑی ہوئی، گویا کہ وہ قبیلہ مضر سے تھی، کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ! ہم تو اپنے ماں باپ، اپنے بیٹوں اور اپنے شوہروں پر بوجھ ہیں تو ہمارے لیے ان کے مالوں میں سے کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تر چیزیں کھاؤ اور ہدیہ بھی دو۔''

شرح (امْـرَأَةٌ جَلِيْلَةٌ) ''بلند قامت'' یا ''معمر خاتون'' آپ نے ہدیہ دینے کے لیے کھانے کی تر چیزوں کو مخصوص فرمایا کیونکہ عام طور پر یہ عادت اور رواج ہے کہ تر اشیاء مثلاً تر کھجوریں، تازہ پھل، اور سبزیاں ایک دوسرے کو تحفہ دی جاتی ہیں کیونکہ ان کے جلد خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، خشک اشیاء دیر تک باقی رہتی ہیں، ان کو ذخیرہ بھی کیا جاسکتا ہے اس لیے ان کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اصولی بات یہی ہے کہ خاوند بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے مال میں دخل اندازی کرنے سے پہلے فریق ثانی سے اجازت لینی چاہیے تاکہ بدگمانی اور تہمت وفساد کی نوبت نہ آئے۔

(١٦٩٨)۔ أَخْبَـرَنَـا عَبْـدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، حَدَّثَنِي بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ......

عَـنْ أَبِيـهِ أَبِـي مُـوسَى الْأَشْعَرِيِّ ، قَالَ: قَالَ رَسُـولُ الـلّٰـهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ: ((الْخَازِنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ۔))

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امانت دار خزانچی جو خوش دلی سے خرچ کرے جس کا اسے حکم دیا جائے وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔''

(49)......بَابُ نَهْيِ الْمُتَصَدِّقِ أَنْ يَّشْتَرِيَ صَدَقَتَهُ

صدقہ دینے والے کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے صدقے کا مال خریدے

(١٦٩٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَازِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَـمَـلَ عَـلَـى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَوَجَدَهُ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک گھوڑا فی سبیل اللہ صدقہ کیا، پھر انہیں پتا چلا کہ وہ گھوڑا

(١٦٩٨) أخرجه البخاري: ٢٢٦٠ ، ٢٣١٩ ، و مسلم: ١٠٢٣

(١٦٩٩) أخرجه البخاري: ٢٧٧٥ ، و مسلم: ١٦٢١

يُبَـاعُ ، فَـأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ ، فَسَأَلَ رَسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ ، فَقَالَ: ((لا تَبْتَعْهُ وَلا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ۔))

فروخت ہو رہا ہے تو انہوں نے خود ہی خریدنے کا ارادہ کرلیا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے کیے ہوئے صدقے کومت خرید اور اپنے کیے ہوئے صدقے کا خیال بھی نہ کر۔''

(۱۷۰۰)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّهُ قَالَ:......

سَـمِـعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ، يَقُولُ: حَمَلْتُ عَـلَـى فَـرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَـانَ عِـنْدَهُ ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَبْتَاعَهُ مِنْهُ ، وَظَنَنْتُ أَنَّـهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((لا تَبْتَعْهُ وَإِنْ أَعْـطَـاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَاحِدٍ ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ۔))

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک شخص کو سواری کے لیے دے دیا لیکن اس شخص نے گھوڑے کو ضائع کر دیا اس لیے میں نے چاہا کہ اسے خریدلوں۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ ڈالے گا'' چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنا صدقہ واپس نہ لو خواہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے کیونکہ دیا ہوا صدقہ واپس لینے والے کی مثال اس کتے کی ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔''

شرح: صدقہ کرنے والے کو اپنا صدقہ قیمتاً بھی لینا منع ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس نے اپنا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا تو اب خریدنے سے فساد نیت اور نیکی کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ شخص اس کا لحاظ کرتے ہوئے اسے قیمت میں رعایت کرے تو اس بنا پر قیمتاً خریدنے کو بھی صدقہ میں لوٹنا قرار دیا گیا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ مہاجرین کو اپنے وطن میں رہائش اختیار کرنے سے روک دیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے وطن مالوف کو محض اللہ کی رضا کیلئے چھوڑا تھا۔ یاد رہے کہ ایک شخص صدقہ میں دی ہوئی زمین کا غلہ خرید سکتا ہے کیونکہ وہ عین صدقے کو خریدنا نہیں بلکہ اس سے حاصل شدہ چیز کا خریدنا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے جو آدمی اپنے کھاتے میں کسی کے لیے بطور صدقہ ایک درہم یا کوئی اور چیز دینے کے لیے لکھ کر دے دے اب وہ اس کے مال میں اسی کا ہے۔ وہ جب چاہے اپنی چیز کا مالک سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کوئی شخص صدقہ لے کر کسی متعین شخص کو دینے کے لیے نکلے لیکن وہ قبول نہ کرے تو مالک اس مال کو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے لیکن سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف ہے کہ جب کوئی شخص کسی مسکین کی نیت سے صدقہ نکالے اور مسکین کو موجود نہ پائے

(۱۷۰۰) أخرجه البخاري: ۱٤۹۰ ، و مسلم: ۱٦۲۰

تو صدقے کو الگ ہی رکھے اور اس جیسے کسی دوسرے حاجت مند کو دے دے، عکرمہ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔ جناب محمد بن علی رحمہ اللہ جب کسی فقیر کو صدقہ دیتے اور وہ ناگواری اور ناراضی کا اظہار کرتا تو اس سے واپس لے کر کسی اور کو دے دیتے، جناب محمد بن علی رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اونٹ ذبح کیا تو ایک سائل کو کچھ گوشت دیا، اس نے کم سمجھتے ہوئے لینے سے انکار کردیا۔ جناب محمد بن علی رحمہ اللہ نے کہا: بس اتنا دینے کی ہی گنجائش ہے مگر وہ نہ مانا اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر گوشت کا مطالبہ کرنے لگا۔ جناب محمد بن علی رحمہ اللہ نے کہا: اب ہم تجھے کچھ نہیں دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قناعت پسند (سائل) کو دینے کا حکم فرمایا ہے اور تو نے قناعت کا مظاہرہ بالکل نہیں کیا۔

(50)......بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ بِشَيْءٍ ثُمَّ وَرِثَهُ

جو شخص صدقہ کی ہوئی چیز کا وارث بن جائے

(۱۷۰۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ؟ قَالَ: ((وَجَبَ أَجْرُكِ ، وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ)) قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ ، أَفَأَصُومُ عَنْهَا؟ قَالَ: ((صُومِي عَنْهَا)) قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّمَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ ، حُجِّي عَنْهَا۔))

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں موجود تھا کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی والدہ کو ایک لونڈی بطور صدقہ دی تھی اب میری والدہ فوت ہو چکی ہیں (تو اب میں کیا کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تجھے اجر مل گیا ہے اور وراثت نے اس کو تیسری طرف لوٹا دیا ہے۔“ اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میری والدہ کے ذمے ماہ رمضان کے روزے رکھنا ابھی باقی ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا: ”تو والدہ کی طرف سے روزے رکھ۔“ اس نے کہا: میری والدہ نے کوئی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”جی ہاں! اس کی طرف سے حج کر۔“

شرح: اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ اگر کسی شخص کو کیا ہوا صدقہ بطور وراثت مل جائے تو اس کے لیے اس مال کا استعمال جائز ہے بعض علماء کا موقف ہے کہ اس نے صدقہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کردیا ہے، وراثت میں ملنے کی صورت میں اسے پھر راہ خدا میں خرچ کردینا چاہیے۔

(۱۷۰۱) أخرجه مسلم: ۱۱۴۹

(17)...... كِتَابُ الصِّيَامِ
روزوں کے احکام ومسائل

(1)...... بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ شَهْرِ رَمَضَانِ
ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ﴾...... ''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے۔'' (سورۂ بقرہ:۱۸۳)

(۱۷۰۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ الْمَدِينَةَ صَامَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ، كَانَ هُوَ الْفَرِيضَةُ، وَتُرِكَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش عاشورہ کے دن کا زمانہ جاہلیت میں روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکھتے تھے، پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو بھی حکم دیا۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد وہی فرض ٹھہرا اور آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا: ''اب جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔''

(2)......بَابُ فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَان
ماہ رمضان کی فضیلت

(۱۷۰۳)۔ أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

(۱۷۰۲) أخرجه البخاري: ۲۰۰۲، و مسلم: ۱۱۲۵

(۱۷۰۳) أخرجه البخاري: ۱۸۹۸، ۳۲۷۷، و مسلم: ۱۰۷۹

الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو سُهَيْلٍ نَافِعُ بْنُ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ، فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رمضان المبارک آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کردیے جاتے ہیں۔''

(١٧٠٤)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ، وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رمضان المبارک شروع ہوتا ہے تو شیاطین قید کردیے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔''

شرح: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان کو اکیلا رمضان بھی کہا جاسکتا ہے مثلاً یوں کہا جائے: رمضان آیا، رمضان ختم ہوا۔ ایسا کہنا درست ہے اس قسم کے الفاظ بولنے میں کوئی حرج نہیں۔

(١٧٠٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب ماہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو

(١٧٠٤) انظر الحديث السابق

(١٧٠٥) صحيح ...... أخرجه الترمذي: ٦٨٢، وابن ماجه: ١٦٤٢، والنسائي: ٤/ ١٢٩

رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ، وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ.))

شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں اور آگ کے سارے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں حتی کہ ایک دروازہ بھی کھلا نہیں رہنے دیا جاتا اور جنت کے سارے دروازے کھول دیے جاتے ہیں حتی کہ ایک دروازہ بھی بند نہیں رہنے دیا جاتا اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے: اے نیکی کے طلب گار! آگے بڑھ۔ اور اے گناہ کے طلب گار! رک جا۔ اور اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔

شرح (صُفِّدَتْ) ''شیاطین کو زنجیریں لگا دی جاتی ہیں۔''

(3)......بَابُ ثَوَابِ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ

رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا ثواب

(١٧٠٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي نَصْرِ بْنِ أَحْمَدَ الْكُوفَانِيُّ الْهَرَوِيُّ، بِهَا، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ التُّجِيبِيُّ الْمِصْرِيُّ، بِهَا الْمَعْرُوفُ بِابْنِ النَّحَّاسِ، قِيلَ لَهُ: أَخْبَرَكُمْ أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْعَنْزِيُّ الْبَصْرِيُّ، بِمَكَّةَ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ الْأَعْرَابِيِّ، فِي شَوَّالٍ سَنَةَ أَرْبَعِينَ وَثَلاثِمِائَةٍ، أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ الزَّعْفَرَانِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ مُحَمَّدِ بْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے ایمان کی حالت میں، ثواب کی نیت سے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جس شخص نے لیلۃ القدر کا قیام ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

(١٧٠٦) أخرجه البخاري: ٢٠١٤، و مسلم: ٧٦٠

شرح (اِحْتِسَابًا) اللہ کی رضامندی اور اس سے اجر وثواب چاہتے ہوئے ،فَلَان یَحْتَسِبُ الاخبار" کا معنی ہے فلاں خبروں کا متلاشی ہے، یعنی لفظ احتساب میں طلب کرنے کا معنی پایا جاتا ہے۔

(۱۷۰۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيهِ ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ وَصَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کی راتوں میں نفل عبادت کرے اور اس ماہ کے روزے رکھے اس کے سب پہلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جو لیلۃ القدر کا قیام ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے کرے اس کے سب پہلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

شرح ایک سند میں (مَنْ قَامَ رَمَضَانَ وَصَامَهُ) کی بجائے (مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامه) کے الفاظ ہیں۔

(ایمانا واحتسابا) ''ایمان اور ثواب کی نیت سے'' یعنی روزہ رکھنے کی بنیاد ایمان ہو نہ کہ لوگوں کی دیکھا دیکھی یا ایک رسم کی پابندی یا صحت کا حصول اور نیت ثواب حاصل کرنے کی ہو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت مقصود ہو، تعریف کا حصول اور لوگوں کی مذمت سے بچاؤ مقصود نہ ہو، خوش دلی سے روزے رکھے، روزوں کو بوجھ نہ سمجھے، گرمیوں کے طویل ایام سے کبیدہ خاطر نہ ہو بلکہ ان کو ثواب کے حصول کا ذریعہ جانے۔

(4)......بَابُ فَضْلِ الصِّيَامِ

روزوں کی فضیلت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ﴾...... ''حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے۔''

(سورۃ توبہ:۱۱۲)

(أَلسَّائِحُوْن) سے مراد ''روزہ رکھنے والے'' ہیں۔ صائم کو سائح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص جو زمین کی سیاحت پر

(۱۷۰۷) انظر الحدیث السابق

نکلتا ہے اس کے پاس زادراہ نہیں ہوتا، جہاں کچھ ملتا ہے کھا پی لیتا ہے۔صائم کا معاملہ بھی یہی ہے کہ پورا دن کھائے پیے بغیر گزر جاتا ہے، یہی ان دونوں میں وجہ اشتراک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾...... ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔'' (سورہ بقرہ: ۴۵)

بعض علماء نے یہاں صبر سے مراد روزہ لیا ہے۔ حدیث میں بھی رمضان کو ''صبر کا مہینہ'' قرار دیا گیا ہے۔ صبر کا لغوی معنی ہے: اپنے آپ کو روک کر رکھنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾...... ''اور اپنے آپ کو انہیں کے ساتھ رکھ جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں۔'' (سورۂ کہف: ۲۸) روزہ رکھنے میں بھی اپنے آپ کو کھانے، پینے اور دیگر لذائذ سے باز رکھنا پڑتا ہے۔

(۱۷۰۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ......

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لا يَدْخُلُهُ إِلا الصَّائِمُونَ۔))

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ''ریان'' ہے جس سے سوائے روزہ داروں کے اور کوئی نہیں گزرے گا۔''

شرح: اسی سند سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ((فَمَنْ كَانَ مِنَ الصَّائِمِينَ دَخَلَهُ، وَمَنْ دَخَلَهُ، لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا۔))...... ''جو روزہ دار ہوگا وہ اس دروازے سے داخل ہوگا اور جو داخل ہوگا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔''

(صحیح، ابن ماجہ: ۱٦٤٠، ترمذی: ۷٦٥، نسائی: ۲۲۳٦)

(۱۷۰۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، نَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، نَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، نَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيدِ، نَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُمَحِيُّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ......

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

(۱۷۰۸) أخرجه البخاري: ۱۸۹٦، ۳۲۵۷، و مسلم: ۱۱۵۲

(۱۷۰۹) صحيح ......أخرجه ابن ماجه: ۱٦٤٠، والترمذي: ۷٦٥، والنسائي: ۲۲۳٦

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا، يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، قِيلَ أَيْنَ الصَّائِمُونَ؟ فَإِذَا دَخَلُوا، أُغْلِقَ، فَيَشْرَبُونَ مِنْهُ، فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا۔))

رسول اللہ ﷺ کو سنا: آپ فرما رہے تھے: ''بلا شبہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ''ریان'' ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو کہا جائے گا: روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر جب وہ اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا۔ روزہ دار وہاں سے پییں گے، جو وہاں سے پیے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔''

(۱۷۱۰)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمِشٍ الزِّيَادِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ التَّاجِرُ، أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ بُكَيْرٍ الْكُوفِيُّ الْعَبْسِيُّ، أَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ طَعَامَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ، وَلَخُلُوفُ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، الصَّوْمُ جُنَّةٌ، الصَّوْمُ جُنَّة۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے ہر عمل کا بدلہ بڑھا چڑھا کر دیا جاتا ہے، ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک دیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں ہی دوں گا۔ وہ میری وجہ سے اپنی شہوت اور کھانے پینے سے دست کش ہوتا ہے، روزہ دار کے حصے میں دو خوشیاں ہیں، ایک تو افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔ روزہ ڈھال ہے، روزہ ڈھال ہے۔''

شرح: (فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ)...... ''ایک تو افطار کے وقت'' یہ خوشی دو طرح سے ہو سکتی ہے۔ ایک تو دن بھر بھوکا پیاسا رہنے سے کھانے کی اشتہا بڑھ جاتی ہے، افطاری کے وقت جب انواع واقسام کے کھانے سامنے آتے ہیں تو فطرتاً ایک خوشی ہوتی ہے تاکہ دن بھر کی محرومی کا ازالہ ہو۔ دوسرے یہ کہ پورا دن سخت بھوک اور جان توڑ پیاس برداشت کرنے کے بعد وہ جب روزے کی تکمیل کے مرحلہ کے قریب پہنچتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے کہ میں نے اپنے رب کا حکم پورا کر لیا ہے اور میں اس پر عظیم اجر وثواب کا مستحق ٹھہرا ہوں۔

(۱۷۱۰) أخرجه البخاري: ۱۸۹٤، ۱۹۰٤، و مسلم: ۱۱۵۱

(وَالْخُلُوْفُ فِيْهِ)...... ''روزے دار کے منہ کی بو' جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔عرب کے لوگ چاشت کے وقت سونے کے بارے میں کہتے ہیں: ''نَوْمَةُ الضُّحَى مُخْلِفَةٌ لِلْفَمِ'' چاشت کا سونا منہ کا مزہ خراب کر دیتا ہے۔

''روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی بڑھ کر خوشبو دار ہے'' کہا گیا کہ اس جملے میں روزہ دار کا حوصلہ بڑھایا گیا ہے، اس کے عمل کو سراہا گیا ہے اور اس کی تعریف کی گئی ہے تا کہ وہ روزہ رکھنے میں مواظبت اور دوام کو لازم پکڑے اور معدے سے اٹھنے والی بو سے بیزار ہو کر اس عمل کو خیر باد نہ کہہ دے۔گویا سادہ الفاظ میں روزہ دار سے یوں کہا گیا ہے کہ تیرے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ مقام مرتبہ رکھتی ہے، جس قدر لوگوں کو کستوری پیاری ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کو یہ محبوب ہے۔

(الصَّوْمُ جُنَّة) ''روزہ ڈھال ہے'' یعنی گناہوں سے ڈھال ہے۔روزہ رکھنے سے شہوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

(١٧١١)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ عَبْدُ اللهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلا الصِّيَامَ، الصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ عِنْدَ اللّٰهِ أَطْيَبُ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔''

شرح (كُلُّ عمل ابنِ آدَمَ لَه) ......''انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے۔'' سب عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوتی ہیں مگر روزے کی تخصیص کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ روزے میں ریا کاری ممکن نہیں کیونکہ اس کی کوئی ظاہری علامت نہیں جسے کوئی دیکھ سکے۔

جناب سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ''انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے'' کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: قیامت کے روز اللہ عزوجل انسان کا محاسبہ کرے گا اور مظالم کا مداوا کرتے ہوئے اس کی تمام نیکیاں بانٹ دی جائیں گی، ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور صرف روزہ بچ رہے گا اور پھر وہ اپنے روزے

(١٧١١) أخرجه البخاري: ١١٥١، ومسلم: ١١٥١

کی بنا پر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ جناب سفیان رحمہ اللہ نے (الصوم لی) ''روزہ میرے لیے ہے'' کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ روزے پر صبر وثبات کی پوری طرح آزمائش ہوتی ہے۔ انسان کو ماکولات ومشروبات اور بیوی سے متمتع ہونے سے اجتناب کرنا پڑتا ہے اور اس کے لیے صبر درکار ہے اور صبر کا ثواب سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾...... (سورۂ زمر:۱۰)

جناب ابوعبید نے کہا: ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہا: سب عبادات ہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں مگر روزے کو خاص کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ روزے میں ریاکاری ممکن نہیں کیونکہ اس کی کوئی ظاہر علامت نہیں جسے کوئی دیکھ سکے۔ روزے کے علاوہ باقی تمام عبادات میں لوگوں کی طرف سے تعریف ممکن ہے مثلاً: نماز اور حج وغیرہ کیونکہ یہ عبادات لوگوں کو نظر آتی ہیں جبکہ روزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہوتا ہے۔

نگران فرشتے روزے کے متعلق کیا لکھیں گے، روزے کی نیت دل میں ہوتی ہے اور کھانے پینے سے رک جانا ہوتا ہے کوئی اور ظاہری عمل تو ہے نہیں جس طرح زکاۃ، نماز اور حج میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں: روزے کا بدلہ اور عوض خود دوں گا جتنے گنا میں پسند کروں گا نہ کہ نامہ اعمال کی لکھت اور تحریر کے مطابق۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: (نِيَّةُ الْمُؤْمِن خيرٌ مِنْ عَمَلِهٖ)...... ''کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔'' اس لیے کہ نیت کا مقام اور محل دل ہے اور اس سے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی واقف ہوتا ہے۔ اس بات کو یوں سمجھیے کہ مومن کی نیت جس کے بعد عمل کی نوبت نہ آئے اس عمل سے بہتر ہے جس میں رضائے الٰہی کی نیت مفقود ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾...... ''شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔'' (سورۂ قدر:۳) یعنی ایسے ہزار ماہ جو شب قدر سے خالی ہوں ان سے ایک شب قدر بہتر اور افضل ہے۔

(۱۷۱۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ عَبْدُ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَإِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا، فَلا يَرْفُثْ، وَلا يَجْهَلْ،

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ کوئی شہوانی بات کرے، نہ جہالت کی باتیں

(۱۷۱۲) أخرجه البخاري: ۱۹۰٤، ۵۹۲۷، و مسلم: ۱۱۵۱

فَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ، أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، إِنِّي صَائِمٌ، وَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ صَائِمٍ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، إِنَّمَا يَذَرُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ مِنْ أَجْلِي، فَالصِّيَامُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ۔))

کرے، اگر کوئی شخص اس سے لڑائی کرے یا گالی گلوچ کرے تو وہ کہہ دے: میں روزے دار ہوں، میں روزے دار ہوں، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی پاکیزہ تر ہوگی۔ بندہ اپنی شہوات اور اپنا کھانا پینا میرے لیے چھوڑتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، ہر نیکی کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ہے سوائے روزے کے، بلاشبہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ بھی میں ہی دوں گا۔''

شرح (فَلَا يَرْفُثْ) ''شہوانی بات نہ کرے'' مراد یہ ہے کہ بیہودہ باتیں، فحش گفتگو، خواتین سے چھیڑ چھاڑ اور ان کا تذکرہ نیز گندی گالیاں نہ دے گویا یہ چیزیں روزے کی ڈھال میں سوراخ کرنے والی ہیں جس سے ڈھال ناکارہ ہوجائے گی۔

(فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ) ''وہ کہہ دے! میں روزے سے ہوں، یعنی لڑائی کرنے والے سے یوں کہے تاکہ اسے شرم آئے۔ یا اپنے دل میں کہے، اپنے آپ کو سمجھانے کے لیے اپنا روزہ دار ہونا یاد رکھے، مقابلہ بازی نہ کرے تاکہ اس کا اجر ضائع نہ ہو۔ پہلا مفہوم الفاظ حدیث کے زیادہ قریب ہے۔

(كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا) ''ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔'' سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام طاعات وقربات میں یہی اصول کارفرما ہے البتہ روزے کو اس واضح نص سے استثنا حاصل ہے۔

(5)......بَابُ وُجُوبِ الصَّوْمِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ

رمضان کا چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہوجاتا ہے

(١٧١٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ، فَقَالَ: ((لا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلا تُفْطِرُوا

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ رمضان المبارک کا تذکرہ یوں فرمایا: ''چاند دیکھے بغیر رمضان المبارک کے روزے شروع نہ کرو اور چاند

(١٧١٣) أخرجه البخاري: ١٩٠٠، و مسلم: ١٠٨٠

حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ۔))

دیکھے بغیر رمضان المبارک ختم نہ کرو، اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینے کو تیس دن کا فرض کرو۔''

(١٧١٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ، فَلا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلالَ، وَلا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ، فَاقْدُرُوا لَهُ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مہینہ کبھی انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لیے (انتیس دن پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ شروع کرو، اور (اسی طرح) روزہ رکھنا بند نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینے کو تیس کا سمجھ لو۔''

شرح: اسی سند کے ساتھ تیس ۳۰ دن کے الفاظ بھی آئے ہیں (فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ثلاثين) ''اگر موسم صاف نہ ہو تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔'' (ایضاً)

(١٧١٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا آدَمُ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو......

أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لا نَكْتُبُ وَلا نَحْسِبُ، الشَّهْرُ هَكَذا وَهَكَذا، يَعْنِي مَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِينَ، وَمَرَّةً ثَلاثِينَ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم امی لوگ ہیں ہم حساب کتاب نہیں جانتے، مہینہ اتنا اور اتنا ہوتا ہے یعنی بسا اوقات انتیس دن کا اور بعض اوقات تیس دن کا۔'' صحیح مسلم میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں ''اور کبھی مہینہ اتنا، اتنا اور اتنا ہوتا ہے'' تیسری دفعہ آپ نے انگوٹھا بند فرمالیا (یعنی انتیس دن کا) ''اور کبھی مہینہ اتنا، اتنا اور اتنا ہوتا ہے'' یعنی پورے تیس دن کا۔''

شرح: جناب سلیمان بن حرب امام شعبہ سے مندرجہ صدر سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(١٧١٤) أخرجه البخاري: ١٩٠٧، و مسلم: ١٠٨٠

(١٧١٥) أخرجه البخاري: ١٩١٣، و مسلم: ١٠٨٠

فرمایا: ''مہینہ اتنا' اتنا اور اتنا ہوتا ہے۔'' تیسری مرتبہ سلیمان نے اپنا انگوٹھا بند کر لیا یعنی انتیس کا ہوتا ہے۔ (صحیح، ابوداود: ۲۳۱۹) جناب جبلہ بن سحیم، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور مہینہ اتنا، اتنا اور اتنا ہوتا ہے۔'' تیسری مرتبہ آپ نے انگوٹھا بند فرمالیا۔ (صحیح بخاری: ۱۹۰۸، صحیح مسلم: ۱۰۸۰)

مروی ہے کہ آپ نے دایاں انگوٹھا بند فرمایا تھا۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: (امية) ''ہم امی لوگ ہیں'' امی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو، عرب چونکہ عمومی طور پر لکھنے پڑھنے سے نا آشنا تھے اس لیے ان کے افراد کو ''امی'' کہا جاتا ہے۔ امی کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ شخص جو ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد بھی کچھ نہ پڑھا ہو اور اسی گذشتہ حالت پر موجود ہو لکھنے پڑھنے سے یکسر کورا ہو۔ دونوں معانی کا مطلب ایک ہی ہے کہ ہم تو فطری علم سے آشنا ہیں جس میں غلطی کا امکان نہیں۔ ہم نے حساب کتاب نہیں کیا، لہٰذا ہم علم ریاضی، علم نجوم وہیئت وغیرہ سے واقف نہیں ہے۔

(يَعْنِي تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ)...... ''یعنی انتیس دن کا'' اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کبھی کبھار مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے اگرچہ اکثر و بیشتر مہینہ تیس دنوں کا ہی ہوتا ہے، اگر کوئی آدمی ان الفاظ میں نذر مانے کہ میں ایک ماہ کے روزے رکھوں گا اور اگلا مہینہ انتیس دنوں کا ہو تو وہ انتیس روزے رکھ کر اپنی نذر سے نکل جائے گا اور مزید روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں اور وہ اپنی نذر میں گنہگار نہیں ہوگا۔ اگر اس نے کسی معین ماہ کے روزوں کی نذر نہ مانی ہو تو اسے تیس دنوں کے روزے ہی رکھنے چاہئیں۔

(فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ)...... ''اگر مطلع ابر آلود ہو اور چاند نظر نہ آ رہا ہو''

(فَاقْدُرُوْالَه) اور چاند نظر نہ آئے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو یعنی اندازہ لگاؤ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُوْنَ﴾...... ''پھر ہم نے اندازہ کیا اور ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔''

(سورۂ مرسلات: ۲۳)

بعض اہل علم کے نزدیک اس جملے کا مطلب ہے کہ چاند کی منزلوں کا پتہ لگاؤ، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ ماہ رواں انتیس دنوں کا ہے یا تیس دنوں کا، ابن سریج نے کہا: (فاقدروله) والا خطاب ایسے افراد سے ہے جنہیں علم نجوم وہیت وغیرہ سے واقفیت ہے اور (فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ) کا خطاب عام لوگوں سے ہے جو گہرے حساب وکتاب نہیں رکھتے مگر پہلی بات زیادہ درست ہے، جیسا کہ ایک اور روایت میں مذکور ہے: ''اگر مطلع ابر آلود ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا۔)) ...... ''جب تم چاند دیکھو تو روزے رکھنا شروع کرو اور جب تم چاند دیکھو تو روزے رکھنا بند کرو اور اگر بادل ہو (اور چاند نظر نہ آئے) تو تیس روزے رکھو۔''

(صحیح مسلم: ۱۰۸۱)

(١٧١٦)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ……

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سَحَابٌ أَوْ ظُلْمَةٌ أَوْ هَبْوَةٌ، فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ، وَلَا تَسْتَقْبِلُوا الشَّهْرَ اسْتِقْبَالًا، وَلَا تَصِلُوا رَمَضَانَ بِيَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند دیکھ کر روزے رکھنا بند کرو۔ اگر بادل رکاوٹ بن جائے یا اندھیرا چھا جائے یا گردوغبار آڑے آجائے (اور چاند نظر نہ آئے) تو (شعبان کے) تیس دن پورے کرو۔ اور رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے روزہ نہ رکھو اور رمضان المبارک کو شعبان کے دن سے (روزہ رکھ کر) نہ ملاؤ۔''

شرح: (اَلْهَبْوَة) باریک گردوغبار، ریتلے علاقے میں ایسا گردوغبار کئی دنوں تک فضا میں موجود رہتا ہے۔

مروی ہے کہ جب شعبان کی انتیسویں تاریخ ہوتی تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے چاند دیکھا جاتا۔ اگر نظر آجاتا تو بہتر اور اگر دکھائی نہ دیتا اور نظر نہ آنے میں کوئی بادل یا غبار بھی حائل نہ ہوتا تو وہ روزہ نہ رکھتے، لیکن اگر فضا میں کوئی بادل یا غبار حائل ہوتا تو وہ روزہ رکھ لیتے۔ راوی نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ ہی روزہ چھوڑتے اور حساب کے درپے نہ ہوتے۔

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ چاند نظر آنے پر روزہ رکھ لیا کرتے تھے کہ ممکن ہے اگلا دن رمضان کا ہو۔ اور وہ اس کو شک کا دن نہ سمجھتے تھے۔ وہ شدت احتیاط کے تحت ایسا کرتے تھے اور اس میں وہ منفرد بھی ہیں، اس لیے راجح یہی ہے کہ ابر یا غبار کے باعث چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کیے جائیں گے۔ اس دن کا روزہ ''شک'' کا روزہ ہوگا جو کہ ممنوع ہے۔ (ع،س)

اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھا جائے اور چاند دیکھ کر ہی رکھنا بند کیا جائے یا شعبان کے تیس دن پورے کیے جائیں۔ امام بغوی رحمہ اللہ کا موقف اس مسئلہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسا ہے کہ اگر شعبان کی انتیسویں تاریخ کو کسی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو لوگ روزہ رکھیں اور اگر مطلع صاف ہو تو نہ رکھیں۔

(١٧١٦) صحیح ……أخرجه النسائي: ٤/ ١٥٣

(6)......بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ شَهرا عِيْدٍ لَايَنْقُصَانِ

نبی ﷺ کا ارشاد کہ عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے۔

(١٧١٧)۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الصَّفَّارُ، أَنْبَأَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْحَسَنِ الإِسْفَرَايِينِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَوَانَةَ يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، أَخْبَرَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ، وَخَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ......

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((شَهْرَا عِيدٍ لا يَنْقُصَانِ، رَمَضَانُ وَذُو الْحَجَّةِ۔))

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عید کے دونوں مہینے یعنی رمضان اور ذوالحجہ کم نہیں ہوتے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث مبارکہ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ دونوں مہینے ایک ہی سال میں انتیس انتیس دن کے نہیں ہوتے۔ اگر ایک انتیس دن کا ہوگا تو دوسرا ضرور تیس دنوں کا ہوگا۔

امام اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: یہ دونوں مہینے اجر وثواب میں کم نہیں ہوتے خواہ گنتی میں انتیس دن ہی کے ہوں۔ اللہ کے ہاں اجر وثواب پورا ہوتا ہے۔ اس قول کے مطابق ایک سال میں یہ دونوں ماہ انتیس دن کے ہو سکتے ہیں (اگر ہوں تو حدیث والی بات تغلیبی ہے یعنی بالعموم نقص میں جمع نہیں ہوتے۔ اگر کبھی ہو بھی جائیں تو وہ شاذ ہے)

بعض دوسرے علماء کے نزدیک اس قول سے مراد عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت کا بیان ہے کہ ان دونوں کے اعمال کا ثواب رمضان کے برابر ہوتا ہے۔

(7)......بَابُ لا يَتَقَدَّمُ شَهْرَ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يومٍ أَوْ يَوْمَيْنِ

رمضان المبارک سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھا جائے

(١٧١٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ الْحُمَيْدِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا تُقَدِّمُوا شَهْرَ رَمَضَانَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماہ رمضان المبارک شروع ہونے سے ایک دو

(١٧١٧) أخرجه البخاري: ١٩١٢، و مسلم: ١٠٨٩

(١٧١٨) أخرجه البخاري: ١٩١٤، و مسلم: ١٠٨٢

بِصِيَامِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ إِلَّا رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْهُ.))

دن پہلے کوئی روزہ نہ رکھو الا یہ کہ کوئی شخص پہلے خاص دن کا روزہ رکھتا ہو تو وہ رکھ سکتا ہے۔"

(١٧١٩)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنْبَأَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ……

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذَلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ، صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ، فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ، ثُمَّ أَفْطِرُوا.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ماہ رمضان المبارک سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھو، مگر یہ کہ اتفاقاً وہ دن آجائے جس کا کوئی شخص پہلے سے روزہ رکھنے کا عادی ہو، چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھنا بند کرو۔ اگر چاند چھپ جائے (نظر نہ آئے) تو تیس دن کی گنتی پوری کرو، پھر روزے رکھنا چھوڑ دو۔"

شرح: اہل علم کے نزدیک یہی بات قابل ترجیح ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے کہ استقبال رمضان کے روزے رکھنا ممنوع ہے۔ یہ ہدایت شعبان کے آخری دنوں کے لیے ہے تاکہ نفل روزے فرض روزوں سے متصل نہ ہو جائیں بلکہ امتیاز رہے اور رمضان المبارک کی اہمیت اجاگر ہو۔ اگر کوئی شخص کسی خاص دن کا روزہ رکھتا ہو، مثلاً سوموار اور جمعرات کو مسنون روزے رکھتا ہو یا اتفاقاً کوئی نذر مان لی یا کوئی قضا کا روزہ باقی ہو تو اس کے لیے رخصت ہے کہ رمضان شروع ہونے سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھ لے۔

(١٧٢٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، وَأَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنْبَأَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ……

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ.

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو پے در پے دو ماہ کے روزے رکھتے نہیں دیکھا، البتہ آپ شعبان (کے روزوں) کو رمضان المبارک (کے روزوں) سے ملا لیتے تھے۔

(١٧١٩) صحيح ……أخرجه ابوداود: ٢٣٣٥، والترمذي: ٦٨٤، وابن ماجه: ١٦٥٠، والنسائي: ٢١٧٢

(١٧٢٠) صحيح ……أخرجه ابوداو: ٢٣٣٦، والترمذي: ٧٣٦، وابن ماجه: ١٦٤٨، والنسائي: ٢١٧٥

فائدہ: ظاہراً اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکمل شعبان کے روزے رکھتے تھے مگر یہ درست نہیں بلکہ آخر سے چند دن ناغہ فرما لیتے تھے۔ اس بات کی صراحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے (کان یصومه کله الا قلیلا) ''آپ ﷺ صرف چند دن چھوڑ کر باقی روزے رکھتے تھے۔''

(صحیح مسلم:١١٥٦)

چونکہ اکثر دنوں کے روزے رکھتے تھے، لہٰذا کہہ دیا گیا کہ سارا مہینہ روزے رکھتے، للاکثر حکم الکل، عرفاً کلام میں ایسے عام ہو جاتا ہے۔

(١٧٢١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا بَقِيَ نِصْفُ شَعْبَانَ، فَلَا تَصُومُوا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب شعبان آدھا باقی رہ جائے تو روزہ نہ رکھو۔''

شرح: بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث مبارکہ کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ آدھا ابتدائی شعبان تو بغیر روزے رکھے گزر جائے اور جب نصف آخر شروع ہو جائے تو روزے رکھنا شروع کر دیے جائیں یعنی نصف شعبان کے بعد روزوں کی کراہت ایسے لوگوں کے لیے ہے جو ان دنوں کے روزوں کے عادی نہ ہوں۔ اگر عادت ہو تو رکھ لینے میں حرج نہیں، نیز نہی کا مقصد یہ ہے کہ رمضان میں کمزوری کا احساس نہ ہو جیسے حاجی کو یوم عرفہ کے روزے سے منع کیا گیا ہے تا کہ دعا کرنے میں نقاہت محسوس نہ ہو۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث کا مفہوم وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے البتہ اس شخص کے لیے اجازت ہے جو اپنے معمول کے مطابق روزے رکھتا آ رہا ہو، مثلاً کوئی شخص صوم داؤدی کا عادی ہو یا سوموار یا جمعرات کو مسنون روزے رکھتا ہو تو ایسا شخص آخر شعبان میں روزے رکھ سکتا ہے۔ شریعت کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ عبادت اور عادت میں فرق کیا جانا چاہیے اگر کسی کی عادت بعض ایام کے روزے رکھنے کی ہو تو وہ شعبان کے آخری پندرہ دنوں میں بھی روزے رکھ سکتا ہے بلکہ اگر اس کی عادت کا روزہ مثلاً سوموار یا جمعرات کا روزہ آخر شعبان کو آ جائے جو مشکوک ہو کہ ٣٠ شعبان ہے، تو اپنی سابقہ عادت کے مطابق اس دن روزہ رکھ سکتا ہے۔ خطابی کہتے ہیں: عبدالرحمان بن مہدی حدیث علاء میں ان الفاظ کو منکر جانتے تھے، اگر یہ الفاظ ثابت ہو جائیں تو بھی ان کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ شعبان کے باقی ایام میں روزہ نہ رکھنا مستحب

(١٧٢١) صحیح ......أخرجه ابوداود: ٢٣٣٧، والترمذی: ٧٣٨، وابن ماجه: ١٦٥١

ہے تاکہ رمضان کے مہینے کے فرض روزوں کے لیے تقویت حاصل کی جاسکے جیسا کہ حاجی کے لیے یوم عرفہ کا روزہ مکروہ ہے تاکہ دعا کے لیے تقویت حاصل کی جاسکے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا: ((هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ شَيْئًا؟)) ...... ''کیا تو نے شعبان کے آخر میں کوئی روزہ رکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَإِذَا أَفْطَرْتَ ، فَصُمْ يَوْمَيْنِ.)) ...... ''جب (رمضان کے) روزے پورے کرلو تو دو دن کے روزے رکھ لینا۔'' (صحیح بخاری: ۱۹۸۳، صحیح مسلم: ۱۱۶۱)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((صُومُوا الشَّهْرَ وَسِرَّهُ.)) ...... ''مہینے میں روزے رکھا کرو اور اس کے آخر میں بھی۔'' (رمضان کے روزے رکھو اور اس کے اول میں بھی۔ یعنی آخر شعبان میں) (ضعیف، ابو داود: ۲۳۲۹)

(صُومُوا الشهر) مہینے کے آغاز میں روزے رکھو۔ اہل عرب پہلی رات کے چاند (ھلال) کو شہر کہہ دیتے ہیں۔ اس صورت میں حدیث کا معنی ہوگا کہ ہر مہینے کے آغاز اور اختتام پہ روزے رکھا کرو۔

مندرجہ بالا حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ((لَا تُقَدِّمُوا شَهْرَ رَمَضَانَ بِصِيَامِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ.)) ...... ''رمضان المبارک سے ایک دو دن قبل روزہ نہ رکھو۔'' (صحیح، نسائی: ۴/ ۲۱۷، ترمذی: ۶۸۴) کے معارض ہے۔ امام اوزاعی اور امام سعید بن عبدالعزیز نے (سرہ) کے معنی ''ابتدائے مہینہ'' کیے ہیں۔

امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان دونوں بزرگوں کا بیان کردہ معنی میرے نزدیک غلط ہے، باقی ذخیرہ احادیث کو سامنے رکھنے سے بھی اس معنی کی تغلیط واضح ہوتی ہے نیز عربی لغت میں بھی اس معنی کی کوئی گنجائش نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ (سرہ) کا معنی ''آخر مہینہ'' ہی کیا جائے۔ یاد رہے، لفظ سرر یا سر کے معنی وسط یا آخر ہی صحیح ہیں اور آخر سب سے زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ اس کے معنی پوشیدگی اور چھپ جانے کے ہیں، اور چاند مہینے کے آخر میں ایک یا دو دن غائب (پوشیدہ) رہتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کے معنی ''آخر'' راجح ہیں۔

حماسی شاعر کا شعر ہے:

شُهُورٌ يَنْقَضِينَ وَمَا شَعَرْنَا بِأَنْصَافٍ لَهُنَّ وَلَا سِرَارِ

''مہینوں پر مہینے گزر جاتے ہیں اور ہمیں ان کے نصف اور آخر کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔''

اس شعر میں لفظ ''سرار'' لفظ ''انصاف'' کے مدمقابل کے طور پر استعمال ہوا ہے، انصاف، نصف کی جمع ہے جس کا معنی وسط ہے اور سرار کا معنی آخر ہے۔ ان ہر دو روایات میں جمع و تطبیق کی صورت یہ ہے کہ یہ رخصت اور تاکید اس شخص کے لیے ہے جس نے کسی روزے کی نذر مانی ہو یا وہ پہلے سے خاص دن کے روزے رکھنے کا عادی ہو تو اسے چاہیے کہ

حسب معمول اپنے روزے رکھے، مگر کوئی اپنی سابقہ عادت یا نذر کے بغیر بطور نفل کے استقبال روزہ رکھنا چاہے تو اجازت نہیں ہے، حدیث میں مذکور لفظ "سرہ" کا معنی "وسط" کیا جائے تو اس سے ایام بیض کے روزے مراد ہونگے۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ نے جس شخص کو رمضان کے بعد ایک یا دو روزے رکھنے کی تاکید فرمائی، وہ شخص مہینے کے آخر میں روزے رکھا کرتا تھا، لیکن اس نے شعبان کے آخر میں اسی لیے روزے چھوڑ دیے تھے کہ یہ کہیں استقبال رمضان کے ذیل میں نہ آجائیں جو ممنوع ہیں۔ (ع،س)

(١٧٢٢)۔ حَدَّثَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْقَاسِمِ عَلَيُّ بْنُ مُوسَى الْمُوسَوِيُّ، أَنَا الْقَاضِي أَبُو عَاصِمٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَامِرِيُّ، أَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْبَزَّازُ، نَا أَبُو عَمْرٍو مُحَمَّدُ بْنُ عِصَامٍ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْفِرْيَانَانِيُّ، نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ، وَلَا تَصِلُوا رَمَضَانَ بِشَيْءٍ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذَلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ماہ شعبان کو رمضان المبارک کے لیے شمار کرو اور رمضان المبارک کو کسی چیز کے ساتھ نہ ملاؤ مگر یہ کہ اتفاقاً وہ دن آجائے جس کا کوئی شخص پہلے سے روزہ رکھنے کا عادی ہو۔"

(8)......بَابُ كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ

شک کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے

(١٧٢٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، نَا أَبُو عِيسَى، نَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ......

عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، فَأُتِيَ بِشَاةٍ مَصْلِيَّةٍ، فَقَالَ: كُلُوا۔ فَتَنَحَّى بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ۔ فَقَالَ عَمَّارٌ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ، فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جناب صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے ان کے پاس بھونی ہوئی سالم بکری لائی گئی، انہوں نے (حاضرین مجلس سے) کہا: کھاؤ! پس مجلس میں سے کچھ لوگ ایک طرف ہو گئے اور کہنے لگے: ہمارا روزہ ہے، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: جس

(١٧٢٢) صحيح ......أخرجه الترمذي الشطر الاول منه: ٦٨٧

(١٧٢٣) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٣٣٤، والترمذي: ٦٨٦، وابن ماجه: ١٦٤٥، والنسائي: ٤/ ١٥٣

نے مشکوک دن کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

شرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: عمار رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن صحیح ہے، اس روایت کا مفہوم صحیح روایات سے ثابت ہے، اسی لیے بعض حضرات نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، علماء صحابہ اور بعد کے ائمہ میں سے اکثر کا یہی موقف ہے کہ شک والے دن کا روزہ رکھنا جائز نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ، سفیان، ابن مبارک، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص شک والے دن (شعبان کی تیس تاریخ) کا روزہ رکھ لے پھر معلوم ہو کہ آج رمضان المبارک کی یکم تاریخ ہے تو وہ اس دن کی قضا دے گا اور رمضان گزرنے کے بعد ایک روزہ رکھے گا۔ اگر وہ دن یکم رمضان نہیں بلکہ تیس شعبان بنتا ہو تو بعض علماء نے قضا نہ دینے کی رخصت دی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: شک کے دن کا روزہ رکھنا جائز نہیں الا یہ کہ اس شخص کو کسی مخصوص دن، مثلاً سوموار یا جمعرات کو روزہ رکھنے کی عادت ہو اور وہ دن اس تاریخ کو آجائے۔

پیچھے گزر چکا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ شک والے دن کا روزہ رکھ لیا کرتے تھے اور اگر بادل اور غبار وغیرہ جیسی رکاوٹ ہوتی تو اسے رمضان المبارک کے روزوں میں شمار کرتے اور اگر مطلع صاف ہوتا تو پھر نہ رکھتے، امام بغوی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

علماء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ شک والے دن نہ فرض روزہ رکھا جائے نہ نفل کیونکہ حدیث مبارکہ میں نہی وارد ہوئی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عکرمہ اسی کے قائل ہیں۔

سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہما شک والے دن کا روزہ رکھ لیا کرتی تھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں: مجھے شعبان کے ایک دن کا روزہ رکھنا پسند ہے بجائے اس کے کہ میں رمضان کے ایک دن کا روزہ ضائع کر بیٹھوں۔

جو بندہ شک والے دن کا روزہ نہ رکھے پھر گواہیاں موصول ہوں کہ آج تو رمضان المبارک کی یکم تاریخ ہے اسے چاہیے کہ اس دن کا باقی حصہ کھانے پینے سے گریز کرے اور ماہ رمضان کے بعد اس چھوٹے ہوئے روزے کی قضا دے، رمضان کے روزے کی نیت بھول جانے والا شخص بھی یونہی کرے۔

فائدہ: راجح یہی ہے کہ ابر یا غبار کے باعث چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کیے جائیں گے۔ اس دن کا روزہ ''شک'' کا روزہ ہوگا جو کہ ممنوع ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل ضعیف لکھا ہے، سیدہ اسماء اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کا بطور احتیاط شک والے دن کا روزہ رکھ لینا درست نہیں۔ ممکن ہے انہیں نہی والی روایت کا علم نہ ہو۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں ''جس نے شک والے دن کا روزہ رکھا اس نے حضرت ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی''۔ (بخاری تعلیقاً: قبل الحدیث: ١٩٠٦، ابو داؤد: ٢٣٣٤، ترمذی: ٦٨٦، نسائی: ٢١٩٠، ابن ماجه: ١٦٤٥)

محققین کی بحث سے راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود دیگر شواہد کی بنا پر قابل عمل ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم!

بعض لوگ اس دن چاند نظر آئے بغیر احتیاطاً روزہ رکھ لیتے ہیں کہ شاید چاند طلوع ہو گیا ہو، مگر یہ احتیاط شریعت حقہ کی نافرمانی ہے۔ (ع،س)

(9)......بَابُ الشَّهَادَةِ عَلٰی رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

رمضان کے چاند کے لیے گواہی

(١٧٢٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ، فَقَالَ: ((أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((يَا بِلَالُ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا غَدًا۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے چاند دیکھا ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو لا إلٰہ إلا اللّٰہ کی گواہی دیتا ہے؟'' کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ صبح روزہ رکھیں۔''

شرح: سماك عن عكرمه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے یہ روایت مرسلاً بھی مذکور ہے۔

اہل علم کے مابین یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ کیا ایک شخص کی گواہی کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے یا نہیں، اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ جب کسی مسلمان پر کوئی واضح جرح ثابت نہ ہو تو اسے عادل شمار کیا جائے گا اور رمضان کا چاند ہونے کے سلسلے میں ایک عادل مسلمان کی گواہی کافی ہے، امام ابن مبارک، امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: جب مطلع ابر آلود ہو تو ایک شخص کی گواہی بھی کافی ہے۔ ان حضرات کی دلیل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اور سیدنا ابن عمر والی حدیث مبارکہ ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی، پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے دیکھ لیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح، ابوداود: ٢٣٤٢)

اسی طرح کا واقعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ایک شخص نے ان کے پاس رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی

(١٧٢٤) ضعيف ...... أخرجه ابوداود: ٢٣٤٠، والترمذي: ٦٩١، وابن ماجه: ١٦٥٢، والنسائي: ٢١١٢

گواہی دی تو انہوں نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا اور کہا: میں شعبان کے ایک دن کا روزہ رکھ لوں یہ اس سے بہتر ہے کہ میں رمضان المبارک کے ایک دن کا روزہ چھوڑ دوں۔ (مسند شافعی : ٤٦٨)

امام مالک، اوزاعی اور اسحاق رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کے لیے دو عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے جس طرح شوال کے چاند کے لیے دو گواہوں کا دیکھنا ضروری ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا ظاہر قول بھی یہی ہے۔ جو علماء ایک شخص کی گواہی کو کافی سمجھتے ہیں ان میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا ایک غلام اور اکیلی عورت کی گواہی بھی اس سلسلے میں مانی جائے گی یا نہیں؟ بعض کا خیال ہے کہ اکیلے غلام اور اکیلی عورت کی گواہی مان لی جائے گی کیونکہ یہ خبر ہے اور خبر کے لیے ایک شخص کافی ہے۔ کچھ دوسرے علماء کا خیال ہے کہ غلام اور عورت کی گواہی چاند کے لیے کافی نہیں بلکہ ایک معتبر آزاد شخص کی گواہی چاند کے ثبوت کے لیے ضروری ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ یہ حضرات اس کو خبر نہیں مانتے بلکہ گواہی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ احادیث میں وارد لفظ "الشھادۃ" ہے اور شہادت و گواہی کے لیے کم از کم دو مسلمانوں کا ہونا ضروری ہے۔

باقی رہا شوال کا چاند تو اس کے لیے جمہور اہل علم کے نزدیک دو معتبر گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ ویسے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لیے ایک آدمی کی گواہی کو کافی جانا ہے بعض محدثین کا بھی یہی موقف ہے۔

فائدہ: ماہ رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں جمہور اہل علم کا قول یہی ہے کہ ایک مسلمان کی گواہی کافی ہے جیسا کہ حدیث میں واضح ہے اور یہی صحیح ہے، البتہ بعض فقہاء گواہی کے مدنظر دو مسلمانوں کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں، لیکن عید کے بارے میں ائمہ اربعہ میں اتفاق ہے کہ دو مسلمانوں کی گواہی ضروری ہے کیونکہ عید میں لوگوں کا اپنا مفاد بھی ہوتا ہے، لہٰذا حقوق العباد کی طرح اس میں بھی دو گواہ ہونے چاہئیں جبکہ روزے میں لوگوں کا ذاتی مفاد نہیں، لہٰذا وہاں ایک مسلمان کی خبر کافی ہے کیونکہ یہ خبر ہے شہادت (گواہی) نہیں اور خبر کے لیے ایک معتبر شخص کافی ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی گواہی پر لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم فرما دیا تھا البتہ عید کے لیے دو گواہ ضروری ہیں۔ (ع،س)

جب ایک علاقے والے لوگ چاند دیکھ لیں اور دوسرے علاقے والوں کو ایک رات بعد دکھائی دے تو اس کیفیت کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر اہل علم کو موقف ہے کہ ہر علاقے والوں کے لیے اپنی اپنی رؤیت معتبر ہے۔ تابعین میں سے اس کے قائل قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ بن عمر اور عکرمہ ہیں۔ امام اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی موقف ہے۔ ان حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔ جناب کریب کہتے ہیں کہ میں شام سے مہینے کے آخر میں مدینے پہنچا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا: میں نے اسے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا اور پھر سب نے روزے رکھے اور معاویہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

روزہ رکھا۔ انہوں نے کہا مگر ہم نے اسے ہفتے کی رات کو دیکھا تھا اور ہم روزے رکھیں گے اور پورے تیس کریں گے (اپنی رؤیت کے مطابق) یا چاند دیکھ لیں گے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسے ہی حکم دیا ہے۔(صحیح مسلم: ۱۰۸۷)

فائدہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ ہر علاقے والوں کے لیے ان کی اپنی رؤیت کا اعتبار ہے البتہ یہ تحقیق ضروری ہے کہ دونوں جگہوں میں اتنا فاصلہ نہ ہو جتنے فاصلے سے چاند دیکھنے میں ایک یا دو دن کا فرق پڑ سکتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اس میں مزید یوں فرماتے ہیں کہ اگر مختلف علاقوں کا مطلع ایک ہو تو ایک دوسرے کی رؤیت ان کے لیے معتبر ہو گی ورنہ نہیں۔(ع،س)

امام ابن منذر نے کہا کہ اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ ایک علاقے (ایک مطلع) کے کچھ افراد اگر اس بات کی گواہی دے دیں کہ انہوں نے اس سے قبل چاند دیکھا ہے تو سب لوگوں پر چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا لازم ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

(10)......بَابُ إِذَا أَخْطَا الْقَوْمُ الْهِلَالَ

جب چاند دیکھنے میں لوگوں سے غلطی ہو جائے

(۱۷۲۵)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الْفِطْرُ يَوْمَ يُفْطِرُ النَّاسُ، وَالْأَضْحَى يَوْمَ يُضَحِّى النَّاسُ.))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عید فطر اسی دن ہے جس دن لوگ افطار کریں اور عید قربان اسی دن ہے جب لوگ قربانی کریں۔“

(۱۷۲۶)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الصَّوْمُ يَوْمَ يَصُومُونَ،

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”روزہ اسی دن ہے جس دن تمام لوگ روزہ

(۱۷۲۵) صحیح ......أخرجه الترمذی: ۸۰۲

(۱۷۲۶) صحیح ......أخرجه الترمذی: ۶۹۷

وَالْفِطْرُ يَوْمَ يُفْطِرُونَ، وَالْأَضْحَى يَوْمَ يُضَحُّونَ.)) رکھیں، عید فطر اسی دن ہے جس دن لوگ افطار کریں، عید قربان اسی دن ہے جس دن لوگ قربانی کریں۔''

شرح: بعض اہل علم نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ روزہ رکھنے اور بند کرنے کا معاملہ مسلمانوں کی اکثریت اور جماعت کے ساتھ ہی ہونا چاہیے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی اکیلا شخص چاند دیکھ لیتا ہے تو وہ کیا کرے؟ اس بارے میں اہل علم کے ہاں اختلاف ہے۔ اکثر کا خیال ہے کہ وہ اپنی رؤیت پر اعتبار کرتے ہوئے روزے رکھے اور افطار کرے، امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، جس طرح طلوع فجر کا پتہ چل جانے کے بعد آدمی کو کھانے پینے سے رک جانا چاہیے خواہ وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو، حسن بصری اور عطا کا موقف ہے کہ ایسا شخص صرف اپنی رؤیت کو بنیاد بنا کر روزہ رکھ اور افطار نہیں کرسکتا کہ حدیث کے ظاہر الفاظ اس سے روکتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: ایسا شخص روزہ تو رکھ سکتا ہے مگر افطار نہ کرے۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اجتہادی دور میں خطا معاف ہے، عید یا حج کے موقع پر چاند نظر نہ آیا ہو اور لوگ مہینے کے تیس دن پورے کرلیں اور بعد میں پتہ چلے کہ چاند تو انتیس کا تھا تو ان پر روزے اور وقوف عرفات وقربانی کا کوئی عیب نہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر یہ معاملہ ماہ رمضان کا چاند نظر آنے میں درپیش آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرنے کے بعد روزے رکھنے، شروع کریں، پھر اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ماہ شعبان تو انتیس دن کا تھا تو بھی یہ لوگ گناہ گار نہیں ہوں گے البتہ ایک روزے کی قضا دینا پڑے گی۔ اگر کسی قیدی پر ماہ رمضان مشتبہ ہوگیا اور اس نے اپنے اجتہاد سے ایک مہینے کے روزے رکھ لیے تو جائز ہے، پھر اگر اس پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اس نے روزے رمضان گزرنے کے بعد رکھے ہیں تو اس کے روزے درست ہوں گے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ روزے رمضان سے پہلے رکھے ہیں تو اسے قضا دینی پڑے گی۔ ایسے اگر کوئی آدمی نماز کے اوقات کے متعلق اجتہاد کرکے نماز پڑھ لیتا ہے اور نماز کی ادائیگی وقت کے بعد ہوتی ہے تو اس پر قضا نہیں کیونکہ اگر اسے قضا کا پابند بھی کیا جائے تو بھی وقت گزرنے کے بعد اسے وقت پر ادا نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر وقت سے پہلے ادا کی ہے تو اس پر قضا لازم ہے۔ اسی طرح اگر حاجی وقوف عرفہ میں غلطی کرلیں اور نو کی بجائے دس کو وقوف کرلیں تو ان کا حج درست ہے، اگر انہیں قضا کا پابند کیا جائے تو پھر خطرہ ہے کہ انہیں ایک اور قضا دینی پڑ جائے گی، چنانچہ ان سے قضا معاف کردی گئی لیکن اگر وہ نو کی بجائے آٹھ کو وقوف کرلیں تو دوبارہ وقوف کرنا لازم ہے کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ اگر وہ دن کے وقت زوال سے پہلے یا بعد چاند دیکھ لیتے ہیں تو وہ چاند گزشتہ رات کا شمار ہوگا اور تاریخ گزشتہ ماہ کی شمار ہوگی۔

جناب شقیق بن سلمہ کہتے ہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خانقین مقام پر ہماری طرف یہ لکھوا بھیجا کہ چاند ایک

دوسرے سے بڑے ہوتے ہیں چنانچہ اگر تم دن کو چاند دیکھ لوتو اس وقت تک روزہ نہ توڑو جب تک کہ دو مسلمان شخص یہ گواہی نہ دے دیں کہ انہوں نے یہ چاند کل دیکھا تھا۔

اگر لوگوں نے تیس رمضان المبارک کا روزہ رکھا ہو اور دو قابل اعتماد مسلمان گواہی دے دیں کہ ہم نے کل چاند دیکھا ہے تو امام وقت لوگوں کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دے گا۔ اگر یہ اطلاع زوال سے قبل وصول ہوئی ہو تو نماز عید پڑھی جائے گی اور اگر زوال کے بعد موصول ہوئی تو اس صورت میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ کل نماز عید پڑھی جائے گی یا نہیں؟ علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ عید کی نماز اگلے دن ادا کی جائے گی، اوزاعی، ثوری، احمد، اسحاق اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔

ان کی دلیل سیدنا ابو عمیر عبداللہ بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے چچاؤں نے حدیث سنائی، جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، انہوں نے کہا: ایک قافلہ آیا، ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ روزہ چھوڑ دیں اور اگلے دن عید کے لیے (عیدگاہ کی طرف) نکلیں۔ (صحیح، ابو داود: ۱۱۵۷، ابن ماجہ: ۱۶۵۳)

کچھ علماء کا خیال ہے کہ نہ اس دن نماز عید پڑھی جائے نہ اگلے دن۔ امام مالک اور ابو ثور، ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے کیونکہ اس عمل کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت گزر گیا تو دوسرے وقت میں اس کی ادائیگی نہیں ہوسکتی جس طرح وقوف عرفہ کا معاملہ ہے لیکن پہلا موقف اصح اور حدیث مبارکہ سے ثابت شدہ ہے۔

(11)......بَابُ فَضْلِ السَّحُوْرِ

سحری کھانے کی فضیلت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾...... ”تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔“ (سورۂ بقرہ: ۱۸۷)

الخیط الابیض سے مراد دن کی سفیدی صبح صادق اور الخیط الاسود (سیاہ دھاری) سے مراد رات ہے۔

(۱۷۲۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَخْلَدِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّرَّاجُ، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((تَسَحَّرُوا فَإِنَّهُ مُبَارَكٌ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سحری کھاؤ بلاشبہ یہ باعث برکت ہے۔“

(۱۷۲۷) أخرجه البخاري: ۱۹۲۳، و مسلم: ۱۰۹۵

(١٧٢٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٌ الْجَرَّاحِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔''

(١٧٢٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ((فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ۔))

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں فرق، سحری کھانے کا ہے۔''

شرح: امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: راوی حدیث موسیٰ بن علی، موسیٰ بن علی رباح اللخمی ہیں۔ اہل مصران کو موسیٰ بن علی کہتے ہیں جبکہ عراق والے موسیٰ بن عُلی کہتے ہیں۔ اہل علم کے ہاں یہ بات پسندیدہ ہے کہ سحری آخری وقت میں کھائی جائے۔ اس کی دلیل سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، پھر نماز کے لیے کھڑے ہوگئے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ ان دونوں کے درمیان کس قدر فاصلہ تھا؟ کہا: جتنا وقت پچاس آیات پڑھنے میں صرف ہوتا ہے۔ (صحيح بخاری: ٥٧٥، صحيح مسلم: ١٠٩٧)

(12)......بَابُ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ

(بعد از غروب) جلدی افطار کرنا

(١٧٣٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ......

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا يَزَالُ

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ اس وقت تک خیر وبھلائی پر

(١٧٢٨) انظر الحديث السابق (١٧٢٩) أخرجه مسلم: ١٠٩٦

(١٧٣٠) أخرجه البخاري: ١٩٥٧، و مسلم: ١٠٩٨

النَّاسُ بِخَيرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔)) رہیں گے جب تک افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے۔"

شرح اہل علم کا اسی بات پر عمل ہے اور انہیں یہی بات پسند ہے کہ سورج غروب ہونے کا یقین ہوتے ہی روزہ افطار کر لیا جائے۔ بعد از غروب انتظار یا احتیاط کے کوئی معنی نہیں، جناب عبدالکریم بن ابی المخارق کہتے ہیں: جلدی افطار کرنا اور سحری تاخیر سے کھانا یہ آپ ﷺ کے معمولات میں سے تھا۔

(۱۷۳۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ......

عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا، وَمَسْرُوقٌ عَلَى عائشة، فقلنا: يا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، رَجُلان مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلاةَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الإِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلاةَ؟ قَالَتْ: أَيُّهُمَا يُعَجِّلُ الإِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلاةَ، قُلْنَا: عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ، قَالَتْ: هَكَذَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ أَبُو مُوسَى۔

جناب ابو عطیہ (مالک بن عامر) سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور مسروق ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے کہا: اے ام المؤمنین! رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے دو حضرات کا عمل کچھ اس طرح ہے کہ ان میں سے ایک افطار کرنے اور نماز (مغرب) پڑھنے میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا افطار اور نماز میں (قدرے) تاخیر کرتا ہے۔ انہوں نے پوچھا: افطار اور نماز میں جلدی کون کرتا ہے؟ ہم نے کہا: وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی ایسے ہی تھا، اور دوسرے صحابی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔

شرح حمید بن عبدالرحمان نے کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ روزہ افطار کرنے سے پہلے نماز مغرب پڑھتے تھے، نماز مغرب پڑھنے کے بعد روزہ کھولتے۔ (مؤطا امام مالك: ٦٤٠)

فائدہ: نمازِ مغرب اور افطار کا ایک وقت ہے، ممکن ہے کہ افطاری تیار نہ ہونے یا طبیعت کے نہ چاہنے یا بعض اوقات وقت پر افطاری کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے یہ دونوں بزرگ تاخیر کرتے ہوں، قرآن وسنت میں غروب آفتاب کو افطاری کی علامت قرار دیا گیا ہے، جلد افطار کرنے والی صحیح روایات کی موجودگی میں دوسری طرف التفات کرنا درست نہیں، خیر القرون میں کیے گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو بھی رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کی کسوٹی پر جانچنا از بس ضروری ہے اور عمل صحیح احادیث پر ہی ہے۔

(۱۷۳۱) أخرجه مسلم: ۱۰۹۹

(١٧٣٢)۔ أَخْبَـرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ الْقُهُسْتَانِيُّ، أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الْبَيْرُوتِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبِي، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي قُرَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ......

حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل کا فرمان ہے: بلاشبہ میرے محبوب ترین بندے وہ ہیں جو افطار کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔''

(١٧٣٣)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُـو عُثْـمَـانَ الـضَّبِّـيُّ، أَخْبَـرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَـرَنَـا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ قُرَّةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَـنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى: أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعَجَلُهُمْ فِطْرًا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرے پسندیدہ بندے وہ ہیں جو افطار کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔''

شرح: اگر کوئی شخص ابر آلود دن میں غروب آفتاب سے قبل روزہ چھوڑ دیتا ہے، بعدازاں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تو سورج غروب نہیں ہوا تو ایسی صورت میں اکثر اہل علم روزے کی قضا کے قائل ہیں۔ اسحاق بن راھویہ کا موقف ہے کہ ایسے شخص پر قضا نہیں ہے، حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ ان بزرگوں نے اس طرح افطار کرنے والے کو بھول کر کھانے والے شخص پر قیاس کیا ہے لیکن پہلا موقف (قضا دینے والا) قابل ترجیح ہے اس لیے کہ بھولنے والے آدمی کے لیے بھول سے احتراز اور بچاؤ ممکن نہیں جب کہ مذکورہ شخص کے لیے غروب آفتاب کے تیقن تک رکے رہنا ممکن ہے۔

اگر کوئی شخص اس غلط فہمی میں کھانا کھالے کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی بعد میں معلوم ہو کہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو ایسے شخص پر قضا کے وجوب کے حوالہ سے دو موقف ہیں۔ علماء کی ایک جماعت قضا کے وجوب کی قائل ہے اور اس کا معاملہ اس شخص ہی کی طرح سمجھتے ہیں جس نے غروب آفتاب سے پہلے بادلوں اور تاریکی سے دھوکہ کھا کر روزہ افطار کر لیا ہو اس کے قائل امام مالک رحمہ اللہ ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس پر قضا نہیں کیونکہ اصل رات کی موجودگی ہے۔ البتہ ایسے دونوں مواقع پر ہم بستری کر بیٹھنے والے شخص پر کفارہ نہیں، اس لیے کہ جماع کا کفارہ شبہہ وغیرہ کی بنا پر ساقط ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(١٧٣٢) ضعيف ......أخرجه الترمذي: ٧٠١

(١٧٣٣) انظر الحديث السابق

فائدہ: جمہور علماء کا یہی موقف ہے کہ بھول کر ہم بستری کر لینے والے شخص پر کوئی کفارہ نہیں۔انہوں نے ہم بستری کو بھی کھانے پینے کے ساتھ ملایا ہے۔(ع،س)

(13)......بَابُ حُصُولِ الْفِطْرِ بِدُخُولِ اللَّيْلِ

رات ہوتے ہی افطار کر لینا (یعنی غروب آفتاب کے فوراً بعد)

(١٧٣٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنْبَأَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَوْ أَمْسَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، ثُمَّ قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ)) فَنَزَلَ، فَجَدَحَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ، فَقَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔))

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے(روزہ کی حالت میں) جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے ایک صاحب (بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ''اتر کر میرے لیے ستو گھول لے''انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ رات پڑنے کا انتظار فرمالیں تو بہتر ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اتر کر ستو گھول لے''انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ابھی تو دن باقی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اتر کر میرے لیے ستو گھول لے''چنانچہ تیسری مرتبہ کہنے کے بعد انہوں نے آپ کے لیے اتر کر ستو گھول دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا، پھر آپ نے مشرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''جب تم دیکھو کہ رات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیے۔''

(١٧٣٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا الْحُمَيْدِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي......

(١٧٣٤) أخرجه البخاري: ١٩٤١، ١٩٥٥، و مسلم: ١١٠١

(١٧٣٥) أخرجه البخاري: ١٩٥٤، و مسلم: ١١٠٠

يَقُولُ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔))

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رات اس طرف (مشرق) سے آئے اور دن ادھر مغرب میں چلا جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزے کے افطار کا وقت آ گیا ہے۔''

شرح (فَاجْدَحْ لِي) ''ستو گھول دے'' ستو کو پانی میں بھگو کر ملانا اور گھولنا، مجدح اس چھڑی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ مشروبات کو مکس کیا جاتا ہے۔ آپ نے مشرق کی طرف اس لیے اشارہ کیا کہ تاریکی اور اندھیرے کا آغاز اسی طرف سے ہوتا ہے اور اس وقت سورج کی ٹکیا گر چکی ہوتی ہے۔

(فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائم) روزہ دار کے لیے روزہ چھوڑنے کا وقت ہو چکا ہے جس طرح اہل عرب اصبح اور امسی کے الفاظ دخول فی الوقت کے لیے بولتے ہیں۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حکمی طور پر وہ مفطر (روزہ چھوڑنے والا) ہے اگرچہ ابھی تک اس نے کچھ کھایا پیا نہیں۔

ابو عبید نے کہا: اس حدیث سے وصال (ملا کر روزے رکھنے والوں) کا رد ہوتا ہے اس لیے کہ مغرب ہوتے ہی آدمی مفطر (روزہ چھوڑنے والے) کے حکم میں ہو جاتا ہے اور رات کا شرعا روزہ ہوتا ہی نہیں۔ اس لیے وصال کرنے والا باوجود بھوکا پیاسا رہنے کے مفطر ہے۔

(14)......بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ

صوم وصال کی ممانعت (بغیر کھائے پیے مسلسل کئی کئی دن کا روزہ رکھنا)

(١٧٣٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ حَسَّانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ......

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ، إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ)) قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ فِي ذَاكُمْ مِثْلَكُمْ،

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ وصال سے بچو! تم لوگ وصال سے بچو'' صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ خود تو وصال فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''میں اس بارے میں تم جیسا نہیں، میں رات گزارتا ہوں تو مجھے میرا پروردگار کھلا پلا دیتا

(١٧٣٦) أخرجه البخاري: ١٩٦٦، و مسلم: ١١٠٣

إِنِّـى أَبِيْتُ يُطْعِمُنِى رَبِّى ويَسْقِينِى ، فَاكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا لَكُمْ بِهِ طَاقَةٌ۔))

ہے، پس تم اتنی ہی مشقت اٹھاؤ جتنی تم میں طاقت ہو۔''

(۱۷۳۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَـنْ أَبِـى هُـرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ قَـالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ۔)) قَـالُـوا: فَـإِنَّكَ تُواصِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ، قَالَ: ((لَسْـتُ كَهَيْـئَتِـكُمْ إِنِّى أَبِيتُ يُطْعِمُنِى رَبِّى وَيَسْقِينِى۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ وصال سے بچو'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں رات کو سوتا ہوں تو مجھے میرا رب کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔''

(۱۷۳۸)۔ أَخْبَرَنَا أَحْـمَـدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ ، أَنْبَأَنَـا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: نَهَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ ، فَقُلْنَا: يَا رَسُـولَ الـلّٰـهِ ، أَلَسْـتَ تَـفْعَلُهُ؟ فَقَالَ: ((إِنِّى لَسْـتُ فِـى ذَلِكَ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ ، إِنِّى أَظَلُّ عِنْدَ رَبِّـى ، يُـطْـعِـمُنِى رَبِّى وَيَسْقِينِى)) ثُمَّ قَالَ: ((اكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وصال کرنے سے منع فرمایا۔ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ خود وصال کرتے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس مسئلہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسی قدر اعمال کرنے کی مشقت اٹھاؤ جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔''

(۱۷۳۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ ، أَنْبَأَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ

(۱۷۳۷) أخرجه البخاري: ۱۹۶۱، ۷۲۴۱، و مسلم: ۱۱۰۳

(۱۷۳۸) انظر الحديث السابق

(۱۷۳۹) أخرجه البخاري: ۷۲۴۱، ومسلم: ۱۱۰۴

هَـارُونَ ح وَحَـدَّثَـنَـا أَبُـو الْـقَاسِمِ عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ هَوَازِنَ الْقُشَيْرِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنُ بْنُ مُـحَـمَّـدِ بْـنِ فَـنْـجُـوَيْهِ الثَّقَفِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ هَارُونَ الْعَطَّارُ ، أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عِيسَى السَّيْسَرِيُّ ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، أَنْبَأَنَا حُمَيْدٌ ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ......

عَـنْ أَنَـسٍ ، أَنَّ رَسُـولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ ، فَوَاصَلَ نَاسٌ مِنَ النَّاسِ ، فَبَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ فَقَالَ: ((لَوْ مُدَّ لَنَا الشَّهْرُ ، لَوَاصَلْتُ وِصَـالًا يَـدَعُ الْمُتَعَمِّقُونَ تَعَمُّقَهُمْ إِنِّي لَسْتُ مِثْـلَـكُـمْ ، إِنِّـي أَبِيـتُ يُـطْـعِـمُـنِـي رَبِّـي وَيَسْقِينِي.))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے آخر میں وصال فرمایا تو کچھ لوگوں نے بھی وصال کیا، اس بات کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مہینہ کچھ دن دراز ہوتا تو میں اتنا وصال کرتا کہ تعمق (اپنے اوپر بے جا سختی) کرنے والے اپنا تعمق چھوڑ دیتے، میں تم جیسا نہیں ہوں، میں رات کو سوتا ہوں تو مجھے میرا رب کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔''

شرح امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ دونوں بزرگ وصال والی حدیث سیدنا انس، سیدنا ابن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے بیان کرنے میں متفق ہیں۔

احادیث میں صوم وصال کا ذکر ہے یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ صوم وصال یہ ہے کہ دو تین دن کے لگا تار بغیر سحری افطاری کے مسلسل روزے رکھنا۔ ایسا کرنا افراد امت کے لیے جائز نہیں ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔ اگر رات کے وقت کچھ کھا پی لیا جائے خواہ معمولی ہی تو پھر کراہت باقی نہ رہے گی۔

مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کئی دن کا وصال کرتے اور افطار نہ کرتے۔

فائدہ: افراد امت کے لیے صوم وصال جائز نہیں راجح بات یہی ہے، باقی رہا سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا وصال کرنا تو ممکن ہے نہی والی احادیث ان تک نہ پہنچی ہوں یا آپ نہی والی احادیث کو حرمت پر محمول نہ کرتے ہوں بلکہ کراہت پر محمول کرتے ہوں مگر یاد رہے کہ بعض شرعی معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خصوصی احکام تھے۔ بعض چیزیں آپ پر واجب تھیں، جبکہ بعض چیزیں امت پر وہ واجب نہیں، آپ کے حق میں جائز تھیں، امت کیلئے ان کا جواز نہیں ہے ایسی چیزیں آپ کی خصوصیات کہلاتی ہیں، جن میں امت کے لیے آپ کی اقتداء کرنا جائز نہیں بلکہ گناہ ہے انہی خصوصیات میں سے ایک صوم وصال ہے۔ (ع،س)

امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس جملے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ روزہ رکھنے میں میری مدد کی جاتی ہے،

خاص قوت، طاقت اور ہمت مجھے عطا شدہ ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے تمہیں کھانے پینے سے قوت حاصل ہوتی ہے اس صورت میں ''اللہ تعالیٰ مجھے کھلاتا پلاتا ہے'' سے روحانی اکل وشراب مراد ہوگا۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو فی الحقیقت کھلا پلا دیا جاتا ہو۔ یہ کھلا پلا دینا روزہ نہیں توڑتا کیونکہ یہ جنت کا طعام وشراب ہے۔ اس کا حکم دنیا کے طعام وشراب کا نہیں اور یہ صرف آپ کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اس کا تعلق نبوت کے مقام بلند سے ہے۔ اس عزت وکرامت میں امت کا کوئی اور فرد شریک نہیں۔ واللہ اعلم

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ((لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ۔)) ......''صوم وصال نہ رکھو، اور اگر کسی کا ارادہ وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کرلے۔'' (صحيح بخاری: ١٩٦٣، ١٩٦٧)

(15)......بَابُ مَايَقُوْلُ عِنْدَ الْفِطْرِ

روزہ افطار کرنے کے وقت کی دعا

(١٧٤٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الصَّفَّارُ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ، أَنْبَأَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ......

أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ الْمُقَفَّعُ، قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ، قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: ((ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔))

جناب مروان مقفع کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ داڑھی کو اپنی مٹھی میں لیتے اور اس سے جو بڑھی ہوئی ہوتی اسے کاٹ ڈالتے۔ اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتِ الْأَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ...... ''پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہوگئیں اور اللہ عزوجل نے چاہا تو اجر بھی ثابت ہوگیا۔''

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مٹھی بھر سے زائد داڑھی کاٹنا، رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل سے مؤید نہیں۔ یہ ان کا اپنا ذاتی فعل ہے جو حدیث رسول کے مقابلے میں حجت نہیں۔ (ع،س)

(١٧٤١)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي تَوْبَةَ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ،

(١٧٤٠) حسن ......أخرجه ابوداود: ٢٣٥٧

(١٧٤١) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٢٣٥٨

أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَحْمُودٍ، أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَلَالُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حُصَيْنٍ......

عَنْ مُعَاذٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ.))

جناب معاذ بن زہرہ (تابعی) سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ۔ ”اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر کھول رہا ہوں۔“

شرح **فائدہ**: ہمارے ہاں ہر خاص وعام افطاری کے وقت یہ دعا پڑھتا ہے، جبکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ع،س)

(16)......بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُفْطِرَ عَلَيْهِ

کس چیز سے افطار کرنا مستحب ہے؟

(١٧٤٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى رُطَبَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ، فَتُمَيْرَاتٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ تُمَيْرَاتٌ، حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں تناول فرمالیتے، یہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیا کرتے تھے۔

(١٧٤٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، ......

عَنْ عَمِّهَا سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ وَجَدَ التَّمْرَ، فَلْيُفْطِرْ عَلَيْهِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ التَّمْرَ،

جناب سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو کھجور میسر ہو تو وہ اسی کے ساتھ روزہ افطار کرے اور جو کھجور نہ

(١٧٤٢) حسن صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٣٥٦، والترمذي: ٦٩٦

(١٧٤٣) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ٢٣٥٥، وابن ماجه: ١٦٩٩، والترمذي: ٦٩٥

فَلْيُفْطِرْ عَلَى الْمَاءِ، فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ۔)) پائے وہ پانی سے افطار کرے، بلاشبہ پانی پاک کرنے والا ہے۔“

(17)......بَابُ نِيَّةِ الصَّوْمِ مِنَ اللَّيْلِ

رات کے وقت روزے کی نیت کرنا

(١٧٤٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ الْحُمَيْدِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدُ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، أَخْبَرَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرِ بْنِ سَابِقٍ الْخَوْلَانِيُّ، قَالَ: قُرِءَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ، حَدَّثَكَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَغَيْرُهُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ لَمْ يُجْمِعْ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ۔)) قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: وَقَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ مِثْلَ ذَلِكَ۔

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی تو اس کا روزہ درست نہ ہوگا۔“

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ بطور قضا، بطور کفارہ یا مطلق نذر کے فرض شدہ روزوں کی نیت فجر سے پہلے کر لینا ضروری ہے باقی رہا رمضان المبارک کے فرض روزوں اور معین مخصوص نذر کے روزوں کی نیت کا مسئلہ تو اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، اکثر علماء کا موقف ہے کہ ان کا معاملہ بھی قضا والے اور عام نذر والے روزوں ہی کی طرح ہے۔ ان میں بھی فجر سے پہلے نیت کر لینا چاہیے۔ اس کے قائل سیدنا عمر فاروق اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔

امام اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی آدمی رمضان المبارک کی پہلی رات کو سارے مہینے کی ایک ساتھ نیت کر لے تو کافی ہے مگر حدیث کا ظاہری مفہوم جمہور کی رائے کو تقویت دیتا ہے۔ افضل یہی ہے کہ ہر ہر روزے کی نیت علیحدہ سے کی جائے کیونکہ ہر روزہ ایک مستقل عبادت ہے اور اس کی الگ سے نیت کرنا ضروری ہے۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ رمضان المبارک اور معین نذر کے روزوں کی نیت دن کے وقت زوال سے قبل کر لینا جائز ہے۔

(١٧٤٤) صحيح ...... أخرجه ابوداود: ٢٤٥٤، والترمذي: ٧٣٠، وابن ماجه: ١٧٠٠، والنسائي: ٢/ ٦

فائدہ: مگر احادیث صحیحہ اہل رائے کے موقف کا ابطال کرتی ہیں صحیح اور راجح بات وہی ہے جو گزشتہ سطور میں بیان ہوچکی ہے۔ نیت ''دل کے عزم وارادہ'' کا نام ہے، ان عبادات میں نبی کریم ﷺ سے یا ان کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لفظی نیت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لفظی نیت کا اہتمام بدعت ہے۔ (ع،س)

نفلی روزوں کے متعلق اکثر علمائے کرام کا یہ موقف ہے کہ ان کی نیت بعداز فجر، زوال سے پہلے تک ہوسکتی ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو زوال آفتاب کے بعد روزہ رکھنے کا خیال آیا تو انہوں نے روزہ رکھ لیا۔ جابر بن زید نے کہا: نفلی روزوں کی نیت بھی فرضی روزوں کی طرح رات کو کرنا ضروری ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ نفلی روزوں کی نیت رات ہی کو کیا کرتے تھے۔

فائدہ: یہی بات راجح ہے کہ فرض روزوں کے لیے رات کو نیت کرنا ضروری ہے جب کہ نفلی روزے کی نیت زوال سے پہلے تک کی جاسکتی ہے زوال کے بعد نہیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا عمل ان کا اپنا ذاتی عمل ہے۔ (ع،س)

(١٧٤٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجُوْزَجَانِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ الشَّاشِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي، فَيَقُولُ: ((أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ؟)) فَأَقُولُ: لا، فَيَقُولُ: ((إِنِّي صَائِمٌ)) قَالَتْ: فَأَتَانِي يَوْمًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّهُ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ، قَالَ: ((وَمَا هِيَ؟)) قُلْتُ: حَيْسٌ، قَالَ: ((أَمَا إِنِّي أَصْبَحْتُ صَائِمًا۔)) قَالَتْ: ثُمَّ أَكَلَ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ (بعداز فجر) میرے پاس تشریف لاتے اور فرماتے: ''کیا تیرے پاس ناشتے کے لیے کچھ ہے؟'' اگر میں کہتی: کچھ نہیں ہے تو فرماتے: ''تب میں روزہ دار ہوں۔'' فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ میرے پاس آئے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں ہدیہ دیا گیا ہے، آپ نے فرمایا: ''وہ کیا چیز ہے؟'' میں نے کہا: وہ حلوہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر آپ نے حلوہ کھا لیا۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نفلی روزوں کی نیت دن کے وقت کی جاسکتی

(١٧٤٥) أخرجه مسلم: ١١٥٤

ہے اسی طرح اگر کسی نے نفلی روزے کی نیت کر رکھی ہو تو کسی معقول عذر کی بنا پر افطار کر سکتا ہے۔اس کی قضا کے بارے میں اختلاف ہے تفصیلی بحث آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجیے۔

فائدہ: نفلی روزے کی قضا ادا کرنی واجب نہیں،سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کے الفاظ ہیں (فَلا يَضُرُّكَ اِنْ كَانَ تَطَوُّعًا) ''اگر نفلی روزہ تھا،تو کوئی حرج کی بات نہیں۔''

(صحیح، سنن ابی داؤد: ۲٤٥٦، دیکھیں حدیث نمبر ۱۸۱۳) (ع،س)

ام درداء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے: کیا کچھ کھانا تمہارے پاس ہے؟ اگر ہم جواب دیتے کہ کچھ نہیں تو کہتے: پھر آج میرا روزہ رہے گا۔اسی طرح ابوطلحہ، ابو ہریرہ، ابن عباس، اور حذیفہ رضی اللہ عنہم نے بھی کیا۔

(18)......بَابُ تَنْزِيْهِ الصَّوْمِ عَنِ الرَّفَثِ وَقَوْلِ الزُّوْرِ
روزے کو فحش گوئی اور جھوٹ سے محفوظ رکھنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو وہ فحش گوئی اور ناروا حرکت نہ کرے۔''

(صحیح بخاری: ۱۸۹٤، صحیح مسلم: ۱۱۵۱)

(۱۷٤٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَضْلِ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَفِيفٍ الْكُلَارُ الْبُوشَنْجِيُّ، بِهَا، أَنْبَأَنَا أَبُو عَلِيٍّ مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَالِدٍ الشَّيْبَانِيُّ الْحَافِظُ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ التَّمَّارُ، بِالْبَصْرَةِ، أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَشْعَثِ بْنِ إِسْحَاقَ السِّجِسْتَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جھوٹ اور بے ہودہ گفتگو اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ عزوجل کو اس کے کھانے پینے کے چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔''

(۱۷٤۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ......

(۱۷٤٦) أخرجه البخاري: ۱۹۰۳، ٦۰٥۷

(۱۷٤۷) حسن ......أخرجه ابن ماجه: ۱٦۹۰

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((رُبَّ صَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوعُ وَالْعَطَشُ، وَرُبَّ قَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ قِيَامِهِ السَّهَرُ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بعض روزے داروں کو روزے سے صرف بھوک اور پیاس ہی ملتی ہے اور بعض قیام کرنے والوں کو قیام سے بیداری ہی حاصل ہوتی ہے۔''

(19)......بَابُ قُبْلَةِ الصَّائِمِ

روزے کی حالت میں بوسہ لینا

(۱۷۴۸)۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ هَوَازِنَ الْقُشَيْرِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الإِسْفَرَايِينِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَوَانَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، وَعَلْقَمَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ، وَلَكِنْ كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لیا کرتے تھے، لیکن آپ اپنے جذبات پر خوب ضبط رکھنے والے تھے۔

(۱۷۴۹)۔ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ، وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے اور روزے کی حالت میں بیوی کے ساتھ لیٹ بھی جاتے تھے، لیکن آپ اپنے جذبات پر خوب ضبط رکھنے والے تھے۔

(۱۷۵۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(۱۷۴۸) أخرجه البخاري: ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ومسلم: ۱۱۰۶

(۱۷۴۹) انظر الحديث السابق

(۱۷۵۰) أخرجه البخاري: ۱۹۲۸، و مسلم: ۱۱۰۶

أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ نِسَائِهِ وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ تَضْحَكُ۔

بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی کسی بیوی کا روزہ دار ہونے کے باوجود بوسہ لے لیا کرتے تھے، پھر وہ ہنس پڑیں۔

شرح (وكان أَمْلَكُكُمْ لأَرْبِهٖ) یہ لفظ دوطرح پڑھا گیا ہے الف کے کسرہ اور الف اور راء دونوں کے فتحہ کے ساتھ۔ دونوں الفاظ کا معنی ایک ہی ہے کہ ''آپ ﷺ کو اپنی خواہش پر زیادہ قابو حاصل تھا۔''

لفلان عندی اِرْبٌ وَأَرَبٌ کا معنی ہے ''فلاں شخص کا مجھ سے کام ہے۔''

روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینے کے جواز کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ سیدنا عمر، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اس مسئلہ میں رخصت کے قائل ہیں۔ جناب عطاء، شعبی اور حسن بصری کا بھی یہی خیال ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر بوس وکنار سے جذبات بے قابو ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو بوسہ لے لینے میں کوئی حرج نہیں، احمد اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا البتہ اجتناب کرنا مجھے زیادہ پسند ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جوان کے لیے روزے کی حالت میں بوسہ لینا مکروہ ہے جبکہ بوڑھے کے لیے اس کی رخصت ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں، بعض علماء نے مطلق طور پر روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا مکروہ جانا ہے (جوان اور بوڑھے کا فرق کیے بغیر) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس مسلک کے سرخیل ہیں۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص روزے کی حالت میں ایسا کرے اسے چاہیے کہ اس دن کے روزے کی قضا دے۔ جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ بوسہ لینے سے روزے کا اجر کم ہو جاتا ہے لیکن روزہ ٹوٹتا نہیں اور روزے کی حالت میں بیوی سے مباشرت کرنا زیادہ شدید ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر بوسہ لینے اور بیوی سے بغل گیر ہونے سے انزال ہو جائے تو بالاتفاق روزہ فاسد ہو جائے گا۔

فائدہ: بعض علماء اس صورت میں قضا واجب ہونے کے قائل ہیں اور بعض ایسی صورت میں قضا کے قائل نہیں ان حضرات کا کہنا ہے کہ بیوی کا بوسہ لینے اور جسم سے جسم ملانے وغیرہ سے انزال ہوجانے کی بنا پر روزہ ٹوٹ جانے پر فی الحقیقت کوئی واضح دلیل نہیں کیونکہ اصل میں روزہ قائم ہوتا ہے اور اس وقت تک فاسد نہیں ہوسکتا جب تک کوئی شرعی مفسد نہ پایا جائے، چنانچہ جب شارع علیہ السلام نے ان افعال کو روزے کیلئے مفسد قرار نہیں دیا تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ واللہ اعلم بحقیقہ الحال وعلمہ اتم) (ع،س)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کا بوسہ لے لیتے جبکہ آپ روزے سے ہوتے اور ان کی زبان چوستے۔ (ضعیف، ابوداود: ۲۳۸۶)

(20)......باب الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُباً

روزہ دار صبح کو جنابت کی حالت میں اٹھے تو کیا حکم ہے

(۱۷۵۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ......

عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمَا قَالَتَا: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ يَصُومُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ۔

امہات المؤمنین سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں صبح کو مباشرت کی بنا پر جنبی ہوتے نہ کہ احتلام کی وجہ سے، پھر آپ اس دن روزہ بھی رکھتے۔

شرح: اسی سند سے سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح جنابت کی حالت میں کرتے جماع کی بنا پر نہ کہ احتلام سے پھر (ایسے ہی آپ سحری کھالیتے اور) روزہ رکھ لیتے۔ (ایضاً)

اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ جو شخص حالت جنابت میں صبح کرے تو وہ سحری کھالے اور پھر غسل کر کے روزہ رکھ لے اور اپنا روزہ مکمل کرے، بعض تابعین سے منقول ہے کہ ایسا شخص اس روزے کی قضا دے، ابراہیم نخعی کہتے ہیں: نفلی روزوں میں ایسا کرنا جائز ہے لیکن فرضی روزوں میں نہیں، اسے قضا دینا ہوگی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے تھے کہ: ''جس شخص کو فجر جنابت کی حالت میں ہو وہ روزہ نہ رکھے'' مروان نے تحقیق مسئلہ کے لیے ان کی طرف ایک شخص کو بھیجا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ لیکن پہلی بات درست ہے۔

فائدہ: اس حدیث کا ایک طریق یہ ہے: عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا نُودِيَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ وَاَحَدُكُمْ جُنُبٌ فَلَا يَصُمْ يَوْمَئِذٍ۔))

......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب صبح کی اذان ہو جائے اور تم میں سے کوئی جنبی ہو تو وہ اس دن کا روزہ نہ رکھے۔'' (صحیح ابن ماجه: ۱۷۰۲، مسند احمد ۸۱٤٥) (م،م)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کہ جنابت کی حالت میں صبح کرنے والا روزہ ہی نہ رکھے کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے جب رمضان کی راتوں میں سوجانے کے بعد جماع حرام تھا

(۱۷۵۱) أخرجه البخاري: ۱۹۲۵، و مسلم: ۱۱۰۹

کھانے اور پینے کی طرح، پھر جب اللہ تعالیٰ نے فجر طلوع ہونے تک جماع کو جائز قرار دیا تو جنابت کی حالت میں روزہ رکھ لینا بھی جائز قرار دیا گیا خواہ غسل دن کو ہی ہو، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی حدیث کے مطابق ہی فتویٰ دیتے تھے اور انہیں نسخ کا علم نہ ہوا۔ بعدازاں جب انہوں نے سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سماعت کی تو اس کے مطابق فتویٰ دینے لگے، جناب سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا کہ جنابت کی حالت میں فجر کرنے والا شخص روزہ نہ رکھے۔

بعض لوگوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو شخص فجر ہوتے وقت عین حالت جماع میں ہو تو وہ روزہ نہ رکھے۔

فائدہ: فجر صادق کی ابتدائی ساعات میں انسان اگر جنابت کی حالت میں روزے کی ابتدا کرے اسی حالت میں سحری کھالے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ بروقت غسل کر کے نماز میں شریک ہو جائے مگر بلا عذر شرعی خواہ مخواہ دن چڑھے تک لیٹ کرنا ناجائز اور روزے میں عیب ہے، مرد اور عورت اس مسئلہ میں یکساں ہیں۔ (ع،س)

(21)......بَابُ كَفَّارَةِ الْجِمَاعِ فِي نَهَارِ رَمَضَانَ

رمضان المبارک کے دنوں میں بیوی سے جماع کرنے کا کفارہ

(١٧٥٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، وَأَبُو عَمَّارٍ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، وَاللَّفْظُ لَفْظُ أَبِي عَمَّارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هَلَكْتُ، قَالَ: ((وَمَا أَهْلَكَكَ)) قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: ((هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَعْتِقَ رَقَبَةً؟)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((فَهَلْ تَسْطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((اجْلِسْ)) فَجَلَسَ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو مارا گیا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' اس نے کہا: میں رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہو بیٹھا ہوں ......آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تو طاقت رکھتا ہے کہ ایک گردن آزاد کر سکے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے طاقت ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ''

(١٧٥٢) أخرجه البخاري: ١٩٣٦، ٢٦٠٠، ٦٧٠٩، و مسلم: ١١١١

فِيهِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ، الْمِكْتَلُ الضَّخْمُ، قَالَ: ((فَتَصَدَّقْ بِهِ)) قَالَ: مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَحَدٌ أَفْقَرَ مِنَّا، قَالَ: فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، قَالَ: ((خُذْهُ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.))

وہ شخص بیٹھ گیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا، اس میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''ان کو صدقہ کر دو۔'' وہ کہنے لگا: مدینے کی دونوں پتھریلی زمینوں کے مابین ہم سے زیادہ اور کوئی فقیر نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے حتی کہ آپ کے اگلے دانت دکھائی دینے لگے، آپ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور گھر والوں ہی کو کھلا دو۔

شرح ہشام بن سعد عن ابن شہاب عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابی ہریرہ کی سند سے یہ الفاظ آئے ہیں: پھر آپ کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا جو پندرہ صاع کے برابر تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اور تیرے گھر والے یہ کھالیں اور تو ایک دن کا روزہ رکھ اور اللہ سے استغفار کر۔'' (صحیح، ابوداود: ۲۳۹۳)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص رمضان المبارک کے دنوں میں جان بوجھ کر جماع کرتا ہے اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اس کے ذمے قضا ہے اور اسے اس جسارت پر تعزیر لگائی جائے گی۔

حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص قابل تعزیر جرم کا مرتکب ہو تو امام وقت کو اس کی تعزیر معاف کر دینے کا اختیار ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دیہاتی کے لیے تعزیر لگانے کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ رمضان المبارک کے دنوں میں جماع کر گزرنے والے شخص پر کفارہ ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، اور قتادہ وغیرہ سے منقول ہے کہ ایسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں، بہت ممکن ہے ان حضرات کو کفارے کے ذکر والی حدیث نہ پہنچی ہو۔

فائدہ: راجح یہی ہے کہ دوران روزہ جماع کرنے والے شخص پر کفارہ اور قضا دونوں لازم ہیں، اس کی دلیل سنن ابن ماجہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: (وَصُمْ يَوْمًا مَكَانَهُ) ''اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو'' (صحیح ابن ماجہ: ۱۳۵۶، اور سنن ابی داؤد کے یہ لفظ ہیں: (وَصُمْ يَوْمًا وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ.)...... ''ایک دن کا روزہ رکھو اور اللہ سے استغفار کرو۔'' (صحیح ابوداؤد: ۲۰۹۶) (ع،س)

اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ رمضان کے دن میں جماع کرنے سے مندرجہ بالا تین کفارات میں سے ترتیب وار ایک لازم آتا ہے، جیسے ظہار کے کفارے میں ترتیب لازم ہے یعنی اولاً گردن آزاد کرنا، یہ نہ ہو سکے تو دو ماہ کے متواتر روزے رکھنا اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ امام مالک رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری نہیں ادا کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ تین کفارات میں سے جسے چاہے ادا کر دے۔ (اور استغفار سے کسی صورت غافل نہ ہو)

حدیث مبارکہ میں نظر بہ نظر اس بات کی دلیل ہے کہ کفارہ ادا کرتے وقت ہر مسکین کو ایک مد غلہ دیا جائے، کم دینا جائز نہیں اور زیادہ دینا واجب نہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں آنے والا کھجوروں کا ٹوکرا پندرہ صاع کا تھا، اس وزن کو اگر ساٹھ مسکینوں پر تقسیم کیا جائے تو ہر مسکین کے حصے میں ایک مد ہی آتا ہے۔ اوزاعی، مالک، شافعی، اوراحمد رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے یہ حضرات تمام کفارات میں ایک مد ادائیگی کے قائل ہیں سوائے حج میں سر منڈانے والے کفارے کے کہ اس میں دو مد نکالنا ضروری ہے اور اس کی حدیث میں صراحت ہے۔ سفیان ثوری اور اہل رائے کا موقف ہے کہ ہر مسکین کو (ایک مد نہیں بلکہ) آدھا صاع طعام دیا جائے اور تمام کفارات میں یہی اصول مدنظر رکھا جائے، ان حضرات کی دلیل مسئلہ ظہار کے سلسلہ میں وارد ہونے والی سیدنا سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جس میں آپ نے ان سے فرمایا: (فَاَطْعِمْ عَنْكَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا وَسَقًا مِنْ تَمْرٍ۔) ......''تو اپنی طرف سے ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دینا۔'' (حسن، ابوداود: ۲۲۱۳، ترمذی: ۳۲۹۹، ابن ماجہ: ۲۰٦٤)

ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اس طرح ہر مسکین کو ایک ایک صاع مل جائے گا (ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں)۔

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: مذکورہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حدیث ہذا کے راوی سلیمان بن یسار کی سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے سیدنا سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ سے ظہار والی حدیث بیان کی ہے اور اس میں یہ مذکور ہے "العرق" وہ ٹوکرا ہوتا ہے جس میں پندرہ صاع کھجور آتی ہے، محمد بن اسحاق بن یسار نے بیان کیا کہ "العرق" وہ ٹوکرا ہے جس میں تیس صاع غلہ سما جائے۔

اوس بن صامت نے "العرق" کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ایسا ٹوکرا جس میں ساٹھ صاع غلہ آجائے۔

مختلف روایات ذکر کرنے کا مقصد اس امر کی وضاحت ہے کہ اس دور میں مختلف قسم کے ٹوکرے مستعمل تھے، بڑے اور چھوٹے، اب دیکھنا یہ ہے کہ صحیح اور غیر مضطرب روایت میں کس ٹوکرے کا ذکر ہے اور یہ کہ مدینہ منورہ میں کونسا ٹوکرا استعمال ہوتا تھا، امام شافعی رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت (جس میں ظہار کے کفارے کا تذکرہ ہے) سے دلیل پکڑی ہے کیونکہ اس روایت میں کوئی تعارض نہیں جبکہ ظہار سے متعلق باقی تمام روایات میں تعارض پایا جاتا ہے اور اس لیے بھی کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت سند کے اعتبار سے عمدہ اور متصل ہے لیکن پھر بھی احتیاط والی بات یہی ہے کہ ہر مسکین کو ایک صاع یا نصف صاع کھلایا جائے نہ کہ ایک مد۔

کیونکہ ممکن ہے کھجوروں کا جو ٹوکرا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس کا اندازہ پندرہ صاع لگایا گیا ہے وہ اس شخص پر بطور کفارہ واجب ہونے والے غلے کی مقدار سے کم ہو، نبی کریم ﷺ نے اسے اس مقدار کے

صدقے کا حکم فرمادیا اور باقی مقدار وسعت پانے تک مؤخر کردی گئی جو اس کے ذمے فرض تھی۔

فائدہ: اسی واقعہ میں علماء کا اختلاف ہے، ایک جماعت کا رجحان ہے کہ مذکورہ صحابی کا فقر کی بنا پر کفارہ معاف فرما دیا تھا، جبکہ دیگر کہتے ہیں کہ کفارے کو وسعت پانے تک مؤخر کیا گیا تھا، بالکل معاف نہیں فرمایا تھا۔ واللہ اعلم (ع،س)

(كُلْ أَنْتَ وَأَهْلُ بَيْتُكَ) ......''تو اور تیرے گھر والے یہ کھالیں''اس جملے کے مطلب میں بھی اختلاف ہے امام زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ بات اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے آج اگر کسی شخص کو ایسا معاملہ پیش ہوتو اس پر کفارے کی ادائیگی واجب ہے، کسی طور چھوٹ نہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بات منسوخ ہے۔لیکن ان دونوں اقوال والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس مسئلہ میں عمدہ ترین بات وہی ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ نے کہی کہ آپ ﷺ کے پاس آنے والے شخص کے اوپر کفارہ واجب تھا۔ وہ گردن خریدنے کی گنجائش اور روزہ رکھنے کی ہمت سے عاری تھا نہ اس میں کھانا کھلانے کی ہی سکت تھی تو نبی کریم ﷺ نے اسے پاس آنے والے طعام کو صدقہ کرنے کا حکم فرمادیا، اس نے بتایا کہ پورے مدینہ کی آبادی میں مجھ سے بڑھ کر فقیر اور مفلس کوئی نہیں تو نبی کریم ﷺ نے مناسب نہیں سمجھا کہ وہ دوسروں پہ صدقہ کرتا پھرے جبکہ اسے اور اس کے گھر والوں کو زیادہ ضرورت ہو، اس لیے آپ نے اسے اپنے اور اپنے گھر والوں پر صرف کرنے کا حکم ارشاد فرمادیا۔ اس طرح اس وقت تو اس شخص سے کفارہ ادا ہو گیا لیکن وسعت پانے کے بعد اسے کفارہ ادا کرنا ہوگا جس طرح تنگ دست آدمی کو وسعت ہوتے ہی قرض کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کفارہ ادا کرتے وقت ادا کرنے والے کی مالی پوزیشن کو دیکھا جائے گا۔ اکثر علماء کا یہی موقف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا ظاہر قول بھی یہی ہے، اس شخص کے پاس بھی ارتکاب گناہ کے وقت کچھ نہیں تھا، آپ نے صدقہ میں سے اسے کفارہ ادا کرنے کیلئے کہا۔ جب اس نے اپنی غربت کا ذکر کیا تو اسے اپنے گھر میں خرچ کرنے کا حکم فرمادیا، اور کفارے کو وسعت پانے تک مؤخر کیا گیا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر کفارہ واجب ہوتے وقت اس شخص کے پاس گردن موجود تھی لیکن اس نے آزاد نہ کی، پھر گردن پاس نہ رہی تو اس کے لیے روزے رکھ لینا جائز ہے اسی طرح اگر وہ روزے رکھنے پر قادر تھا بعد ازاں عاجز آگیا تو کھانا کھلا سکتا ہے۔ اگر کفارہ واجب ہوتے وقت وہ گردن آزاد کرنے اور روزے رکھنے، دونوں امور سے عاجز تھا تو بغیر توقف کے وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے اور اگر کھانا کھلانے سے پہلے اس کے لیے گردن آزاد کرنا ممکن ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا کفارہ گردن آزاد کر کے ہی ادا کرے۔ اسی طرح اگر روزوں کی ہمت بن پڑے تو روزے رکھے، بصورت دیگر جو کفارہ جلد از جلد ممکن ہو ادا کردے۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارہ ادا کرنے میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے کے عذر پر دوسرا اور پھر تیسرا کفارہ بتایا ہے۔

فائدہ: مساکین کو کھانا کھلانے کی صورت میں ساٹھ کا عدد پورا کیا جائے، نہ کہ چند مساکین کو مختلف اوقات میں

کھلا کر عدد پورا کرے۔ (ع،س)

اس حدیث کے بعض طرق سے یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ جب اس شخص نے کہا: مدینے کی دونوں پتھریلی زمینوں کے مابین ہم سے زیادہ اور کوئی فقیر نہیں، تو آپ نے فرمایا: (فَـأَطْعِمه اهلك) ...... ''یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو'' بعض نے آپ ﷺ کے اس فرمان کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ کفارے کا یہ طعام اپنے بیوی بچوں کو کھلا دو۔ جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ اس جملے کا مطلب اپنے بیوی بچوں کا کھلانا نہیں نہ والدین ہی کو کھلانا ہے یعنی کسی ایسے فرد کو نہ کھلایا جائے جس کی کفالت کفارہ ادا کرنے والے کے ذمے ہے بلکہ اس سے مراد قریبی رشتہ داروں کو کھلانا ہے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمے نہیں ہے۔

ایسی روزہ دار عورت جو برضا ورغبت رمضان کے دنوں میں جماع کرائے کیا اس پر کفارہ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ اس پر اپنی گرہ خاص سے کفارہ ادا کرنا لازم ہے، کیونکہ وہ جان بوجھ کر جماع کر کے روزہ توڑنے کی مرتکب ہوئی ہے، آدمی کی طرح۔ امام شافعی ؒ کا مشہور قول ہے کہ ان دونوں پر ایک کفارہ ہی واجب ہے اور وہ مرد پر ہے عورت پر نہیں۔ امام اوزاعی بھی اسی کے قائل ہیں مگر ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر کفارہ روزے رکھ کر ادا کیا جائے تو پھر دونوں کو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے چاہئیں۔ ان حضرات کی دلیل یہی مندرجہ صدر حدیث مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس آنے والے شخص نے ایسے مسئلے کے متعلق استفسار کیا تھا جو اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان وقوع پذیر ہوا تھا لیکن نبی اکرم ﷺ نے ان پر ایک ہی کفارہ واجب قرار دیا۔

امام خطابی ؒ کہتے ہیں: اس بات کو فرض کر کے مستقل طور پر ایک مسئلے کی بنیاد نہیں بنانا چاہیے کہ دونوں پر ایک ہی کفارہ لازم ہے۔ ہوسکتا ہے وہ عورت روزے سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری یا سفر وغیرہ کی وجہ سے روزے کے بغیر ہو یا اس سے خاوند نے زبردستی جماع کیا ہو یا ایسی ہی کوئی اور بات ہو۔

امام بغوی ؒ نے کہا: اگر معاملہ یوں ہو تو جان بوجھ کر جماع کے ذریعے سے روزے توڑنے والی عورت سے کفارے کی معافی کی مذکورہ دلیل درست نہ ہوگی۔

(صُمْ يَوْ مًا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰه)...... ''تو ایک دن کا روزہ رکھ اور اللہ سے استغفار کر'' آپ ﷺ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ دو ماہ روزے رکھنے سے اس دن کی قضا نہیں ہوگی بلکہ اس دن کا الگ سے روزہ رکھنا ہوگا، جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے سوائے امام اوزاعی ؒ کے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر دو ماہ روزے رکھے تو قضا ادا کرنا نہیں ہے، لیکن گردن آزاد کرائے یا مساکین کو کھانا کھلانے کی صورت میں قضا ادا کرنا واجب ہے، (امام شافعی ؒ کا بھی ایک قول یہی ہے) اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں عمداً (جان بوجھ کر) کھا پی کر روزہ توڑ دے تو ایسے شخص پر وجوب کفارہ کے متعلق علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک قوم ایسے شخص پر کفارہ واجب ہونے کی قائل ہے جس طرح کوئی قصداً جماع کرلے تو اس پر کفارہ ہوتا ہے، امام مالک، ثوری، ابن مبارک، اسحاق رحمہم اللہ اور اہل رائے اس کے قائل ہیں۔ ان حضرات نے اتنی استثناء کی ہے کہ اگر کوئی کنکری یا گھٹلی نگل جائے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جماع کے علاوہ جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے شخص پر کوئی کفارہ نہیں۔ امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا یہی موقف ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے رمضان المبارک میں روزہ نہیں رکھا ہوا تھا، جب وہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے کہا: افسوس تجھ پر (تو جوان ہونے کے باوجود بغیر روزے کے ہے) جبکہ ہمارے تو بچے بھی روزے رکھ رہے ہیں، پھر اسے مارا پیٹا اور اسے علاقہ شام کی طرف جلاوطن کردیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب کسی پر ناراض ہوتے تو اسے شام کی طرف جلاوطن کردیتے۔

فـــائـــدہ: امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ اور ان کے اصحاب کسی بھی صورت میں روزہ توڑنے میں مذکورہ کفارہ (رمضان میں بیوی سے جماع کر بیٹھنے والے کا) واجب کرتے ہیں۔ ان کا مستدل اسی باب والی حدیث ہے، جبکہ دیگر ائمہ مذکورہ کفارہ صرف جماع سے خاص گردانتے ہیں اور اصحاب الحدیث (محدثین) کا بھی یہی موقف ہے البتہ ایسے شخص پر قضا لازم ہے، کفارے کے قائل حضرات کے پاس کوئی صحیح دلیل موجود نہیں اور اصل عدم وجوب ہی ہے لہٰذا حق بات یہی ہے کہ کفارہ صرف اس شخص پر واجب ہے جو ہم بستری کے ذریعے سے روزہ توڑ بیٹھے۔ (ع،س)

(۱۷۵۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا بُنْدَارٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي أَبُو الْمُطَّوِّسِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ، لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص رمضان میں روزہ توڑے، بغیر کسی رخصت اور بیماری کے تو زمانے بھر کے روزے بھی اس کی تلافی نہیں کرسکیں گے خواہ وہ روزے رکھتا پھرے۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز ڈرانے، چونکانے اور خبردار کرنے کے لیے ہے، اس اسلوب سے اسے بتایا گیا ہے کہ وہ کس قدر گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور کتنا اجر وثواب وہ کھو بیٹھا ہے وگرنہ علمائے امت اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اس دن کے روزے کی قضا دے گا۔ اگر کوئی آدمی قضا یا کفارے کے روزے کو رکھے ہوئے ہو اور اسے جماع کرکے یا کسی اور ذریعے سے توڑ دے تو اہل علم کے نزدیک اس پر کوئی کفارہ نہیں، کفارہ تو صرف اور صرف

(۱۷۵۳) ضعيف ......أخرجه ابوداود: ۲۳۹۶، والترمذي: ۷۲۳، وابن ماجه: ۱۶۷۲

رمضان المبارک کے روزے کو فاسد کرنے پر ہے۔

(22)......بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ نَاسِيًا

روزہ دار اگر بھول کر کھالے

(١٧٥٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ سِيرِينَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا نَسِيَ، فَأَكَلَ وَشَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی بھول کر کھا پی لے تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔''

شرح: امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: بھول جانا انسان کے بس میں نہیں اور جو افعال بھول کر صادر ہوں اسے فاعل کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا نہ ان پر شریعت نے کوئی مؤاخذہ ہی رکھا ہے کیونکہ یہ ایک فطری عمل ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے کہ روزہ دار اگر بھول کر کھا پی لے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا سوائے امام ربیعہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے۔ یہ دونوں بزرگ ایسے شخص پر قضا ادا کرنا واجب قرار دیتے ہیں۔

بھول کر جماع کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے، علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس پر قضا واجب نہیں۔ مجاہد، حسن بصری، ثوری، شافعی، اسحاق اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔ جیسے کوئی بھول کر کھا پی لے تو اس پر کچھ نہیں۔ علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس پر قضا لازم ہے۔ امام عطاء، اوزاعی، مالک، لیث بن سعد رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ایسے شخص پر قضا اور کفارہ دونوں چیزیں واجب ہیں، جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ کفارہ صرف قصداً اور عمداً جماع کرنے والے پر ہی ہے، بھول کر جماع والے پر نہیں۔ باقی رہا وہ شخص جس نے کوئی شہوت بھڑکانے والا منظر دیکھا اور اسے انزال ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہیے۔ جابر بن زید اسی کے قائل ہیں اور جمہور اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔

فائدہ: بھول کر جماع کر لینے والا معاملہ شاذ ونادر ہی وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی روزہ دار بھول کر ایسا کرنے لگے تو اس کی بیوی اسے ضرور یاد دلا دے گی تاہم بھول کر ہم بستر ہو جانے والے پر کوئی کفارہ نہیں، جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے، ان کے موقف کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ((مَنْ اَفْطَرَ فِيْ رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلَا قَضَاءَ

(١٧٥٤) أخرجه البخاري: ١٩٣٣، ٦٦٦٩، و مسلم: ١١٥٥

عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ۔))...... ''اگر کوئی بھول کر رمضان میں روزہ کھول لے تو اس پر کوئی قضاء اور کفارہ نہیں۔''

(حسن، حاکم: ۱/ ۴۳۰، ۳۴۳، دارقطنی : ۲/ ۱۷۸) (ع،س)

(23)......بَابُ الصَّائِمِ يَسْتَقِيْءُ

روزے دار کا جان بوجھ کر قے کرنا

(۱۷۵۵)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَنْبَأَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو خود بخود قے آجائے اس پر قضا نہیں اور جو قصداً قے کرے تو قضا دے۔''

شرح: مندرجہ بالا سند سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں ''جس کسی کو روزے کی حالت میں خود بخود قے آجائے اس پر قضا نہیں اور جو قصداً قے کرے تو وہ قضا دے۔'' (ایضاً)

جناب نافع نے یہ الفاظ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کیے ہیں۔

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو قے آئی تو آپ نے روزہ افطار کر لیا، سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو درداء رضی اللہ عنہ نے سچ کہا: میں آپ کو وضو کرا رہا تھا۔ (صحیح، مسند احمد: ۲۲٤٤٤)

(۱۷۵٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((ثَلَاثٌ لَا تُفَطِّرُ الصَّائِمَ: الْحِجَامَةُ، وَالْقَيْءُ، وَالاحْتِلَامُ۔))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں، سینگی لگوانا، قے کرنا اور احتلام۔''

شرح: فائدہ: مذکورہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی ضعیف ہے، لہٰذا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کا یہ موقف کہ مطلقاً قے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا یہ مسئلہ اس روایت سے ثابت

(۱۷۵۵) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۲۳۸۰، والترمذی: ۷۲۰، وابن ماجه: ۱٦۷٦

(۱۷۵٦) ضعیف ......أخرجه الترمذی: ۷۱۹

نہیں ہوتا۔ (ع،س)

اس مسئلے میں اہل علم کا عمل اور ان کے موقف کی دلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر قے کرے اس پر قضا ضروری ہے اور جسے خود بخود قے آجائے اس پر کوئی قضا نہیں، اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔

سیدنا ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہم نے کہا: روزہ ٹوٹتا ہے ان چیزوں سے جو اندر جاتی ہیں ان سے نہیں جو باہر آتی ہیں۔

اس بارے میں علماء کے درمیان میں اختلاف ہے کہ کیا جان بوجھ کر قے کرنے والے پر کفارہ ہے یا نہیں، جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ ایسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں، جناب عطاء، اوزاعی اور ابوثور ایسے شخص پر کفارے کے قائل ہیں۔

فائدہ: جمہور اہل علم کا قول ہی راجح ہے کہ عمداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا لازم آتی ہے کفارہ نہیں۔ کفارہ صرف اور صرف ہم بستری میں ہی ہے کیونکہ حدیث اسی کے متعلق ہے بخلاف اس کے کہ از خود قے آئے، خود بخود قے آنے سے روزہ ٹوٹتا ہے نہ قضا لازم آتی ہے۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر روزہ دار کے منہ میں گرد وغبار، آٹے کا کوئی اثر یا مکھی وغیرہ پیٹ تک چلے جائیں تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا علماء نے یہ بات خود بخود قے آنے پر قیاس کرتے ہوئے کہی ہے۔

فائدہ: خود بخود قے آنے پر قیاس اس طرح سے ہے کہ اس میں بھی بندہ مجبور اور بے بس ہوتا ہے اور مندرجہ بالا امور میں بھی اس لیے دونوں کا حکم ایک ہے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ خود بخود قے آنے سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ قضا لازم آتی ہے وگرنہ قے تو اندر سے خارج ہوتی ہے اور یہ اشیاء داخل ہوتی ہیں تو قیاس کیسا؟ (ع،س)

اگر کوئی شخص گہرے پانی میں غوطہ لگاتا ہے یا ناک سے پانی کھینچنے اور کلی کرتے ہوئے مبالغہ کرتا ہے جس سے پانی دماغ یا پیٹ تک پہنچ جاتا ہے تو ایسے شخص کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اگر روزہ دار نے بغیر مبالغہ کرتے ہوئے ناک میں دوائی ڈالی اور وہ پیٹ تک پہنچ گئی یا مکھی روزہ دار کے حلق میں چلی گئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ”ناک میں مبالغہ سے پانی ڈالو مگر روزہ کی حالت میں ایسا کرنے سے احتراز برتو۔“

(صحیح، ابوداود: ٢٣٦٦، ترمذی: ٧٨٨، ابن ماجہ: ٤٠٧، نسائی: ٨٧)

فائدہ: ناک میں بحالت روزہ پانی ڈالنا جائز ہے صرف مبالغے سے روکا گیا ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ناک میں مبالغہ آرائی سے بچتے ہوئے دوا ڈالنے میں کوئی حرج نہیں خواہ کچھ نہ کچھ پیٹ تک جا پہنچے۔ (ع،س)

اگر روزہ دار اپنے سر پر پانی بہائے یا ہلکے پانی میں ڈبکی لگائے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا اگرچہ پانی کی ٹھنڈک اندر تک محسوس کرے، مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں شدت پیاس یا شدت گرمی کی وجہ سے پانی سر پر ڈالتے تھے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا ایک بڑا ٹب ہے جس کے اندر میں حالت روزہ میں پڑا رہتا ہوں۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑا ترکر کے اپنے جسم پر ڈالا حالانکہ وہ روزے سے تھے۔

اکثر اہل علم نے روزے دار کے لیے سرمہ ڈال لینے کی رخصت دی ہے، اعمش کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اہل دوستوں (فقہاء محدثین) میں سے کسی کو نہیں پایا کہ روزے دار کے لیے سرمے کو مکروہ سمجھتے ہوں۔

بعض علماء نے روزے دار کے لیے سرمہ ڈالنا مکروہ سمجھا ہے۔ سفیان ثوری، احمد اور اسحاق اسی کے قائل ہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے عبدالرحمان بن نعمان اپنے والد سے، وہ دادا سے وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ نے حکم دیا کہ سوتے وقت کستوری ملا سرمہ استعمال کیا جائے اور فرمایا: ''روزہ دار اس سے پرہیز کرے۔''

(ضعیف، ابوداود: ٢٣٧٧)

روزے کی حالت میں سرمہ ڈالنے والی کوئی روایت نبی کریم ﷺ سے باسند صحیح ثابت نہیں۔

فائدہ: حالت روزہ میں آنکھ میں سرمہ لگانا یا دوا ڈال لینا جائز ہے، لیکن دوا حلق تک نہیں پہنچنی چاہیے۔ (ع،س)

(24)......بَابُ السِّوَاكِ لِلصَّائِمِ

روزے کی حالت میں مسواک کرنا

(١٧٥٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا أُحْصِي يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو روزے کی حالت میں اتنی مرتبہ مسواک کرتے دیکھا کہ گن نہیں سکتا۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کو اپنی جامع میں سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔ وہ روزے دار کے لیے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں جانتے مسواک خواہ دن کے آغاز میں کی جائے یا اختتام میں، البتہ بعض علماء تازہ مسواک کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

فائدہ: روزہ رکھ کر مسواک کر لینے میں کوئی حرج نہیں، مسواک خواہ تازہ ہو یا خشک، ہر طرح سے جائز ہے، اور ظاہر ہے کہ تازہ مسواک کی رطوبت کو تھوکنا لازمی ہوگا جب کہ اس کے ذائقے کا منہ میں باقی رہ جانا معاف ہے، ٹوتھ پیسٹ کا بھی یہی حکم ہے۔ (ع،س)

(١٧٥٧) ضعیف...... أخرجه ابوداود: ٢٣٦٤، والترمذی: ٧٢٥

علماء کی ایک جماعت زوال کے بعد مسواک کرنے کو ناپسند جانتی ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس سے روزے دار کے منہ کی بو، جو کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند اور محبوب ہے وہ ختم ہو جائے گی۔

فائدہ: روزے دار کے منہ کی جو بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی طیب ہوتی ہے وہ خالی معدے سے اٹھتی ہے نہ کہ منہ سے، اس لیے اس کو بچانے کے لیے منہ کو گندہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہر حال اور کیفیت میں منہ کو صاف ستھرا رکھنا مطلوب ہے اور روزہ دار ہر حال میں اللہ کا محبوب ہے۔(ع،س)

عطاء اور قتادہ نے کہا: روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: روزہ دار کے لیے ناک میں دواڈال لینے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ حلق تک نہ پہنچے نیز روزہ دار سرمہ لگا سکتا ہے۔

عطاء رحمہ اللہ نے کہا: اگر کسی نے کلی کی اور منہ سے سب پانی نکال دیا تو اس کے لیے اپنا تھوک نگلنے میں کوئی نقصان نہیں۔ اور حالت روزہ میں مصطگی نہیں چبانی چاہیے بہر حال اگر کوئی مصطگی کا تھوک نگل جائے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

لیکن حسن بصری رحمہ اللہ اس سے منع کرتے تھے۔

(25)......بَابُ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ

روزے دار کا سینگی لگوانا

(١٧٥٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا أَبُو حَفْصٍ الرَّازِيُّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مِقْسَمٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں اور روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔

شرح: ایک اور سند سے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی اور حالت روزہ میں بھی سینگی لگوائی۔(صحیح بخاری: ١٩٣٨)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور بعد والے علماء کے درمیان میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا روزے دار کے لیے سینگی لگوانا جائز ہے یا نہیں، علماء کی ایک جماعت نے اس سلسلہ میں رخصت کی بات کی ہے۔ مذکور ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا زید بن ارقم اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم نے حالت روزہ میں سینگی لگوائی۔

(١٧٥٨) أخرجه البخاري: ١٩٣٨

بکیر نے ام علقمہ سے کہا کہ ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سینگی لگوایا کرتے تھے اور وہ ہمیں منع نہیں کرتی تھیں۔

عروہ بن زبیر نے بھی اسی طرح کیا (یعنی سینگی لگوائی)۔

امام مالک رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ اور اہل رائے کا بھی یہی موقف ہے۔

بعض لوگوں نے روزے دار کے لیے سینگی لگوانے کو مکروہ سمجھا ہے۔ مسروق، حسن بصری، ابن سیرین اور اوزاعی کا یہ موقف ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے متعلق مروی ہے کہ وہ رات کے وقت سینگی لگواتے تھے، ان میں سے چند نام یہ ہیں: سیدنا ابن عمر، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جناب سعید بن مسیّب، شعبی اور نخعی رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: ہم روزے دار کے لیے سینگی لگوانے کو اس لیے ناپسند کرتے ہیں کہ اس سے کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔

اسی طرح کی بات جناب ثابت نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سینگی لگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، البتہ کمزوری کے خیال سے (حالت روزہ میں نہیں لگواتے تھے)۔

علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی موقف ہے۔ ان بزرگوں کا کہنا ہے کہ سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں افراد پر قضا لازم ہے کفارہ نہیں، جناب عطاء نے کہا: ان پر قضا اور کفارہ دونوں چیزیں لازم ہیں، جو لوگ روزہ فاسد ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(١٧٥٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ......

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَانَ الْفَتْحِ، فَرَأَى رَجُلا يَحْتَجِمُ لِثَمَانَ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَالَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ۔

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، آپ نے ایک شخص کو سینگی لگواتے ہوئے دیکھا اس وقت رمضان المبارک کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا کر فرمایا: ”سینگی لگانے اور لگوانے والا روزہ کھولنے والا ہو گیا۔“

شرح: اس حدیث کو سیدنا رافع بن خدیج اور سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہما نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا

(١٧٥٩) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٣٦٨، وابن ماجه: ١٦٨١

ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: اس مسئلے میں اصح روایت سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ والی ہے، علی بن عبداللہ المدینی نے کہا: اس مسئلے میں سیدنا ثوبان اور شداد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ والی روایات زیادہ صحیح ہیں۔

جو علماء سینگی لگانے اور لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے قائل نہیں ہیں وہ (أَفْطَرَ الْحَاجِم وَالْمَحْجُوْم) کا یہ معنی کرتے ہیں کہ ان کا روزہ ٹوٹنے کے قریب ہو جاتا ہے اور وہ دونوں معرض خطر میں ہوتے ہیں، سینگی لگوانے والے کو ضعف اور کمزوری لاحق ہوسکتی ہے، دل گھٹ سکتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس بنا پر اسے روزہ توڑنا ہی پڑے اور لگانے والے کے لیے یہ خطرہ مسلسل رہتا ہے کہ منہ سے زور لگا کر خون کھینچنے کی بنا پر خون کسی بھی وقت حلق سے نیچے جا سکتا ہے اور اس طرح روزہ ٹوٹ سکتا ہے۔ گویا اس انداز گفتگو میں اجر اور کراہت کا مفہوم ہے، بعض نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ اس جملے میں آپ ﷺ نے ان کے عمل حجامت بحالت روزہ کو غلط قرار دیتے ہوئے بددعا فرمائی ہے جس طرح آپ نے مسلسل روزے رکھنے والے شخص کے متعلق فرمایا (لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ) ''نہ اس نے روزہ رکھا اور نہ افطار کیا۔'' اس تاویل کے مطابق حدیث کا معنی ہوگا کہ حاجم اور محجوم دونوں کا اجر ضائع ہوگیا۔

اس کی ایک تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ آپ جب ان کے پاس سے گزرے تو شام ہو چکی تھی تو آپ نے فرمایا: ''سینگی لگانے اور لگوانے والے دونوں افطار کر چکے۔'' گویا آپ نے انہیں اپنی اس بات کے ذریعے سے معذور قرار دیا کیونکہ دونوں ہی شام کے وقت فطر کے وقت میں داخل ہو چکے تھے جیسا کہ جو صبح شام یا ظہر کے وقت میں داخل ہو چکا ہوتو اس کے لیے اصبح، امسی اور اظہر کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی افطاری کا وقت آ گیا ہے، جیسے جب کھیتی کی کٹائی کا وقت آ جائے تو احصد الزرع کہا جاتا ہے اور جب گھوڑے پر سواری کا وقت آ جائے تو ارکب المهر کہا جاتا ہے۔

یہ ساری تاویلات امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کی ہے

فائدہ: (أَفْطَرَ الْحَاجِم وَالْمَحْجُوْم) کے معنی میں امام احمد اور اسحاق بن راھویہ نے ظاہر معنی مراد لیے ہیں کہ ان کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کچھ دوسرے اہل علم یہ معنی کرتے ہیں کہ ان کا روزہ ٹوٹنے کے قریب ہو جاتا ہے گویا اس میں ڈانٹ اور کراہت کا مفہوم ہے۔ واللہ اعلم!

اس دوسرے معنی کی رو سے اس باب کی سب مرویات (جواز اور عدم جواز والی) کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے اور تطبیق دینا ہی بہتر اور اولیٰ ہے تاکہ دونوں قسم کی روایات قابل عمل رہیں۔

تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے کہ سینگی لگوانا اس شخص کے لیے مکروہ ہے جسے کمزوری لاحق ہوتی ہے اور اگر کمزوری اس حد تک پہنچتی ہو کہ اس کی وجہ سے افطار کرنا پڑے تو اس صورت میں سینگی لگوانا زیادہ مکروہ ہے اور جس کو کمزوری نہیں ہوتی اس کے حق میں مکروہ نہیں کیونکہ افراد کی ہمتیں جدا جدا ہیں، لہٰذا (أَفْطَرَ الْحَاجِم وَالْمَحْجُوْم) کو مجازی معنی

میں لینا پڑے گا کیونکہ جواز والے دلائل اسے حقیقی معنی پر محمول کرنے سے مانع ہیں، جواز کے دلائل میں سے یہ حدیث بھی ہے، سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (رَخَّصَ فِيْ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ ......"آپ ﷺ نے روزہ دار کے لیے سینگی لگوانے کی اجازت دی ہے۔" (ابن ابی شیبة: ۳/ ۵۱تا۵۳) (ع،س)

(26)......بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ

سفر میں روزہ رکھنا

(۱۷۶۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَازِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ، قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَأَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ وَكَانَ كَثِيرَ الصِّيَامِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا: کیا میں سفر میں روزے رکھوں؟ وہ روزے بکثرت رکھا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "اگر دل چاہے تو روزہ رکھو اور اگر جی چاہے تو چھوڑو۔"

(۱۷۶۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيزَرِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ، فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان المبارک میں سفر کرتے تھے تو نہ روزہ رکھنے والا روزہ چھوڑنے والے پر عیب لگاتا اور نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے پر۔

(۱۷۶۲)۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ هَوَازِنَ الْقُشَيْرِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الإِسْفَرَايِينِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُمَيَّةَ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْقَوَارِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، أَخْبَرَنَا الْجَرِيرِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ

(۱۷۶۰) أخرجه البخاري: ۱۹۴۳، و مسلم: ۱۱۲۱

(۱۷۶۱) أخرجه البخاري: ۱۹۴۷، و مسلم: ۱۱۱۸

(۱۷۶۲) أخرجه مسلم: ۱۱۱۶

اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ، فَمِنَّا الصَّائِمُ، وَمِنَّا الْمُفْطِرُ، فَلا يَعِيبُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔

کی معیت میں ماہ رمضان میں سفر کرتے، ہم میں سے بعض روزے دار ہوتے اور بعض بغیر روزے کے تو روزے دار، روزہ چھوڑنے والے کو برا نہ کہتے نہ روزہ چھوڑنے والے روزہ رکھنے والوں کو برا کہتے۔

(۱۷۶۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا الْجَرِيرِيُّ ح قَالَ أَبُو عِيسَى: وَأَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنَّا الصَّائِمُ، وَمِنَّا الْمُفْطِرُ، فَلا يَجِدُ الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ، وَلا الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً، فَصَامَ، فَحَسَنٌ، وَمَنْ وَجَدَ ضَعْفًا، فَأَفْطَرَ فَحَسَنٌ۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کرتے، ہم میں سے بعض روزے سے ہوتے اور بعض بغیر روزے کے تو روزہ رکھنے والا روزہ چھوڑنے والے پر ناراض نہ ہوتا اور نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے پر، ان کا خیال تھا کہ جس نے ہمت اور طاقت پائی اس نے روزہ رکھ لیا اور اچھا کیا اور جس نے کمزوری محسوس کی، تو اس نے روزہ چھوڑ دیا، اس نے بھی اچھا کیا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: گزشتہ احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ حالت سفر میں روزہ رکھ لینا بھی جائز ہے اور چھوڑ دینا بھی، جمہور اہل علم بھی اسی کے قائل ہیں۔ ماسوائے امت کے چند افراد کے ان میں سے ایک سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے کہا: اگر کوئی شخص اثنائے سفر میں روزہ رکھے تو حضر میں اس کی قضا دے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: دوران سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں، متأخرین میں سے داود بن علی الظاہری کا یہ موقف ہے۔

پھر اہل علم میں اختلاف ہے کہ ان دو امور میں سے افضل امر کونسا ہے، دوران سفر روزہ رکھنا یا چھوڑنا۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ رزہ چھوڑنا افضل ہے۔ اس کے قائل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن مسیّب، شعبی، اوزاعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ ہیں۔

ایک دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ روزہ رکھنا افضل ہے، اس کے قائل سیدنا انس بن مالک، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہما

(۱۷۶۳) صحیح ......أخرجه الترمذي: ۷۱۳، والنسائي: ۱۳۰۹

اورنخعی، سعید بن جبیر، ابن مبارک، مالک، ثوری، شافعی رحمہم اللہ اوراہل رائے ہیں۔

تیسرے گروہ کا کہنا ہے کہ دونوں میں سے جو معاملہ آدمی کے لیے آسان اور باعث سہولت ہو اسے اپنانا چاہیے اور وہی افضل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ﴾...... ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے۔'' (سورۂ بقرہ:۱۸۵)

اس کے قائل، مجاہد، قتادہ، عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ ہیں، جس کے لیے دوران سفر میں روزہ مشقت اور مصیبت ثابت ہو اور اس کے لیے روزہ رکھنا مشکل ہو تو اس کے حق میں روزہ نہ رکھنا ہی اولیٰ ہے۔ اس بات کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(۱۷٦٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا آدَمُ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) قَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: ((لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ آپ نے ایک جگہ لوگوں کا رش دیکھا اور ایک شخص جس پر لوگوں نے سایہ کر رکھا تھا، آپ نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' لوگوں نے کہا: ایک روزہ دار ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔''

شرح: اس حدیث مبارکہ سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو دوران سفر میں روزہ رکھنے کے قائل نہیں۔ عام علمائے کرام کے نزدیک اس روایت کا خاص محل ہے اور یہ ایسے شخص کے ساتھ خاص ہے جس کے لیے روزہ انتہائی مشقت کا باعث ہو اور روزے دار دوسرے کے لیے بوجھ اور مصیبت بن جائے جس طرح حدیث میں مذکور شخص کا معاملہ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں (لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ)...... ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں'' اور آپ کے فرمان (أُوْلَئِكَ الْعُصَاةِ) ''یہی لوگ نافرمان ہیں'' کی زجر وتوبیخ کا تعلق اس شخص کے ساتھ ہے جو دوران سفر میں روزہ چھوڑنے کی رخصت کا سرے سے قائل ہی نہ ہو، رہا وہ شخص جو اثنائے سفر میں روزہ چھوڑ دینے کا قائل ہو لیکن اپنے اندر قوت وطاقت پاتا ہو اور کسی کے لیے روزہ رکھ کر پریشانی اور بوجھ کا سبب نہ بنے تو اس کا روزہ رکھنا مجھے بہت پسند ہے ایسے شخص کے لیے سفر میں روزہ رکھنا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔

(۱۷٦٤) أخرجه البخاري: ۱۹٤٦، و مسلم: ۱۱۱۵

فائدہ: رسول اللہ ﷺ خود سفر میں روزے رکھتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ سفر میں روزے رکھتے، راجح یہی ہے کہ سفر میں جب مشقت نہ ہوتو روزہ رکھنا افضل ہے اور جب مشقت کا اندیشہ ہوتو روزہ چھوڑنا افضل ہے۔ (ع،س)

(١٧٦٥)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ بْنِ بَامُوَيْهِ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الإِخْمِيمِيُّ، بِمَكَّةَ، أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ......

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، وَإِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، وَمَا مِنَّا صَائِمٌ، إِلا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ۔

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے (گرمی کا یہ عالم تھا) کہ ہم میں سے ہر شخص گرمی اور تپش کی شدت سے اپنے سر کو پکڑ لیتا تھا، ہم میں سے رسول اللہ ﷺ اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی روزے سے نہیں تھا۔

(27)......بَابُ مَنْ صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ أَفْطَرَ

جو شخص رمضان کے کچھ روزے سفر میں رکھ کر پھر روزے چھوڑ دے

(١٧٦٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ، ثُمَّ أَفْطَرَ، وَأَفْطَرَ النَّاسُ مَعَهُ، وَكَانُوا يَأْخُذُونَ بِالْأَحْدَثِ، فَالْأَحْدَثِ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر رمضان المبارک میں مکہ کی طرف نکلے تو آپ روزے رکھتے رہے حتی کہ مقام کدید تک پہنچ گئے، پھر آپ نے روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور صحابہ کرام نے بھی آپ کے ساتھ روزہ چھوڑ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے تازہ بتازہ حکم پر عمل فرماتے تھے۔

(١٧٦٥) أخرجه البخاري: ١٩٤٥، و مسلم: ١١٢٢

(١٧٦٦) أخرجه البخاري: ١٩٤٤، و مسلم: ١١١٣

(28)...... بَابُ مَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فِي السَّفَرِ ثُمَّ أَفْطَرَ

جو شخص سفر کے آغاز میں روزے سے ہو پھر روزہ توڑ ڈالے

(۱۷٦۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمد الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ جعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ، فَصَامَ النَّاسُ معهُ، فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ، فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فشرِبَ، وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ، فَأَفْطَرَ بَعْضُ النَّاسِ، وَصَامَ بَعْضٌ، فَبَلَغَهُ أَنَّ نَاسًا صَامُوا، فَقَالَ: ((أُولَئِكَ الْعُصَاةُ۔))

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال رمضان المبارک میں مکہ کی طرف نکلے، آپ اور آپ کے ساتھ باقی تمام لوگ روزے کی حالت میں تھے حتی کہ آپ کراع غمیم مقام پر پہنچ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول! یقیناً روزہ لوگوں کے لیے مشقت اور مشکل کا باعث ہے۔ آپ نے نماز عصر کے بعد پانی کا پیالہ منگوایا اور لوگوں کے سامنے پانی پیا، کچھ لوگوں نے روزہ افطار کرلیا اور کچھ نے روزہ رکھے رکھا، آپ کو یہ اطلاع ملی کہ کچھ لوگ روزہ برقرار رکھے ہوئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ لوگ نافرمان ہیں۔''

شرح: اس حدیث میں دلیل ہے کہ جو شخص سفر کے آغاز میں روزے سے ہو، اثنائے سفر میں اس کے لیے روزہ افطار کر لینا جائز ہے، اگر وہ دوران سفر میں روزہ افطار نہ کرے حتی کہ اپنے رہائشی اور اقامتی شہر میں داخل ہو جائے تو پھر اس پر روزے کو پورا کرنا لازم ہے۔ اگر کسی کو سحری کا وقت حالت سفر میں آئے اور اسے یقین ہو کہ وہ اپنی اقامت گاہ تک جلد ہی دن کے شروع میں پہنچ جائے گا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ ایسی کیفیت میں روزے کی حالت میں شہر میں داخل ہوتے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: وہ روزہ رکھ کر شہر میں داخل ہو۔ ایک قوم نے کہا: اسے روزہ رکھے بغیر شہر میں داخل ہونا چاہیے، عام اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی فرق نہیں کہ روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ اس شخص کے لیے بھی جو رمضان کا چاند طلوع ہوتے وقت سفر کر رہا تھا اور اس کے لیے بھی جس نے ماہ رمضان میں سفر کی ابتدا کی ہو جبکہ بعض اہل علم کا موقف ہے کہ جو شخص دوران رمضان سفر اختیار کرے اس کے لیے افطار کی رخصت نہیں، اس کے قائل عبیدہ سلیمانی ہیں

(۱۷٦۷) أخرجه مسلم: ۱۱۱٤

ان کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾...... ''جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)

مگر باب کی حدیث مبارکہ اس موقف کے قائلین کے خلاف حجت ہے اور آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص پورا ماہ حالت اقامت میں ہو وہ روزے رکھے، وہ شخص جو مہینہ کے چند ایام حالت اقامت میں ہو وہ اس کا مخاطب نہیں۔

وہ مقیم شخص جس نے صبح اپنے معمول میں روزہ رکھا، پھر سفر درپیش ہو گیا تو اکثر اہل علم اس کے لیے افطار کر لینا جائز نہیں سمجھتے۔ نخعی، مکحول، زہری، مالک، اوزاعی، شافعی رحمہم اللہ اور اہل رائے اس کے قائل ہیں۔

فائدہ: موجودہ باب کی حدیث مبارکہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سفر میں روزہ افطار فرمایا ان حضرات کے موقف کے بطلان کی دلیل ہے۔ (ع،س)

ایک قوم کا خیال ہے کہ ایسی صورتحال میں اس کے لیے روزہ افطار کر لینا جائز ہے۔ امام شعبی اور احمد رحمہما اللہ اس کے قائل ہیں۔ سیدنا ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے اس کی بابت ایک حدیث بھی مروی ہے، جواز کے قائلین اس صورتحال کو مشابہہ قرار دیتے ہیں اس آدمی کے ساتھ جس نے صبح روزہ رکھا پھر مریض ہو گیا اب اس کے لیے روزہ توڑ دینا جائز ہے لیکن پہلا موقف روزہ نہ توڑنے والا زیادہ احتیاط کا متقاضی ہے اور یہ معاملہ مرض پر قیاس کرنے والا نہیں، کسی کو مرض کا لاحق ہونا اس کے اختیار اور بس میں نہیں جبکہ سفر کرنا یا نہ کرنا آدمی کے اختیار میں ہے۔

صحت کے عالم میں نماز شروع کرنے والا شخص بیماری لاحق ہوتے ہی اثنائے نماز میں بیٹھ سکتا ہے مگر نماز کو مقیم کی حیثیت سے شروع کرنے والے شخص کا اگر نماز کے دوران میں سفر شروع ہو جائے مثلاً وہ کشتی میں نماز ادا کر رہا تھا اور ملاح نے کشتی چلانا شروع کر دی تو اس کے لیے نماز قصر پڑھنا جائز نہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: مقیم شخص جس کی نیت سفر کرنے کی ہو وہ اپنے گھر ہی میں افطار کر سکتا ہے، اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سفر کا ارادہ فرمایا، سواری تیار کی گئی، انہوں نے سفر کا لباس پہن لیا تو کھانا منگوایا اور نوش فرمایا۔ ان سے پوچھا گیا: کیا یہ سنت طریقہ ہے، انہوں نے کہا: جی ہاں سنت طریقہ ہے، پھر وہ سوار ہو گئے۔ (صحیح، ترمذی: ۷۹۹، ۸۰۰)

اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ اگر سحری کا آغاز گھر میں ہوتے ہوئے ہو جائے تو اس دن کا روزہ رکھ لینا چاہیے اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ مسافر جب تک شہر سے باہر نہ نکلے اس کے لیے قصر جائز نہیں۔

(29)......بَابُ الْمُحَارِبِ يُفْطِرُ

اللہ کی راہ میں لڑائی کرنے والے شخص کا روزہ چھوڑنا

(۱۷۶۸)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ......

عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ، فَحَدَّثَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ غَزْوَتَيْنِ: يَوْمَ بَدْرٍ، وَالْفَتْحِ، فَأَفْطَرْنَا فِيهِمَا۔

جناب معمر بن ابی حبیبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے (جنگی) سفر میں روزے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر رمضان المبارک میں دو غزوے لڑے۔ ایک غزوہ بدر دوسرا غزوہ فتح مکہ، ہم نے ان دونوں غزوات میں روزہ افطار کیا۔

شرح: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ لڑتے ہوئے روزہ چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔ (رواہ الترمذی معلقا بعد رقم ۷۱۹، وذکرہ الالبانی فی ضعیف الترمذی)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی مروی ہے مگر انہوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ روزہ صرف اس وقت چھوڑا جائے جب دشمن سے آمنا سامنا ہو اور جنگ جاری ہو (صرف پڑاؤ کی صورت میں افطار نہ کیا جائے) بعض دیگر اہل علم کا بھی یہی موقف ہے۔

(30)......بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْأَفْطَارِ لِلْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت

(۱۷۶۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَيُوسُفُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَوَادَةَ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: أَغَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلُ رَسُولِ

سیدنا انس بن مالک (کعبی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ بنی عبداللہ بن کعب کے خاندان سے ہیں ......کہا کہ

(۱۷۶۸) ضعيف الاسناد ......أخرجه الترمذی: ۷۱٤

(۱۷٦۹) حسن صحيح ......أخرجه ابوداود: ۲٤۰۸، والترمذی: ۷۱۵، وابن ماجه: ۱٦٦۷، والنسائی: ۲۲۷٤

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ يَتَغَدَّى، فَقَالَ: ((ادْنُ، فَكُلْ)) فَقُلْتُ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ: ((ادْنُ أُحَدِّثْكَ عَنِ الصَّوْمِ أَوِ الصِّيَامِ، إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ الصَّوْمَ أَوِ الصِّيَامَ)) وَاللّٰهِ! لَقَدْ قَالَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلَيْهِمَا أَوْ أَحَدَهُمَا، فَيَا لَهْفَ نَفْسِي أَلَا أَكُونَ طَعِمْتُ مِنْ طَعَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ ﷺ کے سوا روں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپ دوپہر کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آؤ اور کھانا کھالو۔'' میں نے عرض کیا: میں روزے سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے قریب ہو جاؤ۔ میں تمہیں روزے کے متعلق بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرما دی ہے اور حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) سے بھی روزہ معاف کر دیا ہے۔'' قسم اللہ کی! آپ نے ان دونوں کا ذکر فرمایا تھا یا کسی ایک کا، ہائے افسوس میں نے رسول اللہ ﷺ کے کھانے سے کیوں نہ کھایا۔ (کیونکہ آپ کے ساتھ مل کر کھانا سعادت اور باعث برکت تھا اور روزہ محض نفل ہے)

شرح اہل علم کے ہاں عمل اسی بات پر ہے کہ بچے کو دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو اگر اپنے بچے کی صحت کا خطرہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے اور اپنے روزوں کی قضا رمضان کے بعد دے لے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان پر فدیہ طعام ہے یا نہیں (اس بارے میں مندرجہ ذیل چار آراء ہیں) ایک رائے تو یہ ہے کہ فدیہ اور قضا دونوں ادا کریں گے، سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم مجاہد، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کی یہ رائے ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی حاملہ کی بابت پوچھا گیا جسے اپنے بچے کا اندیشہ ہو (جو اس کے رحم میں پرورش پا رہا ہے) انہوں نے کہا: وہ روزہ نہ رکھے اور اس کے بدلے ہر روز ایک مسکین کو مد گندم دے دے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ وہ مریض کے حکم میں ہیں، وہ روزہ چھوڑ دیں، انہیں فدیہ دینے کی ضرورت نہیں اور بعد میں قضا دیں، یہ رائے حسن بصری، عطاء، نخعی، زہری، اوزاعی، ثوری رحمہم اللہ اور اہل رائے کی ہے۔

تیسری رائے امام مالک رحمہ اللہ کی ہے کہ حاملہ روزے کی قضا دے گی اور فدیہ ادا نہیں کرے گی۔ وہ مریض کے حکم میں ہے اور روزہ رکھنے سے جہاں بچے کی صحت کو اندیشہ ہے وہاں ماں کی صحت کو اس سے بڑھ کر خطرہ ہے لیکن مرضعہ (دودھ پلانے والی) پر فدیہ طعام کے علاوہ قضا بھی ہے۔

چوتھی رائے یہ ہے کہ حاملہ اور مرضعہ کو اختیار ہے چاہے تو کھانا کھلا دیں اور قضا نہ دیں اور اگر مناسب سمجھیں تو

قضا دے دیں اور ان کے ذمے کھانا نہیں اس کے قائل امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ ہیں۔

فائدہ: مندرجہ صدر آراء میں سے راجح بات یہ کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر بچے کے نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے اور بعد میں قضا ادا کرے۔ وہ مریض کے حکم میں ہے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک یہی بات صحیح ہے کہ بعد میں صرف قضا ادا کرنا ہوگی، فضیلۃ الشیخ محمد علی بن جانباز رحمہ اللہ نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے (انجاز الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ: ۵/۵۶۶، اور سعودی علماء کی بھی یہی رائے ہے (فتاویٰ اسلامیہ اردو: ۲/۲۰۳، ۲۰۵) (ع،س)

باقی رہا وہ بوڑھا شخص جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں پاتا اور اسے ازحد مشقت ہوتی ہو اس کے لیے فدیہ دے کر روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور اس کے ذمے قضا نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۴ کو اس طرح پڑھتے ہیں: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَه فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْن﴾...... ''وہ لوگ جن کے لیے روزہ ازحد باعث مشقت ہے وہ فدیہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔'' یعنی روزہ رکھنا جن عمر رسیدہ لوگوں کے لیے مشکل ہے، روزہ ان کے لیے طوق ہے۔ وہ روزہ چھوڑ دیں اور فدیہ دے دیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا موقف ہے کہ یہ آیت کریمہ منسوخ نہیں۔ اس کا تعلق اس ضعیف العمر مرد اور عورت سے ہے جو روزہ رکھنے کی سکت نہ رکھتے ہوں یا روزہ رکھنے کو تو رکھ لیں مگر اس کے اثرات کے متحمل نہ ہو سکیں تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

عام قراء کی قراءت یہ ہے ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ﴾...... ''جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہیں وہ فدیہ دیں ایک مسکین کا کھانا'' ہوتا یوں تھا کہ ایک شخص روزہ رکھنے کی طاقت کے باوجود روزے نہ رکھنا چاہتا تو وہ فدیہ دے دیتا حتی کہ اس کے بعد والی آیت اتری اور اس نے اسے منسوخ کر دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾...... ''تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو، وہ لازماً روزہ رکھے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)

سیدنا ابن عمر اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما اسی کے قائل ہیں۔ بعض علماء کرام مشہور قراءت کے مطابق ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَه﴾ پڑھ کر بھی ان الفاظ کی منسوخیت کے قائل نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت کے اس جملے میں روزہ رکھنے کی قدرت والے کے لیے رخصت نہیں ہے بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو صحت وتندرستی کے عالم میں روزہ رکھتے تھے پھر کسی وجہ سے عاجز آ گئے تو ان پر فدیہ ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ جب بڑھاپے کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہو گئے اور روزے رکھنے کے قابل نہ رہے تو انہوں نے مساکین کو کھانا کھلانے کا حکم دیا، چنانچہ انہیں خوب سیر کر کے گوشت روٹی کھلایا گیا۔ ایسے بوڑھے شخص پر جو روزے رکھنے کی طاقت نہ پاتا ہو فدیہ طعام واجب ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: مستحب ہے واجب نہیں، امام ربیعہ نے کہا: اس کے ذمے نہ فدیہ طعام ہے اور نہ قضا ہے۔

اس بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ ایک مسکین کو یومیہ کتنا غلہ دیا جائے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہر روز

کے حساب سے ایک مدغلہ دیا جائے۔ اس کے قائل سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں نیز عطاء، مالک، لیث بن سعد، اوزاعی، شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ مزید کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ ہر روز کے حساب سے مسکین کو نصف صاع دیا جائے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نیز ثوری اور اہل رائے اس کے قائل ہیں۔ بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ روزہ چھوڑنے والا شخص اپنی حیثیت اور اپنے کھانے کی مقدار کے حساب سے فدیہ دے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روزانہ کی بنیاد پر مسکین کو فدیہ عنایت کرتے تھے، شام کے وقت دیتے جس سے وہ افطاری کر لیتا، صبح کے وقت دیتے جس سے وہ سحری کر لیتا۔

(31)......بَابُ تَأْخِيرِ الْمَرْأَةِ قَضَاءَ الصَّوْمِ إِلَى شَعْبَانَ لِحَقِّ الزَّوْجِ وَأَنَّهَا لَا تَصُومُ تَطَوُّعًا إِلَّا بِإِذْنِهِ

خاوند کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے بیوی کا رمضان کے روزوں کی قضا کو ماہ شعبان تک مؤخر کرنا اور نفلی روزے خاوند کی اجازت کے بغیر نہ رکھنا

(۱۷۷۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا إِسْحَاقُ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ......

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ، تَقُولُ: إِنْ كَانَ لَيَكُونُ عَلَيَّ صِيَامٌ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَهُ حَتَّى يَأْتِيَ شَعْبَانُ۔

جناب سلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے ذمے رمضان کے کچھ واجب الادا روزے رہ جاتے تھے تو میں ان کی قضا ادا نہیں کر سکتی تھی، یہاں تک کہ شعبان آ جاتا۔

شرح یحییٰ نے کہا: اس تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ ایسا نہ ہو نبی اکرم ﷺ کو میری ضرورت محسوس ہو اور میں روزے سے ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض روزوں کی قضا مؤخر کی جا سکتی ہے سارے سال میں کسی بھی وقت آئندہ رمضان سے قبل قضا ادا کی جا سکتی ہے، یعنی دس ماہ بعد شعبان میں سابقہ رمضان المبارک کے رہ جانے والے روزوں کی قضا دی جا سکتی ہے لیکن شعبان میں قضا ضرور دینی چاہیے۔ بعض علماء قضا شعبان سے مؤخر کرنے پر فدیہ کے وجوب کے قائل ہیں۔ جناب سعید بن مسیّب نے کہا: عشرہ ذی الحجہ کے روزے اس شخص کے لیے رکھنا موزوں نہیں ہیں جس پر رمضان کے روزوں کی قضا واجب ہو بلکہ پہلے وہ رمضان کے چھوڑے ہوئے روزے رکھے۔

جو شخص بغیر کسی وجہ کے رمضان کے روزوں کی قضا کو ٹالتا رہے تا آنکہ اگلا رمضان آ جائے تو رمضان گزرنے کے بعد وہ سابقہ روزوں کی قضا دے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اسے فدیہ بھی دینا چاہیے۔ سیدنا ابو ہریرہ اور

(۱۷۷۰) أخرجه البخاري: ۱۹۵۰، و مسلم: ۱۱۴۶

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے۔

جناب عطاء، قاسم بن محمد، زہری، مالک، ثوری، شافعی، احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ روزے رکھے گا اور ہر دن کے حساب سے ایک مسکین کو آدھا صاع طعام دے گا۔

حسن بصری، ابراہیم نخعی اور اہل رائے نے کہا: اگر کسی نے رمضان کی قضا میں کوتاہی کی اور دوسرا رمضان بھی آ گیا تو وہ گزشتہ روزوں کی قضا ادا کرے گا اور اس پر فدیہ واجب نہیں۔

سعید بن جبیر اور قتادہ رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ ایسا شخص فدیہ دے گا اور اس کے ذمے قضا نہیں، سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے قضا اور فدیہ دونوں کا وجوب بھی مروی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حائضہ وغیرہ کو قضا ادا کرنا معاف نہیں بلکہ وہ روزے بہر صورت بعد میں رکھتے ہوں گے نیز جلدی قضا کی ادائیگی کی کوشش کرنا ہی افضل ہے۔ (ع،س)

(١٧٧١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ يَوْمًا مِنْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر ماہ رمضان کے علاوہ کسی دن کا روزہ نہ رکھے۔''

(32)......بَابُ التَّتَابُعِ فِي الصِّيَامِ
لگا تار روزے رکھنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾...... ''جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے۔'' (سورۂ بقرہ:١٨٥)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ﴾...... ''اس کے ذمے دو ماہ کے لگا تار روزے ہیں۔'' (سورۂ نساء:٩٢، سورۂ مجادلہ:٤)

(١٧٧٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

(١٧٧١) صحيح دون ذكر رمضان......أخرجه ابوداود: ٢٤٥٨، والترمذى: ٧٨٢، وابن ماجه: ١٧٦١

(١٧٧٢) سنده صحيح ...... أخرجه الامام مالك فى المؤطأ: ٦٧٧

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: يَصُومُ رَمَضَانَ مُتَتَابِعًا مَنْ أَفْطَرَهُ مِنْ مَرَضٍ أَوْ سَفَرٍ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب کسی کے رمضان کے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو اسے چاہیے کہ انہیں لگا تار رکھے۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جس شخص کے رمضان المبارک کے کچھ روزے چھوٹ جائیں تو افضل یہی ہے کہ ان کی قضا پے در پے روزے رکھ کر دی جائے، اگر متفرق طور پر رکھ لیے جائیں تو بھی اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے۔ حکم نے کہا: سعید بن جبیر اور مجاہد رحمہما اللہ رمضان کے روزوں کی قضا الگ الگ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ امام حاکم نے کہا: قضا کے روزے مسلسل رکھنا مجھے پسند ہے، حسن بصری نے کہا: اگر چھوڑے ہوئے روزوں کی تعداد یاد رکھی جائے تو پھر الگ الگ رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

قتل، ظہار اور رمضان المبارک کے دنوں میں جماع کر بیٹھنے کا کفارہ گردن آزاد نہ کرنے کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں جب روزے رکھے جائیں گے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھیں جائیں گے۔ اگر ایسا شخص مطلوبہ تعداد پوری ہونے سے پہلے ایک روزہ بھی چھوڑ دیتا ہے تو اسے نئے سرے سے دو ماہ کے روزے رکھنے پڑیں گے۔

اگر عورت قتل یا جماع کے کفارے کے روزے رکھ رہی ہو اور حیض کا عارضہ لاحق ہو جائے تو پاک ہوتے ہی دوبارہ روزے رکھنا شروع کر دے گی۔ اس میں ذرا سی تاخیر کی گنجائش نہیں، حیض سے قبل رکھے ہوئے روزے شمار کیے جائیں گے۔ اگر اس قسم کے روزے رکھتے ہوئے سفر درپیش ہو جائے اور روزے چھوٹ جائیں تو پھر نئے سرے سے روزے رکھنا ہوں گے۔ اگر بیماری کی وجہ سے روزوں میں تعطل آجائے تو اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے ظاہر قول کے مطابق ایسی خاتون پر نئے سرے سے روزے رکھنا واجب ہے جبکہ ایک قوم کا موقف ہے کہ مرض ختم ہوتے ہی بغیر کسی کوتاہی کے روزے رکھنا شروع کیے جائیں اور سابقہ روزوں کو بھی گنتی میں لایا جائے۔ اس لیے کہ مریض ہونا یا نہ ہونا کسی کے بس میں نہیں جب کہ سفر کرنے یا نہ کرنے کا انسان کو اختیار ہے۔ امام مالک اسی بات کے قائل ہیں۔

قسم کے کفارے میں چوتھا امر تین روزے رکھنا ہے۔ جس بندے کو علی الترتیب گردن آزاد کرنے، کھانا کھلانے اور کپڑے پہنانے کی طاقت نہ ہو تو کیا ان روزوں کو مسلسل رکھا جائے گا یا علیحدہ علیحدہ بھی رکھا جا سکتا ہے، اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان روزوں کو ایک ساتھ رکھا جائے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ انہوں نے کہا: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں قرآن مجید کے اس مقام کی عبارت یوں ہے: ﴿فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ﴾...... "تین دن کے پے در پے روزے رکھے جائیں" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان روزوں کو مسلسل رکھا جائے، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ کچھ دوسرے علماء کا موقف ہے کہ تسلسل واجب نہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے قرآن

مجید میں ان روزوں کا تذکرہ عمومی انداز میں کیا ہے جس طرح رمضان کے روزوں کی قضا کا معاملہ ہے۔

(33)......بَابُ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صُوْمٌ

جو کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے باقی ہوں

(١٧٧٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَعْيَنَ، أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔''

(١٧٧٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعَطَاءٍ، وَمُجَاهِدٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَائَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، قَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُخْتِكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَحَقُّ اللّٰهِ أَحَقُّ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ہمشیرہ فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے مسلسل دو ماہ کے روزے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بھلا اگر تیری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتی؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر اللہ کا حق (ادائیگی کا) زیادہ مستحق ہے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کے ہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ کیا فوت شدہ شخص کی طرف سے نذر یا قضا کے روزے رکھے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ قضا روزوں کی ایک دو صورتیں یہ ہو سکتی ہیں، مثلاً کسی نے رمضان کا کوئی روزہ جان

(١٧٧٣) أخرجه البخاري: ١٩٥٢، و مسلم: ١١٤٧

(١٧٧٤) أخرجه البخاري: ١٩٥٣، و مسلم: ١١٤٨، لكن فيهما لفظة "وعليها صوم شهر"

بوجھ کر چھوڑ دیا یا بوجہ سفر روزہ چھوڑا، پھر مقیم ہونے کے باوجود قضا نہ دے سکا اور فوت ہوگیا یا کوئی بیمار پڑ گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے صحت وتندرستی سے نوزا مگر قضا دینے کی نوبت نہ آئی تھی کہ بلاوا آ گیا۔ ایسی تمام متوقع صورتوں میں علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ فوت شدہ کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھ سکتا ہے۔ حماد، احمد، اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: اگر ایسے آدمی کی طرف سے تیس ورثاء ایک ایک دن روزہ رکھیں (رمضان کے تیس روزوں کے بدلے میں) تو یہ درست ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر فوت شدہ کے ذمے رمضان کے روزوں کی قضا ہے تو مساکین کو کھانا کھلایا جائے اور اگر اس کے ذمے نذر کے روزے ہیں تو اس کے وارث اس کی طرف سے روزے رکھیں، امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا جیسے کوئی آدمی دوسرے کے حصے کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ ابراہیم نخعی، مالک، ثوری، شافعی اور اہل رائے اس خیال کے حامل ہیں بلکہ ہر روزے کے حساب سے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

بعض علماء نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ)...... ''اس کی طرف سے اس کا وارث روزہ رکھے'' کا مطلب کھانا کھلانا لیا ہے، یعنی اگر فوت ہونے والے کی طرف سے اس کا وارث مساکین کو کھانا کھلا دے تو گویا اس نے اپنے مورث کی طرف سے روزے رکھ دیے، کھانے کو مجازی طور پر روزہ کہہ دیا گیا، کیونکہ کھانا روزے کا نائب اور بدل بنا ہے۔ ان کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

(۱۷۷۵)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ، فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينٌ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس حال میں فوت ہوجائے کہ اس کے ذمے ماہ رمضان کے روزے ہوں تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔''

شرح: عام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص سفر یا بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے چھوڑ بیٹھے، پھر اس نے قضا دینے میں تغافل نہیں کیا وہ اس طرح کہ بیماری نے قضا کا موقع ہی نہ دیا یا سفر سے واپسی نہ ہوسکی

(۱۷۷۵) ضعیف ......أخرجه الترمذي: ۷۱۸، وابن ماجه: ۱۷۵۷

کہ سفر آخرت درپیش ہوگیا ایسے شخص پر نہ فدیہ ہے نہ قضا، جناب قتادہ اس صورت میں فدیہ طعام کے قائل ہیں، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جناب طاؤس سے بھی ایسے ہی بیان کیا جاتا ہے۔

اگر فوت شدہ کے ذمے نماز پڑھنا باقی ہو تو بعض اہل علم کے نزدیک تو کوئی کفارہ نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس صورت میں فدیہ طعام دیا جائے۔ یہ اہل رائے کا موقف ہے، ایک قوم کا کہنا ہے کہ اس کی طرف سے نماز پڑھی جائے گی مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو مسجد قباء جا کر نماز پڑھنے کا حکم دیا جس کی ماں نے اپنے اوپر وہاں نماز پڑھنا لازم قرار دیا تھا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔

فائدہ: فوت شدہ شخص کے ذمے اگر روزے ہوں تو اس کے وارث اس کی طرف سے روزے رکھ سکتے ہیں روزے خواہ رمضان کے ہوں یا نذر کے یا کفارے کے، سب کا ایک ہی حکم ہے کیونکہ یہ سب اللہ کا قرض ہے، ارشاد نبوی ہے: ''جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے۔''

(صحیح بخاری: ۱۹۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۴۷)

یاد رہے کہ روزے پر دوسری عبادات، مثلاً نماز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عبادات کے لیے نص (دلیل) کا ہونا لازمی امر ہے۔ عبادات کے جن معاملات میں نیابت حدیث سے ثابت ہے وہی کریں گے باقی کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔

(34)......بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ

ماہ شعبان میں روزے رکھنا

(۱۷۷٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: لا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لا يَصُومُ، وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفل) روزے رکھا کرتے تو ہم کہتے: اب نہیں چھوڑیں گے اور کبھی چھوڑ دیتے تو ہم کہتے: اب نہیں رکھیں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے علاوہ کسی ماہ کے مکمل روزے رکھے ہوں اور میں نے آپ کو شعبان کے علاوہ کسی مہینے میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔

(۱۷۷٦) أخرجه البخاري: ۱۹٦۹، و مسلم: ۱۱۵٦

(١٧٧٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ، حَتَّى نَقُولَ: لا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لا يَصُومُ، وَلَمْ أَرَهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ، كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلا قَلِيلا، بَلْ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفلی) روزے رکھا کرتے تو ہم کہتے: اب نہیں چھوڑیں گے اور کبھی چھوڑ دیتے تو ہم کہتے: اب نہیں رکھیں گے اور میں نے آپ کو ماہ شعبان کے علاوہ کسی اور مہینے میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ شعبان کے بہت کم روزے چھوڑا کرتے تھے بلکہ (یوں کہہ لیجئے) آپ سارا ماہ شعبان ہی روزے رکھتے۔

(١٧٧٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوسَى، عَنْ ثَابِتٍ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الصَّوْمِ أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ قَالَ: ((شَعْبَانُ لِتَعْظِيمِ رَمَضَانَ۔)) قِيلَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا رمضان کے روزوں کے بعد کونسے روزے افضل ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ماہ شعبان کے روزے جو رمضان المبارک کی تعظیم کے لیے رکھے جائیں۔'' عرض کیا گیا: کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''رمضان المبارک میں صدقہ وخیرات کرنا۔''

(١٧٧٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي قَيْسٍ......

(١٧٧٧) انظر الحديث السابق

(١٧٧٨) سنده ضعيف ...... أخرجه الترمذي: ٦٦٣

(١٧٧٩) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٤٣١، والنسائي: ٤/ ١٩٩

حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ، تَقُولُ: كَانَ أَحَبُّ الشُّهُورِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَصُومَهُ شَعْبَانَ، ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ روزے رکھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کا مہینہ سب سے زیادہ پسند تھا پھر آپ اسے (گویا) رمضان ہی سے ملا دیتے تھے۔

(35)......بَابُ صَوْمِ سِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ

ماہ شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

(١٧٨٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ سِمْعَانَ النَّيْسَابُورِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا مُحَاضِرُ بْنُ الْمُوَرِّعِ، أَخْبَرَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ الأَنْصَارِيُّ......

قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، فَذٰلِكَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔))

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے تو اس نے گویا زمانہ بھر روزے رکھے۔''

شرح: علماء کی ایک جماعت نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے۔ امام ابن مبارک رحمہ اللہ نے کہا: ان کا معاملہ ہر ماہ کے تین روزے رکھنے کی طرح ہے، ان روزوں کا ماہ شوال کے آغاز میں رکھ لینا پسندیدہ ہے اور اس مہینے میں متفرق طور پر رکھنا بھی جائز ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے بعض اہل علم سے شش عیدی روزوں کی کراہت بیان کی ہے، وہ اس طرح کہ احکام دینیہ سے نابلد لوگ ان روزوں کو رمضان المبارک کا حصہ ہی نہ سمجھ لیں اور اس طرح ان میں بدعت راہ پالے۔

فائدہ: کراہت والی کوئی بات نہیں بلکہ احادیث سے ان روزوں کی فضیلت واستحباب معلوم ہوتا ہے۔ علماء کو چاہیے کہ وہ ان کی حیثیت اور فضیلت کو بیان کرتے رہیں تاکہ جاہل لوگ ان کو رمضان کا تسلسل نہ سمجھ بیٹھیں اور فی الواقع دور دور تک ایسا کوئی اندیشہ بھی نہیں ہے، رکھنے والے ان کی شرعی حیثیت سے پوری طرح باخبر ہیں ممکن ہے اسلام کے ابتدائی زمانے میں کہیں ایسا ہو۔ (ع،س)

(١٧٨٠) أخرجه مسلم: ١١٦٤

(36)......بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ

یوم عاشورا کا روزہ

(١٧٨١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ......

قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ يَبْتَغِي فَضْلَهُ إِلا صِيَامَ رَمَضَانَ، وَهَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور یوم عاشورا کے علاوہ کسی بھی دن کے روزے کو بوجہ فضیلت رکھنے کا اہتمام اور جستجو نہیں کرتے تھے۔

(١٧٨٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَسُئِلُوا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالُوا: هُوَ الْيَوْمُ الَّذِي أَظْفَرَ اللَّهُ مُوسَى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى فِرْعَوْنَ، وَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى)) وَأَمَرَ بِصَوْمِهِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں، ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ دن وہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوفرعون پر غالب فرمایا تھا اور ہم اس کی تعظیم میں روزہ رکھتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم تمہاری نسبت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں۔'' اور آپ نے اس دن کے روزے کا حکم دیا۔

(١٧٨٣)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ......

(١٧٨١) أخرجه البخاري: ٢٠٠٦، و مسلم: ١١٣٢

(١٧٨٢) أخرجه البخاري: ٣٩٤٣، و مسلم: ١١٣٠

(١٧٨٣) أخرجه البخاري: ١٩٦٠، و مسلم: ١١٣٦

عَنِ الرُّبَيْعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الأَنْصَارِ: ((مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا، فَلْيَصُمْ)) قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ، أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الإِفْطَارِ۔

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عاشوراء (دسویں محرم) کی صبح نبی اکرم ﷺ نے انصار کے محلوں میں یہ پیغام بھیجا: ''جس نے صبح کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورا کرے اور جس نے کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے، ربیع کہتی ہیں: اس کے بعد ہم یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے، انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے، جب کوئی کھانے کیلئے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا ہے، صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب ہم مسجد جاتے تو انہیں اون کا بنا ہوا کھلونا تھما دیتے۔

(١٧٨٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ......

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ، قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ، فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ، فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ۔

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو کھا پی چکا ہو وہ دن کے باقی حصے میں کھانے پینے سے گریز کرے اور جس نے نہ کھایا ہوا سے روزہ رکھ لینا چاہیے کیونکہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔

شرح: آپ ﷺ نے لوگوں کو بقیہ دن بطور روزہ پورا کرنے کا حکم فرمایا اور کچھ کھانے پینے سے روک دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادات کے اوقات کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ان کے تقدس اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے اسی قاعدے کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ جو شخص یوم شک (٣٠ شعبان) کا روزہ نہ رکھے پھر معلوم ہو کہ آج تو رمضان المبارک کی یکم تاریخ ہے یا کوئی رمضان کے روزے کی نیت کرنا بھول جائے تو اسے چاہیے کہ سارا دن کھانے پینے سے رکا رہے تا کہ روزہ داروں سے مشابہت برقرار رہے، پھر اس دن کی قضا دے۔ اسی طرح وہ شخص جس نے رمضان کا کوئی روزہ عمداً توڑ دیا ہو وہ بھی بقیہ دن بطور روزہ کے پورا کرے، اسی طرح جس نے

(١٧٨٤) أخرجه البخاري: ١٩٢٤، و مسلم: ١١٣٥

بوجہ سفر یا مرض روزہ ترک کر دیا، پھر عذر ختم ہو گیا یا حائضہ عورت دن کے پہلے حصے میں پاک ہو گئی تو ان کے لیے روزہ داروں سے مشابہت کے طور پر کھانے سے دور رہنا ضروری نہیں کیونکہ شریعت نے ان حضرات کو کھانے کی رخصت مرحمت فرمائی ہے۔

اہل رائے کا موقف ہے کہ مسافر اور مریض کو بھی جائے اقامت پہنچ جانے اور تندرست ہو جانے کے بعد روزہ داروں سے مشابہت کے طور پر بقیہ دن کھانے پینے سے رکنا چاہیے۔ رمضان المبارک کی فرضیت سے قبل شروع اسلام میں صوم عاشورا فرض تھا، پھر جب رمضان فرض ہوا تو عاشورا کا روزہ مستحب قرار پایا، جس کا جی چاہے وہ رکھ لے اور جس کا دل چاہے وہ ترک کر دے، سیدہ عائشہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم اسی بات کے قائل ہیں۔

(١٧٨٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: يَا أَهْلَ الْمَدِينَة! أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِهٰذَا الْيَوْمِ: ((هٰذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ لَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْنَا صِيَامَهُ وَأَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ۔))

جناب حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عاشورا کے دن منبر پر سنا، جس سال وہ پہلا حج کرنے آئے، انہوں نے کہا: ”اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کدھر گئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ”یہ عاشوراء کا دن ہے۔ اس کا روزہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض نہیں کیا۔ ویسے میں روزے سے ہوں، اب جس کا جی چاہے وہ روزہ نہ رکھے۔“

فائدہ: ممکن ہے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی ہو کہ مدینہ والے اس روزے کو فرض سمجھتے ہیں یا مکروہ سمجھتے ہیں تو انہوں نے وضاحت کی کہ اس کا رکھنا لوگوں کی مرضی پر منحصر ہے، اس کی فضیلت اس کے استحباب کا تقاضا کرتی ہے، آپ نے یہ حج ۴۴ھ میں کیا تھا یہ ان کی خلافت کا پہلا حج تھا اور آخری حج جس میں وہ مدینہ بھی تشریف لے گئے تھے وہ ۵۷ھ میں ہوا تھا۔ (ع، س)

(37)......بَابُ فِي عَاشُورَاءَ أَيُّ يَوْمٍ هُوَ

عاشوراء کا دن کونسا ہے

(١٧٨٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ

(١٧٨٥) أخرجه البخاري: ٢٠٠٣، و مسلم: ١١٢٩

(١٧٨٦) أخرجه مسلم: ١١٣٣

الْـمَـحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَهَنَّادٌ، قَالَا: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ......

عَـنِ الْـحَكَمِ بْنِ الأَعْرَجِ، قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى ابْـنِ عَبَّـاسٍ، وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَائَهُ فِي زَمْزَمَ، فَـقُـلْـتُ أَخْبِـرْنِي عَنْ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَيَّ يَوْمٍ أَصُـومُـهُ؟ قَـالَ إِذَا رَأَيْـتَ هِـلَالَ الْمُحَرَّمِ، فَـاعْدُدْ، ثُـمَّ أَصْبِحْ مِنَ التَّاسِعِ صَائِمًا، قَالَ: قُـلْـتُ: أَهَـكَـذَا كَانَ يَصُومُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔

جناب حکیم بن اعرج بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ چاہ زمزم کے پاس اپنی چادر کا تکیہ بنائے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا: مجھے یوم عاشوراء کے متعلق بتایئے، میں کس دن کا روزہ رکھوں؟ انہوں نے کہا: جب تم محرم کا چاند دیکھو تو شمار کرو، جب نویں تاریخ ہو تو روزہ رکھو۔ میں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی روزہ رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔

شرح **فائدہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً تو نویں تاریخ کا روزہ نہیں رکھا، مگر آپ کا عزم یہی تھا، اسی لیے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (ع،س)

اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ عاشوراء کا دن کونسا ہے، بعض کا خیال ہے کہ عاشوراء سے مراد محرم کی دسویں تاریخ ہے، بعض اس بات کے قائل ہیں کہ وہ محرم کی نویں تاریخ ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے۔

بعض اہل لغت کا خیال ہے کہ اہل عرب کا ایک اندازہ یہ تھا کہ اونٹوں کو چراگاہ میں چرانے کے بعد پانی پلانے کے لیے لاتے تو جب انہوں نے ایک دن پانی پلانے کے بعد دو دن چرایا ہوتا اور اگلے دن آتے تو کہتے (أَوْرَدْنَا رِبْعًا)...... ''ہم چوتھے دن آئے یا چوتھے دن پانی پلایا'' حالانکہ درحقیقت وہ تیسرا دن ہوتا۔ اسی طرح تین دن چرانے کے بعد اگلے دن لوٹتے تو کہتے (أَوْرَدْنَا خِمْسًا)...... ''ہم پانچویں دن آئے یا پانچویں دن پانی پلایا'' حالانکہ درحقیقت وہ چوتھا دن ہوتا۔ اسی انداز پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ عاشوراء کو نویں تاریخ بتاتے ہیں۔ مگر یہ توجیہ مرجوح ہے راجح مفہوم آئندہ سطور میں ہے۔

ایک جماعت نے نویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب جانا ہے مگر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: نو اور دس تاریخوں کا روزہ رکھ کر یہودیوں کی مخالفت کرو۔ (صحیح، ترمذی: ۷۵۵)

امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک دن اس سے پہلے روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔

فائدہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ جب تم محرم کا چاند دیکھو تو شمار کرو۔ جب نویں تاریخ آئے تو روزہ

رکھو' اس سے مراد یہ نہیں کہ عاشوراء نویں تاریخ کو کہتے ہیں، بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ دسویں سے پہلے نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھو۔ یہ مطلب امام ابن قیم رحمہ اللہ کا بیان کردہ ہے۔ دیگر روایات کی روشنی میں یہی معنی درست ہے، مسند احمد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہودیوں کی مخالفت کرو، ان سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔'' (اسناده ضعيف، مسنداحمد: ١/ ٢٤١)

جناب عطاء سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نویں اور دسویں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔

(بيهقي: ٤/ ٢٨٧)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر شرح روایت (١٧٨٦) کا مفہوم وہی درست ہے جو اوپر والی سطور میں بیان ہوا ہے۔

نیز سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ۔)) ...... ''اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو نو تاریخ کا روزہ ضرور رکھوں گا۔'' (مسلم: ١١٣٤)

قارئین کرام! نو محرم کا روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دس محرم کے ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنے کا بھی ارادہ فرمایا تاکہ اہل کتاب سے فرق بھی ہو جائے اور افضل دن کے روزے کا ثواب بھی مل جائے۔ راوی نے جو بیان کیا کہ آپ نے نو تاریخ کا روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا تو وہ اس لیے تھا کہ دس تاریخ کا روزہ چھوٹ نہ جائے تو یہ حکم بھی ممکن ہے لیکن پہلی وجہ زیادہ قرین قیاس ہے، جن لوگوں نے اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ صرف نویں کا روزہ ہی رکھا جائے وہ عجیب ہے۔ بہرحال بہتر اور راجح موقف یہی ہے کہ دس کے ساتھ نو کا روزہ رکھا جائے، اگر نو کا روزہ نہ رکھ سکے تو مخالفت یہود کے پیش نظر گیارہ کا روزہ بھی ان شاء اللہ مقبول ہوگا۔ واللہ اعلم (ع،س)

(١٧٨٧)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ بَامُوَيْهِ الأَصْفَهَانِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَيُّوَيْهِ، أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطْفَانَ بْنَ طَرِيفٍ......

يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ حِينَ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! إِنَّهُ يَوْمٌ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور ہمیں بھی اس کا حکم دیا، تو صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس دن کی یہود ونصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(١٧٨٧) أخرجه مسلم: ١١٣٤

يُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، صُمْنَا يَوْمَ التَّاسِعِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ)) قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں تاریخ کا روزہ رکھیں گے۔'' مگر اگلا سال نہ آیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی۔

(38)......بَابُ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ
ماہ محرم میں روزہ رکھنے کی فضیلت

(١٧٨٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے افضل روزے ماہ رمضان کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔''

شرح: (شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّم)...... ''اللہ کے مہینے محرم کے روزے'' اس ماہ کو حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ نسبت تشریفی اور تعظیمی ہے وگرنہ مہینے سارے ہی اللہ تعالیٰ کے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا﴾......''اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو)۔''
(سورۂ شمس:١٣)

جناب سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے، کیونکہ یہ معزز اور شرف والا مال ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾......''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے۔'' (سورۂ انفال:٤١) لیکن صدقات کے متعلق ایسا پیرایہ کلام اختیار نہیں کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾......''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں۔'' (سورۂ توبہ:٦٠) یہاں یہ نہیں کہا گیا لِلّٰهِ لِلْفُقَرَآءِ، کیونکہ صدقات لوگوں کے مالوں کی میل کچیل ہوتے ہیں اور ان کا حصول ناپسندیدہ ہے سوائے اس شخص کے جس کو حالات مجبور کر دیں۔

(١٧٨٨) أخرجه مسلم: ١١٦٣

(39)......بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

یوم عرفہ کا روزہ رکھنا

(١٧٨٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيَّ......

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كَيْفَ تَصُومُ؟ فَغَضِبَ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، وَبِبَيْعَتِنَا بَيْعَةً، قَالَ: فَسُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ صَامَ الدَّهْرَ، فَقَالَ: ((لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ، أَوْ مَا صَامَ وَمَا أَفْطَرَ)) قَالَ: فَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمَيْنِ، وَإِفْطَارِ يَوْمٍ، فَقَالَ: ((وَمَنْ يُطِيقُ ذَلِكَ)) قَالَ: فَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ، وَإِفْطَارِ يَوْمٍ، فَقَالَ: ((ذَاكَ صَوْمُ أَخِي دَاوُدَ)) قَالَ: فَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ، وَإِفْطَارِ يَوْمَيْنِ، قَالَ: ((وَدِدْتُ أَنَّ اللّٰهَ قَوَّانَا لِذَلِكَ)) قَالَ: فَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ، فَقَالَ: ((ذَاكَ يَوْمٌ بُعِثْتُ فِيهِ وَوُلِدْتُ فِيهِ)) وَقَالَ: ((صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَمَضَانَ إِلَى رَمَضَانَ صَوْمُ الدَّهْرِ)) قَالَ: وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ، قَالَ: ((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ)) وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ،

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: (اے اللہ کے رسول!) آپ روزے کس طرح رکھتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ اس کی بات سے ناراض ہو گئے، تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بولے: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، محمد ﷺ کے نبی ہونے اور اپنی بیعت (اسلام) کے درست ہونے پر راضی ہیں۔ راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: وہ آدمی کیسا ہے جو ہمیشہ ہی روزے سے رہتا ہو؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا یا آپ نے (مَا صَامَ وَمَا أَفْطَرَ) کے الفاظ ارشاد فرمائے، آپ سے پوچھا گیا: وہ آدمی کیسا ہے جو دو دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بھلا کسی کو اس کی طاقت بھی ہے؟'' آپ ﷺ سے پوچھا گیا: ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔'' آپ سے دریافت کیا گیا: ایک دن روزہ رکھنا اور دو دن افطار کرنا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا جی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طاقت دیتا۔'' سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا

(١٧٨٩) أخرجه مسلم: ١١٦٢

فَقَالَ: ((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ۔))

گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایسا دن ہے جس میں مجھے نبی بنایا گیا اور اسی دن میری ولادت ہوئی۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین دن ہر مہینے میں اور رمضان سے رمضان تک (ہر رمضان میں پورے روزے رکھنا) یہی صیام الدھر ہے (ہمیشہ روزے سے رہنا ہے) اور آپ سے عرفہ کے روزے کی بابت پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''گذشتہ سال بھر کے اور آئندہ سال بھر کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور عاشوراء کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''گزرے ہوئے سال بھر کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

شرح: امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا ناراض ہونا اس بنا پر تھا کہ اس نے اپنی ہمت اور طاقت سے زیادہ کا سوال کیا تھا، ہوسکتا ہے وہ ایک مدت تک اس پر عمل کرسکتا، پھر عاجز آ جاتا یا اکتا جاتا اور بغیر اخلاص کے عمل میں جتا رہتا، آپ ﷺ کئی نفلی امور اس خوف سے ترک فرما دیتے تھے کہ کہیں لوگوں کی اقتداء کی بنا پر فرض نہ ہو جائیں جیسے آپ نے تین روز کے بعد قیام اللیل چھوڑ دیا تھا۔

(لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ)...... ''اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا'' اس جملے میں ڈانٹ اور زجر وتوبیخ ہے کہ اس انداز میں روزے ہرگز نہ رکھیں جائیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سوال کرنے والے شخص کا معمول مکمل سال کے روزے رکھنے کا ہو اور وہ منع کردہ ایام (عیدین وغیرہ) کے روزے بھی رکھتا ہو تو آپ نے اسے ان الفاظ کے ساتھ روکا۔

فائدہ: چونکہ روزے رکھنے کا یہ انداز شریعت مطہرہ کے خلاف ہے اس لیے وہ بوجہ مخالفت شریعت اجر سے محروم ہے۔ گویا اس نے روزے نہ رکھے اور فی الواقع چونکہ وہ روزے رکھتا رہا اور اکل وشرب سے محروم رہا تو گویا اس نے افطار نہ کیا۔ (ع،س)

(۱۷۹۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ......

عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۱۷۹۰) أخرجه مسلم: ۱۱٦۲

قَالَ: ((صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ)) وَقَالَ: ((صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ)) قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! كَيْفَ بِمَنْ صَامَ الدَّهْرَ؟ قَالَ: ((لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ، أَوْ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ۔))

فرمایا: ''عرفہ کے دن کے روزے کی وجہ سے میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس سے آئندہ سال بھر کے اور پہلے سال بھر کے گناہ معاف فرمادے گا۔'' اور آپ نے فرمایا: ''یوم عاشوراء کے روزے کے متعلق اللہ سے اس قدر ثواب کی امید رکھتا ہوں کہ اس سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف فرمادے گا۔'' آپ سے پوچھا گیا: وہ آدمی کیسا ہے جو ہمیشہ ہی روزے سے رہتا ہو؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا۔'' یا آپ نے (لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ) کے الفاظ کہے۔

(40)......بَابُ تَرْكِ صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ لِلْحَاجِّ
حجاج کرام عرفہ کا روزہ نہ رکھیں

(۱۷۹۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عُمَيْرٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ عَبَّاسٍ......

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ بِعَرَفَةَ، فَشَرِبَ مِنْهُ۔

سیدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عرفہ کے روز ان کے ہاں کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں اختلاف کیا، کچھ نے کہا: آپ روزے سے ہیں اور کچھ نے کہا آپ روزے سے نہیں ہیں۔ چنانچہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیج دیا، جب کہ آپ عرفہ کے میدان میں اپنے اونٹ پر سوار وقوف فرمائے ہوئے تھے، تو آپ نے وہ نوش فرمالیا، (اور اس طرح معلوم ہو گیا کہ آپ نے روزہ نہیں رکھا ہے)۔

شرح: اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ میدان عرفات میں عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے یا نہیں، مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس دن کا روزہ رکھا کرتی تھیں۔

(۱۷۹۱) أخرجه البخاري: ۱۹۸۸، و مسلم: ۱۱۲۳

مروی ہے کہ سیدنا عثمان بن ابی العاص اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما اس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ جناب اسحاق بن راھویہ حاجیوں کے لیے عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب جانتے تھے، امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: اگر ہمت وطاقت ہو تو اس دن کا روزہ ضرور رکھنا چاہیے اور اگر کوئی نہ رکھے تو (حاجی کو) اس دن قوت اور طاقت کی ضرورت ہے۔ جناب عطاء کہا کرتے تھے: میں موسم سرما میں تو رکھتا ہوں مگر موسم گرما میں نہیں۔ جمہور اہل علم نے حجاج کیلئے اس دن روزہ نہ رکھنے کو پسند کیا ہے، تا کہ دعا والتجا کے لیے قوت وہمت برقرار رہے۔ امام مالک، سفیان اور شافعی رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ عرفہ کے روز عرفات میں روزہ رکھا جائے۔

(ضعیف، ابوداود: ٢٤٤٠)

فائدہ: جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے۔ اس کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ میدان عرفات میں روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو کر وہاں دعاء التجاء، ذکر ومناجات اور دیگر حج کے افعال سرانجام دینے سے عاجز آ سکتا ہے اس لیے ان کے لیے دیگر اعمال روزے کی نسبت اولیٰ ہیں غیر حاجی کے لیے روزے کی فضیلت ثابت ہے۔ (ع،س)

(١٧٩٢)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ ح وَأَنْبَأَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالا: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ......

عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ، فَقَالَ حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَمَعَ عُمَرَ، فَلَمْ يَصُمْهُ، وَمَعَ عُثْمَانَ، فَلَمْ يَصُمْهُ وَأَنَا لا أَصُومُهُ ولا آمُرُ بِهِ، وَلا أَنْهَى عَنْهُ۔ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي عُبَيْدٍ: وَلا آمُرُ بِصِيَامِهِ ولا أَنْهَى عَنْهُ۔

جناب ابن ابی نجیح اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے (میدان عرفات میں) یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حج کیا تو آپ نے روزہ نہ رکھا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں حج کیا تو انہوں نے روزہ نہ رکھا، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے بھی اس دن روزہ نہ رکھا۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں حج کیا تو انہوں نے بھی

(١٧٩٢) صحيح الاسناد ......أخرجه الترمذی: ٧٥١

(عرفہ) کا روزہ نہیں رکھا۔ میں (میدان عرفات میں) نہ اس دن کا روزہ رکھتا ہوں نہ حکم دیتا ہوں اور نہ منع ہی کرتا ہوں اور ابوعبید کی روایت میں یہ الفاظ ہیں (وَلَا أَمُـــرَ بِـصَيَامِهِ وَلَاأَنْهَى عَنْهُ) ''میں اس دن کے روزے کا نہ حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں۔''

(۱۷۹۳)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُـو عُثْـمَـانَ الـضَّبِّـيُّ، أَنْبَـأَنَـا أَبُـو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْـمَـحْبُـوبِـيُّ، أَخْبَـرَنَـا أَبُـو عِيسَـى، أَخْبَـرَنَا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اللہ کے نبی کریم ﷺ کو دس دنوں میں کبھی روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

شرح فائدہ: اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان ایام میں مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے بلکہ بعض دنوں کا روزہ رکھ لیتے تھے، یاد رہے کہ رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل ایام ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں، نفل روزوں میں ذوالحجہ کے پہلے نو ایام کے روزے زیادہ افضل ہیں، ان میں سے غیر حاجی کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ زیادہ افضل ہے۔ بعض صحابہ کرام سے ان دنوں کے روزے رکھنے کا تذکرہ ملتا ہے، مثلاً حربن صباح کہتے ہیں کہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے انہیں عشرہ ذوالحجہ کے روزے رکھتے دیکھا ہے۔ (ع،س)

(41)......بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَوْمِ يَوْمَيِ الْعِيدِ

عیدین کے روزوں کی ممانعت

(۱۷۹٤)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الأَعْرَجِ......

عَـنْ أَبِـي هُـرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْــهِ وَسَـلَّـمَ نَهَـى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ: يَوْمِ الأَضْحَى، وَيَوْمِ الْفِطْرِ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو دنوں کے روزوں سے منع فرمایا ہے، عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر۔

(۱۷۹۳) أخرجه مسلم: ۱۱۷٦

(۱۷۹٤) أخرجه البخاري: ۱۹۹۳، و مسلم: ۱۱۳۸

(۱۷۹۵)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ، أَنَّهُ قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَجَاءَ، فَصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِا، يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَالْآخَرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ۔

ابوعبید کہتے ہیں کہ میں عید کے روز سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا۔آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی، پھر لوگوں کی طرف مڑے اور انہیں خطبہ دیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے (عید کے) ان دو دنوں میں روزے سے منع فرمایا ہے۔عید فطر میں کہ تم روزوں سے فارغ ہوتے ہو اور دوسرا وہ جس دن تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔

شرح: راوی حدیث ابوعبید کا نام سعد بن عبید ہے۔ یہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے،بعض نے کہا: عبدالرحمان بن ازہر کے آزاد کردہ غلام تھے جو کہ سیدنا عبدالرحمان کے چچازاد بھائی تھے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ عید کے دنوں میں روزے رکھنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص ان دنوں کے روزے رکھنے کی نذر مان لے تو وہ نذر اکثر علماء کے نزدیک منعقد ہی نہیں ہوگی، اہل رائے نے کہا: وہ نذر پڑ جائے گی اور اس کی جگہ کسی اور دن کا روزہ رکھنا ہوگا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے کچھ مخصوص دنوں کے روزوں کی نذر مان رکھی ہو پھر اتفاق سے انہیں دنوں میں عید فطر یا بقرعید آ گئی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے، آپ ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روزے نہیں رکھتے تھے اور نہ ان دنوں کے روزے جائز سمجھتے تھے۔ (صحيح بخاري: ٦٧٠٥)

مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا: ایک بندے نے ہر سوموار والے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے، اتفاق سے ایک سوموار کو عید ہوگئی تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر کو پورا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ نے عید کے دن کے روزے سے منع کیا ہے۔ (صحيح بخاري: ١٩٩٤، ٦٧٠٥)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ایسی صورت درپیش ہو تب بھی عید کے دن کا روزہ رکھنا جائز نہیں باقی رہا قضا واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ اس پر قضا واجب نہیں ہے جیسا کہ رمضان کے مہینے میں آنے والے سوموار کے دنوں کی نذر کی قضا واجب نہیں، صرف رمضان کا روزہ رکھ لینا ہی کافی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قضا واجب ہے بخلاف رمضان میں آنے والے سوموار کے مذکورہ معاملے میں کیونکہ رمضان میں آنے والا سوموار روزے سے خالی نہیں ہے جبکہ عید کا دن روزے سے خالی ہوتا ہے۔

(١٧٩٥) أخرجه البخاري: ١٩٩٠، ٥٥٧١، ومسلم: ١١٣٧

(42)......بَابُ النَّهْيِ عَنْ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

ایام تشریق کے روزے رکھنے کی ممانعت کا بیان

(۱۷۹٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الإِسْلَامِ، وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ۔))

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ) یوم نحر (دسویں ذوالحجہ، قربانی کا دن) اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کے عید کے ایام ہیں۔ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔''

شرح: سیدنا نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرٍ لِلَّهِ۔))......''ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔'' (صحیح مسلم: ۱۱٤۱)

امام رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ ایام تشریق جو کہ اصلاً عید ہی کے ایام ہیں، ان میں نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں سوائے حج تمتع کرنے والے شخص کے، متمتع کے بارے میں اختلاف ہے کہ اگر وہ قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو اور اس نے ایام حج میں بھی تین دن کے روزے نہ رکھے ہوں تو وہ ان روزوں کو ایام تشریق میں رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ ایسے شخص کے لیے ایام تشریق میں روزے رکھنا جائز نہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، حسن بصری، عطاء، ثوری رحمہم اللہ اور اہل رائے اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا ظاہر قول بھی یہی ہے۔

کچھ علماء کا خیال ہے کہ اس کو رخصت ہے کہ ایام تشریق میں یہ روزے رکھ لے، سیدہ عائشہ، ابن عمر اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک، اوزاعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

فائدہ: ہمارے شیخ محترم حافظ محمد امین حفظہ اللہ نے سنن نسائی: حدیث ۳۰۰۷ طبع دارالسلام) میں ان دنوں روزے نہ رکھنے والی بات کو ترجیح دی ہے، تحریر کرتے ہیں: یوم نحر اور ایام تشریق سب مسلمانوں کے لیے عید ہیں کیونکہ سب لوگ قربانیاں ذبح کرتے ہیں اور ان دنوں میں اللہ کی ضیافت سے متمتع ہوتے ہیں۔ یہ چار دن اور عیدالفطر کا دن تمام اہل اسلام کے لیے کھانے پینے کے دن ہیں، لہٰذا ان تمام ایام میں روزہ رکھنا تمام مسلمانوں کے لیے ہر جگہ ممنوع ہے۔ شیخ محترم ایام تشریق کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ایام تشریق کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان دنوں لوگ قربانی کا گوشت بنا کر دھوپ میں سکھاتے تھے تاکہ خراب نہ ہو اور بعد میں کام آسکے۔ گوشت کو باریک کر کے دھوپ میں سکھانا عربی زبان میں ''تشریق'' کہلاتا ہے۔ (ع،س)

(۱۷۹٦) صحیح ...... أخرجه ابوداود: ۲٤۱۹، والترمذی: ۷۷۳، والنسائی: ٥/ ۲٥۲

(43)......بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْأَثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

سوموار اور جمعرات کے دن کا روزہ رکھنا

(١٧٩٧)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُمَر بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُزَنِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَفِيدُ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَجَلِيُّ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو هِلَالٍ، أَخْبَرَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ......

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الاثْنَيْنِ؟ قَالَ: ((ذٰلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ فِيهِ النُّبُوَّةُ۔))

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ایسا دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھے تاج نبوت سے سرفراز کیا گیا۔''

(١٧٩٨)۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْفَضْلِ زِيَادُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْحَنَفِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رِفَاعَةَ، حَدَّثَنِي سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَقُلْتُ لَهُ؟ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هُمَا يَوْمَانِ تُعْرَضُ فِيهِمَا الأَعْمَالُ عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ میں نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''یہ دو دن ایسے ہیں کہ ان میں بندوں کے اعمال رب العالمین کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔''

(١٧٩٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجُوزَجَانِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنْبَأَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(١٧٩٧) أخرجه مسلم: ١١٦٢

(١٧٩٨) صحيح ......أخرجه الترمذي: ٧٤٧

(١٧٩٩) انظر الحديث السابق

((تُعْرَضُ الأَعْمَالُ يَوْمَ الاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ۔))

نے فرمایا: ''سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال (اللہ کے حضور) پیش کیے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جائیں اور میں روزے سے ہوں۔''

(44)......بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ الْبِيضِ وَمَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ مِنْ غَيْرِ تَخْصِيصٍ

ایام بیض کے روزے رکھنا اور بغیر تخصیص کے ہر ماہ تین روزے رکھنا

(١٨٠٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُويَهِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَامٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ......

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ صَائِمًا مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَلْيَصُمِ الثَّلَاثَ الْبِيضَ۔))

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی تم میں سے ہر مہینے میں تین روزے رکھنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ تین روشن راتوں کے دنوں کے روزے رکھے (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو)۔''

(١٨٠١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ......

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ صَامَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَذَاكَ صِيَامُ الدَّهْرِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى تَصْدِيقَ ذَلِكَ فِي كِتَابِهِ: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ الْيَوْمُ بِعَشَرَةِ أَيَّامٍ۔))

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہر مہینے میں تین روزے رکھے تو یہی ہمیشہ کے روزے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی تائید نازل فرمادی ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾...... ''جو شخص نیکی لے کر حاضر ہوا، اس کے لیے اس کا دس گنا (ثواب) ہے۔'' (سورۂ انعام:١٦٠) چنانچہ ایک دن (کے روزے) سے دس دن کا ثواب ملتا ہے۔

(١٨٠٠) حسن ......أخرجه النسائی: ٢/ ٢٢٢

(١٨٠١) صحيح ......أخرجه الترمذی: ٧٦٢، وابن ماجه: ١٧٠٨، والنسائی: ٢٤٠٩

(١٨٠٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى التِّرْمِذِيُّ، أَخْبَرَنَا مَحْمُودٌ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ غَيْلانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ......

قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قُلْتُ: مِنْ أَيِّهِ كَانَ يَصُومُ؟ قَالَتْ: كَانَ لا يُبَالِي مِنْ أَيِّهِ صَامَ، وَقَالَ الْهَيْثَمُ: مِنْ أَيِّهِ كَانَ يَصُومُ۔

معاذہ (العدویہ) کہتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: مہینے کی کن تاریخوں یا دنوں میں روزے رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ تاریخوں یا دنوں کی پروانہ کرتے تھے (کوئی خاص ایام مقرر نہ تھے جب چاہتے روزہ رکھ لیا کرتے) ہیثم نے کہا: کسی بھی دن کا روزہ رکھ لیتے۔

(45)......بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَكَرَاهِيَةِ إِفْرَادِهِ

جمعے کے دن کا روزہ رکھنا اور اکیلے جمعے کے دن کی تخصیص کی ممانعت

(١٨٠٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى، وَطَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ، وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر مہینے کی ابتدا میں تین دن روزے رکھا کرتے تھے اور آپ جمعے کے دن کا روزہ بہت کم چھوڑتے تھے۔

(١٨٠٢) أخرجه مسلم: ١١٦٠

(١٨٠٣) حسن ......أخرجه ابوداود: ٢٤٥٠، والترمذي: ٧٤٢، وابن ماجه: ١٧٢٥

(١٨٠٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ، أَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی اکیلے جمعے کے دن کا روزہ نہ رکھے الا یہ کہ اس سے پہلے یا بعد میں کوئی روزہ رکھے۔“

(١٨٠٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ النُّعَيْمِيِّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ......

عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: ((أَصُمْتِ أَمْسِ)) قَالَتْ: لا، قَالَ: ((أَفْطِرِي۔))

سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس جمعہ کے دن تشریف لائے۔ اتفاق سے وہ روزہ سے تھیں آپ نے پوچھا: کیا تو نے کل بھی روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر روزہ توڑ دو۔“

شرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي، وَلا تَخْتَصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الأَيَّامِ إِلا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ۔)) ......”صرف جمعے کی رات کو عبادت (قیام) کے لیے خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو باقی دنوں کے علاوہ روزے کے لیے مخصوص کرو الا یہ کہ جمعے کا دن اتفاقاً اسی دن آپڑے جس دن کا روزہ آدمی رکھتا ہو۔“

(صحيح مسلم: ١١٤٤)

اہل علم کے ہاں اسی بات پر عمل ہے کہ اکیلا جمعے کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے الا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے جمعرات کا یا ایک دن بعد ہفتے کا روزہ ملا کر رکھا جائے تو جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے تنہا جمعے کے دن کے روزے کو ناپسند نہیں جانا اور انہوں نے کہا: میں نے بعض اہل علم کو اس دن کا روزے رکھتے اور خصوصی اہتمام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(١٨٠٤) أخرجه البخاري: ١٩٨٥، ومسلم: ١١٤٤

(١٨٠٥) أخرجه البخاري: ١٩٨٦

(46)......بَابُ كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ السَّبْتِ وَحْدَهُ

ہفتے کے دن کا بطور خاص روزہ رکھنا منع ہے

(١٨٠٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ، عَنْ أُخْتِهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلا فِيمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلا لِحَاءَ عِنَبَةٍ، أَوْ عُودَ شَجَرَةٍ، فَلْيَمْضَغْهُ۔))

جناب عبداللہ بن بسر سلمی کی ہمشیرہ (صماء) رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہفتے کے دن کا روزہ نہ رکھو، سوائے ان ایام کے جن میں تم پر یہ فرض ہوں، ہفتے کے دن اگر تمہیں انگور کی شاخ کا چھلکا میسر آئے یا کسی درخت کی لکڑی تو اسے ہی چبالو۔''

شرح: اکیلے ہفتے کے دن کا روزہ رکھنا درست نہیں۔ اگر جمعے یا اتوار کا دن ساتھ ملا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہفتے کا دن یہودیوں کی عبادت کا دن ہے وہ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں ہمیں ان کی مخالفت کا حکم ہے۔

فائدہ: اگر قضا یا نذر کا روزہ ہو یا یوم عرفہ ہفتے کے دن میں آجائے تو ہفتے کے دن کا روزہ مباح ہوگا۔ (ع،س)

(47)......بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

سدا روزے سے رہنے کا بیان

(١٨٠٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ، يَقُولُ:......

سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ، وَتَقُومُ

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے عبداللہ بن عمرو! کیا تو ہمیشہ روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟ اگر تو

(١٨٠٦) صحيح ......أخرجه ابوداود: ٢٤٢١، والترمذي: ٧٤٤، وابن ماجه: ١٧٢٦

(١٨٠٧) أخرجه البخاري: ١٩٧٩، و مسلم: ١١٥٩

اللَّيْلَ، إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ، هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ، وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ، لا صَامَ مَنْ صَامَ الأَبَدَ، صَوْمُ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ)) قُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: ((فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ، كَانَ يَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلا يَفِرُّ إِذَا لاقَى۔))

یونہی کرتا رہا تو تیری آنکھیں دھنس جائیں گی اور تیرا جسم لاغر ہو جائے گا۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ رکھا ہی نہیں، ہر ماہ تین روزے رکھنا یہ زمانہ بھر روزے رکھنا ہے (صیام دھر ہے) میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو داؤد علیہ السلام والے روزے رکھا کر، وہ ایک روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہ تھے۔''

شرح: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابوالعباس مکی شاعر ہیں ان کا نام سائب بن فروخ ہے، (هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ) ''اسکی آنکھیں گہری ہوئیں اور اندر گھس گئیں، کسی مجلس اور محفل میں جانے کو ''هَجَمْتُ عَلَى الْقَوْمِ'' کہا جاتا ہے، مکان کی چھت گر پڑے تو اہل عرب ''هَجَمَ عَلَيْهِمُ البيت'' کا جملہ بولتے ہیں۔

(نَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ)...... ''درماندہ ہو گیا اور تھک گیا''

(لَا صَامَ مَنْ صَامَ الابد)...... ''جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس نے روزہ رکھا ہی نہیں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ اسے روزے رکھنے کا ثواب ملا، نہ روزے چھوڑنے کا آرام نصیب ہوا۔ کبھی ''لا'' عربی لغت میں ''لم'' کے معنی میں آتا ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّى﴾...... ''اس نے نہ تو تصدیق کی نہ نماز ادا کی۔''

(سورۂ قیامہ:۳۱)

(وَكَانَ لَا يَفِرُّ اِذَا لَاقَي) ...... ''اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہ تھے۔'' یعنی سیدنا داؤد علیہ السلام اپنی پوری طاقت وہمت کو نماز اور روزے ہی میں صرف نہ فرماتے بلکہ کچھ قوت جہاد اور دشمنوں سے مقابلے کے لیے بچا کے رکھتے تا کہ کمزوری اور ضعف دامن گیر نہ ہو۔

(١٨٠٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، قَالَ: أُخْبِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَقُولُ: وَاللَّهِ! لأَصُومَنَّ النَّهَارَ، وَلأَقُومَنَّ اللَّيْلَ مَا

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ میں نے کہا ہے: اللہ کی قسم! میں جب تک زندہ رہوں گا دن کو روزہ رکھوں گا اور رات

(١٨٠٨) أخرجه البخاري: ١٩٧٦، ٣٤١٨، و مسلم: ١١٥٩

عِشْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَأَنْتَ الَّذِي تَقُولُ: لأَصُومَنَّ النَّهَارَ، وَلأَقُومَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتَ؟)) فَقُلْتُ: قَدْ قُلْتُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَإِنَّكَ لا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ)) قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ)) قَالَ: فَقُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، وَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ، وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ)) قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ۔))

بھر قیام کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے یہ کہا ہے کہ میں زندگی بھر رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھا کروں گا؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے ایسے کہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کی طاقت نہیں رکھ سکو گے، روزے رکھو اور افطار بھی کرو۔ (رات کو) قیام کرو اور آرام بھی کرو (بلکہ) ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو، بلاشبہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور اس طرح یہ صیام دہر کی مانند ہوں گے۔ (گویا زمانہ بھر روزے رکھے) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھ لو اور دو دن افطار کرلیا کرو۔'' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: ''تو ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کرلیا کرو، یہ صیام داود ہیں اور یہ روزے رکھنے کی معتدل صورت ہے۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں اے اللہ کے رسول! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس سے بڑھ کر کچھ افضل نہیں۔''

شرح صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ حسرت آمیز تبصرہ بھی موجود ہے: کاش میں نے رسول اللہ ﷺ کے فرمائے ہوئے تین دن قبول کر لیے ہوتے، وہ مجھے میرے اہل اور مال سے زیادہ محبوب تھے۔

(١٨٠٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْزَجَانِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخُزَاعِيُّ، أَنْبَأَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ كُلَيْبٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: قَدْ صَامَ،

جناب عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے (نفل) روزوں کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا: آپ روزے رکھنا

(١٨٠٩) أخرجه مسلم: ١١٥٦

وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: قَدْ أَفْطَرَ ، قَالَتْ: وَمَا صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا تَامًّا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلا رَمَضَانَ۔ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَحْبُوبِيُّ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ۔

شروع کر دیتے تو ہم کہتے اب رکھتے ہی رہیں گے اور جب چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب نہیں رکھیں گے اور انہوں نے کہا: جب سے رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے ہیں آپ نے رمضان المبارک کے سوا کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھے۔ ابو العباس محبوبی نے (مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ) کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا نبی کریم ﷺ کسی ماہ کے مکمل (نفل) روزے بھی رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں اور نہ آپ نے کبھی پورا مہینہ بغیر روزے کے گزارا ہو مگر کچھ نہ کچھ روزے ضرور رکھ لیتے حتی کہ آپ ﷺ وفات پا گئے۔ (صحیح مسلم: ١١٥٦)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: بعض اہل علم نے کہا کہ (لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ)...... ''جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس نے روزہ رکھا ہی نہیں۔'' کے ذیل میں وہ شخص آتا ہے جو عیدین اور ایام تشریق کے روزے بھی رکھے لیکن اگر کوئی شخص عیدین اور ایام تشریق کے روزے نہ رکھے، باقی گیارہ مہینے پچیس دن روزے رکھتا رہے تو یہ شخص ہمیشہ روزے رکھنے والا شمار نہیں ہوگا کیونکہ اس نے سال میں پانچ دن روزے نہیں رکھے، امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کا یہی موقف ہے۔

سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ لگاتار روزے رکھتے تھے اور سفر وحضر میں کہیں بھی افطار نہ کرتے۔ اسی لیے سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ بھی مسلسل روزے رکھتے لیکن رسول اللہ ﷺ سے ان پر انکار مذکور نہیں۔ مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زمانہ بھر کے روزے رکھتی تھیں اور ایام تشریق کے روزے بھی رکھتی تھیں۔

فائدہ: ہمیشہ روزے رکھنا درست اور جائز نہیں۔ ممکن ہے مذکورہ بزرگوں کو (لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ) والی روایت کا علم نہ ہو جس طرح بہت سارے اجل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اہم اور بنیادی باتیں مخفی رہ گئیں، مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تین دفعہ اجازت لینے اور نہ ملنے کی صورت میں لوٹ جانے کے مسئلہ سے ناواقف تھے۔ دیکھئے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ روزے رکھنے شروع کیے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس سے منع فرما دیا۔ ان کی بار بار کی درخواست پر زیادہ سے زیادہ جو اجازت ملی وہ داؤد علیہ السلام والے روزے کی تھی، یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا۔ جب سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس سے افضل عمل کی طاقت رکھتا ہوں۔'' یعنی اس سے زیادہ روزے رکھ سکتا ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: (لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ) ''اس سے کوئی افضل نہیں۔'' (صحیح البخاری: ١٩٧٦) اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ لگاتار روزے رکھتے رہنا اور سفر وحضر نیز ایام تشریق میں بھی افطار نہ کرنا درست نہیں۔ مزید یہ کہ سال میں گیارہ مہینے پچیس دن روزے رکھنے والے کو بھی اتنا ثواب نہیں ملتا جتنا صوم داودی رکھنے والے کو ملتا ہے۔ اگر سال سارا روزے رکھنا جائز بھی جان لیا جائے تو کم محنت کے ساتھ زیادہ ثواب حاصل کرنا بہتر ہے نہ زیادہ محنت کر کے کم ثواب حاصل کرنا۔ (ع،س)

(١٨١٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَنْبَأَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنْبَأَنَا الأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا عَبْدَ اللّٰهِ! أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ، وَتَقُومُ اللَّيْلَ)) قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ!، قَالَ: ((فَلا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِذَا ذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ۔)) فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: ((فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ، وَلا تَزِدْ عَلَيْهِ)) قُلْتُ: وَمَا صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ؟ قَالَ: ((نِصْفُ الدَّهْرِ)) فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ: يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''اے عبداللہ! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو۔'' میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''ایسے نہ کرو، روزے رکھو اور افطار بھی کرو (رات) کو قیام کرو اور آرام بھی کرو، یقیناً تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے، تجھے یہ کافی ہے کہ تو ہر مہینے میں تین روزے رکھ لے، یقیناً ہر نیکی کا ثواب دس گنا کے حساب سے دیا جاتا ہے اور یہ صیام دہر (زمانہ بھر کے روزوں) کی طرح ہی ہے۔'' میں نے اپنے اوپر سختی کی تو آپ نے بھی مجھ پر سختی کر دی، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے اندر قوت پاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کے روزے رکھ، اور اس پر اضافہ نہ کر۔ میں نے کہا: اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔'' سیدنا عبداللہ جب بوڑھے

(١٨١٠) أخرجه البخاري: ١٩٧٥، و مسلم: ١١٥٩

ہو گئے تو کہا کرتے: اے کاش میں اللہ کے رسول ﷺ کی رخصت قبول کر لیتا ہے۔

شرح: (وَإِنْ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)...... ''بلاشبہ تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میزبان کو مہمان کے ساتھ مل کر کھانا کھانا چاہیے تاکہ اس کی دلجوئی ہو اور وہ اُنس محسوس کرے اور یہ بھی مہمان کی خاطر داری ہی ہے۔

(48)......بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ
جہاد میں روزے رکھنے کی فضیلت

(١٨١١)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَخْبَرَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ الْعَلَوِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرَّاءُ، وقطن بن إبراهيم، قَالُوا: أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ الْأَنْصَارِيِّ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لا يَصُومُ عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إلا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذَلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خرِيفًا۔))

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس دن کی وجہ سے اس کے چہرے سے جہنم کو ستر سال کے فاصلے تک دور کر دے گا۔''

(49)......بَابُ الْمُتَطَوِّعِ بِالصَّوْمِ يُفْطِرُ
نفلی روزہ توڑا جا سکتا ہے

(١٨١٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ......

(١٨١١) أخرجه البخاري: ٢٨٤٠، و مسلم: ١١٥٣

(١٨١٢) أخرجه مسلم: ٢٤٥٥

عَـنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: إِنَّا خَبَّأْنَا لَكَ حَيْسًا ، قَالَ: ((أَمَا إِنِّي كُنْتُ أُرِيدُ الصَّوْمَ وَلٰكِنْ قَرِّبِيهِ۔))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے کہا: ہم نے آپ کے لیے حیس (ایک خاص عربی کھانا) سنبھال رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''آج میری نیت روزے کی تھی لیکن ادھر لے آؤ۔''

شرح حیس: یہ عربوں میں ایک معروف کھانا تھا، جو چند چیزوں کھجور، پنیر اور گھی وغیرہ کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا۔

(۱۸۱۳)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُـو عُثْـمَـانَ الـضَّبِّـيُّ ، أَنْبَـأَنَـا أَبُـو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْـمَـحْبُـوبِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى ، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ ، عَنِ ابن أُمِّ هَانِي......

عَنْ أُمِّ هَانِيءٍ ، قَالَتْ: كُنْتُ قَاعِدَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّـى الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّمَ فَأُتِيَ بِشَرَابٍ ، فَشَرِبَ مِنْهُ ، ثُمَّ نَاوَلَنِي فَشَرِبْتُ مِنْهُ ، فَقُلْتُ: إِنِّـي أَذْنَبْتُ ذَنْبًا ، فَاسْتَغْفِرْ لِي ، فَقَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قُـلْـتُ: كُـنْـتُ صَـائِمَةً ، فَأَفْطَرْتُ ، فَـقَـالَ: ((أَمِنْ قَضَاءٍ كُنْتِ تَقْضِينَهُ؟)) قَالَتْ: لا ، قَالَ: ((فَلا يَضُرُّكِ۔))

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ آپ کے پاس ایک مشروب لایا گیا۔ آپ نے اس سے نوش فرمایا۔ پھر مجھے دے دیا تو میں نے بھی اس سے پیا۔ میں نے کہا: میں نے گناہ کرلیا ہے، آپ میرے لیے بخشش مانگیے، آپ نے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' میں بولی: میں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور توڑ لیا ہے۔ آپ نے پوچھا: ''کیا یہ قضا کا روزہ تھا؟'' انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو کوئی حرج نہیں۔''

شرح سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الـصَّـائِـمُ الْمُتَطَوِّعُ أَمِيرُ نَـفْسِهِ ، إِنْ شَاءَ صَامَ ، وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔)) ...... ''نفلی روزہ دار خود اپنے نفس کا امیر ہے، چاہے تو روزہ قائم رکھے اور چاہے تو افطار کردے۔'' (صحیح، ترمذی: ۷۳۲)

بعض روایات میں ''امیر نفسه'' کی جگہ (اَمِيْنُ نَفْسِهِ أَوْأَمِيرُ نَفْسِهِ) کے الفاظ ہیں، گویا راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک لفظ آپ نے بولا تھا، معنی دونوں کا قریب قریب ہے۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل روزے کو بلاوجہ ختم کیا جاسکتا ہے اور ایسے شخص پر قضا ادا کرنا واجب نہیں البتہ

(۱۸۱۳) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۲٤٥٦ ، والترمذی: ۷۳۱

اگر آدمی بخوشی دینا چاہے تو الگ بات ہے۔نفل نماز پڑھنے والے شخص کا ایسے ہی معاملہ ہے۔اس موقف کے قائل سیدنا عمر، ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم ہیں۔امام ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔اہل رائے کا کہنا ہے کہ ایسے شخص پر قضا ادا کرنا واجب ہے۔امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی بلاوجہ روزہ توڑ دے یا نماز سے نکل جائے تو اس کے اوپر قضا واجب ہے ان حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

(١٨١٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ بَرْقَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ، فَعَرَضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَدَرَتْنِي إِلَيْهِ حَفْصَةُ وَكَانَتِ ابْنَةَ أَبِيهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ، فَعَرَضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ، قَالَ: ((اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ))۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ نے روزہ رکھا ہوا تھا کہ ہمیں کوئی کھانا ہدیہ بھیجا گیا، ہمارا کھانے کو دل چاہا تو ہم نے روزہ افطار کرلیا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حفصہ جلدی سے آپ کی طرف لپکی اور وہ اپنے باپ کی بیٹی ہے (یعنی دینی حمیت میں ان کا مزاج اپنے والد گرامی کی طرح تھا) انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے روزہ رکھا ہوا تھا، ہمارے سامنے کھانا آیا جسے ہم نے بہت پسند کیا تو ہم نے اس سے روزہ افطار کرلیا۔آپ نے فرمایا: ''اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لینا۔''

شرح: ابوسلیمان خطابی کہتے ہیں: اگر یہ حدیث پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ روزے کی قضا اس کے حق میں مستحب ہے کیونکہ نفل عبادت انسان کی اپنی مرضی پر موقوف ہوتی ہے جب اصل روزہ ہی نفل ہے تو قضا ادا کرنا کیسے واجب ہے؟ کیونکہ جو کام بطور بدل کے کیا جاتا ہے وہ اکثر احکام میں اصل کے تابع ہوتا ہے۔

اور نفل روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا آدمی کو اختیار ہے بدل یعنی قضا کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نفلی روزہ توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے اور اس کی مثال حرم مکی کے طواف سے دیتے تھے کہ ایک شخص نفل طواف کے سات چکر پورے نہ کر سکے تو جتنے چکر اس نے لگائے ہیں اتنے چکروں کا ثواب مل جائے گا۔اسی طرح کسی شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور دوسری رکعت نہ پڑھ سکا تو اسے ایک رکعت کا ثواب مل جائے گا۔

فائدہ: نفلی روزے کی قضا واجب نہیں اگر رکھے تو مستحب ہے تاہم اس طرح کے عمل کو اپنی عادت نہیں بنانا

(١٨١٤) ضعیف ......أخرجه ابوداود: ٢٤٥٧، والترمذی: ٧٣٥

چاہیے، نبی اکرم ﷺ بھی وتر کی قضا ادا کیا کرتے تھے اور آپ نے امت کو بھی اس کی ترغیب دی ہے۔ (ع،س)

(50)......بَابُ مَنْ دُعِيَ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ

جب روزے دار کو کھانے کی دعوت دی جائے

(١٨١٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزے سے ہو تو اسے چاہیے کہ کہہ دے: میں روزے سے ہوں۔''

(١٨١٦)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرَبَنْدَكُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، كِلاهُمَا عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ......

أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ، فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا، فَلْيَأْكُلْ، وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جسے کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ دعوت قبول کرلے، پھر اگر روزے سے نہ ہو تو کھانا کھالے اور اگر روزے سے ہو تو دعا کرے۔''

شرح: (فَلْيُصَلِّ) کا مطلب ہے ''دعا کردے'' سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ایک دعوت میں شرکت کے لیے کہا گیا جبکہ ان کا روزہ تھا۔ وہ تشریف لائے اور برکت کی دعا کر کے واپس چلے گئے۔

مروی ہے کہ جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو کھانے کی دعوت دی گئی اور ان سے روزہ کھول کر دعوت قبول کرنے اور کھانے میں شریک ہوجانے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے کہا: اگر برچھیاں میرے جگر سے پار کردی جائیں تو یہ مجھے گوارا ہے، مگر روزہ چھوڑنا گوارا نہیں۔

فائدہ: روزہ دار روزہ کھول کر دعوت کھا سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کھانے سے معذرت کرلے۔ (ع،س)

(١٨١٥) أخرجه مسلم: ١١٥٠

(١٨١٦) أخرجه مسلم: ١٤٣١

چاہیے، نبی اکرم ﷺ بھی وتر کی قضا ادا کیا کرتے تھے اور آپ نے امت کو بھی اس کی ترغیب دی ہے۔ (ع،س)

(50)......بَابُ مَنْ دُعِيَ اِلٰى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ

جب روزے دار کو کھانے کی دعوت دی جائے

(١٨١٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزے سے ہو تو اسے چاہیے کہ کہہ دے: میں روزے سے ہوں۔''

(١٨١٦)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرَبَنْدَكُشَائِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ قُرَيْشٍ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، كِلاهُمَا عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ......

أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ، فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا، فَلْيَأْكُلْ، وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جسے کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ دعوت قبول کرلے، پھر اگر روزے سے نہ ہو تو کھانا کھالے اور اگر روزے سے ہو تو دعا کرے۔''

تشریح: (فَلْيُصَلِّ) کا مطلب ہے ''دعا کردے'' سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ایک دعوت میں شرکت کے لیے کہا گیا جبکہ ان کا روزہ تھا۔ وہ تشریف لائے اور برکت کی دعا کرکے واپس چلے گئے۔

مروی ہے کہ جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو کھانے کی دعوت دی گئی اور ان سے روزہ کھول کر دعوت قبول کرنے اور کھانے میں شریک ہوجانے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے کہا: اگر برچھیاں میرے جگر سے پار کردی جائیں تو یہ مجھے گوارا ہے، مگر روزہ چھوڑنا گوارا نہیں۔

فائدہ: روزہ دار روزہ کھول کر دعوت کھا سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کھانے سے معذرت کرلے۔ (ع،س)

(١٨١٥) أخرجه مسلم: ١١٥٠

(١٨١٦) أخرجه مسلم: ١٤٣١

(51)......بَابُ ثَوَابِ الصَّائِمِ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ

اس روزے دار کا اجر وثواب جسکی موجودگی میں کھانا کھایا جائے

(۱۸۱۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ......

عَنْ حَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَوْلَاةً لَنَا، يُقَالُ لَهَا: لَيْلَى، تُحَدِّثُ عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا، فَدَعَتْ لَهُ بِطَعَامٍ، فَدَعَاهَا لِتَأْكُلَ، فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ((إِنَّ الصَّائِمَ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يَفْرُغُوا۔))

سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا، آپ نے مجھے بھی کھانے کے لیے کہا: میں نے کہا: میں روزے سے ہوں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''روزے دار کے پاس جب کھانا کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں۔''

شرح: امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: ام عمارہ رضی اللہ عنہا حبیب بن زید انصاری کی دادی ہیں۔

(52)......بَابُ ثَوَابِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا

روزے دار کو افطار کرانے کا ثواب

(۱۸۱۸)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ......

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا۔))

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے روزے دار کا روزہ افطار کرایا، اسے اس (روزے دار) کے برابر ثواب ملے لیکن اس کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔''

(۱۸۱۷) ضعیف ......أخرجه الترمذی: ۷۸۵، وابن ماجه: ۱۷٤۸

(۱۸۱۸) صحیح ......أخرجه الترمذی: ۸۰۷، وابن ماجه: ۱۷٤٦

(١٨١٩)۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّرَّاجُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَيَّاشٍ الرَّمْلِيُّ، أَخْبَرَنَا مُؤَمَّلٌ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ......

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا، فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ۔))

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے روزے دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کو ساز وسامان فراہم کیا، اسے ان کے برابر ثواب ملے گا۔''

(53)......بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

مہمان اگر میزبان کے ہاں اپنا نفلی روزہ نہ توڑے

(١٨٢٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ......

عَنْ أَنَسٍ، دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ، فَقَالَ: ((أَعِيدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَائِهِ، وَتَمْرَكُمْ فِي وِعَائِهِ، فَإِنِّي صَائِمٌ، ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ، فَدَعَا لأُمِّ سُلَيْمٍ وَأَهْلِ بَيْتِهَا۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے آپ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا، آپ نے فرمایا: ''یہ گھی اس کے برتن میں رکھ دو اور یہ کھجوریں بھی اس کے برتن میں ڈال دو، کیونکہ میں تو روزے سے ہوں۔ پھر آپ گھر کے ایک کنارے کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں نفل نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی۔''

شرح: مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ نَزَلَ عَلَى قَوْمٍ فَلَا يَصُومَنَّ تَطَوُّعًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ۔)) ......''جب کوئی شخص کچھ لوگوں کا مہمان ہو تو ان کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے۔''

(ضعيف جداء ترمذی: ٧٨٩)

یہ حدیث منکر ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں (اس میں ایوب واقد الکوفی راوی متروک اور ایوب جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے)۔

(١٨١٩) صحيح ......أخرجه ابن حبان: ٤٦٣٣

(١٨٢٠) أخرجه البخاري: ١٩٨٢

(54)......بَابُ مَاجَاءَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ

شب قدر کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ o وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ o﴾...... ''یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔ اور تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے۔'' (سورۂ قدر: ۱،۲)

محدث ابن عیینہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں جہاں کسی چیز کے متعلق ﴿وَمَآ أَدْرَىٰكَ﴾ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو اس چیز کی وضاحت فرما دی گئی ہے اور جہاں ﴿وَمَا يُدْرِيكَ﴾ کے الفاظ آتے ہیں وہاں اس چیز کی بابت نہیں بتایا گیا بلکہ معاملہ یونہی چھوڑ دیا گیا ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾...... ''شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' (سورۂ قدر: ۲)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔)) ...... ''جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' (صحیح بخاری: ۳۵، ۱۹۰۱، صحیح مسلم: ۷۶۰)

(۱۸۲۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ......

عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ ، فَتَلاحَى رَجُلانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، فَقَالَ: ((إِنِّي خَرَجْتُ لأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ ، فَتَلاحَى فُلانٌ وَفُلانٌ ، فَرُفِعَتْ ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ ، فَالْتَمِسُوهَا فِي التِّسْعِ وَالسَّبْعِ وَالْخَمْسِ۔))

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں کچھ جھگڑا کرنے لگے، اس پر آپ نے فرمایا: ''میں آیا تھا تاکہ تمھیں شب قدر کے متعلق بتا دوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا، پس اب تم اس کی تلاش (آخری عشرہ کی) نو یا سات یا پانچ (کی راتوں) میں کیا کرو۔''

(۱۸۲۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ

(۱۸۲۱) أخرجه البخاري: ۲۰۲۳، و مسلم: ۱۱۶۷

(۱۸۲۲) أخرجه البخاري: ۲۰۱۹، و مسلم: ۱۱۶۹

الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَيَقُولُ: ((تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے اور فرماتے: ''رمضان کے آخری عشرے (دس دن) کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو۔''

(١٨٢٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رِجَالا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنِّي أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا، فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند آدمیوں کو خواب میں آخری سات راتوں میں شب قدر دکھلائی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں آخری سات راتوں میں ایک جیسے خواب آئے ہیں، پس جو شخص شب قدر کو تلاش کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ آخری سات راتوں میں اسے تلاش کرے۔''

(١٨٢٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنُ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنْ عَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

شرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ۔)) ......''یہ سارے رمضان میں ہوتی ہے۔'' (ضعیف، ابوداود:

(١٨٢٣) أخرجه البخاري: ٢٠١٥، و مسلم: ١١٦٥

(١٨٢٤) أخرجه البخاري: ٢٠١٧، ومسلم: ١١٦٩

۱۳۸۷، یہ روایت موقوفاً صحیح ہے۔) موسیٰ راوی نے اس روایت کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

(55)......بَابُ مَنْ قَالَ هِيَ لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ

جس کے نزدیک لیلۃ القدر اکیسویں شب کو ہے، اسکی دلیل

(۱۸۲۵)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْوُسْطَى مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ صُبْحَهَا مِنِ اعْتِكَافِهِ، قَالَ: ((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي، فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَدْ رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ مِنْ صَبِيحَتِهَا فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ۔)) قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: فَأَمْطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ۔ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ عَلَيْنَا، وَعَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صَبِيحَةِ لَيْلَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے، آپ نے ایک سال اعتکاف کیا، حتی کہ جب اکیسویں رات آگئی اور (قبل ازیں) آپ اس رات کو اپنے اعتکاف سے نکل آیا کرتے تھے، تو آپ نے فرمایا: ''جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرہ اعتکاف کرے، میں نے اس رات (لیلۃ القدر) کو دیکھا ہے، مگر بھلوا دیا گیا ہوں اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ اس کی صبح کو پانی اور مٹی (کیچڑ) میں سجدہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ تم اسے آخری عشرے میں تلاش کرو اور اسے ہر طاق رات میں تلاش کرو۔'' سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، چنانچہ اسی رات بارش ہوگئی اور مسجد کی چھت، جو چھڑیوں کی بنی ہوئی (چھپر نما) تھی، ٹپک پڑی، میری آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک پر پانی اور مٹی (کیچڑ) کا نشان تھا اور یہ اکیسویں رات کی صبح تھی۔

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کرتے ہوئے پیشانی زمین پر لگانا واجب ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ اپنی پیشانی مبارک کو کیچڑ سے بچا لیتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ کرتے ہوئے اگر مٹی اور تنکے وغیرہ چہرے پر لگ

(۱۸۲۵) أخرجه البخاري: ۲۰۲۷، و مسلم: ۱۱۶۷

جائیں تو ان کو صاف نہ کرنا مستحب اور پسندیدہ عمل ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا خواب کس قدر حق اور سچ پر مبنی ہوتا ہے دیکھیے! آپ نے جو کچھ خواب میں دیکھا، سچ مچ حالت بیداری میں اس کا مشاہدہ فرما لیا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ انبیاء کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خواب شرعی حجت اور دلیل ہوتے ہیں۔ (ع،س)

(56)......بَابُ مَنْ قَالَ لَيْلَةُ ثَلاث وعشرِينَ

تئیسویں رات کے لیلۃ القدر ہونے کی دلیل

(١٨٢٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُويَهِ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْحِمْصِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ......

حَدَّثَنِي ابْن عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ أُنَيْسٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أَكُونُ بِبَادِيَتِي، يُقَالُ لَهَا: الْوَطَأَةُ، وَإِنِّي بِحَمْدِ اللّٰهِ أُصَلِّي بِهِمْ، فَمُرْنِي بِلَيْلَةٍ مِنْ هَذَا الشَّهْرِ أَنْزِلُهَا إِلَى الْمَسْجِدِ، فَأُصَلِّيهَا فِيهِ، فَقَالَ: ((انْزِلْ لَيْلَةَ ثَلاثٍ وَعِشْرِينَ، فَصَلِّهَا فِيهِ، فَإِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تَسْتَتِمَّ آخِرَ الشَّهْرِ فَافْعَلْ، وَإِنْ أَحْبَبْتَ فَكُفَّ)) قَالَ: فَكَانَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ، دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلا فِي حَاجَةٍ حَتَّى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ، فَإِذَا صَلَّى الصُّبْحَ، كَانَتْ دَابَّتُهُ بِبَابِ الْمَسْجِدِ۔

سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ ! سے کہا: میں دیہات میں رہتا ہوں جس کا نام ''الوطاۃ'' ہے اور میں بحمداللہ وہیں نماز پڑھتا ہوں، تو آپ مجھے اس ماہ (رمضان) کی کسی رات (لیلۃ القدر) کے متعلق ارشاد فرمادیں کہ اس رات میں یہاں مسجد میں آجاؤں اور یہاں نوافل ادا کرو۔ آپ نے فرمایا: ''تئیسویں کی رات کو آجانا اور اس رات یہاں عبادت کرنا اگر تو پسند کرے تو رمضان کی آخری راتیں اسی طرح (عبادت میں) گزار دے اور اگر چاہے تو (ایک رات کے بعد) رک جا۔'' ضمرہ بن عبداللہ بن انیس نے کہا: وہ عصر پڑھ کر مسجد میں داخل ہو جایا کرتے تھے اور کسی حاجت کے لیے باہر نہ نکلتے تھے، حتی کہ صبح کی نماز پڑھتے، پس نماز صبح کے بعد اپنی سواری مسجد کے دروازے پر پاتے تھے۔ (اور اپنی منزل پر چلے آتے)

شرح: امام مسلم رحمہ اللہ نے یہی روایت ایک اور سند سے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ہی بیان کی ہے جس میں

(١٨٢٦) أخرجه مسلم: ١١٦٨

تئیسویں رات کا تذکرہ ہے۔

(١٨٢٧)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنْبَأَنَا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُنِيبٍ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى ح وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((كَمْ مَضَى مِنَ الشَّهْرِ)) قُلْنَا: اثْنَتَانِ وَعِشْرُونَ، وَبَقِيَ ثَمَانٍ، فَقَالَ: ((مَضَى اثْنَتَانِ وَعِشْرُونَ وَبَقِيَ سَبْعٌ، اطْلُبُوهَا اللَّيْلَةَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آپس میں لیلۃ القدر کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''مہینے کے کتنے دن گزر چکے ہیں؟'' ہم نے عرض کیا: بائیس دن گزر چکے ہیں اور آٹھ دن باقی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بائیس روز گزر چکے ہیں اور سات روز باقی ہیں اسے (یعنی لیلۃ القدر کو) رمضان کی انتیسویں رات میں تلاش کرو۔''

(57)......بَابُ مَنْ قَالَ هِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ

ستائیسویں رات کے لیلۃ القدر ہونے کی دلیل

(١٨٢٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ......

عَنْ زِرٍّ، قَالَ: قُلْتُ لأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَبَا الْمُنْذِرِ أَخْبِرْنَا عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، قَالَ: فَإِنَّ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ، يَقُولُ: مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْهَا، فَقَالَ: رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَمَا إِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ، وَلَكِنْ كَرِهَ أَنْ يُخْبِرَكُمْ، فَتَتَّكِلُوا، هِيَ وَالَّذِي أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى

جناب زر بیان کرتے ہیں، میں نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: اے ابو منذر! ہمیں لیلۃ القدر کے متعلق بتائیے۔ ابن ام عبد (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) تو کہتے ہیں، جس نے سال بھر قیام کیا (عبادت کی) وہ اسے پالے گا، سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) پر رحم

(١٨٢٧) اسناده صحيح على شرط الشيخين ......أخرجه ابن ماجه: ١٦٥٦

(١٨٢٨) أخرجه مسلم: ٧٦٢

مُحَمَّدٍ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ ، فَقُلْنَا: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ ، أَنَّى عَلِمْتَ هٰذَا؟ قَالَ: بِالآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَفِظْنَا وَعَدَدْنَا ، هِيَ وَاللّٰهِ لا نَسْتَثْنِي ، قَالَ: قُلْنَا لِزِرٍّ: وَمَا الآيَةُ؟ قَالَ: تَطْلُعُ الشَّمْسُ ، كَأَنَّهَا طَاسٌ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ۔

کرے انہیں بخوبی معلوم ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے لیکن انہوں نے تمہیں بتانا پسند نہیں کیا کہ تم بھروسہ نہ کرلو(اور اعمال صالحہ سے غافل ہو جاؤ) قسم اس ذات کی جس نے محمد ﷺ پر قرآن نازل فرمایا ہے! وہ ستائیسویں رات ہے۔ ہم نے عرض کیا: اے ابو منذر! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا: ان نشانیوں کی وجہ سے جو اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتائی ہیں جن کو ہم نے یاد رکھا اور شمار کیا ہے، اللہ کی قسم! ستائیسویں کی رات ہی شب قدر ہے مجھے اس میں کوئی استثنا اور شک نہیں۔ عاصم نے کہا: ہم نے جناب زر بن حبیش سے پوچھا: وہ نشانی کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اس صبح سورج یوں طلوع ہوگا گویا کہ تھال ہے، اس میں کوئی شعاع نہیں۔

شرح: ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ لیلۃ القدر اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں کو ہے، اور رمضان المبارک کی آخری رات کو بھی شب قدر ہوسکتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جن مختلف راتوں میں لیلۃ القدر ہونے کا ذکر ہے وہ ہمیشہ کیلئے نہیں ہیں بلکہ یہ حسب حال سوالوں کے جوابات تھے، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے فلاں رات میں تلاش کریں؟ آپ فرماتے: ہاں! فلاں رات میں تلاش کرو، واللہ اعلم اور جس نے جو سنا اسی کا فاعل ہو گیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: میرے نزدیک قوی ترین روایت یہ ہے کہ اکیسویں کی رات شب قدر ہے۔ جناب ابو قلابہ سے مروی ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرے کی مختلف راتوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیس رمضان المبارک تک تو عام معمول کے مطابق نوافل ادا کرتے جس طرح سارا سال معمول رہتا ہے، جونہی آخری عشرہ شروع ہوتا تو عبادت وریاضت میں خوب محنت شروع کر دیتے۔

(58)......بَابُ الْاجْتِهَادِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

رمضان کے آخری عشرے میں خوب عبادت کرنا

(١٨٢٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ،

(١٨٢٩) أخرجه البخاري: ٢٠٢٤ ، و مسلم: ١١٧٤

عَنْ أَبِي يَعْفُورَ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ، وَأَحْيَا لَيْلَهُ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رمضان کے آخری دس دن شروع ہوتے تو رسول اللہ ﷺ (عبادت کے لیے) کمربستہ ہوجاتے، راتوں کو جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے۔

شرح ابوسلیمان خطابی بیان کرتے ہیں (شَدَّ مِئْزَرَهُ) ''تہبند مضبوط باندھتے'' کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ اپنی خواتین سے دور ہو جاتے اور میاں بیوی کے تعلق سے کنارہ کش ہو جاتے دوسرا عبادت الٰہی کے لیے خاص محنت کرتے، خود جاگتے، گھر والوں کو جگاتے اور رات بھر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، اہل عرب (شَدَدْتُ لِهٰذَا لامر) کا جملہ اس وقت بولتے ہیں جب وہ کوئی کام کرنے کیلئے بالکل تیار ہوں۔ پہلے معنی کے اعتبار سے (شَدَّ مِئْزَرَهُ) بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔ عرب لوگ کنایۃً بیوی کو ازار اور لباس کہہ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ﴾...... ''وہ تمہارا لباس ہیں۔'' (سورۂ بقرہ:۱۸۷)

(۱۸۳۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مَا لا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں جس قدر محنت کرتے تھے باقی دنوں میں اس قدر نہیں کرتے تھے۔

شرح جناب سعید بن مسیّب نے کہا: جس نے لیلۃ القدر والی رات عشاء کی نماز باجماعت پڑھی (اور پھر رات بھر عبادت میں مشغول رہا) اس نے پورا حصہ حاصل کرلیا۔

(59)......بَابُ الْاِعْتِكَافِ

اعتکاف کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ﴾...... ''تم میرے گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔'' (سورۂ بقرہ:۱۲۵)

اعتکاف کے لغوی معنٰی ہیں: کسی چیز کو اپنے لیے لازم کر لینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کر لینا۔ شرعی واصطلاحی معنی

(۱۸۳۰) أخرجه مسلم: ۱۱۷۵

یہ ہیں کہ کسی شخص کا کسی مسجد میں مخصوص شرائط اور طریقہ کے ساتھ عبادت کے لیے ٹک جانا اور کسی جگہ کو لازم کر لینا، ایسے شخص کو معتکف یا عاکف کہتے ہیں۔

(۱۸۳۱)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت فرما دیا۔

(۱۸۳۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، حَتَّى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت فرما دیا، پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔

(۱۸۳۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلامٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ، وَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ حَلَّ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيهِ، قَالَ: فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ،

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس جگہ داخل ہوتے جہاں آپ کا اعتکاف کرنے کا ارادہ ہوتا۔ راوی نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے

(۱۸۳۱) صحیح ......أخرجه عبد الرزاق فی مصنفه: ۷٦۸۲

(۱۸۳۲) أخرجه البخاری: ۲۰۲٦، و مسلم: ۱۱۷۲

(۱۸۳۳) أخرجه البخاری: ۲۰٤۱، و مسلم: ۱۱۷۳

فَأَذِنَ لَهَا، فَضَرَبَتْ فِيهِ قُبَّةً، فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ، فَضَرَبَتْ قُبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا، فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَدَاةِ، أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ: ((مَا هٰذَا؟)) فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ، فَقَالَ: ((مَا حَمَلَهُنَّ عَلَى هٰذَا الْبِرِّ؟ انْزِعُوهَا فَلَا أَرَاهَا)) فَنُزِعَتْ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي آخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ۔

اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی اس لیے انہوں نے اپنے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگالیا، یہ خبر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سنی تو انہوں نے بھی خیمہ لگالیا، اس بات کی اطلاع سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو پہنچ گئی، انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا، رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ کر لوٹے تو چار خیمے نصب پائے تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟ آپ کو حقیقت حال کی اطلاع دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہوں نے نیکی اور ثواب کی نیت سے ایسا نہیں کیا (بلکہ ریس کی وجہ سے ایسا کیا ہے) انہیں اکھاڑ دو، میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔'' چنانچہ خیمے اکھاڑ دیے گئے اور آپ ﷺ نے رمضان میں اعتکاف نہیں فرمایا بلکہ شوال کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرلیا۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مبارکہ کا آخری جملہ یوں ہے: چنانچہ نبی کریم ﷺ نے رمضان میں اعتکاف نہیں فرمایا اور شوال کے پہلے دس دن اعتکاف کرلیا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ممکن ہے پہلی روایت کے الفاظ (في آخر العشر) کے بعد (من شهر رمضان) کے الفاظ ہوں جو ہوسکتا ہے کسی راوی سے چھوٹ گئے ہوں۔ اس صورت میں دونوں روایات میں تطبیق دی جاسکتی ہے اور معنی یوں ہوں گے: آپ نے رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کے اعتکاف کی قضا شوال کے ابتدائی دس دن اعتکاف کرکے دی۔ اس معنی کے اعتبار سے دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ اعتکاف کرنے والا دن کے آغاز سے اعتکاف کی ابتداء کرے۔ اسے چاہیے کہ صبح فجر کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوجائے۔ اس کے قائل اوزاعی، احمد، اسحاق، اور ابوثور ہیں۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ شام کو اعتکاف کرنے والا مسجد میں پہنچ جائے اور اگلے دن صبح کی نماز کے بعد جائے اعتکاف میں داخل ہو جائے۔ اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کا اعتکاف کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ بیس (۲۰) رمضان المبارک کی شام کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے مسجد میں پہنچ جائے اور اگلے روز صبح فجر کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے، اس کے قائل مالک، ثوری، شافعی رحمہم اللہ اور اہل رائے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نیکی، تقویٰ اور علم وفضل رکھنے والے بزرگوں کے اس معمول کا پتہ چلا ہے اور اپنی زندگی میں ان کے اس طرز عمل کا مشاہدہ بھی کیا ہے

کہ جب وہ رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کا اعتکاف کرتے تو چاند نظر آنے کے بعد گھر تشریف نہ لے جاتے بلکہ عبادت وریاضت اور ذکر ودعا میں مشغول رہتے اور لوگوں کے ساتھ عید کی نماز ہی میں شریک ہوتے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کا پختہ ارادہ کر کے مسجد میں جگہ بنائی گئی ہو، پھر کوئی عذر پیش آجائے تو اعتکاف چھوڑا جاسکتا ہے جب تک کہ وہ اعتکاف نذر کا نہ ہو، اس سے خروج جائز نہیں۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ عورت کو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہیں بیٹھنا چاہیے اور یہ کہ خاوند اجازت دینے کے بعد بھی اس کا اعتکاف ختم کراسکتا ہے جیسا کہ آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ختم کرایا، امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ خاوند کو اجازت دے دینے کے بعد عورت کا اعتکاف ختم کرانے کی اجازت نہیں امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے عورتیں بھی اعتکاف کرسکتی ہیں لیکن ان کے لیے بھی جائے اعتکاف مسجد میں ہی ہے۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ عورت گھر میں بھی اعتکاف کرسکتی ہے۔

فائدہ: اعتکاف کی جگہ مسجد ہے، گھر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾...... ''اور تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو۔'' (سورۂ بقرہ:۱۸۷) اس آیت میں اعتکاف کیلئے ضرورت مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ دیگر حدیثی دلائل بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔ (ع،س)

اکثر علماء کا خیال ہے کہ اعتکاف کسی بھی مسجد میں کیا جاسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾...... ''اور تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو۔'' (سورۂ بقرہ:۱۸۷) اس آیت میں اعتکاف کے لیے صرف مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے اور مزید تفصیل بیان نہیں کی گئی۔ اس کے قائل جناب سعید بن جبیر، نخعی، ابو قلابہ، مالک، شافعی رحمہم اللہ اور اہل الرائے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اعتکاف صرف جامع مسجد ہی میں جائز ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی مروی ہے۔ زہری، حکم اور حماد کا بھی یہی قول ہے۔

فائدہ: جمہور علماء اگرچہ تمام مساجد میں اعتکاف جائز سمجھتے ہیں لیکن جن حضرات نے مسجد جامع کی شرط لگائی ہے وہ بہت مناسب ہے۔ اگر اعتکاف ایک ہفتے سے کم کا ہو تو کسی بھی مسجد میں کیا جاسکتا ہے اور اگر دس یا اس سے زیادہ دنوں کا ہے، جن ایام میں جمعہ آتا ہے، تو پھر جامع مسجد میں ہی بیٹھنا مناسب ہے۔ اگر معتکف جمعہ نہ پڑھے تو ایمان کو خطرہ ہے، دل پر سیاہ نکتہ لگ جانے کی وعید حدیث میں آئی ہے اور جمعہ کے لیے دوسری مسجد میں جائے تو اعتکاف نہ رہے گا، پیشاب پاخانہ کا انتظام نہ ہونا ایک مجبوری ہے اور جمعے والی مسجد میں اعتکاف نہ بیٹھنا اختیاری ہے خصوصاً اس دور میں کہ جب جامع مساجد بکثرت پائی جاتی ہیں۔ نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ((لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ

جَامِعٍ ۔)) ...... اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہوتا ہے۔ (صحیح، ابوداؤد: ۲۴۷۳) (ع،س)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں کہ اعتکاف صرف اور صرف تین مساجد: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس ہی میں جائز ہے۔

جناب عطاء بن ابی رباح کا کہنا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد حرام اور مسجد نبوی ہی میں درست ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اعتکاف مسجد یا مسجد کے صحن میں ہی ہونا چاہیے۔ مسجد کی چھت اور مینار پر اعتکاف ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: رمضان کے چھوڑے ہوئے اعتکاف کی قضا آپ نے ماہ شوال میں دی، اس سے معلوم ہوا کہ ایسے نفلی امور جو آدمی مسلسل سرانجام دیتا ہو چھوٹ جانے کی صورت میں ان کی قضا دینی چاہیے، جیسے فرائض چھوٹ جانے کی صورت میں ان کی قضا دی جاتی ہے۔

فائدہ: نفلی عبادت کی قضا واجب نہیں البتہ جواز میں کوئی شبہ نہیں، جیسے وتر کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قضا ادا کیا کرتے تھے اور امت کو اس کی ترغیب دی۔ (ع،س)

اگر ایک شخص نفلی اعتکاف توڑ دے تو کیا اس پر قضا لازم ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ ایسے شخص پر قضا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شوال میں اعتکاف کر کے قضا دی تھی۔ اس کے قائل امام مالک رحمہ اللہ ہیں۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ ایسے شخص پر قضا دینا واجب نہیں بخوشی دے دے تو الگ بات ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اصول بتاتے ہوئے کہا: ہر وہ نفل عبادت جو انسان کی مرضی پر موقوف ہوتی ہے اس کی قضا نہیں کیونکہ جب اصل عبادت ہی نفل ہے تو قضا ادا کرنی کیسے واجب ہو سکتی ہے؟ سوائے حج و عمرہ کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ شوال کے ابتدائی دس دن اعتکاف بیٹھنے میں اس بات کی دلیل ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں کیونکہ پہلے عشرے میں عید کا دن بھی آتا ہے اور احادیث میں عید والے دن روزہ رکھنے کی ممانعت مذکور ہے۔ سیدنا علی، سیدنا ابن مسعود اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم اسی کے قائل ہیں۔ حسن بصری، عطاء، طاوس، عمر بن عبدالعزیز، اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے جبکہ ایک گروہ کا خیال ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، اس کے قائل سیدنا ابن عمر، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم جناب سعید بن مسیّب، عروہ، زہیر، قاسم بن محمد، زہری، اوزاعی، مالک اور اہل رائے ہیں۔

(۱۸۳٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الضَّبِّيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَحْبُوبِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عِيسَى، أَخْبَرَنَا بُنْدَارٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ......

(۱۸۳٤) صحیح ......أخرجه الترمذي: ۸۰۳

عَـنْ أَنْـسِ بْـنِ مَالِكٍ ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا ، فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ ، اعْتَكَفَ عِشْرِينَ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپ اعتکاف نہ کر سکے تو آئندہ سال (رمضان میں) آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

(١٨٣٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً ، فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ ، وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا ، فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر سال ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دورہ کیا جاتا لیکن جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس سال دو مرتبہ کیا گیا اور آپ ہر سال دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے، وفات والے سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

(60)......بَابُ خُرُوْجِ الْمُعْتَكِفِ لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ

معتکف شخص کا پیشاب پاخانہ کے لیے جانا

(١٨٣٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

عَنْ عَائِشَةَ ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ أَدْنَى إِلَيَّ رَأْسَهُ ، فَأُرَجِّلُهُ ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے دوران میں اپنا سر مبارک میری طرف جھکا دیتے اور میں اس میں کنگھی کر دیتی اور آپ قضائے حاجت کے لیے بھی گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔

شرح حدیث مبارکہ سے چند فوائد اخذ ہوتے ہیں:

(ا) اثنائے اعتکاف میں اگر معتکف اپنا سر مسجد سے باہر نکالے تو اس کا اعتکاف ختم نہیں ہوگا۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے

(١٨٣٥) أخرجه البخاري: ٤٩٩٨

(١٨٣٦) أخرجه البخاري: ٢٠٢٩ ، ٢٠٣٣ ، و مسلم: ٢٩٧

کہا جا سکتا ہے کہ جس آدمی نے گھر سے باہر نہ نکلنے کی قسم کھائی ہو اگر وہ اپنا سر کھڑکی وغیرہ سے باہر نکال لے تو حانث نہیں ہوگا۔

(۲) دوران اعتکاف میں سر دھونا، کنگھی کرنا، سر منڈانا، ناخن کاٹنا اور نہانا وغیرہ جائز ہے یعنی جسم اور لباس کی نظافت کا اہتمام رکھنا جائز ہے۔

(۳) قضائے حاجت کے لیے انسان اپنے معتکف اور مسجد سے باہر یا اپنے گھر بھی جا سکتا ہے، اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا اس پر اجماع ہے (ایسے ہی اگر کوئی خادم میسر نہ ہو تو کھانا کھانے کے لیے گھر جانا بھی مباح ہوگا) بصورت دیگر کھانے پینے کے لیے گھر جانے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ ان امور کے علاوہ کیا اعتکاف کرنے والا مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، ایک گروہ کا خیال ہے کہ معتکف جمعہ کی ادائیگی کے لیے نکل سکتا ہے، مریض کی عیادت اور جنازہ پڑھنے کے لیے جا سکتا ہے۔ اس کے قائل سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سعید بن جبیر، حسن بصری اور نخعی ہیں۔ جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ معتکف کے لیے بیمار پرسی اور جنازے کے لیے نکلنا جائز نہیں، نکلنے کی صورت میں اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اگر اعتکاف واجب ہوا، یہ الگ بات ہے کہ معتکف قضائے حاجت کے لیے جاتے ہوئے گزرتے ہوئے کسی کی بیمار پرسی کر لے یا کوئی چیز کھا لے۔ اس صورت میں اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ((السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا، وَلَا يَشْهَدُ جَنَازَةً، وَلَا يَمَسُّ امْرَأَةً، وَلَا يُبَاشِرُهَا، وَلَا يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ۔)) ...... اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ بیمار پرسی کو نہ جائے، جنازے میں شریک نہ ہو، بیوی کو نہ چھوئے اور نہ اس سے مجامعت کرے، اعتکاف کی جگہ سے ایسے ضروری کام (قضائے حاجت، فرض غسل وغیرہ) کے بغیر نہ نکلے جس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو۔ (حسن صحیح، ابوداود: ۲٤۷۳)

(۱۸۳۷)۔ أَخْبَرَنَا الْإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْحِيرِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ...... عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنِّي ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے

(۱۸۳۷) صحیح ......أخرجه البيهقي: ٤/ ٣٢٠، ورواه ابن ماجه: ١٧٧٦ بلفظ في آخره: وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يدخل البيت إلا لحاجة إذا كانوا معتكفين، وأخرج البخاري (٢٠٢٩) ومسلم (٢٩٧) منه قصة الترجل و دخول البيت لحاجة.

كُنْتُ لَآتِي الْبَيْتَ وَفِيهِ الْمَرِيضُ ، فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلا وَأَنَا مَارَّةٌ وَهِيَ مُعْتَكِفَةٌ ، وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ ، فَأُرَجِّلُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ ، وَكَانَ لا يَأْتِي الْبَيْتَ لِحَاجَةٍ إِلا إِذَا أَرَادَ الْوُضُوءَ۔

کہا: میں گھر میں آتی اور وہاں کوئی مریض ہوتا تو میں چلتے چلتے ہی اس کی خیریت پوچھ لیتی۔ اور رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف کے دوران میں اپنا سر مبارک میری طرف کردیتے اور میں اس میں کنگھی کردیتی اور آپ قضائے حاجت کے لیے ہی گھر میں تشریف لایا کرتے تھے یا وضو کرنے کی غرض سے۔

شرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایام اعتکاف میں مریض کے پاس سے گزرتے اور اپنی راہ چلتے جاتے اور اس کا حال احوال پوچھتے مگر اس غرض سے اس کی طرف مڑتے نہ تھے۔

(ضعیف، ابوداود: ٢٤٧٢)

جناب عطاء، مجاہد، اوزاعی، ثوری، ابن مبارک، مالک، شافعی، احمد، اسحاق ابوثور رحمہم اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

اگر اعتکاف کرنے والا، کسی عارضے کی بنا پر اپنے اعتکاف سے نکلنے کی شرط لگا لے تو بعض علماء کے نزدیک اس کے حق میں نکلنا جائز ہوگا۔ امام ثوری، ابن مبارک، شافعی اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اعتکاف میں کسی قسم کی شرط لگانا جائز نہیں۔ باقی رہا جمعۃ المبارک کی ادائیگی کے لیے جامع مسجد جانا، تو یہ واجب ہے، جمعہ چھوڑنا جائز نہیں۔ رہی یہ بات کہ اس سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے یا نہیں، علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ادائیگی جمعہ کے لیے جانے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی قضائے حاجت کے لیے باہر جائے (یہ بدنی ضرورت ہے اور وہ شرعی ضرورت) اس کے قائل ثوری، ابن مبارک اور اہل رائے ہیں۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ ایسا کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ امام مالک، شافعی، اسحاق اور ابوثور رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اگر اعتکاف چھ دن سے زائد کا ہے تو پھر جامع مسجد میں بیٹھنا واجب اور ضروری ہے، جامع مسجد میں اعتکاف نہ کرنے کی صورت میں اسے ادائیگی جمعہ کے لیے لازماً جانا ہوگا اور اس سے اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ اگر اعتکاف چھ یا چھ سے کم دنوں کا ہے یا معتکف ایسا فرد ہے کہ اس پر جمعے کی ادائیگی فرض نہیں (مثلاً، غلام یا عورت وغیرہ) تو ایسا شخص جس مسجد میں چاہے اعتکاف کرلے۔

معتکف کو بوس وکنار سے پرہیز کرنا چاہیے، نکاح پڑھانے اور خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ جماع کر لینے کی صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

جب کوئی شخص حالت اعتکاف میں بیوی سے بوس وکنار کرلے یا مجامعت کے بغیر عورت سے بغل گیر ہو جائے تو اس صورت میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا خواہ اس طرح

انزال ہی ہو جائے جس طرح دوران حج ایسا کرنے سے حج باطل نہیں ہوتا۔ جناب عطاء اور ظاہر قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں جبکہ امام مالک اور اہل رائے کا موقف ہے کہ اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر انزال ہو گیا تو اعتکاف ختم ہو جائے گا بصورت دیگر نہیں جیسے روزے کا معاملہ ہے۔

اعتکاف کی حالت میں اگر عورت کو حیض جاری ہو جائے تو اسے فوراً اعتکاف ختم کر دینا چاہیے اور پاک ہو جانے کی صورت میں بغیر تاخیر کیے واپس لوٹ آنا چاہیے خواہ وقت کوئی بھی ہو اور پہلے ایام کو بھی شمار میں لانا چاہیے۔

(61)......بَابُ مَنْ نَذَرَ اِعْتِكَافَ لَيْلَةٍ

ایک رات کا اعتکاف کرنا

(١٨٣٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اعْتِكَافَ لَيْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، قَالَ: فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں نے قبول اسلام سے پہلے مسجد حرام میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو۔''

شرح اس حدیث مبارکہ سے چند فوائد ومسائل اخذ ہوتے ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے سے پہلے کسی نیک کام کا ارادہ کرے تو اسلام قبول کرنے کے بعد وہ کام کر لینا چاہیے۔ اللہ کے لیے نذر ماننا عبادت ہے لہٰذا اس کی نذر صحیح ہے، ایسی نذر پوری کرنا ضروری ہے۔

اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا کافر شخص کی قسم منعقد ہو جاتی ہے یا نہیں، بعض کا خیال ہے کہ پڑ جاتی ہے۔ اگر ایسا شخص حالت کفر میں یا اسلام لانے کے بعد قسم توڑتا ہے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں، اسی طرح حالت کفر میں اس کا کیا ہوا ظہار (بیوی کو ماں کہہ لینا) درست اور موجب کفارہ ہے۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ کافر آدمی کی قسم پر کفارہ نہیں نہ اس کا ظہار ہی درست ہے۔

(۲) اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں الا یہ کہ کوئی آدمی اپنے اوپر شرط عائد کر لے تو پھر اسے اپنی شرط پوری کرنی چاہیے۔ اعتکاف ایک دن یا ایک رات کا بھی ہو سکتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی

(١٨٣٩) أخرجه البخاري: ٢٠٣٢ ، و مسلم: ١٦٥٦

تھی اور آپ ﷺ نے اسے پورا کرنے کا حکم فرمایا اور رات کو روزہ نہیں رکھا جاتا۔

(۳) اگر کوئی شخص مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانے تو جب تک وہ مسجد حرام میں اعتکاف نہ کرلے اپنی نذر سے نہیں نکلے گا، کسی اور جگہ اعتکاف کرنا مفید نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی مسجد اقصی یا مسجد نبوی میں اعتکاف کی نذر مانے تو وہاں اعتکاف کرنا بذریعہ نذر لازم ہوگا۔ اگر کوئی شخص مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور مسجد میں اعتکاف کرنے کی نذر مانے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، بعض کا خیال ہے ایسی نذر منعقد نہیں ہوگی اور وہ کسی بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھ کر اپنی نذر پوری کرسکتا ہے، جیسے کوئی مذکورہ تینوں مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو ایسا کرنا ضروری نہیں ہے وہ کہیں بھی نماز پڑھ کر نذر سے نکل سکتا ہے۔ کچھ دوسرے علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اس کی نذر منعقد ہو جائے گی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اعتکاف ایسی عبادت ہے جو مسجد کے بغیر ادا نہیں ہوسکتی اور مسجد کا تعین نذر ماننے سے ہو جائے گا جبکہ نماز والا معاملہ الگ نوعیت کا ہے وہ مسجد اور غیر مسجد دونوں مقامات میں جائز ہے۔ اب حدیث کی روشنی میں اس کے لیے مذکور صورت میں مساجد کے علاوہ کہیں اور جانا جائز نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّااِلَی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ۔)) ......

''تین مساجد کے علاوہ سفر کے لیے پالان نہ کسے جائیں۔'' (صحیح بخاری: ۱۱۸۹، صحیح مسلم: ۱۳۹۷)

یعنی ان حضرات کے نزدیک نذر میں متعین کردہ مسجد میں اعتکاف تو کیا جائے گا البتہ نذر میں متعین کردہ مسجد میں نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

(18)......كِتَابُ الْحَجِّ
حج کے احکام ومسائل

(1)......بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ
حج کی فرضیت اور فضیلت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾......"اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔" (سورۂ عمران:۹۷)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ)) ......"اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں۔" (ان میں سے ایک حج ہے۔) (صحیح بخاری: ۸، صحیح مسلم: ۱۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا۔)) ......"اے لوگو! تمہارے اوپر حج کرنا فرض کر دیا گیا ہے لہٰذا تم حج کرو۔" (صحیح مسلم: ۱۳۳۷)

(۱۸٤٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ الْحُمَيْدِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدُوسٍ الْعَنَزِيُّ، أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ)) قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُورٌ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان" پوچھا گیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد" کہا گیا: پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا: "حج مبرور۔"

(۱۸٤٠) أخرجه البخاري: ۲٦، و مسلم: ۸۳

(۱۸٤۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَنْبَأَنَا النَّضْرُ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَيَّارٍ أَبِي الْحَكَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس دوران میں کوئی شہوانی بات کی نہ فسق (کبیرہ گناہ کا ارتکاب) کیا وہ (گناہوں سے) اس طرح (پاک صاف ہوکر) پلٹتا ہے جیسے اس دن تھا جب اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔''

شرح: (فَلَمْ يَرْفُثْ) ''شہوانی بات نہ کی'' رفث کے لغوی معنی ہیں: جماع کرنا اور جماع وغیرہ کا تذکرہ صراحت کے ساتھ کرنا۔ ازہری نے کہا: رفث ایک جامع لفظ ہے، اس سے مراد فحش گوئی اور بے ہودگی اور بیوی سے زبان سے جنسی خواہش کی آرزو کرنا ہے۔

مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دوران حج میں ایک شعر پڑھا جس میں جماع کا ذکر تھا۔ ان سے کہا گیا: آپ احرام کی حالت میں رفث گوئی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: رفث یہ ہوتا ہے کہ بیوی سے اس موضوع پر گفتگو اور دل لگی کی باتیں کی جائیں۔ ان کے نزدیک قرآن مجید میں (فلا رفث) کے الفاظ کے ساتھ جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ ہے بیوی سے ہم بستری کی باتیں کرنا اور جنسی خواہش کی آرزو کرنا۔ اگر عورت پاس موجود نہ ہو تو اس قسم کی بات ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک رفث کے زمرے میں نہیں آتی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ﴾...... ''روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا (جماع کرنا) تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۸۷) میں رفث کا معنی جماع ہے، سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: رفث کا معنی ہے بیویوں کے پاس جانا، یعنی ان سے مجامعت کرنا۔ (الفسوق) سے مراد، گالم گلوچ کرنا، لوگوں سے جھگڑا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے۔

(۱۸٤۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ......

(۱۸٤۱) أخرجه البخاري: ۱۵۲۱، و مسلم: ۱۳۵۰

(۱۸٤۲) أخرجه البخاري: ۱۷۷۳، و مسلم: ۱۳٤۹

عَـنْ أَبِـی هُـرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِـمَـا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلا الْجَنَّةُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک (درمیانی گناہوں) کے لیے کفارہ بن جاتا ہے اور حج مبرور کی تو جنت کے سوا کوئی جزا ہی نہیں۔''

شرح (الْحَجُّ الْمَبْرُور) ...... ''نیکی والا حج'' یعنی ایسا صاف ستھرا حج جس میں گناہوں کی آمیزش نہ ہو۔

(البیع المبرور) ایسی تجارت اور خرید وفروخت جس میں خیانت نہ ہو اور وہ دیگر مالی بے اعتدالیوں سے پاک ہو۔

(۱۸۴۳)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُـو الْقَاسِمِ يَحْيَى بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَنْبَأَنَا الْقَاضِي أَبُو نَصْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُـحَـمَّـدٍ الْبُخَارِيُّ، بِالْكُوفَةِ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ نَصْرُ بْنُ أَحْمَدَ الْفَقِيهُ، بِالْمَوْصِلِ، أَخْبَرَنَا أَبُو يَـعْـلَـى الْـمَـوْصِلِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْـمَـلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْـنِ عَبْـدِ الْـجَبَّـارِ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ شَقِيقٍ......

عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ: ((تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْـعُـمْـرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ، كَـمَـا يَـنْـفِـي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْـفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ جَزَاءٌ إِلا الْـجَـنَّةُ۔)) وَفِـي رِوَايَةِ أَبِـي يَعْلَى: ((وَلَيْسَ لِحَجَّةٍ مَبْرُورَةٍ))

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پے در پے حج اور عمرہ کرتے رہو کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح زائل کرتے ہیں جیسے آگ کی بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے زنگ اور میل کچیل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔''

شرح مسند ابویعلیٰ الموصلی میں یہ الفاظ ہیں: (وَلَيْسَ لِحُجَّةٍ مَبْرُوْرَةٍ)

(۱۸۴۴)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُـو الْـفَرَجِ الْمُظَفَّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ التَّمِيمِيُّ الْجُرْجَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ حَـمْـزَةُ بْـنُ يُـوسُفَ السَّـهْـمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَدِيٍّ الْحَافِظُ، أَنْبَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْـفَـرَجِ الْـغَـزِّيُّ، أَخْبَـرَنَـا أَبُـو الْحَسَنِ عُمَرُ بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح وَأَخْبَرَنَا

(۱۸۴۳) حسن صحیح ......أخرجه الترمذی: ۸۱۰، والنسائی: ۵/ ۱۱۵

(۱۸۴۴) صحیح ......أخرجه ابن ماجه: ۲۹۹۵، وأخرجه البخاری: ۱۷۸۲، ومسلم: ۱۲۵۶ عن ابن عباس

عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ السَّمْعَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جعفرٍ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ هُوَ الْجَزَرِيُّ، عَنْ عَطَاءٍ......

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان میں عمرہ کرنا، حج کے برابر ہے۔''

شرح سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً۔)) ......''رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔''

(صحیح، ابوداود: ۱۹۸۸، ترمذی: ۹۳۹، ابن ماجہ: ۲۹۹۳)

(2)......بَابُ تَقْدِيمِ الْعُمْرَةِ عَلَى الْحَجِّ

حج سے پہلے عمرہ کرنا

(۱۸۴۵)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ الْحُمَيْدِيِّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي طَالِبٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، أَنْبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ......

عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْحَجِّ۔

جناب عکرمہ بن خالد کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا جاسکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نبی کریم ﷺ نے حج کرنے سے پہلے عمرے کیے ہیں۔

شرح باسند صحیح سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج سے پہلے ذی القعدہ کے مہینے میں دو عمرے کیے۔(صحیح بخاری: ۱۷۸۱)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حج سے پہلے عمرہ کیا جاسکتا ہے۔

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج سے پہلے عمرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔(ضعیف، ابوداود: ۱۷۹۳) اس حدیث کی سند میں مقال ہے(اس کی سند میں ابوعیسیٰ خراسانی راوی مجہول الحال ہے) بہرحال اگر یہ روایت صحیح ثابت ہو جائے تو اس میں وارد نہی استحباب کے لیے ہوگی اور اس سے مطلب یہ ہوگا کہ استطاعت ہونے پر پہلے

(۱۸۴۵) أخرجه البخاري: ۱۷۷۴

حج کیا جائے کیونکہ وہ بڑا فریضہ ہے، زیادہ اہم ہے اور اس کا وقت تنگ ہے، عمرہ پورے سال میں کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے واللہ اعلم۔ خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے حج سے پہلے دو عمرے کیے تھے۔

(3)......بَابُ الْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ

حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا

(١٨٤٦)- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ......

عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسًا، أَخْبَرَهُ قَالَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ، عُمْرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چار عمرے کیے اور سبھی ذو القعدہ میں کیے، سوائے اس کے جو حج کے ساتھ تھا۔ یعنی ایک عمرہ حدیبیہ کے زمانے میں ماہ ذو القعدہ میں، عمرۃ القضا (حدیبیہ کے اگلے سال) ذو القعدہ میں، عمرۃ جعرانہ جب آپ نے ذو القعدہ میں حنین کی غنیمتیں تقسیم کی تھیں اور حج کے ساتھ والا عمرہ۔

شرح: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چار عمرے کیے تھے ان میں سے ایک رجب کے مہینے میں کیا۔ اس بات کی اطلاع سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملی تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے۔ وہ ہر عمرے کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے لیکن آپ ﷺ نے ماہ رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

(صحیح بخاری: ١٧٧٥، صحیح مسلم: ١٢٥٥)

جناب مجاہد بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کسی بھی مہینے میں عمرہ کیا جاسکتا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ مکہ میں فروکش تھے تو جب ان کے بال بڑھتے تو عمرہ کرنے کے لیے نکل پڑتے۔

(4)......بَابُ وُجُوبِ الْحَجِّ إِذَا وَجَدَ الزَّادَ وَالرَّاحِلَةَ

راستے کا خرچ اور سواری میسر آجانے کے بعد حج فرض ہو جاتا ہے

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل یمن حج کو آتے مگر زادِ راہ ساتھ نہ لاتے تھے اور کہتے کہ ہم متوکل لوگ ہیں، پھر جب مکہ آتے تو لوگوں سے بھیک مانگنا شروع کر دیتے، پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾...... ''زادِ راہ (اخراجات سفر) ساتھ لے کر چلو اس لیے کہ بہترین توشہ تقویٰ (سوال سے بچنا) ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ١٩٧)

(١٨٤٦) أخرجه البخاري: ١٧٧٨، ٤١٤٨، و مسلم: ١٢٥٣

(۱۸۴۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ......

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: قَعَدْنَا إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا الْحَاجُّ؟ قَالَ: ((الشَّعِثُ التَّفِلُ)) فَقَامَ آخَرُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيُّ الْحَجِّ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((الْعَجُّ وَالثَّجُّ)) فَقَامَ آخَرُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا السَّبِيلُ؟ قَالَ: ((زَادٌ وَرَاحِلَةٌ۔))

جناب محمد بن عباد بن جعفر مخزومی بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی محفل میں بیٹھے تھے، ہم نے انہیں یہ کہتے سنا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، اس نے کہا: حاجی کون ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پراگندہ بالوں والا، سادہ لباس والا۔'' ایک اور شخص نے اٹھ کر کہا: اے اللہ کے رسول! افضل حج کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''آواز بلند کرنا اور خون بہانا'' ایک اور شخص نے اٹھ کر کہا: اے اللہ کے رسول! ''سبیل'' کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''سفر خرچ اور سواری۔''

شرح: (أَلْعَجُّ)...... ''تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا'' (وَالثَّجُّ)...... ''قربانی ذبح کرنا۔''

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اگر صحت مند، بالغ اور آزاد شخص کو اخراجات سفر اور سواری میسر ہوں نیز راستہ پر امن ہو تو اس پر حج کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اگر مکہ مکرمہ پہنچنے کے لیے سمندری سفر کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ ہو تو کیا بحری سفر کرنا واجب ہوگا۔ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ باقی شرائط پوری ہونے کی صورت میں اس کے لیے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سمندری سفر کرنا واجب ہے، ان کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَرْكَبِ الْبَحْرَ إِلَّا حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا، أَوْ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَإِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا، وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا۔)) ...... ''حج کرنے والے، عمرہ کرنے والے، اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے سوا کوئی سمندری سفر نہ کرے اس لیے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔'' (ضعیف، ابوداود: ۲۴۸۹)

آپ نے ان الفاظ کے ساتھ سمندری سفر اختیار کرنے سے ڈرایا اور خبردار کیا ہے کیونکہ آدمی معرض ہلاکت میں ہوتا ہے۔ کوئی اہم دینی یا دنیاوی ضرورت ہو تو الگ بات ہے۔ جس طرح ایک شخص آگ سے بچتا ہے ایسے ہی سمندری

(۱۸۴۷) ضعيف جدا لكن جملة العج والثج ثبتت في حديث آخر ......أخرجه الترمذي: ۸۱۳، وابن ماجه: ۲۸۹۶

سفر سے کنارہ کش ہونا چاہیے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے اس مسئلہ کی وضاحت موجود نہیں کہ حج کرنے کی غرض سے سمندری سفر کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ صاحب استطاعت پر عمرہ کرنا ایک مرتبہ واجب ہے یا نہیں۔ اکثر علماء حج کی طرح عمرہ کے وجوب کے قائل ہیں۔ سیدنا عمر، سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم اسی موقف کے قائل ہیں۔ سیدنا ابن عباس نے کہا: حج اور عمرے کو اللہ کی کتاب میں ایک ساتھ اور ایک اسلوب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:
﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾...... ''حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۶)

جناب عطاء، طاؤس، مجاہد، قتادہ، حسن بصری، ابن سیرین، سعید بن جبیر، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ عمرہ کرنا سنت ہے، شعبی، مالک اور اہل رائے اس کے قائل ہیں۔

فائدہ: راجح یہی ہے کہ عمرہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے کیونکہ وجوب کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔ (ع،س)

(5)......بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ

حج عورتوں کا جہاد ہے

(١٨٤٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ: ((وَلٰكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم سمجھتے ہیں کہ جہاد تمام اعمال سے افضل عمل ہے تو پھر ہم عورتیں بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیکن سب سے افضل جہاد حج مبرور ہے، (جس میں گناہ نہ ہو)۔''

شرح: ایک اور سند سے یہ الفاظ آتے ہیں: ((جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ۔)) ...... ''تمہارا جہاد حج کرنا ہے۔''
(صحيح بخارى: ٢٨٧٥)

فائدہ: حج وعمرہ کو عورتوں کا جہاد اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ اس میں بھی اللہ کی رضا کے لیے سفر کی مشقت برداشت کی جاتی ہے، مال خرچ کیا جاتا ہے اور کئی طرح کی مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ (ع،س)

(١٨٤٨) أخرجه البخاري: ١٥٢٠، ٢٧٨٤

(6)......بَابُ الْمَرْأَةِ لَا تَخْرُجُ إِلَّا مَعَ مَحْرَمٍ

عورت حج کے لیے محرم کے بغیر نہ جائے

(١٨٤٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَقُولُ: ((لا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، وَلا يَحِلُّ لامْرَأَةٍ أَنْ تُسَافِرَ إِلا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ)) فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَإِنَّ امْرَأَتِي انْطَلَقَتْ حَاجَّةً؟ فَقَالَ: ((انْطَلِقْ فَاحْجُجْ بِامْرَأَتِكَ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے: ''کوئی مرد کسی (غیر محرم) عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے اور کوئی عورت اس وقت تک سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو۔ اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض گزار ہوئے: اے اللہ کے رسول! میں نے فلاں جہاد میں اپنا نام لکھوا دیا ہے اور ادھر میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر تو بھی جا اور اپنی بیوی کو حج کرا لا۔''

(١٨٥٠)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمَشٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ التَّاجِرُ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْكُوفِيُّ، أَنْبَأَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ......

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا تُسَافِرِ امْرَأَةٌ سَفَرًا ثَلاثَةَ أَيَّامٍ، فَصَاعِدًا إِلا مَعَ ابْنِهَا، أَوْ أَبِيهَا، أَوْ أَخِيهَا، أَوْ زَوْجِهَا، أَوْ ذِي مَحْرَمٍ۔))

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت اپنے بیٹے، باپ، بھائی، خاوند یا کسی اور محرم کی معیت کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر نہ کرے۔''

(١٨٤٩) أخرجه البخاري: ٣٠٠٦، و مسلم: ١٣٤١

(١٨٥٠) أخرجه مسلم: ١٣٤٠

(١٨٥١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا يَحِلُّ لامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ مِنْهَا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عورت جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے حلال نہیں کہ ایک دن اور رات کی مسافت کا سفر اپنے محرم کے بغیر کرے۔''

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کو کسی محرم رشتہ دار کا ساتھ میسر نہ ہو تو اس کے لیے حج کے لیے نکلنا ضروری اور واجب نہیں کیونکہ استطاعت حاصل نہ رہی۔ امام نخعی، حسن بصری، ثوری، احمد، اسحاق رحمہم اللہ اور اہل رائے اسی موقف کے قائل ہیں۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ وہ خواتین کے گروہ میں شامل ہو کر سفر حج کے لیے چلی جائے۔ اس کے قائل امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ ہیں، لیکن پہلا موقف حدیث کے ظاہر الفاظ کے موافق ہونے کی بنا پر راجح ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری حج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو حج کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ سیدنا عثمان بن عفان اور سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا۔ (صحيح بخاری: ١٨٦٠)

کافرہ عورت اگر دار الحرب میں مسلمان ہو جائے یا کافروں کی قید سے مسلمان عورت چھوٹ جائے تو اس کے لیے بغیر محرم کے بھاگ آنا جائز ہے۔

(7)......بَابُ حَجِّ الصَّبِيِّ
بچے کا حج کرنا

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے مجھے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کرایا اس وقت میں سات سال کا تھا۔

(١٨٥٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ......

(١٨٥١) أخرجه البخاري: ١٠٨٨، و مسلم: ١٣٣٩

(١٨٥٢) أخرجه مسلم: ١٣٣٦

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ، فَلَمَّا كَانَ بِالرَّوْحَاءِ، لَقِيَ رَكْبًا، فَسَلَّمَ: عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: ((مَنِ الْقَوْمُ؟)) فَقَالُوا: الْمُسْلِمُونَ، فَمَنِ الْقَوْمُ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا مِنْ مَحَفَّةٍ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَلِهَذَا حَجٌّ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَلَكِ أَجْرٌ.))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حج سے) واپس (مدینہ منورہ کو) تشریف لا رہے تھے۔ جب مقام روحا پر پہنچے تو ایک قافلے کو ملے۔ آپ نے انہیں سلام کیا اور فرمایا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: ہم مسلمان ہیں (پھر وہ کہنے لگے) آپ کون ہیں؟ حاضرین میں سے کسی نے کہا: اللہ کے رسول۔ تو ان کی ایک عورت ڈولی سے بچہ بلند کر کے کہنے لگی! اے اللہ کے رسول! کیا اس کے لیے حج ہے؟۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں اور ثواب تیرے لیے ہے۔''

(۱۸۵۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِامْرَأَةٍ وَهِيَ فِي مِحَفَّتِهَا، فَقِيلَ لَهَا: هَذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْ بِعَضُدِ صَبِيٍّ كَانَ مَعَهَا، فَقَالَتْ: أَلِهَذَا حَجٌّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((نَعَمْ، وَلَكِ أَجْرٌ.))

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اپنی ڈولی میں تھی، اس کو کسی نے بتلایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پس اس نے اس بچے کے بازو کو پکڑا، جو اس کے ساتھ تھا اور کہا: کیا اس کا حج ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جی ہاں اور اجر تیرے لیے ہوگا۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نابالغ بچے کا حج بھی ہو جاتا ہے لیکن وہ نفلی حج ہوتا ہے اور یہ بطور نعمت اور فضیلت کے ہے، بالغ ہونے کے بعد اگر طاقت ہو تو دوبارہ حج کرنا فرض ہے، بعض اہل عراق کا موقف ہے کہ کم سن اور نابالغ کا حج نہیں لیکن احادیث میں اس بات کا واضح تذکرہ ملتا ہے اور سنت پر ہی عمل اولیٰ ہے۔ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کروایا گیا میں اس وقت سات سال کا تھا۔

پھر بچہ اگر صاحب تمیز ہے تو احرام کی پابندیوں کا خود خیال رکھے گا اور اگر کم سن اور شیر خوار ہے تو حج کا احرام اور اس کی پابندیاں والدین اور اولیاء کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ان کا خیال رکھیں اور بچے سے رکھوائیں۔ اسے خوشبو لگانے سے

(۱۸۵۳) انظرا لحديث السابق

روکیں اور دیگر تمام محظورات احرام کا خیال کروائیں، طواف اور سعی میں اٹھائیں، عرفات ومزدلفہ میں ساتھ رکھیں، اس کی طرف سے کنکریاں ماریں، اگر وہ ازخود مارنے سے قاصر ہو۔ مجنون آدمی کا حکم بھی بچے جیسا ہے۔ اگر بچے سے احرام کی پابندیوں اور شرائط کا پاس ولحاظ نہ رہ سکے اور فدیہ دینا لازم آجائے تو اگر بچے نے اپنی خوشی سے احرام باندھا ہو تو اس کے ذاتی مال سے فدیہ کی ادائیگی کی جائے گی اور اگر والدین یا سرپرستوں نے احرام بندھوایا ہو تو اس بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، بعض فقہاء بچے کے ذاتی مال سے ادائیگی کے قائل ہیں جبکہ بعض سرپرست کے مال سے۔ بچے کی طرف سے بلوغت سے پہلے کیا ہوا حج فرض حج کی کفایت نہیں کرے گا بلکہ بلوغت کے بعد اسے اپنا حج ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح غلام کا معاملہ ہے۔ آزاد ہونے کے بعد اگر طاقت ہو تو دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا البتہ اگر وقوف عرفات سے قبل بچہ بالغ ہو جائے یا غلام آزاد ہو جائے پھر یہ دونوں وقوف عرفہ بلوغت اور آزادی کی حالت میں کرلیں تو ان کا فرضی حج ادا ہو جائے گا۔ مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جو غلام اپنے مالکوں کے ہمراہ حج کرلے اور آزادی حاصل ہونے سے پہلے پہلے فوت ہو جائے تو اس کا حج ادا ہو گیا اور اگر اسے فوت ہونے سے قبل آزادی نصیب ہوگئی (اور وہ صاحب استطاعت بھی ہو گیا) تو اسے نئے سرے سے حج کرنا چاہیے۔ اسی طرح جس بچے نے اپنے والدین اور سرپرستوں کی معیت میں حج کیا اور بلوغت سے قبل فوت ہو گیا تو اس کی طرف سے حج کی ادائیگی ہوگئی تاہم اگر بالغ ہو گیا تو بلوغت کے بعد اسے اپنا حج کرنا چاہیے۔

(8)......بَابُ النِّيَابَةِ فِي الْحَجِّ عَنِ الْحَيِّ الْعَاجِزِ وَعَنِ الْمَيِّتِ

زندہ لاغر شخص اور فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا

(١٨٥٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَائَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ تَسْتَفْتِيهِ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ عَلَى

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (میرے بھائی) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھے کہ خثعم قبیلے کی ایک عورت آکر آپ سے مسئلہ پوچھنے لگی۔ فضل اسے دیکھنے لگے اور وہ انہیں دیکھنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، وہ عورت کہنے لگی، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے فریضہ حج نے، جو اس نے اپنے بندوں پر عائد کیا ہے،

(١٨٥٤) أخرجه البخاري: ١٨٥٤، و مسلم: ١٣٣٤

عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ ، أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَثْبُتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ ، وذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔))

میرے والد کو بڑھاپے کی حالت میں پایا ہے۔ وہ سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ حجۃ الوداع کی بات ہے۔

شرح: حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حج بھی نماز، زکاۃ اور روزے کی طرح فرائض اسلام میں سے ہے اور پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے۔قرآن مجید کی یہ آیت اس کی دلیل ہے ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾ ......''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔'' (سورۂ عمران: ۹۷)

حج عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے الا یہ کہ کوئی شخص نذر مان کر اپنے اوپر حج فرض کر لے تو پھر اس پر بطور نذر حج کرنا فرض ہوگا۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: اور کہا: ((أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ۔)) ......''اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے''سیدنا اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوا بِهَا ، وَلَمْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْمَلُوا بِهَا ، الْحَجُّ مَرَّةً ، فَمَنْ زَادَ فَتَطَوُّعٌ۔)) ''اگر میں ہاں میں جواب دے دیتا تو (ہر سال) واجب ہو جاتا اور اگر ہر سال واجب ہو جاتا تو تم اسے ادا نہ کر سکتے۔ اور اس پر عمل کرنا تمہاری طاقت میں نہ ہوتا۔حج زندگی بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے جو زیادہ کرے وہ نفل ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۳۳۷)

حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ انسان کسی دوسرے کی طرف سے حج کرسکتا ہے جب کوئی شخص کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ شفا یابی بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہو اور فریضہ حج خود ادا کرنے سے عاجز ہو یا کوئی شخص حد درجہ بوڑھا ہو، سفر حج کی مشکلات اور صعوبات برداشت کرنے کا متحمل نہ ہو یا کوئی فوت شدہ کی طرف سے حج کی نیابت کرے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔امام ابن مبارک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

امام مالک، ثوری، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ زندہ عاجز کی طرف سے حج کی نیابت کرنا جائز نہیں ہے البتہ فوت شدہ کی طرف سے حج بدل کیا جاسکتا ہے۔امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: میت کی طرف سے بھی حج صرف اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے کہ جب اس نے وصیت کی ہو۔وصیت ہونے کی صورت میں ایک تہائی مال سے حج ادا کیا جائے گا۔امام نخعی اور ابن ابی ذئب نے کہا: کوئی انسان کسی دوسرے کی طرف سے حج نہیں کرسکتا۔امام نخعی سے امام مالک کی طرح کا قول بھی مروی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محتاجی اور پیرانہ سالی کے باوجود حج فرض ہو جاتا ہے۔اس عورت کے الفاظ پر غور کیجئے کہتی ہے: اے اللہ کے رسول! فریضہ حج میرے والد کو اس حالت میں پہنچا ہے کہ وہ سواری پر ٹکنے کی سکت بھی نہیں

رکھتے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے والد محترم بڑھاپے کے عالم میں مسلمان ہوئے، فرائض اسلام کا اب علم ہوا ہے اور وہ حج کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے اس وضاحت کے باوجود کوئی رخصت کی بات نہیں کی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں کہ اگر بیمار اور عاجز کے پاس اس قدر مال ہو کہ وہ اپنی جگہ کسی دوسرے کو حج بدل کے لیے بھیج سکتا ہو یا اس کی اپنی گرہ تو اس بات کی متحمل نہیں البتہ اولاد مالدار ہے اور اطاعت شعار بھی ہے، خوشدلی سے خرچ کرنا چاہتی ہے تو ایسے شخص پر حج کی ادائیگی فرض ہو جائے گی، اولاد کو چاہیے کہ وہ ان کی طرف سے حج بدل کر لے یا کسی اور کو بھیجے کیونکہ عورت نے اپنے والد کے اوپر حج فرض ہونے کی خبر دی ہے اور حج کا وجوب تین امور میں سے ایک کے پائے جانے کی بنا پر ہوتا ہے۔ (۱) مال ودولت ہو (۲) قوت وطاقت ہو (۳) نائب میسر ہو۔

اب یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ عورت کا باپ جسمانی طور پر عاجز ہے اور حج کرنے کے قابل نہیں۔ عورت کی گفتگو میں مال کی موجودگی کا بھی کوئی تذکرہ نہیں البتہ اپنے والد کی طرف سے خود حج کرنے کے لیے تیار ہے گویا وہ اپنے والد کی نائب بننا چاہتی ہے اور اس خدمت کی بجا آوری کے لیے برضا ورغبت اپنے آپ کو وقف کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیابت میسر آجانے کا وجوب حج کے ساتھ تعلق ہے اور اس طرح غیر مستطیع (طاقت نہ رکھنے والے) کو بھی استطاعت حاصل ہو جاتی ہے، جیسے عرف عام میں کہا جاتا ہے: فلاں شخص کوٹھی بنانے کی طاقت رکھتا ہے، یعنی اس کے پاس اتنا مال ودولت ہے یا اس کے پاس افرادی قوت ہے جو اس کا کہا مانتے ہیں خواہ وہ بذات خود کام کرنے کی سکت نہ رکھتا ہو تو یہ ایسے ہی ہے جیسے خود اس شخص کو قدرت حاصل ہوگئی۔

امام مالک رحمہ اللہ اور ابو امام حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: وجوب حج سے قبل اگر کوئی اپاہج ہو گیا ہے یا عاجز ہو گیا ہے یا ایسے مرض میں مبتلا ہوئے کہ شفایابی بظاہر مشکل معلوم ہو تو اس پر حج سرے سے واجب ہی نہیں۔ اگر وجوب کے بعد ایسا حادثہ پیش آجائے تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک فریضہ حج اس سے ساقط ہو جائے گا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فریضہ حج ساقط نہیں ہوگا۔ لیکن حدیث مبارکہ ان لوگوں کے حق میں دلیل اور حجت ہے جو اس صورت میں وجوب حج کے قائل ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ عورت حج کرنے میں مرد کی نیابت نہیں کرسکتی کیونکہ عورت احرام میں وہ لباس پہنتی ہے جو مرد کے لیے پہننا جائز نہیں ہے لہٰذا وہ مرد کی طرف سے حج نہیں کرسکتی۔ مرد کی طرف سے صرف مرد ہی حج کرسکتا ہے جو احکام حج میں اس کے مثال ہے۔

فائدہ: مگر یہ موقف صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ آپ نے عورت سے کہا تھا: ''نعم ہاں تو حج کر۔'' ایک روایت میں (فحج عن ابیك) کے الفاظ ہیں، بہرحال صحیح احادیث ہی عمل کے قابل ہیں۔ (ع، س)

بنو عافر کے ایک شخص ابو رزین عقیلی نے بیان کیا کہ انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور حج عمرے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ سواری پر سواری ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ بھی۔'' (سنن ابی داؤد: ۱۸۱۰)

(۱۸۵۵)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، أَخْبَرَنَا آدَمُ ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ……

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ؟)) قَالَ: نَعَمْ قَالَ: ((فَاقْضِ اللّٰهَ فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے دریافت کیا: میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور پھر (نذر پوری کرنے سے پہلے) وہ فوت ہو گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تیری بہن کے ذمے قرض ہوتا تو تو اس کو ادا کرتی؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: معلوم ہوا کہ اگر فوت شدہ کے ذمے حقوق اللہ کی ادائیگی ہو مثلاً میت کے ذمے حج واجب ہو (خواہ شرعاً یا نذراً) اسی طرح کفارہ، صدقہ، زکاۃ اور قرض ہو تو اسے ادا کیا جائے گا خواہ میت کا سارا مال ہی صرف ہو جائے۔ ان امور کی ادائیگی وصیت پوری کرنے اور وراثت تقسیم کرنے سے پہلے کی جائے گی۔ خواہ مرنے والے نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اسی طرح لوگوں کے قرض کی ادائیگی بھی وراثت اور وصیت سے پہلے کی جائے گی۔ عطاء، طاؤس اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک نے کہا: اگر مرنے والے نے ان امور کی وصیت کی ہو تب ان کی ادائیگی کی جائے گا ورنہ نہیں، پھر ادائیگی میں ثلث مال کا لحاظ رکھا جائیگا البتہ ان امور کو وصیتوں سے قبل نمٹایا جائے گا۔

(9)……بَابُ الصَّرُورَةِ لَا يَحُجُّ عَنِ الْغَيْرِ

باوجود استطاعت کے حج نہ کرنے والا دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا

(۱۸۵٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ ،

(۱۸۵۵) أخرجه البخاري؛ ٦٦٩٩

(۱۸۵٦) صحيح ……أخرجه ابوداود؛ ۱۸۱۱ ، وابن ماجه: ۲۹۰۳

نَـا أَبُـو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَـالا: أَنَـا أَبُـو بَـكْرٍ الْحِيرِيُّ ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ، أَنَا الرَّبِيعُ ، أَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَيُّوبَ......

عَـنْ أَبِـى قِـلابَةَ ، قَـالَ: سَـمِعَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، رَجُـلا يَـقُـولُ: لَبَّيْكَ عَـنْ شُبْرُمَةَ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّـاسٍ: وَمَـا شُبْـرُمَةُ؟ قَـالَ: فَذَكَرَ قَرَابَةً لَهُ ، فَـقَـالَ: حَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟ قَالَ: لا ، قَالَ: فَاحْجُجْ عَنْ نَفْسِكَ ، ثُمَّ احْجُجْ عَنْ شُبْرُمَةَ۔

جناب ابو قلابہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: لَبَّيْكَ عَـنْ شُبْـرُمَةَ۔ ......''میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ''شبرمہ کون ہے؟اس نے کہا: میرا قریبی ہے۔ انہوں نے کہا: کیا تو نے اپنی طرف سے حج کرلیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: (پہلے) اپنی طرف سے حج کرو، پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔

شرح امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس حج کو اپنی طرف سے کرلو، پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔''

عن عزرة، عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: (لَبَّيْكَ عَـنْ شُبْـرُمَةَ) ''میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: شبرمہ کون ہے؟''اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا قریبی ہے۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تم نے اپنی طرف سے حج کر لیا ہے؟''اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''(پہلے) اپنی طرف سے حج کرو، پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔''

(دیکھیں حدیث نمبر: ۱۸۵٦)

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو اس کے لیے کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہے۔ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو تو کیا وہ دوسرے کی طرف سے حج کرسکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہرگز نہیں۔ امام اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے حج کرنے کے دوران میں کہا تھا (فَاجْعَلْ هَذِهِ عَنْ نَفْسِكَ) ......''یہ حج اپنی طرف سے کر''اس سے معلوم ہوا کہ اپنا حج کیے بغیر کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے والے کا احرام، اس کے اپنے احرام میں بدل سکتا ہے۔ اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ حج بدل وہ

شخص بھی کرسکتا ہے جس نے پہلے اپنا حج نہ کیا ہو۔ اس کے قائل حسن بصری، مالک، ثوری رحمہم اللہ اور اہل رائے ہیں۔

فائدہ: یہ موقف درست نہیں، ابوداؤد کی ایک روایت میں آپ نے صراحتاً ایک شخص کو اپنا حج کرنے سے پہلے شبرمہ نامی شخص کی طرف سے حج کرنے سے منع کر دیا تھا۔ (ع،س)

اگر کوئی شخص فرضی حج کرنے سے پہلے نفلی حج کرنے لگے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرضی حج ہی ادا ہوگا، نفلی نہیں۔ اسی طرح اگر کسی نے حج اسلام (فرضی حج) ادا نہیں کیا اور اس نے نذر والے حج کا احرام باندھ لیا تو پہلے اس کا حج اسلام ادا ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمے نذر کا حج ادا کرنا باقی ہو اور وہ نفلی حج کا احرام باندھ لے تو پہلے بطور نذر عائد شدہ حج ادا ہوگا، پھر نفلی حج ادا ہوگا۔

جناب زید بن جبیر نے کہا: میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (حرم میں) تھا۔ ان کے پاس ایک عورت نے آکر مسئلہ دریافت کیا کہ میں نے حج اسلام (فرضی حج) ادا نہیں کیا ہوا اور اب نذر والا حج کر رہی ہوں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: یہ حج اسلام ہوا اور اپنی نذر بھی پوری کرنا۔

امام مالک، ثوری اور اہل رائے نے کہا: ایسی صورت میں اس کا نفلی حج درست ہوگا اور فرضی حج اس کے ذمے واجب الادا رہے گا۔ اور بعض علماء نے کہا: حج کرنے والے کی نیت کے مطابق حج ادا ہو جائے گا۔ حسن بصری، عطاء اور نخعی رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔

(10)......بَابُ أَشْهُرِ الْحَجِّ

حج کے مہینے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ﴾...... ''حج کے مہینے مقرر ہیں اس لیے جو شخص ان میں حج لازم کر لے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۹۷)

(۱۸۵۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: نَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنَا الرَّبِيعُ، أَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنَا مُسْلِمٌ......

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: قُلْتُ لِنَافِعٍ: أَسَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يُسَمِّي أَشْهُرَ الْحَجِّ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، كَانَ يُسَمِّي شَوَّالا، وَذَا الْقَعْدَةِ، وَذَا

جناب ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے جناب نافع سے پوچھا: کیا آپ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حج کے مہینوں کے نام لیتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں: وہ

(۱۸۵۷) سنده ضعيف، والقول صحيح ...... أخرجه الامام الشافعي فى المسند: ۵۰۷

الْـحِجَّةِ ، قُلْتُ لِنَافِعٍ: فَإِنْ أَهَلَّ إِنْسَانٌ بِالْحَجِّ قَبْلَهُنَّ؟ قَالَ: لَمْ أَسْمَعْ مِنْهُ فِي ذَلِكَ شَيْئًا۔

شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کا نام لیا کرتے تھے، میں نے جناب نافع رحمہ اللہ سے پوچھا: اگر کوئی شخص ان مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھ لے تو......؟انہوں نے کہا: میں نے اس بارے میں ان سے کچھ نہیں سنا۔

شرح سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔

(صحیح بخاری معلقا)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے نو دن اور یوم نحر کے طلوع فجر تک۔ جمہور اہل علم کے نزدیک حج کے مہینوں سے قبل حج کا احرام باندھنے سے حج ادا نہیں ہوگا۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اسی کے قائل ہیں۔ جناب عطاء، عکرمہ اور شافعی رحمہ اللہ علیہم کا یہی موقف ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: حج کے مہینوں سے پہلے باندھا ہوا احرام عمرے کا احرام متصور ہوگا۔عطاء کا بھی یہ قول ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: سنت طریقہ یہی ہے کہ حج کے مہینوں سے قبل حج کا احرام نہ باندھا جائے۔

اہل رائے کا کہنا ہے کہ اشہرالحج سے قبل باندھے ہوئے احرام سے بھی حج منعقد ہو جائے گا۔ رہا عمرہ تو سال میں ہر وقت اس کا احرام باندھنا جائز ہے، پورا سال ہی اس کا وقت ہے الا یہ کہ حج کے ساتھ عمرے کا احرام باندھا جائے تو پھر ظاہر ہے ایسا حج کے مہینوں ہی میں ہو سکے گا۔مروی ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو جب ان کے بال تھوڑے سے بڑھتے تو وہ عمرہ کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔

(حَـمَّـمَ رَأْسُ فلان بَعْدَ الْحلقِ) بال منڈانے کے بعد فلاں شخص کے بال اُگ آئے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: کسی بھی مہینے میں عمرہ کیا جاسکتا ہے۔

(11)......بَابُ الْمَوَاقِيْتِ

مواقیت کا بیان

(١٨٥٨)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ نَافِعٍ......

عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْـحُـلَيْـفَةِ ، وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ ،

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مدینے والے ذوالحلیفہ سے، شام والے جحفہ سے، اور نجد والے قرن المنازل سے احرام

(١٨٥٨) أخرجه البخاري: ١٥٢٥ ، و مسلم: ١١٨٢

وَأَهْـلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ)) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُـولَ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔))

باندھیں؟'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اور یمن والے یلملم سے احرام باندھیں۔''

(۱۸۵۹)۔ أَخْبَـرَنَـا عَبْـدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ......

عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ، قَـالَ: وَقَّـتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّـى الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ لأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْـحُـلَيْفَةِ، وَلأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلأَهْلِ نَـجْـدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِـمَـنْ كَـانَ يُـرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُـنَّ، فَـمَهَـلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ، وَكَذَاكَ وَكَذَاكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن منازل اور یمن والوں کے لیے یلملم میقات مقرر فرمائے (نیز فرمایا) یہ میقات ان علاقوں (کے لوگوں) کے لیے ہیں اور ان کے لیے بھی جو ان مواقیت سے گزریں، چاہے وہ دوسرے علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ حج وعمرہ کے ارادے سے آئیں اور جو لوگ ان مواقیت کے اندر رہتے ہوں تو وہ اپنے اپنے گھروں سے احرام باندھیں گے اور یہ حکم اسی طرح لاگو ہوتا رہے گا حتی کہ مکہ مکرمہ والے مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

شرح: (اهلال) سے مراد تلبیہ پکارنا اور احرام باندھنا ہے، اهلال کا لفظی معنی ہے: بلند آواز سے پکارنا اور ہر اونچی آواز والے کو "مُهِلٌّ" کہتے ہیں۔

(۱۸٦۰)۔ أَخْبَـرَنَـا عَبْـدُ الْـوَهَّـابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَـرَنَـا أَبُـو الْـعَبَّـاسِ الأَصَـمُّ ح وَأَخْبَـرَنَـا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْـعَـارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا مُسْلِمٌ، وَسَعِيدٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ......

أَنَّـهُ سَـمِـعَ جَـابِـرَ بْـنَ عَبْـدِ اللّٰهِ يُسْأَلُ عَنِ

جناب ابو زبیر کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا جابر بن

(۱۸۵۹) أخرجه البخاري: ۱۵۲٦، و مسلم: ۱۱۸۲

(۱۸٦۰) أخرجه مسلم: ۱۱۸۳

الْـمَهَـلِّ ، فَقَالَ: سَمِعْتُهُ ، ثُمَّ انْتَهَى أَرَاهُ يُرِيدُ رَسُـولَ الـلّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((يُهِـلُّ أَهْـلُ الْـمَـدِينَـةِ مِـنْ ذِي الْـحُـلَيْـفَـةِ وَالـطَّـرِيـقُ الْـآخَرُ مِنَ الْجُحْفَةِ ، وَيُهِلُّ أَهْلُ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ ، وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ ، وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔))

عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جواب دیتے سنا جبکہ ان سے کسی شخص نے مواقیت کے متعلق سوال کیا تھا، انہوں نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا(اتنا کہہ کر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے میرا خیال ہے ان کی مراد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی)''مدینے والے ذوالحلیفہ سے اور اگر مدینہ والے دوسرے راستے سے آئیں تو جحفہ سے، عراق والے ذات عرق سے، نجد والے قرن سے، اور یمن والے یلملم سے احرام باندھیں۔''

شرح **فائدہ**: جحفہ بھی مدینے سے جانے والوں کی راہ میں پڑتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق والوں کے لیے ذات عرق کو میقات مقرر فرمایا۔

(صحیح، ابوداود: ۱۷۳۹، نسائی: ۲۶۵۷)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق والوں کے لیے مقام ''عقیق'' کو میقات مقرر فرمایا۔ (منکر، ترمذی: ۸۳۲، صحیح روایت ''ذات عرق'' والی ہے)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ''عقیق'' ایک مقام کا نام ہے جو عراق والوں یا ادھر سے آنے والوں کے میقات ذات عرق کے قریب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ بات پسند تھی کہ اہل عراق ''عقیق'' سے احرام باندھیں۔ اگر وہ ''ذات عرق'' سے احرام باندھ لیں تو درست ہوگا۔

اس بات میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق والوں کے لیے کوئی میقات مقرر فرمایا ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے میقات مقرر فرمایا ہے جیسا کہ بعض روایات ہم تک پہنچی ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کوئی میقات مقرر نہیں فرمایا۔ اس کے قائل طاوس اور ابوشعثاء ہیں۔

کیونکہ عراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فتح ہوا تو لوگوں نے ذات عرق کو میقات مقرر کرلیا، صحیح یہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قرن منازل کے بالمقابل عراق والوں کے لیے ذات عرق کو میقات مقرر فرمایا۔

فائدہ: سنن نسائی میں امام نسائی رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے (میقات اهل العراق) ''عراق والوں کا میقات۔'' اس کے تحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق والوں کے لیے ذات عرق کو میقات مقرر فرمایا ہے۔ (صحیح، ابوداود: ۱۷۳۹، نسائی: ۲۶۵۷)

مندرجہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذات عرق کو رسول اللہ ﷺ نے عراق کا میقات قرار دیا ہے مگر بعض روایات میں اس تقرر کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ممکن ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مندرجہ بالا روایت نہ ملی ہو اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے ذات عرق میقات مقرر کر دیا ہو کیونکہ عراق کے مشہور شہر کوفہ، بصرہ انہی کے دور میں آباد ہوئے۔ ان کا یہ اجتہاد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے موافق ہو گیا جس طرح ان کے دوسرے اجتہادات قرآن مجید کے موافق ہوئے، واللہ اعلم۔ (ع،س)

(١٨٦١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا فُتِحَ هَذَانِ الْمِصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ، فَقَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيقِنَا، وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنَ، شَقَّ عَلَيْنَا، قَالَ: فَانْظُرُوا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ، فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب یہ دو شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہوئے تو وہاں کے لوگ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! رسول اللہ ﷺ نے نجد والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ قرن منازل مقرر فرمائی ہے اور وہ ہمارے راستے سے ہٹ کر ہے، اگر ہم قرن کی طرف جائیں تو ہمارے لیے بڑی دشواری ہو گی۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تم لوگ اپنے راستے میں اس کے برابر کوئی جگہ تجویز کر لو۔ چنانچہ انہوں نے ان کے لیے ذات عرق کا تقرر کر دیا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: شریعت نے یہ مواقیت اس لیے مقرر فرمائے ہیں کہ حج وعمرہ کے ارادے سے سفر کرنے والا ان سے بغیر احرام کے نہ گزرے۔ اگر کوئی شخص میقات سے پہلے احرام باندھ لیتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے، لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے وقت ہونے سے پہلے نماز پڑھ لینا درست نہیں ہے۔

اگر کوئی حج کے ارادے سے آنے والا شخص بغیر احرام باندھے میقات سے گزر آئے اور بعد میں کسی مقام سے احرام باندھ لے تو اس کا احرام اور حج درست ہوگا لیکن اسے بطور کفارہ بکری ذبح کرنی ہوگی۔ اگر ایسا شخص میقات پر حالت احرام میں لوٹ آئے تو اس سے دم دینا ساقط ہو جائے گا۔

اگر کسی کا میقات عبور کرتے وقت حج وعمرہ کا ارادہ نہ تھا اس لیے وہ بغیر احرام باندھے گزر گیا بعد ازاں حج وعمرہ کا

(١٨٦١) أخرجه البخاري: ١٥٣١

پروگرام بنا تو وہ جہاں سے مرضی احرام باندھ لے اور جمہور اہل علم کے نزدیک اس پر کوئی دم (بکری ذبح کرنا) نہیں۔ حدیث کے ظاہری الفاظ بھی اسی موقف کی تائید کرتے ہیں۔ امام اوزاعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا خیال کہ اسے دم دینا ہو گا یا میقات پر پہنچ کر دوبارہ احرام باندھنا ہوگا۔

جب مدینہ منورہ کا رہائشی، شام کی طرف سے آئے تو اس کا میقات جحفہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی یمن کا باشندہ مدینہ منورہ کی طرف آئے تو اس کا میقات ذوالحلیفہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: (فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ آتى عليهن من غير أَهْلِهِنَّ) ''یہ مواقیت ان علاقوں کے لوگوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے بھی جو ان مواقیت سے گزریں چاہے وہ دوسرے علاقوں سے تعلق رکھتے ہوں۔''

میقات کے اندر رہنے والے لوگ اپنے گھر ہی سے احرام باندھیں گے، مثلاً اگر مکہ مکرمہ کا باسی حج کا احرام باندھنا چاہے تو اپنی رہائش گاہ ہی سے احرام باندھے گا۔ اسی طرح حج قران کرنے والا بھی کرے گا (جمہور اہل علم کے نزدیک مکے والے یا جو فی الوقت مکہ میں ہوں) عمرے کا احرام حدود حرم سے باہر آ کر حل سے باندھیں، یہ ان کے عمرے کا میقات ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: مجھے یہ پسند ہے کہ عمرے کا احرام جعرانہ سے باندھا جائے کیونکہ جنگ حنین والے سال نبی کریم ﷺ نے یہیں سے احرام باندھا تھا۔ (صحیح بخاری: ۱۷۷۸، صحیح مسلم: ۱۲۵۳)

اگر یہاں سے ممکن نہ ہو تو عمرے کا احرام تنعیم (حرم کی قریب ترین حد مدینہ منورہ کی طرف) سے باندھے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مقام تنعیم سے عمرے کا احرام بندھوا لائیں۔ (صحیح بخاری: ۲۹۸۵، صحیح مسلم: ۱۲۱۳)

فائدہ: احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مواقیت حج اور عمرہ دونوں کے لیے ہیں نہ کہ صرف حج کے لیے، لہٰذا مکے والے عمرے کا احرام اپنے گھر ہی سے باندھیں گے۔ جمہور حل سے باندھنے کے قائل ہیں ممکن ہے مکے سے بھی جائز ہو مگر حدود حرم سے افضل ہو۔ (ع،س)

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر تنعیم سے احرام نہ ہو سکے تو مقام حدیبیہ سے احرام باندھ لیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ صلح حدیبیہ کے موقع پر اسی طرف سے حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: میقات سے قبل حج وعمرہ کا احرام باندھ لینا بالاتفاق جائز ہے، البتہ علماء کے مابین اس کی کراہت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض تو اس معاملے کو سرے سے ناپسند نہیں جانتے بلکہ مستحب سمجھتے ہیں کیونکہ حدیث مبارکہ ہے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، أَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔)) ......''جس نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرے کا احرام باندھا، اس کے اگلے پچھلے

سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے یا فرمایا: اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔'' (ضعیف، ابوداود: ۱۷۴۱، ابن ماجہ: ۳۰۰۱، ابن ماجہ کی روایت مختصر ہے)

اور میقات سے پہلے احرام باندھنا بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس سے احرام باندھا تھا۔

(مؤطا امام مالك: ٧٣٦، مسند شافعی: ١٦٥٥)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ مکمل عمرہ کونسا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: جس کا احرام آپ اپنے گھر یا محلے سے باندھ کر چلیں۔

بعض علماء نے میقات سے قبل احرام باندھنے کو ناپسند کیا ہے۔ جناب عطاء، حسن بصری، اور مالک رحمہ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بصرہ سے احرام باندھنے پر ناراضی کا اظہار کیا تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان اور کرمان سے احرام باندھنے کو ناپسند جانا ہے اس لیے کہ ممکن ہے کوئی ایسا عارضہ پیش آجائے جس سے احرام فاسد ہو جائے یا بعد مسافت کی بنا پر خواہ مخواہ اپنے آپ کو تنگی اور حرج میں ڈالنا کوئی مناسب اقدام نہیں۔ امام احمد اور اسحاق نے کہا: مواقیت ہی پیش نظر رکھنا چاہیے اور انہیں سے احرام کی ابتداء ہونی چاہیے۔

(12)......بَابُ الْإِغْتِسَالِ لِلْإِحْرَامِ
احرام باندھتے وقت غسل کرنا

(١٨٦٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا الدَّرَاوَرْدِيُّ، وَحَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:...... حَدَّثَنَا جَابِرٌ، وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَلَمَّا كُنَّا بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، فَأَمَرَهَا بِالْغُسْلِ وَالإِحْرَامِ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ جب ہم ذوالحلیفہ میں تھے تو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بچہ جنم دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء کو غسل کرنے اور حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا۔ صحیح مسلم کی روایت میں الفاظ یوں ہیں: اسماء بنت عمیس نے محمد بن ابوبکر کو جنم دیا

(١٨٦٢) أخرجه مسلم: ١٢١٨

تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اب میں کیا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''غسل کرلے، اور کپڑے کا لنگوٹ کس لے اور احرام باندھ لے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: احرام باندھنے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے، دیکھئے! نبی کریم ﷺ نے سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو حالت نفاس میں غسل کرنے کا حکم دیا حالانکہ غسل کرلینے سے بھی ان پر جو امور بوجہ نفاس منع تھے وہ جائز نہیں ہو سکتے تھے تو پھر پاک آدمی کا احرام کے لیے غسل کرنا اولیٰ ہے۔

فائدہ: یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو غسل کا حکم طہارت کے لیے نہیں تھا کیونکہ یہ تو نفاس کا وقت تھا بلکہ یہ غسل احرام کے لیے تھا، معلوم ہوا غسل احرام کی سنت ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ نفاس والی عورت کو غسل کا حکم نہ دیتے البتہ یہ واجب نہیں، غسل کی جگہ وضو بھی کفایت کرسکتا ہے مگر افضل غسل ہی ہے۔ (ع،س)

اسی طرح حائضہ عورت کے لیے بھی احرام باندھتے وقت غسل کرنا مستحب ہے، کبھی کوئی معاملہ کرنا غیر عبادت گزار افراد کے لیے مستحب ہوتا ہے: عبادت گزاروں کی مشابہت کے طور پر، اس امید پر کہ وہ کبھی عبادت گزاروں کی فہرست میں شامل ہو جائیں اور انہیں کی طرح اجر و ثواب پائیں، جیسے نبی کریم ﷺ نے اپنے زمانے میں عاشورا والے دن روزہ رکھنے والے افراد کو بقیہ دن روزے دار کی طرح گزارنے اور کھانے پینے سے رکے رہنے کا حکم دیا، اسی طرح پانی اور مٹی تک رسائی نہ پانے والے شخص پر مثلاً جو کسی درخت پر باندھ دیا گیا ہو یا کسی چھپر یا سیمنٹ والے کمرے میں محبوس کر دیا گیا ہو تو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو اشاروں، کنایوں سے اور بے وضو ہی نماز پڑھتا رہے، پھر جب رہائی پالے یا پانی تک رسائی حاصل ہو جائے تو انہیں دہرالے۔

فائدہ: ذہن نشین رہے کہ ہر نماز کے وقت حسبِ استطاعت جیسے ممکن ہو، نماز ادا کی جائے گی، مثلاً کسی کو اس شکل میں باندھ دیا گیا کہ نہ وہ قبلہ رخ ہوسکتا ہے اور نہ وہ وضو یا تیمّم کرسکتا ہے تو وہ ان امور کے بغیر ہی اشارے سے نماز ادا کرلے گا اور ایسی نماز کو بعد میں دوہرایا نہیں جائے گا۔ (م،م)

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ احرام باندھنے کے لیے علیحدہ ہوئے اور غسل کیا۔

(صحیح، ترمذی: ۸۳۰)

جناب نافع کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ احرام سے قبل، مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے اور عرفات کی شام وقوف سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔ (مؤطا امام مالك: ۷۱۱)

(13)......بَابُ التَّطَيُّبِ عِنْدَ الْأَحْرَامِ

احرام کے وقت خوشبو لگانا

(١٨٦٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، نَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے احرام باندھنے کے وقت احرام سے پہلے خوشبو لگایا کرتی تھی اور اسی طرح احرام کھولنے کے بعد، بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے۔

شرح صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: بِطِيبٍ فِيهِ مِسْكٌ۔ ......ایسی خوشبو جس میں کستوری کی آمیزش ہوتی۔ (صحیح مسلم: ١١٩١)

جناب عروہ اور قاسم دونوں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر احرام کھولنے اور احرام باندھنے کے وقت اپنے ہاتھ سے ذریرہ (ایک قسم کی مرکب) خوشبو لگائی تھی۔ (صحیح بخاری: ٥٩٣٠، صحیح مسلم: ١١٨٩)

(١٨٦٤)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ بِلالٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْأَزْهَرِ أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ بْنِ مَنِيعٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ سُفْيَانَ، وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ثَلاثٍ مِنْ إِحْرَامِهِ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہتی ہیں کہ گویا میں کستوری کی اس چمک کو تین دن بعد دیکھ رہی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں لگی ہوتی جب کہ آپ احرام میں ہوتے۔

شرح ایک اور سند سے یہ الفاظ مذکور ہیں فرماتی ہیں کہ گویا میں کستوری کی اس چمک کو دیکھ رہی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں لگی ہوتی جب کہ آپ احرام میں ہوتے۔ (ایضاً)

(وَبِيصُ الْمِسْكِ) کستوری کی سفیدی اور چمک، کسی چیز کے چمکنے اور کھلنے کو ''وبص'' کہتے ہیں۔

(١٨٦٣) أخرجه البخاري: ١٥٣٩، و مسلم: ١١٨٩

(١٨٦٤) أخرجه البخاري: ١٥٣٧، ١٥٣٨، و مسلم: ١١٩٠

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی تیاری کے وقت غسل کرتے اور لباس بدلتے ہوئے احرام سے پہلے پہلے خوشبو لگانے اور اس خوشبو کے رنگ اور اثر کا حالت احرام میں باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں نہ اس پر کوئی فدیہ لاگو ہوتا ہے (البتہ اثنائے احرام میں خوشبو استعمال نہیں کی جاسکتی) اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ مروی ہے کہ سیدنا سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایسے کیا کرتے تھے، نیز مروی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ محرم ہوتے اور ان کے سر پر غالیہ (بہت ساری خوشبوؤں سے مرکب) خوشبو کے نشانات ہوتے۔

سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی بات مروی ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس چیز کو ناپسند جانا ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں اسے گوارا نہیں کرسکتا کہ میں احرام باندھوں اور خوشبو میرے جسم سے مہک رہی ہو تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کا انکار کیا اور (خوشبو لگانے والی) حدیث بیان کی۔ (صحیح بخاری: ۲۷۰، صحیح مسلم: ۱۱۹۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: قبل از احرام خوشبو لگانے کے بعد حالت احرام میں اگر اس کا اثر باقی رہے تو ایسے شخص پر فدیہ ہے، جیسے احرام سے پہلے پہنے ہوئے کپڑوں کو بعد از احرام پہنے رکھنے پر دم دینا لازم آتا ہے لیکن حدیث مبارکہ ایسے لوگوں کے خلاف حجت اور دلیل ہے جو قبل از احرام لگائی ہوئی خوشبو کے باقی ماندہ اثرات کو ناپسند جانتے ہیں۔ خوشبو کا معاملہ سلے ہوئے کپڑے پہنے رکھنے کی طرح نہیں ہے وہ تو ایسے ہی ہے جیسے احرام کے بعد اس نے ازسرنو پہنے ہوں اس معاملے کو یوں سمجھیے مثلاً ایک شخص قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں دن کپڑے نہیں پہنوں گا اور وہ پہلے سے پہنے ہوئے کپڑے ہی نہیں اتارتا، انہیں پہنے رکھتا ہے تو وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہوگا لیکن اگر کوئی یہ قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں تاریخ کو یا فلاں دنوں میں خوشبو نہیں لگاؤں گا اور وہ ان دنوں میں خوشبو لگاتا بھی نہیں البتہ پہلے سے لگی ہوئی خوشبو آتی رہتی ہے تو ایسا شخص اپنی قسم میں جھوٹا نہیں کہلائے گا۔ یہی معاملہ پہلی سے لگی ہوئی خوشبو کے بعد از احرام اثرات کا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کے ساتھ اپنے بال چپکائے ہوئے تھے۔

(ضعیف، ابوداود: ۱۷۴۸)

فائدہ: (عَسَل) کے معروف معنی شہد ہے مگر ایک قسم کی گوند کو بھی "عسل" کہتے ہیں۔ (ع،س)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلبیہ پکارتے ہوئے سنا جب کہ آپ اپنے سر کے بال جمائے ہوئے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۵۴۰)

بالوں کو کبھی گوند کے ساتھ چپکایا جاتا ہے اور کبھی غِسْــــل (عین منقوط کے کسرہ اور سین کے سکون کے ساتھ) اس سے مراد "خطمی" بوٹی ہے" کے ساتھ، بال جب لمبے ہوں تو انہیں سنبھالنا ایک مسئلہ ہوتا ہے، لہٰذا احرام کی حالت میں انہیں زیادہ پراگندہ ہونے یا بہت زیادہ گردوغبار اور جوئیں پڑنے سے بچانے کے لیے کسی مناسب چیز سے چپکا لیا جائے

تو یہ سنت ہے اور اس کو "تَلْبِیْد" کہتے ہیں۔

(14)......بَابُ التَّلْبِيَةِ

تلبیہ کہنا

(١٨٦٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لا شَرِيكَ لَكَ۔)) قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَزِيدُ فِيهَا: ((لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ، لَبَّيْكَ وَالرُّغْبٰى إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے الفاظ اس طرح تھے: ((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لا شَرِيكَ لَكَ۔))...... 'حاضر ہوں میں اے اللہ! حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک تعریفیں اور نعمتیں تیری ہیں اور ملک بھی تیرا ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔" نافع نے بیان کیا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے تلبیہ میں اضافہ کرتے ہوئے یوں کہا کرتے تھے: ((لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ، لَبَّيْكَ وَالرُّغْبٰى إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔))......" میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اور بہت سعادت مند ہوں۔ خیر اور بھلائی سب تیرے ہاتھوں میں ہے۔ میں حاضر ہوں، ہماری سب رغبتیں تیری طرف ہیں اور عمل بھی تیرے ہی لیے ہے۔"

شرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھتے تھے، پھر جب اونٹنی ذوالحلیفہ کی مسجد میں آپ کو لے کر کھڑی ہوتی تو آپ بلند آواز سے یہ کلمات ادا فرماتے۔

(صحيح مسلم: ١١٨٤)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کی طرح تلبیہ

(١٨٦٥) أخرجه البخاري: ١٥٤٩، و مسلم: ١١٨٤

پکارتے، جس کے الفاظ یہ ہوتے تھے: ((لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ ، وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ ، لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ ـ)) ...... ''حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اور اپنے آپ کو تیرے حضور پیش کرتا ہوں، ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے، میں حاضر ہوں، ہمارا مانگنا بھی تجھی سے ہے اور عمل بھی تیرے ہی لیے ہے۔''

(لَبَّيْكَ أَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ) اس کے مفہوم میں چار اقوال ہیں پہلا معنی ہے: اے اللہ! میں تیرے حضور بار بار اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں، اہل عرب: أَلَبَّ بِالْمَكَانِ وَأَلَبَّ بِهِ ـ کا جملہ اس وقت بولتے ہیں جب آدمی کسی جگہ ٹھہرا رہے اور بار بار وہاں جائے، تثنیہ کا لفظ بار، بار جانے اور پلٹ پلٹ کر آنے کے لیے ہے۔

دوسرا معنی ہے: اے اللہ! میرا چہرہ تیری طرف ہے اور تو ہی میرا مقصود ہے، یہ اہل عرب کے اس جملے: دَارِي تَلُبُّ دَارِكَ ـ ''میرا گھر آپ کے گھر کے سامنے ہے'' سے ماخوذ ہے۔ تثنیہ تاکید کے لیے استعمال ہوا ہے۔

تیسرا معنی ہے: میری محبت کا مرکز ومحور تیری ذات گرامی ہے، جو عورت اپنے بچوں سے از حد محبت کرنے والی ہو اور حد درجہ شفیق ہو اسے اہل عرب کہتے ہیں: اِمْرَأَةٌ لَبَّةٌ ـ ہوسکتا تلبیہ اس جملہ سے ماخوذ ہو۔

چوتھا معنی ہے: میرا اخلوص اور اخلاص اے مولی تیرے ہی لیے ہے، یہ اہل عرب کے جملے: لُبُّ الطَّعَامِ وَلُبَابِهِ ...... ''کھانے کا اصل اور جوہر'' سے ماخوذ ہوسکتا ہے۔ (اِنَّ الْحَمْدَ) ''بلاشبہ تعریف تیرے ساتھ خاص ہے'' یہ لفظ الف کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، لیکن مکسور پڑھنا عمدہ ہے۔ ابو العباس احمد بن یحی نے کہا: جس نے مکسور پڑھا اس نے حمد کے مفہوم ومعنی کو عام کردیا اور جس نے مفتوح پڑھا اس نے حمد کے مفہوم ومعنی کو تلبیہ کے اندر مقصود اور بند کردیا۔ (رغباء) کا معنی ہے ہمارا مانگنا اور سوال تجھی سے ہے۔

اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ حج وعمرہ میں تلبیہ کہنا واجب ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ تلبیہ کہنا واجب ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں اسی لیے اس کے ترک پر ان کے نزدیک دم (قربانی) واجب ہے۔ کچھ دوسرے علماء کا خیال ہے کہ تلبیہ کہنا سنت (موکدہ) ہے۔ اگر کوئی اسے ترک کردے گا تو سنت کے اجر وثواب سے محروم رہے گا اور اس پر دم (قربانی) واجب نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ تلبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ پر اکتفا کیا جائے لیکن اگر کوئی اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر مبنی صحیح المعنی الفاظ کا اضافہ کرے تو مباح ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے تلبیے کے الفاظ میں اضافہ کر رکھا تھا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے تلبیہ کے الفاظ میں اضافہ کیا تھا آپ نے انہیں پکارتے سنا تو خاموش رہے اور انکار نہیں فرمایا۔)

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: تلبیہ پڑھ لینے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے جنت کا

سوال کیا جائے اور دوزخ سے پناہ مانگی جائے۔

(١٨٦٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ......

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ تَلْبِيَتِهِ، سَأَلَ اللّٰهَ رِضْوَانَهُ وَالْجَنَّةَ، وَاسْتَعْفَاهُ بِرَحْمَتِهِ مِنَ النَّارِ۔

سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب تلبیہ پڑھنے سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی اور جنت کا سوال کرتے اور اس کی رحمت کا واسطہ دے کر آگ سے پناہ مانگتے۔

(15)......بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ

بلند آواز سے تلبیہ کہنا چاہیے

(١٨٦٧)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ......

عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((أَتَانِي جِبْرِيلُ، فَأَمَرَنِي أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي، أَوْ مَنْ مَعِي أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ أَوْ بِالْإِهْلَالِ يُرِيدُ أَحَدَهُمَا۔))

جناب خلاد بن سائب انصاری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے صحابہ یا یہ کہا کہ ساتھیوں کو حکم دوں کہ تلبیہ کہنے میں اپنی آوازیں اونچی رکھیں۔'' راوی کہتا ہے کہ آپ کے الفاظ (بِالتَّلْبِيَةِ) تھے یا (بِالْإِهْلَالِ) معنی ایک ہی ہے۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: بلند آواز سے لبیک کہنا مساجد وغیرہ میں مشروع ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ باقی مساجد میں تلبیہ کہتے ہوئے آواز کو بلند نہ کیا جائے بلکہ آواز صرف اس قدر رکھی جائے کہ آدمی خود اور اس کے گرد وپیش بیٹھنے والے افراد سن سکیں۔

(١٨٦٦) ضعيف ......أخرجه الامام الشافعي في المسند: ٥٧٤

(١٨٦٧) صحيح ......أخرجه ابوداود: ١٨١٤، والنسائي: ٥/ ١٦٢، والترمذي: ٨٢٩، وابن ماجه: ٢٩٢٢

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: راستوں میں آتے جاتے ہوئے، ٹیلوں پر چڑھتے اترتے ہوئے اور نمازوں کے بعد سلف بلند آواز سے لبیک کہنا پسند کرتے تھے۔ اسی طرح بوقت سحری اور رات دن کے آتے ہوئے بھی اونچی آواز سے تلبیہ کہتے تھے اور میں ہر حال میں تلبیہ کہتے ہوئے آواز اونچی رکھنا مستحب جانتا ہوں۔

فائدہ: ذکر اگرچہ آہستہ بہتر ہوتا ہے مگر جو ذکر شعار کا درجہ حاصل کر لے اور ہر کسی پر لازم ہو، اسے بلند آواز سے ادا کرنا افضل ہوتا ہے، جیسے تکبیرات اور لبیک وغیرہ، تا کہ دوسروں کو بھی رغبت ہو، مگر عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (ع،س)

(16)......بَابُ مِنْ أَيْنَ يُهِلُّ وَمَتَى يُهِلُّ

کس جگہ سے اور کب لبیک پکارا جائے

(١٨٦٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ، وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً، أَهَلَّ مِنْ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا پاؤں رکاب میں رکھتے اور سواری آپ کو لے کر کھڑی ہوتی تو ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس آپ لبیک فرماتے۔

(١٨٦٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ......

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ، يَقُولُ: بَيْدَاؤُكُمْ هَذِهِ الَّتِي تَكْذِبُونَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا، مَا أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ، يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ۔

جناب سالم نے اپنے والد (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ تمہاری بیدا ہے جس کی بابت تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے (یعنی غلط بیانی کرتے) ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد سے لبیک کہہ لیا تھا۔

(١٨٧٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ،

(١٨٦٨) أخرجه البخاري: ٢٨٦٥، و مسلم: ١١٨٧

(١٨٦٩) أخرجه البخاري: ١٥٤١، و مسلم: ١١٨٦

(١٨٧٠) أخرجه البخاري: ١٦٦، ١٥١٤، و مسلم: ١١٨٧

أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ......

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ، أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا، قَالَ: وَمَا هُنَّ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ: رَأَيْتُكَ لا تَمَسُّ مِنَ الأَرْكَانِ إِلا الْيَمَانِيَّيْنِ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلالَ، وَلَمْ تُهْلِلْ أَنْتَ حَتَّى يَكُونَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: أَمَّا الأَرْكَانُ، فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ إِلا الْيَمَانِيَّيْنِ، وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ، وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا، وَأَمَّا الإِهْلالُ، فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ۔

جناب عبید بن جریج کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوعبدالرحمان! میں نے آپ کو چار کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جبکہ آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نہیں کرتا۔ انہوں نے پوچھا: اے ابن جریج! وہ کام کونسے ہیں، میں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ بیت اللہ کے چار کونوں میں سے صرف دائیں جانب والے دو کونوں (یمانی رکنوں) کو چھوتے ہیں اور آپ سبتی جوتیاں پہنتے ہیں، اور آپ داڑھی کو زرد رنگ کرتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے لوگوں نے (ذی الحجہ کا) چاند دیکھتے ہی تلبیہ کہنا شروع کر دیا لیکن آپ نے یوم الترویہ (۸ ذوالحجہ) کو ہی لبیک کہنا شروع کیا، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رکنوں کے معاملے کی وضاحت تو یہ ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو صرف دونوں یمانی رکنوں کو ہی چھوتے دیکھا ہے، باقی رہا سبتی جوتیوں کا معاملہ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو بغیر بالوں کے سبتی جوتیاں پہنتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ انہیں پہنے ہوئے وضو فرما لیا کرتے تھے تو میں بھی ان کا پہننا پسند کرتا ہوں، رہا زرد رنگ، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی داڑھی مبارک کو زرد رنگ کرتے دیکھا ہے، اور لبیک پکارنے والا معاملہ یہ ہے کہ میں نے آپ کو اسی وقت لبیک کہتے دیکھا جب آپ کی سواری آپ کو لے کر کھڑی ہوئی۔

شرح (يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةِ)...... ''آپ سبتی جوتے پہنتے تھے'' گائے کے چمڑے کو بیری کے پتوں سے دباغت دی جاتی جس سے چمڑے سے سارے بال ختم ہو جائے۔ اس سے جوتیاں بنائی جاتی تھیں جن کو ''نعال سبتیہ'' کہا جاتا تھا، لفظ ''سبت'' کے لغوی معنی ختم کرنے، زائل کرنے اور صاف کر دینے کے ہیں یا یہ وجہ ہو سکتی ہے

کہ رنگنے سے چمڑہ نرم ہو جاتا ہے اور نرم ہونے کو بھی "اِنْسَبَتَتْ بِالدَّبَاغ" کہتے ہیں۔ عربی میں تر اور نرم کھجور کو "رُطَب مُنسبتةٌ" کہا جاتا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں میں اعلان کیا تو لوگ جمع ہو گئے، پھر جب آپ بیداء کے مقام پر آئے تو آپ نے احرام باندھا۔

(صحیح، ترمذی: ۸۱۷)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور جب میدان بیداء کے ریتلے ٹیلے کی بلندی پر پہنچے تو آپ نے بلند تلبیہ پکارا۔ (صحیح، ابوداود: ۱۷۷٤، نسائی: ۲٦٦۲)

جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابوالعباس! مجھے تعجب ہے کہ اصحاب رسول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ آپ نے کس وقت احرام باندھا تھا، انہوں نے کہا: میں اس بارے میں سب سے زیادہ باخبر ہوں (دراصل آپ نے چونکہ ایک ہی حج کیا ہے تو اس وجہ سے اختلاف ہوا ہے) آپ حج کی نیت سے روانہ ہوئے، جب آپ نے اپنی مسجد میں یعنی ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھ لیں تو آپ نے اپنی اسی مجلس میں نیت فرمالی اور ان دو رکعتوں سے فارغ ہونے کے بعد حج کا تلبیہ کہا۔

پس کچھ لوگوں نے اس وقت سن لیا اور اسے یاد رکھا، پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہو گئے، جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ نے تلبیہ کہا، کچھ لوگوں نے اس کو پایا۔ درحقیقت لوگ گروہ در گروہ آپ کے پاس آ رہے تھے تو جنہوں نے آپ کو اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تلبیہ پکارتے سنا، انہوں نے یہی سمجھا کہ آپ نے اونٹنی پر بیٹھنے کے بعد، جب وہ کھڑی ہوئی ہے، تلبیہ کہا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل دیے اور جب میدان بیداء کی بلندی پر پہنچے تو آپ نے تلبیہ کہا۔ کچھ لوگوں نے اس کو پایا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے بیداء کی بلندی پر پہنچ کر تلبیہ کہا، قسم اللہ کی! آپ نے اپنی جائے نماز ہی پر تلبیہ کہا تھا۔ پھر جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی تو تلبیہ کہا اور جب میدان بیداء کی بلندی پر پہنچی تو آپ نے تلبیہ کہا، سعید بن جبیر نے کہا: جو لوگ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان پر عمل پیرا ہیں وہ اپنی دو رکعتوں کے بعد جائے نماز ہی سے تلبیہ شروع کر دیتے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا عمل اسی بات پر ہے کہ احرام کسی نہ کسی فرض نماز کے بعد باندھا جائے، اگر کسی نماز کا وقت قریب ہو تو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی اسوہ ہے۔ یہی بات ان کے ہاں مستحب ہے، پھر بعض علماء کا خیال ہے کہ نماز سے فارغ ہوتے اسی جگہ پر ہی احرام باندھ لیا جائے۔ بعض کا خیال ہے کہ سوار ہونے کے بعد جب سواری کھڑی ہو جائے تو احرام باندھا جائے، اور اگر فرض نماز کا وقت قریب نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کر احرام باندھ لیا جائے۔

فائدہ: احرام کے وقت یا احرام باندھنے کے بعد دو رکعت پڑھنے کا اثبات موجود نہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا

ہے کہ احرام کے وقت کی کوئی مخصوص نماز نہیں۔ (مناسك الحج والعمره للالبانی : ١٥، ١٦) بعض روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ آتے جاتے ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے، اس سے مطلقاً ذوالحلیفہ میں بطور تبرک دو رکعت پڑھنے کا جواز یا استحباب تو معلوم ہوتا ہے لیکن احرام کے وقت یا احرام باندھنے کے بعد دو رکعت پڑھنے کا اثبات نہیں ہوتا۔ (ع،س)

(١٨٧١)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَعْمَرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ......

عَنْ نَافِعٍ ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ ، فَرُحِلَتْ ، ثُمَّ رَكِبَ ، فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ ، اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ، ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْحَرَمَ ، ثُمَّ يُمْسِكَ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ ، فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ ، اغْتَسَلَ وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ چکے تو اپنی اونٹنی پر پالان لگانے کا حکم دیا، سواری لائی گئی تو آپ اس پر سوار ہوئے اور جب وہ آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی تو آپ کھڑے ہوکر قبلہ رو ہو گئے اور لبیک کہنا شروع کیا تا آنکہ حرم میں داخل ہو گئے، وہاں پہنچ کر آپ نے لبیک کہنا بند کر دیا۔ پھر ذی طوی میں تشریف لا کر رات وہیں گزارتے صبح ہوتی تو نماز پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپ یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

شرح: جناب عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ مکہ مکرمہ کا باسی شخص کب لبیک پکارنا شروع کرے۔ انہوں نے کہا: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ آٹھ ذوالحج کو ترویہ والے دن ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد سواری پر بیٹھ جانے کے بعد لبیک پکارتے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ آئے اور حلال ہو گئے یہاں تک کہ جب ترویہ والا دن ہوا تو ہم نے مکہ مکرمہ کو پیٹھ کے پیچھے چھوڑتے ہوئے حج کے لیے لبیک کہنا شروع کر دیا۔

(صحیح مسلم: ١٢١٦)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے وادی بطحاء سے لبیک پکارنا شروع کر دیا۔ (صحیح مسلم: ١٢١٤)

مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ والوں سے کہا: جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو تو تلبیہ پکارنا شروع کر دو۔

(مؤطا امام مالك: ٧٦٠)

(١٨٧١) أخرجه البخاري: ١٥٥٣، ١٥٥٤

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ میں نو سال ٹھہرے رہے، عروہ بن زبیر بھی ان کے ہمراہ تھے، وہ ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوتے ہی لبیک پکارنا شروع کر دیتے تھے۔

(17)......بَابُ مَنْ أَهَلَّ كَأَهْلَالِ غَيْرِهِ

کسی دوسرے کے احرام کے مطابق احرام باندھنا

(١٨٧٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ، وَغَيْرُهُ......

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَدِمَ عَلِيٌّ مِنْ سِعَايَتِهِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ؟)) قَالَ: بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((فَأَهْدِ، وَامْكُثْ حَرَامًا، كَمَا أَنْتَ۔)) قَالَ: وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن کی حکمرانی سے فارغ ہو کر آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے علی! تم نے کیا احرام باندھا ہے؟'' انہوں نے کہا: جو اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قربانی کے جانور ذبح کرو اور اس وقت تک محرم رہو جیسے کہ تم ہو۔'' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے۔

شرح: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں (جیسا بھی انہوں نے باندھا ہے) اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کر لیا۔ (ایضاً)

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ مبہم اور غیر واضح الفاظ میں احرام باندھا جا سکتا ہے، پھر چاہے اسے حج کا احرام بنا دے یا عمرہ کا یا دونوں کا۔ اگر کوئی یہ الفاظ کہہ کر احرام باندھے ''کہ میرا احرام فلاں آدمی کے احرام کی طرح ہے۔'' تو یہ الفاظ کہنے کے ساتھ وہ محرم ہو جائے گا۔ پھر اگر فلاں شخص (جس کے احرام کے مطابق احرام باندھا گیا ہے) کا احرام معین ہے (حج کا یا عمرہ کا) تو اس شخص کا احرام بھی معین ہو گا اور اگر اس کا احرام مطلق تھا تو اس کا احرام بھی مطلق ہی منعقد ہو گا اور مطلق ہونے کی صورت میں احرام کا جو رخ وہ متعین کرے گا یہ بھی کرے گا۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا ہے کیونکہ قربانی حج قران یا حج تمتع کرنے

(١٨٧٢) أخرجه البخاري: ٢٥٠٥

والے پر ہی ضروری ہوتی ہے نہ کہ حج مفرد کرنے والے پر۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا حج تمتع ہو اور آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قربانی کی بنا پر اس وقت تک احرام باندھے رکھنے کا حکم دیا ہو یہاں تک کہ وہ حج کا احرام باندھ لیں۔

(18)......بَابُ إِفْرَادِ الْحَجِّ

صرف حج کا احرام باندھنا

(١٨٧٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْرَدَ الْحَجَّ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔

(١٨٧٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ......

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَأَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَحَلَّ، وَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع والے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، ہم میں سے کسی نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا، کسی نے حج اور عمرہ دونوں کا اور کسی نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا۔ جس نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا وہ تو عمرہ کر کے حلال ہو گیا، جس نے اکیلے حج کا یا حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ رکھا تھا وہ یوم نحر کو ہی حلال ہوئے۔

(١٨٧٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ......

عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم

(١٨٧٣) أخرجه البخاري: ٤٤٠٨، ومسلم: ١٢١١

(١٨٧٤) أخرجه البخاري: ١٥٦٢، و مسلم: ١٢١١

(١٨٧٥) أخرجه البخاري: ١٧٠٩، و مسلم: ١٢١١

عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ لَيَالٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَلا نَرَى إِلا أَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ، أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ، وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَحِلَّ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: نَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حج کیلئے نکلے) تو ذوالقعدہ میں سے پانچ راتیں باقی تھیں۔ ہم صرف حج کا ارادہ لے کر نکلے تھے، جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ جب طواف کرلیں اور صفا مروہ کی سعی بھی کرلیں تو حلال ہو جائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: قربانی کے دن ہمارے گھر گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ لانے والوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے یہ قربانی کی ہے۔

شرح یحییٰ نے کہا: میں نے عمرہ بنت عبدالرحمان کی یہ حدیث قاسم سے بیان کی۔ انہوں نے کہا: عمرہ نے یہ حدیث ٹھیک ٹھیک بیان کی ہے۔

(١٨٧٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا الأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا مُسْلِمٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ جَابِرٍ، وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا أَتَى الْبَيْدَاءَ، فَنَظَرْتُ مَدَّ بَصَرِي مِنْ بَيْنِ رَاكِبٍ وَرَاجِلٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، وَمِنْ وَرَائِهِ، كُلُّهُمْ يُرِيدُ أَنْ يَأْتَمَّ بِهِ يَلْتَمِسُ أَنْ يَقُولَ كَمَا يَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا نَنْوِي إِلا الْحَجَّ، وَلا نَعْرِفُ غَيْرَهُ،

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے حج کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے، جب ہم مقام بیداء پر پہنچے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے تاحد نگاہ سوار اور پیدل لوگوں کا جم غفیر دیکھا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ آپ کی اقتداء کرے اور جیسے آپ کہتے ہیں ویسے کہے، ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا اس کے علاوہ کسی اور چیز کا (عمرہ) پروگرام نہ تھا تو جب ہم نے طواف کرلیا

(١٨٧٦) أخرجه مسلم: ١٢١٨

فَلَمَّا طُفْنَا، فَكُنَّا عِنْدَ الْمَرْوَةِ، قَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ، فَلْيَحْلِلْ، وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً، وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ۔))

اور (سعی کرکے) مروہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! جس کے پاس قربانی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے اور اس کو عمرہ بنالے، اگر مجھے اس حکم کا پہلے پتا چل جاتا جس کا بعد میں پتا چلا (یعنی عمرے کے وجوب کا) تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا، چنانچہ جن کے پاس قربانی نہ تھی وہ سب حلال ہو گئے۔

شرح سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔

(شاذ، ترمذی: ۸۲۰)

(19)......بَابُ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ
حج تمتع کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾...... ''تو جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے پس اسے جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالے۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۶)

(۱۸۷۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدَى، فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى، فَسَاقَ الْهَدْيَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ، قَالَ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں حج سے پہلے عمرے کا فائدہ اٹھایا تھا اور قربانی بھی کی تھی، آپ ذوالحلیفہ ہی سے اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے کر چلے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عمرے کا تلبیہ پکارا، پھر حج کا تلبیہ پکارا اور لوگوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج سے پہلے عمرہ کرنے کا فائدہ اٹھالیا، کچھ لوگ قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے، کچھ نہیں لائے تھے، جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے قریب تھے، تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: ''تم میں

(۱۸۷۷) أخرجه البخاری: ۱۶۹۱، و مسلم: ۱۲۲۷

لِلنَّاسِ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى ، فَإِنَّهُ لا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ منْهُ حتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى ، فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ ، وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، وَيُقَصِّرْ ، وَلْيَحْلِلْ ، ثُمَّ يُهِلُّ بِالْحَجِّ ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا ، فَلْيَصُمْ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ ، وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ)) فَطَافَ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ ، وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ، ثُمَّ خَبَّ ثَلاثَةَ أَطْوَافٍ ، وَمَشَى أَرْبَعًا ، فَرَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ سَلَّمَ ، فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا ، فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ، ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ۔ وَعَنْ عُرْوَةَ ، أَنَّ عَائِشَةَ ، أَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمٌ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سے جو شخص قربانی لایا ہے، اس پر کوئی حرام چیز حلال نہیں ہو گی (اس کا احرام ختم نہیں ہوگا) حتی کہ وہ اپنا حج پورا کرے اور جو شخص قربانی کا جانور نہیں لایا، وہ بیت اللہ کا طواف کرے، صفا مروہ کی سعی کرے اور بال کٹوا کر حلال ہوجائے، پھر (حج کے دنوں میں) حج کا احرام باندھے (اور پھر قربانی بھی ذبح کرے) اور اگر وہ قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ دوران حج میں تین روزے رکھے اور جب اپنے گھر واپس جائے تو سات روزے رکھے۔ رسول اللہ ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو آپ نے طواف فرمایا۔ سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکر قدرے دوڑ کر پورے کئے اور باقی چار چکر آرام سے چلے، پھر سلام پھیر کر مڑے اور صفا پر آئے اور صفا مروہ کے بھی سات چکر لگائے، پھر آپ کسی حرام چیز سے حلال نہ ہوئے حتی کہ آپ نے اپنا حج پورا فرمایا اور نحر (دس ذوالحجہ) والے دن اپنے قربانی کے جانور ذبح فرمائے اور واپس آکر بیت اللہ کا طواف فرمایا، پھر آپ پر ہر وہ چیز حلال ہوگئی جو (احرام کی وجہ سے) حرام ہوئی تھی، جو لوگ قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے انہوں نے بھی ایسے ہی کیا جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔

شرح: جناب عروہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں نبی کریم ﷺ کے حج سے پہلے عمرے کا فائدہ اٹھانے کے بارے میں بتایا اور یہ کہ لوگوں نے بھی ایسے ہی کیا جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ویسے ہی تفصیل بتائی جیسے سالم عن ابن عمر عن رسول اللہ ﷺ کی سند سے بیان ہوئی ہے۔

(١٨٧٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حدَّثنا أَبُو نُعَيْمٍ......

أَخْبَرَنَا أَبُو شِهَابٍ، قَالَ: قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ، فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلاثَةِ أَيَّامٍ، فَقَالَ لِي أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ تَصِيرُ الآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً، فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءٍ أَسْتَفْتِيهِ، فَقَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُمْ، وَقَدْ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، فَقَالَ لَهُمْ: ((أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافٍ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَصِّرُوا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَلالا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ، فَأَهِلُّوا بِالْحَجِّ، وَاجْعَلُوا الَّذِي قَدَّمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً)) فَقَالُوا: كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ؟ فَقَالَ: ((افْعَلُوا مَا أَمَرْتُكُمْ فَلَوْلا أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ، لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ، وَلَكِنْ لا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ، فَفَعَلُوا۔))

ابوشہاب نے کہا: میں تمتع کی نیت سے عمرے کا احرام باندھ کے یوم ترویہ (٨ذوالحجہ) سے تین دن پہلے مکہ پہنچا۔ اس پر مکہ کے کچھ لوگوں نے کہا: اب تمہارا حج مکی ہوگا۔ میں مسئلہ پوچھنے کے لیے جناب عطاء بن ابی رباح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ حج کیا تھا جس میں آپ اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لائے تھے (یعنی حجۃ الوداع) صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف مفرد حج کا احرام باندھا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''(کہ عمرہ کا احرام باندھ لو) اور بیت اللہ کے طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد اپنے احرام کھول ڈالو اور بال کٹوالو، یوم ترویہ تک برابر اسی طرح حلال رہو، پھر یوم ترویہ میں مکہ ہی سے حج کا احرام باندھو اور اس طرح اپنے حج مفرد کو جس کی تم نے پہلے نیت کی تھی، اب اسے تمتع بنا ڈالو'' صحابہ نے عرض کیا کہ اسے تمتع کیسے بنا سکتے ہیں؟ ہم تو حج کا احرام باندھ چکے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس طرح میں کہہ رہا ہوں ویسے ہی کرو۔ اگر میرے ساتھ قربانیاں نہ ہوتیں تو خود میں بھی اسی طرح کرتا جس طرح تم سے کہہ رہا ہوں۔ لیکن میں کیا کروں اب میرے لیے کوئی چیز اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک میرے قربانی کے جانوروں کی قربانی نہ ہو جائے۔'' چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

(١٨٧٨) أخرجه البخاري: ١٥٦٨، و مسلم: ١٢١٦

شرح جناب مروان بن حکم نے بیان کیا کہ سیدنا عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو میں نے دیکھا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کرنے سے روکتے تھے، لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا اور کہا: لبیك بعمرة وحجة" انہوں نے کہا: میں کسی کی بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

(صحیح بخاری: ۱۵۶۳، صحیح مسلم: ۱۲۲۳)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم نے حج تمتع کیا، سب سے پہلے اس سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے روکا۔ (ضعیف الاسناد، ترمذی: ۸۲۲)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حج تمتع کی اجازت خاص طور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲٤)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حج تمتع کی نہی منقول ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حج تمتع کے حوالے سے سلف کے مابین مندرجہ صدر اختلاف منقول ہے کہ صحابہ کی اکثریت حج تمتع کے جواز کی قائل ہے اور پوری امت اسلامیہ کا بھی اس بات پر اتفاق ہے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حج تمتع کے جواز والی آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حج تمتع کیا اور قرآن مجید میں اس کی حرمت کی بابت کچھ نازل نہیں ہوا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت ہونے تک اس سے منع فرمایا، اب ایک شخص نے اپنی رائے سے منع کر دیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۵۷۱، صحیح مسلم: ۱۲۲٦)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا اور ہم نے بھی آپ کی معیت میں حج تمتع کیا۔ (ضعیف الاسناد، ترمذی: ۸۲۳، نسائی: ٥/ ۱۲٥)

فائدہ: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا، صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے حج قران کیا تھا اور تمتع، قران کو بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ لغوی طور پر تمتع کے معنی فائدہ اٹھانا ہیں۔ تمتع اور قران دونوں میں حج کے ساتھ عمرے کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، لہٰذا دونوں کو لغوی طور پر تمتع کہا جا سکتا ہے ورنہ اصل تمتع یہی ہے کہ عمرہ کر کے حلال ہو، پھر الگ احرام کے ساتھ حج کرے، اس قول میں بھی تمتع لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اور بعض احادیث میں بھی۔ (ع،س)

(20)......بَابُ الْقِرَانِ

حج قران کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾...... ''حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔''

(سورۂ بقرہ: ۱۹٦)

(١٨٧٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا وُهَيْبٌ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ، حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍ وَعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ، فَحَلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ، أَهَلُّوا بِالْحَجِّ، وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَذَبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی، ہم بھی آپ کے ساتھ تھے اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی۔ آپ رات کو وہیں رہے، صبح ہوئی تو مقام بیداء سے سواری پر بیٹھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کی تسبیح اور تکبیر کہی۔ پھر حج اور عمرہ کے لیے ایک ساتھ احرام باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا (یعنی قران کیا) جب ہم مکہ آئے تو آپ کے حکم سے (جن لوگوں نے حج تمتع کا احرام باندھا تھا ان) سب نے احرام کھول دیا۔ پھر آٹھویں تاریخ میں سب نے حج کا احرام باندھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کھڑے ہو کر بہت سے اونٹ نحر کیے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید الاضحیٰ کے دن) مدینہ میں بھی دو چت کبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے تھے۔

(١٨٨٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، نَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ......

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنَّهُمْ لَيَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی سواری پر ان کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ تمام صحابہ حج اور عمرہ دونوں ہی کے لیے ایک ساتھ لبیک کہہ رہے تھے۔

(١٨٧٩) أخرجه البخاري: ١٥٥١

(١٨٨٠) أخرجه البخاري: ٢٩٨٦

(۱۸۸۱)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى الْمَرْوَزِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْدَاءِ وَإِنَّهُ رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ يُهِلُّ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ مَعًا جَمِيعًا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مقام بیداء میں عمرہ اور حج دونوں کا ایک ساتھ تلبیہ پکارتے ہوئے سنا اور میں سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی سواری پر ان کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

(۱۸۸۲)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامِ بْنِ مَلاسٍ النُّمَيْرِيُّ، أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ:......

قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ)...... ''میں حج اور عمرہ کے لیے حاضر ہوں'' کے الفاظ کے ساتھ تلبیہ پکارا۔

(۱۸۸۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا الْحُمَيْدِيُّ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيسِيُّ، قَالا: أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، ......

حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيقِ، يَقُولُ: ((أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّي، فَقَالَ: صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقُلْ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ۔))

عکرمہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، ان کا بیان تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے وادی عقیق میں سنا آپ ﷺ نے فرمایا: ''رات میرے پاس میرے رب کا ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اس ''مبارک وادی'' میں نماز پڑھ اور اعلان کر: عمرہ حج میں شریک ہو گیا ہے۔''

(۱۸۸۱) أخرجه البخاري: ٤٣٥٣، ومسلم: ١٢٣٢
(۱۸۸۲) أخرجه مسلم: ١٢٥١ (۱۸۸۳) أخرجه البخاري: ١٥٣٤، ٢٣٣٧

شرح (عُـمْـرَةٌ فِـي حَـجَّةٍ)...... ’’عمرہ حج میں شریک ہوگیا ہے‘‘ مراد یہ ہے کہ ایام حج میں عمرہ عہد جاہلیت میں سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اس غلط خیال کی بھی اصلاح کی اور اعلان کرایا کہ اب ایام حج میں عمرہ داخل ہوگیا، یعنی جاہلیت کا خیال باطل ہوا اور اب ایام حج میں عمرہ کیا جاسکتا ہے یا یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ عمرے کے اعمال حج کے اعمال کی طرح ہیں جب دونوں کو ایک ساتھ ادا کیا جائے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اکیلا عمرہ بھی جائز ہے اور حج کی تینوں اقسام، حج افراد، حج قران اور حج تمتع، مشروع اور جائز ہیں۔ ’’حج افراد‘‘ (ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ) یہ ہے کہ انسان احرام باندھتے ہوئے صرف اور صرف حج کی نیت کرے، اس صورت میں انسان اعمال حج مکمل ہونے تک احرام ہی میں رہتا ہے۔ اسے مفرد حج کہتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حاجی پہلے عمرہ کی نیت سے احرام باندھے۔ مکہ پہنچ کر عمرے کے اعمال مکمل کر کے حلال ہو جائے اور پھر مکہ ہی سے ۸ ذوالحجہ کو دوبارہ حج کے لیے احرام باندھے اور حج کے اعمال پورے کرے، اس نوعیت کو ’’حج تمتع‘‘ کہتے ہیں، یعنی ایک ہی سفر میں حج کے ساتھ عمرے کا فائدہ بھی حاصل کرلیا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ حج اور عمرے کی اکٹھی نیت ہو۔ اس صورت میں حاجی پہلے عمرہ کرتا ہے، اس کے بعد احرام کی حالت میں رہتا ہے یہاں تک کہ اعمال پورے کرلے۔ اس کو ’’حج قران‘‘ (قاف کے کسرہ کے ساتھ) کہتے ہیں، یعنی حج اور عمرے کو ملا کر ادا کیا جائے یا کوئی شخص اکیلے عمرے کا احرام باندھے، پھر طواف کعبہ کرنے سے قبل حج کا ارادہ بھی کرلے تو اس طرح وہ قارن ہو جائے گا۔ عمرے کا طواف کرنے کے بعد حج کا ارادہ کرنا جائز نہیں الا یہ کہ عمرے کے تمام افعال سرانجام دے کر حلال ہو جائے اور بعدازاں حج کا نیا احرام باندھے تو اس طرح متمتع ٹھہرے گا۔ صحیح قول کے مطابق حج کے احرام پر عمرہ داخل کرنا درست نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ اہل رائے اس صورت کو جائز سمجھتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو قارن (حج و عمرہ اکٹھا کرنے والا) کہتے ہیں۔

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حج کی مذکورہ تین صورتوں میں افضل صورت کونسی ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ حج مفرد افضل ہے، پھر تمتع کا مرتبہ ہے اور اس کے بعد حج قران ہے۔ یہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قدیم قول ہے کیونکہ حج مفرد والی روایت کے راوی سیدنا جابر، سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان تینوں حضرات کو خاص فضیلت اور مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدیمی صحبت حاصل ہے اور ان کی بیان کردہ حدیث میں حجۃ الوداع کے ابتداء وانتہاء کو کمال خوبی اور حسن ترتیب سے بیان کیا گیا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حفظ وضبط میں اپنا بلند مقام رکھتی ہے اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حددرجہ قرب نصیب رہا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے موقوف اور مبہم احرام باندھا اور حکم ربانی کا انتظار فرماتے ہوئے آپ سفر حج کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ جب آپ مقام صفا پر پہنچے تو وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا

کہ جس کے پاس قربانی کا جانور موجود نہیں وہ اس طواف اور سعی کو عمرہ سمجھ لے (تمتع کرلے) اور جس کے پاس قربانی کا جانور موجود ہے وہ اسی احرام کے ساتھ حج کرے (یعنی اپنے آپ کو قارن سمجھے) امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہوسکتا ہے نبی کریم ﷺ کے انتظار فرمانے والی بات جس راوی حدیث نے کی ہو وہی مسئلہ کو صحیح طور سے یاد رکھنے والا ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ایک ہی سفر میں اور ایام حج میں) حج وعمرہ کی رخصت کے طلبگار ہوں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اکیلا حج کیا۔ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی حج مفرد کیا، ایوب سختیانی کہتے ہیں: میں نے جناب قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حج وعمرہ کو اکٹھا ادا کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: نہ ایسا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا، نہ عمر رضی اللہ عنہ نے اور نہ عثمان رضی اللہ عنہ نے۔

فائدہ: اس بات پر تو اتفاق ہے کہ آپ نے فرضیت حج کے بعد صرف ایک حج کیا تھا، البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ نے صرف حج کیا یا حج اور عمرہ دونوں اکٹھے کیے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے حج اور عمرہ دونوں اکٹھے کیے ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث سے مفہوم اخذ ہوتا ہے، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ نے صرف حج کیا یا صرف حج کا احرام باندھا۔ تطبیق یوں ہے کہ ابتدا میں نبی کریم ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، بعد میں عمرے کا حکم نازل ہوا تھا تو آپ نے حج کے احرام میں عمرے کو بھی داخل فرمالیا لیکن چونکہ آپ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے، لہٰذا آپ عمرے کے بعد حلال نہ ہوئے بلکہ حج کے بعد ہی حلال ہوئے، لہٰذا آپ کے عمرہ کرنے کا پتا نہیں چلا۔ جن لوگوں نے آپ کو آخر وقت میں لبیک پکارتے سنا، انہیں پتہ چل گیا کہ آپ حج کے ساتھ عمرے کا تلبیہ بھی پکار رہے ہیں۔ جنہوں نے صرف اول وقت میں لبیک پکارتے سنا، انہوں نے کہا کہ آپ نے صرف حج کیا۔ (ع،س)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حج قران افضل ہے، سفیان ثوری اور اہل رائے اسی کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل سیدنا انس رضی اللہ عنہ والی روایت ہے۔

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ابتدائی حالت بیان کرتے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ آخری۔ ظاہر ہے آخری بات ہی معتبر ہوتی ہے۔ (ع،س)

ایک جماعت کا خیال ہے کہ حج تمتع افضل ہے، امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ اس کے قائل ہیں۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کیا اور ہم نے بھی آپ کے ہمراہ کیا۔

فائدہ: اکثر صحابہ نے واقعی حج تمتع کیا تھا، خود آپ نے قران فرمایا تھا، چونکہ صحابہ نے آپ کے حکم ہی سے حج تمتع کیا تھا اور "الآمر کالفاعل "حکم دینے والا کام کرنے والے کی طرح ہوتا" اس لیے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کیا۔ (ع،س)

حج تمتع کو افضل کہنے والوں کی دلیل سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:...... "اپنے

احرام سے حلال ہو جاؤ اور جو کچھ کر چکے ہو (عمرہ) اسے متمتع بنالو، اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔''

اگر حج کی تینوں صورتوں میں سے حج تمتع افضل نہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کو اس کا حکم نہ دیتے اور نہ اس کے کرنے کے خواہش مند ہی ہوتے، خواہش وحسرت سے معمور آپ کے الفاظ مبارک یہ ہیں ''اگر میں قربانی ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں ایسے ہی کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔'' ان الفاظ سے آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے دلوں کو مطمئن کرنا چاہا، صحابہ کرام ہر حال میں آپ کی اقتداء واتباع کرتے۔ یہ چیز حضرات صحابہ کیلئے حد درجہ اذیت ناک اور نا قابل تسلیم تھی کہ وہ تو عمرہ کر کے حلال ہو جائیں اور اللہ کے نبی ﷺ حالت احرام میں ہوں، لہٰذا آپ نے ان کی تسلی، تشفی، طیب نفس اور اطمینان خاطر کے لیے یہ ارشاد فرمایا تا کہ ان کے دلوں سے یہ وہم نکل جائے کہ آپ ہمیں کسی اور بات کا حکم دیتے ہیں اور خود اور کرتے ہیں، نیز انہیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ جس کام کا انہیں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے وہی افضل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم مانع نہ ہوتا کہ قربانی ساتھ لانے والا اس کے ذبح ہونے سے پہلے (حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ) حلال نہیں ہوسکتا۔ تو میں بھی حلال ہو کر ان کی موافقت اختیار کرتا آپ کا ارشاد (لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِـنْ أَمْرِيْ مَااسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ) ''اگر مجھے اس حکم کا پہلے پتا چل جاتا جس کا بعد میں پتا چلا (یعنی عمرے کے وجوب کا) تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا'' کا بھی یہی مطلب ہے۔

اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حلال ہونے کا جو حکم دیا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ بعض کا کہنا ہے: صحابہ کرام کا احرام مبہم اور معلق تھا اور انہیں آپ کے حکم کا انتظار تھا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ عمرے کا تلبیہ پکارو اور عمرہ کرنے کے بعد حلال ہو جاؤ اور پھر حج کے لیے از سر نو احرام باندھو۔ بعض نے کہا: صحابہ کرام کا احرام حج کا تھا، آپ نے اسے توڑ کر عمرے کا احرام بنانے کا حکم صادر فرمایا اور یہ حکم حضرات صحابہ کیلئے خاص تھا۔ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرے کا احرام بنالینا ہمارے لیے خاص ہے یا بعد والے لوگوں کے لیے بھی یہ حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ حکم صرف تمہارے لیے ہے۔''

(ضعیف، ابوداود: ۱۸۰۸، ابن ماجہ: ۲۹۸٤)

امام احمد رحمہ اللہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صحابہ کے علاوہ باقی امت کے افراد کے لیے بھی حج کے احرام کو فسخ کرنا جائز سمجھتے تھے اور وہ بلال بن حارث کے غیر معروف ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف جانتے تھے، ویسے حج کو فسخ کرنے کے جواز کی ایک جماعت قائل ہے، مثلاً سیدنا ابن عباس، سیدنا جابر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ بعض اس بات کے قائل ہیں کہ فسخ کے معاملے کا تعلق عمرے کے ساتھ ہے۔ دور جاہلیت میں لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو افجر الفجور (بڑا گناہ) تصور کرتے تھے اور کسی طور پر جائز نہ سمجھتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے حج کا احرام فسخ کر کے پہلے عمرہ

کرنے کا حکم فرمایا تاکہ زمانہ جاہلیت کی رسم کا قلع قمع ہو۔

(١٨٨٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا وُهَيْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ، وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا، وَيَقُولُونَ: إِذَا بَرَأَ الدَّبَرُ، وَعَفَا الْأَثَرُ، وَانْسَلَخَ صَفَرٌ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذٰلِكَ عِنْدَهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ: ((حِلٌّ كُلُّهُ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرب حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کو روئے زمین پر سب سے بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ یہ لوگ محرم کو صفر بنالیتے اور کہتے کہ جب اونٹ کی پیٹھ درست ہو جائے اور اس پر بال اُگ آئیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے (یعنی حج کے ایام گزر جائیں) تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ چار ذی الحج کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے حج کو عمرہ بنالیں، یہ حکم (عرب کے پرانے رواج کی بنا پر) عام صحابہ پر بڑا بھاری گزرا، انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! عمرہ کر کے ہمارے لیے کیا چیز حلال ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمام چیزیں حلال ہو گئیں۔''

شرح: (بَـرَأَالدَّبَـرُ) حج کے سفر سے آتے جاتے ہوئے طویل سفر کی بنا پر جانور کی پیٹھ چھیلی جاتی ہے۔ جب وہ زخم مندمل ہو جائیں اور اونٹ کی پیٹھ ستالے (وَعَفَا الاثَرُ) زخموں کے نشانات ختم ہونے کے بعد جانور کی پیٹھ پر بال اُگ آئیں تو پھر عمرے کا سفر کرنا چاہیے۔ یہ اہل جاہلیت کے ہاں مشہور تھا۔ نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ بعد والے لوگوں کے لیے فسخ حج جائز نہیں ہے۔

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ جس شخص کا حج جماع کرنے سے فاسد ہو گیا ہو اسے بہرحال فساد حج کے باوجود مناسک کی ادائیگی میں لگے رہنا چاہیے البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ساتھ دو حجوں کا احرام باندھ لے تو یہ کیسا ہے؟ ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس طرح احرام باندھنے سے ایک حج ہی لازم آتا ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں اور اس پر قضا اور قربانی میں سے کچھ بھی نہیں پڑتا۔ اہل رائے کا کہنا

(١٨٨٤) أخرجه البخاري: ١٥٦٤، و مسلم: ١٢٤٠

ہے: اس صورت میں دو حج کرنا ہی ضروری ہو جاتا ہے، موجودہ حج مکمل کرنے کے علاوہ آئندہ سال دوسرا حج ادا کرے گا اور اس کے ذمے قربانی کرنا بھی ہے، ہم کہتے ہیں اگر اس طرح دو حج کرنا لازم ہو جاتے ہیں تو پھر ایک حج کا آئندہ سال کے لیے اٹھ جانا چہ معنی دارد؟ کیونکہ احرام فسخ کرنے کا معاملہ تو صحابہ کرام کے لیے خاص تھا۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا: وہ اسی سال حج وعمرہ کی ادائیگی کرے، ایک دم دے اور اگلے سال بھی حج کرے، امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ اس طرح کے احرام سے قارن ٹھہرے گا اور اس پر قربانی کرنا لازم ہے۔

(١٨٨٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَلِيٍّ زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ فَقَالَ: ((إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، وَلا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ۔))

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ لوگ احرام سے حلال ہو گئے ہیں مگر آپ عمرہ کر کے حلال نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا: ''میں نے اپنے سر کے بالوں کو گوند سے چپکایا ہے اور قربانی کے جانور کو قلادہ (ہار) پہنا دیا ہے، اس لیے میں حلال نہیں ہو سکتا حتی کہ قربانی ذبح کر لوں۔''

شرح: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے حج قران کیا ہے، یعنی پہلے آپ کا احرام عمرے کا تھا پھر آپ نے اس میں حج داخل کیا اور قارن ہو گئے۔

(لَبَّدْتُ رَأْسِي)...... ''میں نے اپنے سر کے بالوں کو گوند سے چپکایا ہے'' بال بڑے ہوں اور احرام لمبے عرصے کے لیے ہو تو بالوں کو مٹی اور جوؤں سے نیز پراگندگی سے بچانے کے لیے کچھ گوند وغیرہ لگا لینا جس سے بالوں کی تہہ جم جائے تلبید کہلاتا ہے۔

(١٨٨٦)۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، أَخْبَرَنَا أَبِي، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ......

(١٨٨٥) أخرجه البخاري: ١٥٦٦، و مسلم: ١٢٤١

(١٨٨٦) أخرجه مسلم: ١٢٤١

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هٰذِهِ عُمْرَةٌ اسْتَمْتَعْنَا بِهَا ، فَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ الْهَدْيُ ، فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهُ ، فَإِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس عمرے کے ساتھ ہم نے فائدہ حاصل کرلیا ہے(یعنی حج تمتع یا قران کیا ہے) جس کے پاس قربانی نہ ہو وہ مکمل طور پر حلال ہو جائے، بلاشبہ عمرہ قیامت تک کے لیے حج میں داخل ہو گیا ہے۔''

شرح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے حج تمتع کیا ہے، اور جو لوگ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ آپ نے حج تمتع کیا ہے وہ اس حدیث میں وارد الفاظ کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد آپ کے بعض صحابہ کا حج تمتع کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے حج تمتع کا، بعض نے حج قران کا اور بعض نے حج افراد کا احرام باندھ رکھا تھا اور یہاں آپ کا (اِسْتَمْتَعْنَابِهَا) کے الفاظ کے ساتھ حج تمتع کی نسبت کو اپنی جانب کرنا ویسا ہی ہے جیسے کوئی قوم کا سردار کہے کہ ہم نے یہ کیا، ہم نے یہ کیا، حالانکہ اس نے بذات خود کچھ بھی نہیں کیا ہوتا۔ جو کچھ کیا ہوتا ہے وہ قبیلے کے افراد نے کیا ہوتا ہے لیکن قبیلے کا سردار ان کی کارکردگی کو اپنی جانب منسوب کر دیتا ہے کیونکہ انہوں نے جو کچھ کیا ہوتا ہے اس کے مشورے اور حکم ہی سے کیا ہوتا ہے اور اصول ہے کہ الآمر کالفاعل۔ حکم دینے والا کام کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔

(دَخَلَتِ الْعُمْرَةُفِي الْحَجِّ)...... ''عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے'' اس کے کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ عمرے کا وجوب حج کی وجوبیت کے بعد ساقط ہو چکا ہے۔ یہ ان لوگوں کا خیال ہے جو عمرے کو واجب نہیں جانتے اور جو لوگ الگ طور پر عمرے کی وجوبیت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب ہے کہ حج قران کرنے والے کے لیے عمرے کے اعمال حج کے اعمال میں داخل اور شریک ہو گئے ہیں، ایک تیسرا مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہو گیا ہے گزشتہ سطور میں ذکر ہو چکا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے، نبی کریم ﷺ نے اس نظریے کو باطل قرار دیا۔

(۱۸۸۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فَأَهْلَلْنَا

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ پہلے ہم نے عمرے کا احرام باندھا لیکن

(۱۸۸۷) أخرجه البخاري: ۱۵۵٦، و مسلم: ۱۲۱۱

بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ، فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا)) قَالَتْ: فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَلا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِحَجٍّ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ)) قَالَتْ: فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: ((هَذَا مَكَانُ عُمْرَتِكِ)) قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلُّوا مِنْهَا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ، أَوْ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جس کے ساتھ قربانی ہو تو اسے عمرے کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھ لینا چاہیے۔ ایسا شخص درمیان میں حلال نہیں ہوسکتا بلکہ حج اور عمرہ دونوں سے ایک ساتھ حلال ہوگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں مکہ آئی تو میں حائضہ ہوگئی، اس لیے نہ بیت اللہ کا طواف کر سکی اور نہ صفا مروہ کی سعی۔ میں نے اس کے متعلق نبیٔ کریم ﷺ سے شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا: ’’اپنا سر کھول ڈال، کنگھی کر اور عمرہ چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لے‘‘ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمان بن ابوبکر کے ساتھ تنعیم بھیجا، میں نے وہاں سے عمرے کا احرام باندھا (اور عمرہ ادا کیا) آپ ﷺ نے فرمایا: ’’یہ تمہارے اس عمرے کے بدلے میں ہے‘‘ (جسے تم نے چھوڑ دیا تھا) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جن لوگوں نے (حجۃ الوداع میں) صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہو گئے، پھر منیٰ سے واپس ہونے پر دوسرا طواف (طواف الزیارہ) کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا، انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا (یعنی طواف الزیارہ کیا)۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث میں دلیل ہے کہ حیض والی عورت کے لیے بیت اللہ کا طواف کرنا جائز نہیں ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی قول ہے۔ البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو (دَعِي الْعُمْرَةَ)...... ’’عمرہ چھوڑ دے‘‘ فرمایا تو اس کا کیا مطلب ہے؟ بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد عمرے کو فسخ کر کے اس کی قضا دینا ہے۔ اس موقف کی رو سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تنعیم سے کیا ہوا عمرہ بطور قضا ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ آپ نے انہیں بالکل عمرہ ترک کر دینے کا حکم نہیں دیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس موقف کے قائل ہیں۔ آپ ﷺ نے تو انہیں

عمرے کے بعض افعال مثلاً طواف اور سعی کو بوجہ حیض چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ عمرے کو بالفعل رہنے دے اور حج کے ارکان ادا کرنا شروع کردے اور حج قران کرنے والی ہو جا۔ اس موقف کی رو سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تنعیم سے کیا ہوا عمرہ نفلی ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اطمینان قلب کے لیے انہیں عمرہ کروایا۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

(١٨٨٨)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا لَيْثٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مُهِلِّينَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجٍّ مُفْرَدٍ، وَأَقْبَلَتْ عَائِشَةُ بِعُمْرَةٍ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ، عَرَكَتْ حَتَّى إِذَا قَدِمْنَا، طُفْنَا بِالْكَعْبَةِ، وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحِلَّ مِنَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ، قَالَ فَقُلْنَا: حِلُّ مَاذَا؟ قَالَ: ((الْحِلُّ كُلُّهُ)) فَوَاقَعْنَا النِّسَاءَ، وَتَطَيَّبْنَا بِالطِّيبِ، وَلَبِسْنَا ثِيَابَنَا، وَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلا أَرْبَعُ لَيَالٍ، ثُمَّ أَهْلَلْنَا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ، فَوَجَدَهَا تَبْكِي، فَقَالَ: ((مَا شَأْنُكِ؟)) قَالَتْ: شَأْنِي أَنِّي قَدْ حِضْتُ، وَقَدْ حَلَّ النَّاسُ وَلَمْ أَحْلِلْ وَلَمْ أَطُفْ بِالبَيْتِ، وَالنَّاسُ يَذْهَبُونَ إِلَى الْحَجِّ الْآنَ، فَقَالَ: ((إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَاغْتَسِلِي، ثُمَّ أَهِلِّي بِالْحَجِّ)) فَفَعَلَتْ، وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ، حَتَّى إِذَا طَهُرَتْ،

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حج کا احرام باندھے (یا حج کی لبیک کہتے ہوئے) جارہے تھے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا۔ جب ہم سرف مقام پر پہنچے تو انہیں حیض شروع ہوگیا حتی کہ جب ہم (مکہ مکرمہ میں) آئے تو ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جو شخص اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لایا، وہ حلال ہو جائے۔ ہم نے کہا: کس قسم کے حلال ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مکمل حلال ہو جائیں۔'' چنانچہ ہم نے اپنی بیویوں سے جماع کیا، خوشبوئیں لگائیں اور عام کپڑے پہنے، حالانکہ ہمارے اور یوم عرفہ کے درمیان صرف چار راتیں باقی تھیں، پھر ہم نے ترویے (٨ ذوالحجہ) کے دن دوبارہ احرام باندھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انہیں روتے ہوئے پایا، آپ نے فرمایا: ''تجھے کیا ہوا؟'' انہوں نے کہا: ہوا یہ ہے کہ مجھے حیض آرہا ہے، لوگ (عمرہ کرکے) حلال ہوگئے ہیں اور میں حلال نہیں ہوسکی (یعنی عمرہ ہی نہیں کرسکی) اب لوگ حج کو جارہے ہیں۔

(١٨٨٨) أخرجه البخاري: ٧٣٦٧، ومسلم: ١٢١٣

طَافَتْ بِالْكَعْبَةِ ، وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، ثُمَّ قَالَ: ((قَدْ حَلَلْتُ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ جَمِيعًا)) فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي أَنِّي لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَجَجْتُ ، قَالَ: ((فَاذْهَبْ بِهَا يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ ، فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ)) وَذٰلِكَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ۔

آپ نے فرمایا: ''یہ چیز تو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے لہٰذا تو غسل کر، پھر حج کا احرام باندھ لے۔'' چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اور تمام ٹھہرنے کی جگہوں (منیٰ، عرفات اور مزدلفہ) میں ٹھہریں حتی کہ جب وہ حیض سے پاک ہوگئیں تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی کی، پھر آپ نے فرمایا: ''تو اپنے حج اور عمرے دونوں سے حلال (فارغ) ہوگئی ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! میں اپنے دل میں کچھ محسوس کررہی ہوں کیونکہ میں نے حج سے قبل بیت اللہ کا طواف وغیرہ نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن! انہیں لے جاؤ اور انہیں تنعیم سے عمرہ کراؤ۔'' یہ اس رات کی بات ہے جو آپ نے محصب میں گزاری تھی۔

شرح: اس حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ وقوف عرفات کے بعد حج قران کرنے والے کے لیے ایک ہی طواف (افاضہ) کافی ہے۔ مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سال حج کرنے کا ارادہ کیا جس سال حجاج بن یوسف نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کی، ان سے کہا گیا: ہمیں خطرہ ہے کہ وہ آپ کو بیت اللہ سے روک دیں گے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تب میں بھی وہ کام کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، پھر انہوں نے کہا: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کرلیا ہے، پھر حج کے لیے نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ جب مقام بیداء پر پہنچے تو کہا: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرے کے ساتھ حج (اپنے اوپر) واجب کرلیا ہے، پھر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عمرہ اور حج دونوں کے لیے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کی اور دونوں سے حلال ہو گئے۔

(صحيح بخاری: ١٦٣٩، صحيح مسلم: ١٢٣٠)

جناب عطاء، مجاہد، حسن بصری اور طاؤس رحمہم اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔ حج قران کرنے والے کے لیے ایک ہی طواف کافی ہے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: ''تیرا بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی، تیرے حج اور عمرے (دونوں) کو کافی ہے۔'' (صحیح، ابوداود: ١٨٩٧)

علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قارن دو طواف کرے گا۔ ایک وقوف عرفات سے قبل عمرے کی طرف سے اور

دوسرا وقوف عرفات کے بعد دسویں ذوالحجہ کو طواف افاضہ (زیارہ) حج کے طواف سے شعبی۔ سفیان ثوری اور اہل رائے اس کے قائل ہیں۔ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے: ''طواف اور سعی طاق ہے۔ جب کوئی استنجا کرے تو اسے چاہیے کہ طاق ڈھیلوں سے کرے۔'' (صحیح مسلم: ۱۳۰۰)

کہا گیا ہے کہ ''طواف اور سعی طاق ہے'' کا مطلب ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ سات چکر ہیں۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فرض طواف اور فرض سعی صرف ایک ہی بار ہے خواہ محرم نے حج مفرد کا احرام باندھا ہو یا حج قران کا۔

امام صاحب نے کہا: حج تمتع اور قران کرنے والے پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔ اسے یوم النحر کو ذبح کیا جائے گا۔ اگر حج کا احرام باندھ لینے کے فوراً بعد بھی ذبح کر دیا جائے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ اگر بکری کی جگہ گائے یا اونٹ کو ذبح کر دیا جائے تو یہ بالاولیٰ جائز ہے۔ اگر کسی کو قربانی میسر نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ دس روزے رکھے۔ تین روزے ایام حج میں۔ وہ اس طرح کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد یوم النحر سے پہلے پہلے رکھ لے اور مستحب ہے کہ یوم عرفہ سے پہلے پہلے تین روزے رکھ لے تاکہ یوم عرفہ کو بغیر روزے کے ہو اور سات روزے گھر واپس جا کر رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ﴾...... ''جسے قربانی کی طاقت نہ ہو وہ تین روزے تو حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۶) یعنی اپنے علاقے میں واپس جا کر، امام شعبی نے کہا: حج قران کرنے والے پر بھی قربانی ہے۔ داؤد ظاہری کا خیال ہے کہ قارن پر کچھ لازم نہیں کیونکہ اس بارے میں نص وارد نہیں ہوئی۔ عام اہل علم قارن کو متمتع پر قیاس کرتے ہیں اور متمتع پر قربانی کرنا لازم نہیں الا یہ کہ وہ حج کے مہینوں میں عمرے کا احرام باندھے، عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور اسی سال پھر مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھے تو اس صورت میں اس پر قربانی کرنا لازم ہے اور اگر وہ حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ ادا کر لے پھر اسی سال حج کرے تو اس پر کوئی قربانی نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی حج کے مہینوں میں عمرہ کرے پھر حج کا احرام باندھنے کے لیے میقات پر پلٹ آئے یا اپنے گھر واپس آ جائے اور اسی سال حج کیلئے روانہ ہو تو اس پر قربانی نہیں، حج تمتع اور حج قران کرنے والوں پر قربانی کرنا اس وقت لازم آتا ہے جب ان کی رہائش مسجد حرام کے قریب نہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾...... ''یہ حکم (ہدی یا روزے رکھنے کا) ان کے لیے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۶)

فائدہ: یعنی حج تمتع اور اس کی وجہ سے ہدی یا روزے صرف ان لوگوں کے لیے ہیں جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔ مراد اس سے حدود حرم یا اتنی مسافت پر رہنے والے ہیں کہ ان کے سفر پر قصر کا اطلاق نہ ہوسکتا ہو۔ (ع،س)

رہے مسجد حرام کے رہنے والے تو وہ حج تمتع کریں یا قران، ان پر دم (قربانی) لازم نہیں ہے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ مسجد حرام کے رہنے والوں سے کیا مراد ہے، ایک قوم کا خیال ہے کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد حدود حرم میں بسنے والے ہیں۔ جناب طاؤس بھی اسی کے قائل ہیں۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدود حرم سے اتنی مسافت پر رہنے والے ہیں کہ ان کے سفر پر قصر کا اطلاق نہ ہوسکتا ہو، امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو میقات پر یا میقات کے اندر رہائش پذیر ہوں۔ یہ موقف اہل رائے کا ہے۔

یاد رہے کہ اس مسئلہ میں اعتبار رہائش اور اقامت گزینی کا ہے نہ کہ جائے پیدائش اور مقام ولادت کا، یعنی ایک مکی شخص اگر سرزمین عراق میں سکونت پذیر ہے وہ حج تمتع کی نیت سے نکلے گا تو اس پر قربانی کرنا واجب ہوگی اور اگر کوئی عراقی مکہ میں بستا ہو تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی مکی شخص طویل سفر پر ہو۔ واپس آتے ہوئے وہ میقات سے گزرتے وقت عمرے کا احرام، حج کے مہینوں میں باندھ لے اور پھر اسی سال حج بھی کرے تو اس پر دم نہیں کیونکہ وہ ساکنان حرم میں سے ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے متعلق روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔ ارباب جہل وضلالت اور اصحاب زندقہ والحاد کی ایک جماعت نے ان احادیث میں زبان طعن دراز کی ہے اور حضرات صحابہ کرام کے بارے میں خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ ان کا اعتراض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں ایک ہی حج کیا ہے اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ہمراہ تھے، پھر آپ کے احرام کے متعلق اس قدر شدید اختلاف آخر کیوں پایا جاتا ہے۔ بعض راویان حدیث کہتے ہیں آپ نے حج مفرد کا احرام باندھا ہوا تھا، بعض کا کہنا ہے آپ متمتع تھے جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ آپ قارن تھے۔ تمام روایات کی سندیں صحیح ہیں اور ان کو بیان کرنے والے راوی ناقابل جرح وقدح ہیں، پھر اس قدر تناقض اور اختلاف کی آخر کیا وجہ ہے؟ اس قسم کے اعتراضات سے ان کا مقصد احادیث کے معاملے کو بے حیثیت اور بے وقار کرنا ہے اور احادیث کی اہمیت وجلالت کو کم کرنا ہے۔

امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ نے کہا: امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (اختلاف الاحادیث) میں اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے اور معترضین کے بہت عمدہ جوابات دیے ہیں اور احادیث کی وکالت اور ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے، ان کی بیش قیمت اور وقیع گفتگو کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔ عربی لغت وزبان سے ادنی تعلق رکھنے والا شخص یہ جانتا ہے کہ جس طرح ایک کام کی اضافت اور نسبت فاعل اور کام کرنے والے کی طرف کی جاتی ہے اسی طرح اس کام کا حکم دینے والے کی طرف بھی کی جاتی ہے مثلاً اگر کسی شخص نے گھر بنانے کا حکم دیا ہو تو کہہ دیا جاتا ہے "بنی فلان دارا" فلاں نے گھر تعمیر کیا، حالانکہ اس نے مزدوری نہیں کی ہوتی بلکہ صرف بنانے کا حکم دیا ہوتا ہے۔ جس طرح "ضَــرْبُ الامِیْـرِ

فُـلانًا‘‘ امیر نے فلاں کو مارا یعنی مارنے کا حکم دیا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کیا اور سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کی چادر اٹھانے والے کا ہاتھ کاٹا، حالانکہ نہ آپ نے ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا نہ اس وقت وہاں موجود تھے، آپ نے تو اس بات کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح آپ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ زبان وبیان میں اس قسم کی مثالیں بے شمار پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کے مختلف احرام تھے کوئی حج مفرد کا احرام باندھے ہوئے تھا تو کوئی حج قران کا تلبیہ پکار رہا تھا اور کوئی حج تمتع کی لبیک کہہ رہا تھا۔ اور ہر کوئی آپ ﷺ سے مناسک حج کی تعلیم اخذ کر رہا تھا۔ ان تمام کا مرکز وعظ وارشاد آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی تھی، اسی لیے ہر ایک کا آپ کی طرف نسبت کرنا درست ٹھہرا، گویا آپ ہی کی ہدایات کی روشنی میں ہر ایک نے اپنا حج مکمل کیا اور ہر ایک کے حج کو آپ کی طرف سے سند جواز حاصل ہے اور ہر کوئی اپنے اپنے مقام پر سچا ہے اور اس نے جو روایت کیا صحیح روایت کیا، اس حقیقت کا انکار سوائے جاہل اور ہٹ دھرم کے کوئی نہیں کرتا۔ واللہ الموفق وھو الھادی الی سواء السبیل۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے تھے، یہ چیز حج تمتع کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ واقعی ان کا نکلنا حج کے قصد اور ارادے ہی سے تھا، پھر کچھ نے عمرہ پہلے کرلیا اور بعض نے حج کا احرام باندھا یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں تمتع کا حکم فرمایا اور آپ کا فرمان: اگر مجھے اس حکم کا پہلے پتا چل جاتا جس کا بعد میں پتا چلا (یعنی عمرے کے وجوب کا) تو میں قربانی ساتھ لے کر نہ چلتا‘‘ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا بلکہ ممکن ہے کہ آپ نے عمرے کا احرام باندھ رکھا ہو اور اسی احرام کو برقرار رکھنا پسند کیا ہو کیونکہ آپ قربانی ساتھ لے کر آئے تھے یہاں تک کہ حج کے معاملات شروع ہو گئے اور آپ ادائیگی حج سے فارغ ہوئے۔

متمتع کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر وہ قربانی ساتھ لے کر آیا ہو تو کیا عمرہ کرنے کے بعد اس کے لیے محظورات احرام (احرام کی بنا پر جو امور ناجائز ٹھہرے ہیں) حلال ہوجاتے ہیں یا نہیں۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ حج کے اعمال سے فارغ ہونے تک اس کے لیے محظورات حج میں سے کچھ بھی حلال اور جائز نہیں ہوتا۔ وہ قربانی ساتھ لانے کی صورت میں حج قران کرنے والے کے حکم میں ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ’’اگر میں قربانی ساتھ لے کر نہ آتا تو میں اسی طرح کرتا جیسے میں نے تمہیں کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب میرے لیے حرام ہونے والے امور میں سے کچھ حلال نہیں حتی کہ قربانی ذبح ہو جائے۔‘‘

ایک قوم کا خیال ہے کہ عمرے کے افعال سرانجام دے چکنے کے بعد اس کے لیے سب کچھ حلال ہو جاتا ہے اور اس کا معاملہ قربانی ساتھ نہ لانے والے شخص کی طرح ہی ہے۔ رہا نبی کریم ﷺ کا حلال نہ ہونا تو یہ استحباباً تھا نہ کہ بطور فرض کے۔ واللہ اعلم۔ امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔

(١٨٨٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ......

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمِي بِالْيَمَنِ، فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ، فَقَالَ: ((بِمَ أَهْلَلْتَ؟)) قُلْتُ: أَهْلَلْتُ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ)) قُلْتُ: لَا، فَأَمَرَنِي، فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ، وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي، فَمَشَّطَتْنِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قوم کے پاس یمن بھیجا تھا۔ جب (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں آیا تو آپ سے بطحاء (مکہ) میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا: ''کیا احرام باندھا ہے۔'' میں نے عرض کی: اس احرام کے ساتھ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام ہے، آپ نے دریافت کیا: ''کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟'' میں نے عرض کی کہ نہیں، آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کروں۔ اس کے بعد آپ نے احرام کھول دینے کیلئے فرمایا، چنانچہ میں اپنی قوم کی ایک خاتون کے پاس آیا، انہوں میرے سر کا کنگھا کیا یا میرا سر دھویا۔

شرح شعبہ عن قیس کی سند سے یہ الفاظ زائد ہیں: ''پھر میں نے حج کا (دوبارہ) احرام باندھا۔''

(صحيح مسلم: ١٢٢١)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ متمتع کے پاس اگر قربانی نہ ہو تو وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال ہو سکتا ہے اور اس کے حق میں احرام کی وجہ سے منع ہونے والے سارے امور جائز قرار پائیں گے یہاں تک کہ دوبارہ حج کا احرام باندھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جو احرام کی حالت ہی میں رہنے کا حکم فرمایا تھا اس کی وجہ ان کا قربانی ساتھ لانا تھا۔

(21)......بَابُ لَا يَصِيرُ مُحْرِمًا بِتَقْلِيدِ الْهَدْيِ

کوئی شخص قربانی کے جانور کو قلادہ ڈالنے سے محرم نہیں بن جاتا

(١٨٩٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، أَخْبَرَنَا أَفْلَحُ، عَنِ الْقَاسِمِ......

(١٨٨٩) أخرجه البخاري: ١٥٥٩، و مسلم: ١٢٢١

(١٨٩٠) أخرجه البخاري: ١٦٩٦، و مسلم: ١٣٢١

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا ، وَأَهْدَاهَا ، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أُحِلَّ لَهُ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے ہار میں نے اپنے ہاتھ سے خود بٹے تھے، پھر آپ نے انہیں ہار پہنایا، اشعار کیا اور ان کو مکہ کی طرف روانہ کیا۔ پھر بھی آپ کے لیے جو چیزیں حلال تھیں وہ حرام نہیں ہوئیں۔

شرح ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (حرم جانے والے) جانوروں کے قلادے روئی سے بٹے تھے جو میرے پاس موجود تھی۔

(۱۸۹۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ......

عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ ، يَقُولُ: مَنْ أَهْدَى هَدْيًا ، حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يَنْحَرَ الْهَدْيَ ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي ، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ۔

عمرہ بنت عبدالرحمان بیان کرتی ہیں کہ زیاد بن ابوسفیان نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تحریر کیا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جو شخص قربانی کے جانور حرم کو بھیجے تو اس پر ہر وہ چیز حرام ٹھہرتی ہے جو حج کرنے والے پر حرام ہوتی ہے حتی کہ قربانی کا جانور ذبح ہو جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے ہار بٹے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے قلادے ڈال کر جانوروں کو میرے والد محترم کے ہمراہ حرم کی طرف روانہ کیا، پھر آپ پر کوئی چیز حرام نہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کی تھی، یہاں تک کہ قربانیاں ذبح ہو گئیں۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے بہت سی علم وفقہ کی باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ مکہ کی طرف قربانیاں بھیجنا مستحب عمل ہے۔ دوسرے حرم کو جانے والے قربانی کے جانوروں کو قلادے ڈالنے کا استحباب معلوم ہوا۔ اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ بکریوں کو بھی اونٹوں اور گایوں کی طرح قلادہ ڈالا جائے (کیونکہ جو علت اونٹوں

(۱۸۹۱) أخرجه البخاري: ۱۷۰۰ ، و مسلم: ۱۳۲۱

اور گائیوں کو قلادہ ڈالنے کی ہے، وہ بکریوں میں بھی موجود ہے) اس کے قائل جناب عطاء، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ ہیں۔ امام مالک اور اہل رائے نے کہا: بکریوں کو قلادہ نہ ڈالا جائے، لیکن پہلا موقف اولیٰ ہے اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(١٨٩٢)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَهْدَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَرَّةً إِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا، فَقَلَّدَهَا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بکریاں حرم کو بھیجیں اور انہیں قلادے ڈالے۔

شرح: امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر حرم کو جانے والے جانور اونٹ اور گائیں ہوں تو انہیں دو جوتیوں کا قلادہ پہنایا جائے نیز انہیں اشعار کیا جائے اور اگر وہ جانور بکرے بکریاں ہوں تو انہیں پرانی مشک کے چمڑے کا ٹکڑا ڈال کر قلادہ پہنایا جائے اور اشعار نہ کیا جائے۔

تیسرے نمبر پر یہ بات معلوم ہوئی کہ حرم جانے والے بڑے جانوروں کو اشعار کرنا سنت ہے۔ اگر حرم میں ذبح ہونے کے لیے بھیجے جانے والے جانور اونٹ ہوں تو پہلے ان کو قلادہ پہنایا جائے، پھر اشعار کیا جائے۔ اشعار یہ ہے کہ اونٹ کی کوہان کی دائیں جانب نیزے یا برچھے کے ساتھ ہلکا سا زخم کیا جائے اور نکلنے والے خون کو وہیں مل دیا جائے۔ اشعار اس بات کی علامت ہے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے گائے کو بھی اونٹ پر قیاس کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ گائے کو بھی اشعار کیا جائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اگر گائے، بیل کی کوہان ہو تو اشعار کیا جائے وگرنہ نہیں۔ رہیں بکریاں تو انہیں اشعار نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کا تذکرہ سنت میں موجود نہیں اور اس لیے بھی کہ بکری کمزور اور چھوٹا جانور ہے وہ اس قسم کے زخم کا متحمل نہیں ہوسکتا نہ بالوں کی کثرت کی وجہ سے اشعار کا خون ہی نمایاں ہو سکے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اشعار کرنا بدعت ہے ان کے بقول یہ مثلہ ہے اور جانور کو بلاوجہ تکلیف دینا ہے۔ ابراہیم نخعی بھی اس کے قائل ہیں، امام صاحب کے شاگرد (ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ) اس مسئلہ میں ان کے مخالف ہیں۔ ان کا موقف اشعار کے بارے میں وہی ہے جو جمہور اہل علم کا ہے کہ اشعار سنت ہے اور مثلہ جس سے شرع محمدی میں روکا گیا ہے وہ ہے کسی زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ دینا یا فوت شدہ کا ناک، کان، ہونٹ وغیرہ کاٹنا مگر اشعار کا معاملہ تو ایسے ہے جیسے جانور کو خصی کرنا اور داغ لگانا وغیرہ یا کسی انسان کو پچھنے اور سینگی لگانا یا مذکر کا ختنہ کرنا جسے ہماری شریعت نے جائز رکھا ہے، اشعار چونکہ کوہان پر کیا جاتا ہے اور یہ چربی والی جگہ ہے، لہٰذا یہ زخم اونٹ کو محسوس نہیں ہوتا، جلدی ٹھیک ہو جاتا ہے۔

(١٨٩٢) أخرجه البخاري: ١٧٠١، و مسلم: ١٣٢١

زیادہ خون بھی نہیں بہتا، اونٹ جیسے عظیم الجثہ جانور کے لیے یہ زخم نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اشعار کہاں کیا جائے، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ کوہان کی دائیں جانب میں کیا جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کوہان کی بائیں جانب میں کیا جائے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دونوں طرف جائز ہے۔ جناب نافع کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس بات کی قطعاً کوئی پروانہیں کرتے تھے کہ دونوں اطراف میں سے جس طرف بھی اشعار کردیا جائے لیکن دائیں طرف والی بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کا تذکرہ مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ میں ہے۔

(١٨٩٣)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي حَسَّانَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهِ، فَأَشْعَرَهَا فِي صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ، وَسَلَتِ الدَّمَ، وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ، فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ، أَهَلَّ بِالْحَجِّ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھی، پھر اپنی اونٹنی کو طلب فرمایا اور اس کی کوہان کی دائیں جانب اشعار کیا اور خون پونچھا اور دو جوتے (رسی میں ڈال کر) اس کے گلے میں لٹکا دیے، پھر اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب اونٹنی آپ کو لے کر بیداء پر چڑھی تو آپ نے بلند آواز سے حج کے لیے لبیک کہا۔

شرح: اس روایت سے معلوم ہوا کہ آدمی قربانی کے جانور کو قلادہ پہنانے سے محرم نہیں ہوجاتا۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے جبکہ ایک قوم کا خیال ہے کہ جب آدمی احرام کا ارادہ کرلے اور قربانی کے جانور کو ہار پہنادے تو اس پر احرام کی پابندیاں لاگو ہوجاتی ہیں۔ سفیان ثوری، احمد، اسحاق اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: جس نے حرم کی طرف قربانی روانہ کردی اس پر وہ سب کچھ حرام ہوجاتا ہے جو حج کرنے والے شخص پر حرام ہوجاتا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص اپنی قربانی کو قلادہ پہنادے وہ محرم ہوجاتا ہے۔ جناب عطاء بھی اسی کے قائل ہیں۔

فائدہ: صریح اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے حرم کو قربانی کا جانور بھیجنے کے بعد شرعاً احرام کی پابندیاں لاگو نہیں ہوتیں لیکن اگر کوئی شخص اپنے طور پر یہ پابندیاں اپنے اوپر لاگو کرنا چاہے تو اس کی مرضی، البتہ وہ شخص جو قلادہ ڈالے ہوئے جانوروں کے ساتھ حرم کو جائے گا وہ محرم بن جائے گا، لیکن یہ احرام میقات سے شروع ہوگا، خواہ قلادے پہلے سے ڈالے ہوئے ہوں۔ (ع،س)

(١٨٩٣) أخرجه مسلم: ١٢٤٣

(22)......بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ
مکہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا

(١٨٩٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ......

عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ، ثُمَّ يَبِيتُ بِذِي طُوًى، ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ، وَيَغْتَسِلُ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ۔

جناب نافع کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو تلبیہ کہنا بند کر دیتے، رات ذی طوی میں گزارتے، صبح کی نماز وہیں پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: مکہ میں داخل ہونے کے لیے نہانا سنت ہے اور مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہونا افضل ہے بہ نسبت رات کے وقت داخل ہونے کے۔ ویسے رات کو داخل ہونا بھی جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ جس سال آپ نے جعرانہ سے عمرہ کیا تو آپ رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔

(23)......بَابُ مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ
مکہ مکرمہ میں کس طرف سے داخل ہو؟

(١٨٩٥)۔ أَخْبَرَنَا الْإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، وَأَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونچی گھاٹی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تھے اور نیچی گھاٹی سے نکلتے تھے۔

(١٨٩٤) أخرجه البخاري: ١٥٧٣، و مسلم: ١٢٥٩

(١٨٩٥) أخرجه البخاري: ١٥٧٦، و مسلم: ١٢٥٧

(١٨٩٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا الْحُمَيْدِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، قَالَا: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ، دَخَلَهَا مِنْ أَعْلَاهَا، وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو بالائی طرف سے داخل ہوئے اور نشیبی طرف سے نکلے۔

(24)......بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ

بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ بلند کرنا

(١٨٩٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثْتُ عَنْ مِقْسَمٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي الصَّلَاةِ، وَإِذَا رُئِيَ الْبَيْتُ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَعَشِيَّةَ عَرَفَةَ، وَبِجَمْعٍ، وَعِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ، وَعَلَى الْمَيِّتِ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز میں ہاتھ اٹھائے جائیں اور جب بیت اللہ کو دیکھا جائے، صفا اور مروہ پر چڑھ کر، عرفہ کی شام، مزدلفہ میں، دونوں جمرات کے پاس اور میت پر ہاتھ اٹھائے جائیں۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: یہ روایت منقطع ہے، اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا بیت اللہ کو دیکھ کر (ہاتھوں کو اٹھانا چاہیے یا نہیں، ایک قوم کا خیال ہے کہ بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھائے جائیں۔ سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے ہی مروی ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ کچھ علماء نے اس کو ناپسند کیا ہے کیونکہ مہاجر مکی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آدمی بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھائے (یا نہیں؟) انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حج کیا تو آپ نے ایسے

(١٨٩٦) أخرجه البخاري: ١٥٧٧، و مسلم: ١٢٥٨

(١٨٩٧) ضعيف ......أخرجه الشافعي فى المسند: ٥٨٦

نہیں کیا تھا۔(ضعیف، ابوداود: ۱۸۷۰، ترمذی: ۸۵۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے، پس مکہ میں داخل ہوئے، پھر حجر اسود کی طرف تشریف لائے، اسے بوسہ دیا، پھر بیت اللہ کا طواف کیا، پھر صفا کی جانب آئے اور اس کے اوپر چڑھ گئے جہاں سے بیت اللہ آپ کو نظر آ رہا تھا، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے اور اللہ کا ذکر کرتے رہے جس قدر اللہ نے چاہا اور دعا کرتے رہے اور انصار آپ کے ساتھ تھے۔(صحیح، ابوداود: ۱۸۷۲)

فائدہ: اس مسئلے میں وارد روایات میں کوئی بھی ایسی قوی نہیں ہے جس سے بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانا ثابت ہو البتہ محض دعا کرنے کے بارے میں کچھ اخبار وآثار وارد ہیں۔(نیل الاوطار: ۴۲/۵) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اس کا ثبوت ملتا ہے، اس لیے اگر کوئی بیت اللہ کو دیکھتے وقت دونوں ہاتھ بطور تعظیم اٹھا لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔(ع،س)

(25)......بَابُ طَوَافِ الْقُدُوْمِ

طواف قدوم کا بیان

(۱۸۹۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ هُوَ ابْنُ عِيسَى، أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ......

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ، ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُ ذَلِكَ، ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ، فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ مُعَاوِيَةُ، وعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

جناب عروہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ معلوم ہے حج کیا تھا۔ مجھے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق خبر دی کہ جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ آپ نے وضو کیا، پھر کعبہ کا طواف کیا۔ یہ آپ کا عمرہ نہیں تھا۔ اس کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور آپ نے بھی سب سے پہلے کعبہ کا طواف کیا جبکہ یہ آپ کا بھی عمرہ نہیں تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات ختم ہوئی یہاں سے جناب عروہ کی بات شروع ہوئی) پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا۔ میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے آپ نے بھی کعبہ کا

(۱۸۹۸) أخرجه البخاري: ١٦٤٢، و مسلم: ١٢٣٥

عُمَرَ، ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ يَفعَلُونَ ذَلِكَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ، ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةٌ، وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ، فَلا يَسْأَلُونَهُ؟ وَلا أَحَدٌ مِمَّنْ مَضَى مَا كَانُوا يَبْدَءُونَ بِشَيْءٍ حِينَ يَضَعُونَ أَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لا يَحِلُّونَ وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِينَ تَقْدَمَان لا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوفَانِ بِهِ، ثُمَّ لا تَحِلانِ، وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا، وَالزُّبَيْرُ، وَفُلانٌ، وَفُلانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا۔

طواف کیا، آپ کا بھی یہ عمرہ نہیں تھا۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا۔ پھر میں نے اپنے والد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی حج کیا۔ یہ (سارے اکابر) پہلے کعبے ہی کے طواف سے شروع کرتے تھے جبکہ یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد مہاجرین وانصار کو بھی میں نے دیکھا کہ وہ بھی اسی طرح کرتے رہے اور ان کا بھی یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ آخری ذات جسے میں نے اس طرح کرتے دیکھا، وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔ انہوں نے بھی عمرہ نہیں کیا تھا، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ابھی موجود ہیں لیکن ان سے لوگ اس کے متعلق پوچھتے نہیں۔ اسی طرح جو حضرات گزر گئے، ان کا بھی مکہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا قدم طواف کے لیے اٹھتا تھا، پھر یہ بھی احرام نہیں کھولتے تھے، میں اپنی والدہ (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما) اور خالہ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو بھی دیکھا کہ جب وہ آئیں تو سب سے پہلے طواف کرتیں اور یہ اس کے بعد احرام نہیں کھولتی تھیں۔ اور مجھے میری والدہ نے خبر دی کہ انہوں نے اپنی بہن اور زبیر اور فلاں فلاں (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ عمرہ کیا ہے یہ سب لوگ حجر اسود کو بوسہ لے لیتے تو عمرے کا احرام کھول دیتے۔

شرح مروی ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ میں داخل ہوئے تو وقت انتہائی قلیل تھا تو سیدھے میدان عرفات چلے گئے، بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا مروہ کی سعی کی، عرفات سے واپسی پر بیت اللہ کا طواف کیا۔

(مؤطا امام مالك: ٨٢٠)

جناب نافع نے کہا: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ سے حج کا احرام باندھتے تو پہلے بیت اللہ کا طواف نہ کرتے نہ صفا مروہ کی سعی کرتے حتی کہ منیٰ سے لوٹ آتے۔ (مؤطا امام مالك: ٨٢٠)

فائدہ: طواف قدوم کے حکم میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ کوئی طواف قدوم کی فرضیت کا قائل تو کوئی سنیت کا

اور کوئی اس کا حکم تحیۃ المسجد کی طرح مانتا ہے، راجح بات یہ ہے طواف قدوم واجب نہیں ہے کیونکہ وجوب کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔

(26)......بَابُ كَيْفَ الطَّوَافُ

طواف کیسے کیا جائے

(١٨٩٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ، سَعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ، وَمَشَى أَرْبَعًا، ثُمَّ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت اللہ کا پہلا طواف (طواف قدوم) کرتے، وہ حج کا ہوتا یا عمرہ کا، تو اس کے تین چکروں میں آپ دوڑتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے، پھر دو رکعت نماز پڑھتے، پھر صفا مروہ کی سعی کرتے۔

(١٩٠٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَرْمُلُ مِنَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے تین چکروں میں رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک رمل کرتے دیکھا۔

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کے ہاں یہی بات قابل عمل ہے کہ طواف قدوم میں پہلے تین چکروں میں حجر سے حجر تک یعنی پورے چکر میں رمل کرنا ہوگا اور آخری چار چکروں میں عام رفتار سے چلنا ہوگا۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر رمل چھوڑ دے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس نے بہت برا کیا لیکن اس پر کوئی تاوان نہیں، جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے سوائے سفیان ثوری رحمہ اللہ کے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس نے طواف قدوم میں رمل ترک کر دیا اس پر قربانی کرنا لازم ہے۔ بہر حال رمل طواف دخول میں مسنون ہے لہٰذا حتی الامکان رمل کرنا چاہیے۔ طواف افاضہ اور طواف وداع میں رمل نہیں ہے،

(١٨٩٩) أخرجه البخاري: ١٦١٦، و مسلم: ١٢٦١

(١٩٠٠) أخرجه مسلم: ١٢٦٣

کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے طواف افاضہ میں رمل نہیں کیا تھا۔

اسی طرح بعض علماء کے قول کے مطابق ہر وہ شخص جو مکہ سے احرام باندھے اس پر طواف کرتے ہوئے رمل نہیں ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کا ظاہر قول بھی یہی ہے اوران کا دوسرا قول ہے کہ ہر وہ طواف جس کے بعد صفا مروہ کی سعی ہو اس میں رمل کیا جائے گا۔طواف کو حجر اسود سے شروع کرنا واجب ہے وہ اس طرح کہ بیت اللہ انسان کے بائیں جانب ہو اور وہ سیدھا چلتا جائے۔

(۱۹۰۱)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ جَابِرٍ ، أَنَّ رَسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ ، أَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ ، ثُمَّ مَشَى عَنْ يَمِينِهِ ، فَرَمَلَ ثَلاثًا ، وَمَشَى أَرْبَعًا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حجر اسود کے پاس گئے،اسے چھوا، پھر اس کی بائیں جانب چل پڑے اور پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلے۔

شرح اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص الٹا طواف کرنا شروع کردے وہ اس طرح کہ بیت اللہ کو اپنی دائیں جانب رکھ کر چکر لگانا شروع کردے تو اس کا طواف شمار نہ ہوگا۔امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔اہل رائے کا کہنا ہے اس طرح طواف کرنے والا اگر مکہ میں موجود ہو تو طواف لوٹائے اور اگر چلا گیا ہے تو دم (قربانی) دینا کافی ہوگا۔

اضطباع طواف میں مسنون ہے،طواف شروع کرتے ہوئے اپنی اوپر کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لینا "اضطباع" کہلاتا ہے۔آپ ﷺ "اضطباع" کی حالت میں رہتے حتی کہ طواف اور صفا مروہ کی سعی سے فارغ ہوجاتے۔سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف کیا جبکہ آپ اضطباع کیے ہوئے تھے اور چادر سبز رنگ کی تھی۔ (حسن، ابو داود: ۱۸۸۳، ترمذی: ۸۵۹)

فائدہ: احرام کے لیے ضروری نہیں ہے کہ چادر سفید ہی ہو، دوسرے رنگ کے کپڑے میں بھی جائز ہے،صرف زرد رنگ ناپسندیدہ ہے جب کہ سفید افضل اور مستحب ہے۔ (ع،س)

(۱۹۰۱) أخرجه مسلم: ۱۲۱۸

(27)......بَابُ اِسْتِلَامِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ وَتَقْبِيلِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

ارکان یمانی کو چھونا اور حجر اسود کو بوسہ دینا

(١٩٠٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْمَخْلَدِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّرَّاجُ، أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دونوں یمنی کونوں کو چھوتے ہوئے دیکھا۔

(١٩٠٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقَ، أَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((أَلَمْ تَرَ أَنَّ قَوْمَكِ حِينَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ، اقْتَصَرُوا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ)) قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ: ((لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ))

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم ہے جب تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کو چھوڑ دیا تھا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پھر آپ بنیاد ابراہیم پر اس کو کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا: ''اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے بالکل نزدیک نہ ہوتا تو میں بے شک ایسا کر دیتا۔'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (اور یقیناً سیدہ عائشہ سچی ہیں) تو میں سمجھتا ہوں یہی وجہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم سے متصل دیواروں کے کونوں کو نہیں چومتے تھے کیونکہ خانہ کعبہ ابراہیمی بنیادوں پر پورا نہیں ہوا تھا۔

(١٩٠٢) أخرجه البخاري: ١٦٠٩، و مسلم: ١٢٦٧

(١٩٠٣) أخرجه البخاري: ١٥٨٣، و مسلم: ١٣٣٣

شرح حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بعض اختیاری کاموں کو ترک کرنا جائز ہے جن کے کرنے سے فساد اور فتنہ پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو اور لوگ ان کی حکمت سمجھنے سے قاصر ہوں۔

(١٩٠٤)۔ أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، أَخْبَرَنَا الْأَشْعَثُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) قُلْتُ: فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ: ((إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ، قُلْتُ: فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ: ((فَعَلَ ذٰلِكَ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا، وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ، وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا حطیم بھی بیت اللہ میں داخل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں'' میں نے کہا: پھر لوگوں نے اسے کعبے میں کیوں شامل نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''تمہاری قوم کے پاس خرچ کی کمی پڑ گئی تھی۔'' میں نے پوچھا: یہ دروازہ کیوں اونچا بنایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ بھی تمہاری قوم ہی نے کیا تاکہ جسے چاہیں اندر آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ اگر تمہاری قوم کی جاہلیت کا زمانہ تازہ تازہ نہ ہوتا اور مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ ان کے دل بگڑ جائیں گے تو اس حطیم کو بھی میں کعبہ میں شامل کر دیتا اور کعبے کا دروازہ زمین کے برابر کر دیتا۔''

شرح سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی خالہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِشِرْكٍ، لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ، فَأَلْزَقْتُهَا بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ، بَابًا شَرْقِيًّا، وَبَابًا غَرْبِيًّا، وَزِدْتُ فِيهَا سِتَّةَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ، فَإِنَّ قُرَيْشًا اقْتَصَرَتْهَا حَيْثُ بَنَتِ الْكَعْبَةَ۔)) ...... ''اگر تیری قوم کا زمانہ شرک سے قریب تر نہ ہوتا تو میں کعبے کو گرا کر زمین کے ساتھ ملا دیتا اور دو دروازے نکال دیتا۔ ایک مشرقی جانب اور دوسرا مغربی جانب اور حطیم کی چھ ہاتھ جگہ کو بھی اس میں داخل کر دیتا کیونکہ قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کرتے وقت اصل بنیادوں سے کم پر بیت اللہ تعمیر کر دیا تھا۔'' (ایضاً)

(اَلْجَدْر) سے مراد حجر اور حطیم کا حصہ ہے، حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات ترک اولیٰ جائز ہے جب کہ وہ

(١٩٠٤) أخرجه البخاري: ١٥٨٤، و مسلم: ١٣٣٣

معاملہ فرض نہ ہو اور اس اولیٰ امر کے کرنے سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو۔

(وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ) ......''میں کعبۃ اللہ کے دروازے کو زمین کے برابر کردوں۔'' یعنی لوگوں کو دین کے معاملے میں روکا نہ جائے، وہ جب چاہیں بیت اللہ میں داخل ہو جائیں جس طرح حطیم بیت اللہ کا ہی حصہ ہے اور کسی کو وہاں داخل ہونے سے روکا نہیں جاسکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ بیت اللہ کا انتظام وانصرام کرنے والوں کو لوگوں سے کچھ وصول کرنا جائز نہیں۔ وہ اس قسم کے تمام اخراجات کی وصولی بیت المال سے کریں گے۔

ابوالعالیہ کا موقف ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ﴿فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ﴾......''اس میں پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے۔'' (سورۂ انفال:۴۱) جس حصے کی نسبت اور اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اسے کعبۃ اللہ کی تعمیر ومرمت پر خرچ کرنا چاہیے جبکہ اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت بطور تبرک کے ہے جبکہ اللہ اور اس کے رسول کا حصہ ایک ہی ہے۔اسی پر قیاس کرتے ہوئے مساجد، سرائیں اور دیگر ایسی رفاہی عمارتیں جہاں لوگ عبادت یا آرام کے لیے آتے ہیں، نیز صحراؤں میں بنائے گئے کنویں اور حوض وغیرہ کا حکم بھی یہی ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والے سے معاوضہ لینا کسی کے لیے بھی جائز نہیں الا یہ کہ اس کی دیکھ بھال کرنے والے آدمی کو اجرت دینا مقصود ہو۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کے ہاں اس پر عمل ہے۔ وہ حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ بیت اللہ کے دوسرے دونوں کونوں کو نہیں چھوتے، مروی ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت اللہ کے چاروں کونوں کو چھوا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: بیت اللہ کا کوئی حصہ چھوٹا ہوا نہیں ہے۔اسی طرح سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی بیت اللہ کے چاروں کونوں کو چھوا کرتے تھے۔

لیکن پہلی بات اقرب الی السنۃ ہے۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان بتایا گیا کہ حجر یعنی حطیم کا کچھ حصہ بیت اللہ میں سے ہے، تو انہوں نے کہا: قسم اللہ کی! میرا خیال ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان (شامی) ارکان کا استلام صرف اسی لیے ترک فرمایا تھا کہ یہ بیت اللہ کی اصل بنیادوں پر نہیں ہیں اور لوگ بھی حجر (حطیم) کے باہر سے اسی بنا پر طواف کرتے ہیں۔

(صحیح، ابوداود: ۱۸۷۵)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حجر کے متعلق کہا: وہ بیت اللہ میں سے ہے اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾......''اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔'' (سورۂ حج:۲۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حجر کے باہر سے طواف کیا ہے۔(مستدرك حاكم: ۱۶۸۸، مسند شافعي: ۶۱۳)

اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ حجر اور حطیم کے اندر سے کیا ہوا طواف پورے بیت اللہ کا طواف نہ ہوگا اور اسے شمار نہ کیا جائے گا۔مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ دو یمنی کونوں پر رکا اور ٹھہرا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کوفرماتے سنا: ((إِنْ مَسَحَهُمَا كَفَّارَةً لِلْخَطَايَا۔)) ......"بلا شبہ ان کو چھونا غلطیوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔"

(صحیح، ترمذی: ٩٥٩)

استلام کا معنی پتھر کو چھونا اور مس کرنا ہے۔ امام زہری نے کہا: سلام کے لفظ سے باب افتعال کا صیغہ ہے جس کا معنی تحفہ ہے، استلام کرنے والا گویا سلام پیش کرتا ہے۔ یمنی لوگ حجر اسود کو "مُحَيَّا" کہا کرتے تھے، یعنی جس کو دیکھ کر لوگ زندہ ہو جاتے اور کھل اٹھتے ہیں۔

(١٩٠٥)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ بْنِ مُحَمَّدٍ بَامُوَيْهِ الْأَصْبَهَانِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَحْيَى الزُّهْرِيُّ ، بِمَكَّةَ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الصَّائِغُ ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ......

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَقْبَلَ الْحَجَرَ ، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ ، لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَقَبَّلَهُ۔

جناب عابس بن ربیعہ سے منقول ہے کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ حجر اسود کے پاس آئے اور کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں بھی کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر آگے بڑھے اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔

شرح جناب سوید بن غفلہ کہتے ہیں: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ بھی دیا اور معانقہ بھی کیا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے بہت محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اہل علم اسی بات کے قائل ہیں اور سب کے سب حجر اسود کو بوسہ دینا پسند جانتے ہیں۔ اگر (بوجہ رش یا کمزوری) بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے اشارہ یعنی استلام کیا جائے اور ہاتھ کو چوم لیا جائے۔ ایسا ہر چکر میں کیا جائے۔ اگر ممکن نہ ہو تو ہر طاق چکر میں کیا جائے۔ اگر ہاتھ حجر اسود تک نہ پہنچ سکے تو حجر اسود کے برابر آ کر اشارہ کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ جناب نافع کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو چھوتے دیکھا۔ وہ چھونے کے بعد اپنے ہاتھ کو چوم لیا کرتے تھے اور کہتے: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے، میں نے اس عمل کو ترک نہیں کیا۔ (صحیح مسلم: ١٢٦٨)

جناب عطاء کہتے ہیں: میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا ابن عمر، سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کو استلام کرنے کے بعد اپنے ہاتھ کو چومتے دیکھا ہے۔ (مسند شافعی: ٥٩٢)

(١٩٠٥) أخرجه البخاري: ١٥٩٧ ، و مسلم: ١٢٧٠

امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے یہ سبق ملا کہ آپ ﷺ کے طریقوں اور سنتوں کی اتباع از بس ضروری ہے خواہ ان کی علت اور حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ۔ ایسی سنتوں کا صحیح سند سے پہنچ جانا ہی حجت اور دلیل کے لیے کافی ہے اور پہنچنے والے پر عمل واجب ہو جاتا ہے۔ اتنا تو معلوم ہی ہے کہ حجر اسود کو بوسہ اس کی تکریم وتعظیم اور تبرک کے حصول کے لیے دیا جاتا ہے جس طرح زمین کے بعض حصوں کو بعض پر اور بعض علاقوں کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور جس طرح بعض راتیں بعض راتوں پر مقام ومرتبہ اور فضیلت رکھتی ہیں۔ کچھ دنوں کو دوسرے دنوں پر عزت وتوقیر حاصل ہے اسی طرح بعض پتھروں کو بھی بعض پر اللہ تعالیٰ نے فوقیت اور مقام عطا فرمایا ہے اور یہ ساری باتیں مسلمات شرعیہ میں سے ہیں۔

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ (أَنَّ الْحَجَرَ يَمِيْنُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ)...... ''حجر اسود زمین میں اللہ کا ہاتھ ہے۔'' (ضعیف، تاریخ خطیب بغدادی: ٦/ ٣٢٨)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے حجر اسود کو چھوا یا بوسہ دیا اس کے لیے اللہ کی طرف سے (معافی کی) ضمانت ہے جس طرح بیعت کرنے سے بادشاہوں اور امراء کی اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہو جاتی ہے یا ان کے ہاتھ پر ہاتھ مارنے سے ان کی دوستی کا اظہار ہوتا ہے۔

(١٩٠٦)۔ أَخْبَرَنَا الْإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الدَّارَبَجِرْدِيُّ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: اسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجَرَ، فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ وَضَعَ شَفَتَيْهِ عَلَيْهِ طَوِيلًا يَبْكِي، ثُمَّ الْتَفَتَ فَإِذَا هُوَ بِعُمَرَ يَبْكِي، فَقَالَ: ((يَا عُمَرُ! هَا هُنَا تُسْكَبُ الْعَبَرَاتُ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ حجر اسود کی طرف آئے، پھر اس پر اپنے ہونٹ مبارک رکھ کر دیر تک روتے رہے، پھر مڑ کر دیکھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روتے نظر آئے، تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمر! اس مقام پر آنسو بہائے جاتے ہیں۔''

شرح: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((نَزَلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ۔)) ......''حجر اسود جب جنت سے اترا تھا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا بنی آدم کی غلطیوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔'' (صحیح، ترمذی: ٨٧٧، نسائی (٢٩٣٥) میں صرف یہ الفاظ ہیں: اَلْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ)

(١٩٠٦) ضعيف جدا ......أخرجه ابن ماجه: ٢٩٤٥

(28)......بَابُ الطَّوَافِ رَاكِبًا

سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا

(١٩٠٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ ، أَخبرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ الْقَدَّاحُ ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ عَلَى رَاحِلَتِهِ ، وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ بِمِحْجَنِهِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری پر بیت اللہ کا طواف کیا اور چھڑی سے حجر اسود کا استلام کیا۔

(١٩٠٨)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ دُحَيْمٍ الشَّيْبَانِيُّ ، أَخبرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَازِمِ بْنِ أَبِي غَرْزَةَ ، أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى ، أَنْبَأَنَا مَعْرُوفٌ هُوَ ابْنُ خَرَّبُوذَ......

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ حَوْلَ الْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ ، وَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهِ۔

سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور چھڑی سے حجر اسود کا استلام کرتے رہے۔

شرح: صحیح مسلم کی سند میں ہے سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور آپ پاس موجود چھڑی کے ساتھ حجرا سود کا استلام کرتے تھے اور چھڑی کا بوسہ دیتے تھے۔

مِحْجَن اس عصا یا چھڑی کو کہتے ہیں جس کا ایک سرا ٹیڑھا ہوتا ہے، سوار اس کے ساتھ اپنی سواری کو ہانکتا ہے۔ کسی چیز کو اپنے قبضہ میں کر لینے کو حجنت الشیء کہتے ہیں۔

(١٩٠٧) أخرجه البخاري: ١٦٠٧ ، و مسلم: ١٢٧٢

(١٩٠٨) أخرجه مسلم: ١٢٧٥

(۱۹۰۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ، أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي يَدِهِ وَكَبَّرَ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ جب بھی آپ حجر اسود کے پاس آتے تو اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کسی چیز کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

شرح سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حجر اسود کے استلام کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی اگر حجر اسود تک نہ پہنچ سکتا تو اسے چھڑی لگا دیتا (اور اسے بوسہ دے دیتا)

(۱۹۱۰)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سَعِيدٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: طَافَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، لِيَرَاهُ النَّاسُ، وَلِيُشْرِفَ لَهُمْ أَنَّ النَّاسَ غَشَوْهُ۔

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی تا کہ لوگ آپ کو دیکھ لیں اور یہ کہ آپ لوگوں کو نظر آئیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو ڈھانپ رکھا تھا۔

شرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لوگوں کا شدید ازدحام ہو گیا۔ لوگ کہتے تھے: یہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم حتی کہ پردہ نشیں کنواری لڑکیاں گھروں سے باہر نکل آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے راستہ صاف کرنے کے لیے کوئی نہیں چلتا تھا۔ جب لوگوں کی بھیڑ ہو گئی تو آپ سواری پر سوار ہو گئے۔ ویسے پیدل چل کر اور دوڑ دھوپ کر کے مناسک حج ادا کرنا افضل ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲٦٤)

معلوم ہوا کہ طاقت کے باوجود سواری پر سوار ہو کر طواف کرنا درست ہے، بعض علماء نے بلاعذر سوار ہو کر مناسک ادا کرنے کو ناپسند جانا ہے، اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا سوار طواف کرتے ہوئے رمل کرے گا یا نہیں؟

(۱۹۰۹) أخرجه البخاري: ۱٦۳۲

(۱۹۱۰) أخرجه مسلم: ۱۲۷۳

(29)......بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ وَرَاءَ الرِّجَالِ

عورتیں مردوں سے پیچھے رہ کر طواف کریں

(۱۹۱۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ......

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِي، فَقَالَ: ((طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ، وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ)) فَقَالَتْ: فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِ ﴿وَالطُّورِ o وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ﴾

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی (کہ میں پیدل طواف اور رش کا سامنا نہیں کرسکتی) تو آپ نے فرمایا: ''سواری پر چڑھ کر لوگوں سے علیحدہ رہ کر طواف کرلے'' انہوں نے کہا: چنانچہ میں نے عام لوگوں سے علیحدہ رہ کر طواف کیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ کے ایک کنارے میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﴿وَالطُّورِ o وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ﴾ پڑھ رہے تھے۔

شرح: جناب عطاء سے منقول ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ رہ کر ایک الگ کونے میں طواف کرتی تھیں، ان کے ساتھ مل کر نہیں کرتی تھیں۔ (صحيح بخاری: ۱۶۱۸)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی خواتین دوڑ کر نہیں کریں گی۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا یہی موقف ہے کہ طواف قدوم میں پہلے تین چکروں میں کندھے ہلا ہلا کر آہستہ آہستہ دوڑنا یعنی ''رمل'' عورتوں پر نہیں ہے۔ اسی طرح اضطباع (دائیں کندھے کو ننگا رکھنا) بھی عورتیں نہیں کریں گی، طواف کرتے ہوئے اور صفا مروہ کے چکر کاٹتے ہوئے عورتیں نہیں دوڑیں گی بلکہ عام رفتار کے ساتھ چلیں گی۔

(30)......بَابُ النَّهْيِ عَنِ الطَّوَافِ عُرْيَانًا

بے لباس ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا منع ہے

(۱۹۱۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ إِسْمَاعِيلُ، نَا أَبُو الْيَمَانِ، أَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي

(۱۹۱۱) أخرجه البخاري: ٤٦٤، ١٦١٩، و مسلم: ١٢٧٦

(۱۹۱۲) أخرجه البخاري: ١٦٢٢، ٣١٧٧، و مسلم: ١٣٤٧

حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ......

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِيمَنْ يُؤَذِّنُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى: لا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَيَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ، وَإِنَّمَا قِيلَ: الْأَكْبَرُ مِنْ أَجْلِ قَوْلِ النَّاسِ: الْحَجُّ الْأَصْغَرُ، فَنَبَذَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى النَّاسِ فِي ذَلِكَ الْعَامِ، فَلَمْ يَحُجَّ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الَّذِي حَجَّ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْرِكٌ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ان لوگوں کے ساتھ بھیجا جنھوں نے قربانی کے روز منیٰ میں یہ اعلان کیا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے اور کوئی شخص بے لباس ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور قربانی کا دن ہی حج اکبر کا دن ہے اور حج کو حج اکبر اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سال لوگوں میں یہ اعلان کرا دیا اس لیے حجۃ الوداع والے سال جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو کوئی مشرک حج کے لیے نہیں آیا۔

شرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج ادا فرمایا، اس حج کے موقع پر آپ قربانی کے دن جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا: ''یہ کون سا دن ہے؟'' لوگوں نے کہا: قربانی کا دن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور یہ حج اکبر کا دن ہے۔''

(صحیح، ابن ماجه: ۳۰۵۸، ابو داود: ۱۹۴۵، ابوداود کی روایت مختصر ہے)

(31)......بَابُ الْحَائِضِ تَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حائضہ عورت بیت اللہ کے طواف (اور سعی) کے علاوہ حج کے تمام مناسک ادا کرے گی

(۱۹۱۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةٍ لا نَرَى إِلا الْحَجَّ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا،

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: ہم حجۃ الوداع والے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ہمارا حج کے علاوہ کسی چیز کا ارادہ نہ تھا، جب ہم مقام سرف

(۱۹۱۳) أخرجه البخاري: ۲۹۴، ۳۰۵، و مسلم: ۱۲۱۱

حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: ((مَالَكِ أَنَفِسْتِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: ((إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ)) قَالَتْ: وَضَحَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ۔

یا اس کے قریب پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی اور اس رنج میں رونے لگی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے پوچھا: ''تمہیں کیا ہوگیا ہے، کیا حائضہ ہوگئی ہو؟'' میں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے لکھ دیا ہے، اس لیے تم بھی حج کے افعال پورے کر لو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

(۱۹۱۴)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((افْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي۔))

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں جب مکہ آئی تو میں حائضہ تھی۔ میں نے نہ بیت اللہ کا طواف کیا اور نہ صفا مروہ کی سعی ہی کی۔ اس چیز کا اظہار میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم بیت اللہ کے طواف کے سوا تمام افعال سرانجام دو جو دیگر حاجی کرتے ہیں حتی کہ تم پاک ہو جاؤ۔''

شرح: اہل علم کے ہاں اسی بات پر عمل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حائضہ عورت حج کے تمام مناسک ادا کرے گی مثلاً تلبیہ پکارے، تسبیحات، استغفار اور اذکار میں مشغول رہے۔ اس کے لیے بیت اللہ کا طواف کرنا جائز نہیں، یعنی سوائے بیت اللہ کے طواف کے اس پر اور کوئی پابندی نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی عورت کو اگر بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد حیض شروع ہو تو اس کے لیے حالت حیض ہی میں صفا مروہ کی سعی کرنا جائز ہے۔

فائدہ: صفا مروہ کی سعی طواف کے بالتبع ہے راجح یہی ہے کہ جو حکم طواف کا ہے وہی صفا مروہ کی سعی کا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((النُّفَسَاءُ وَالْحَائِضُ إِذَا أَتَتَا عَلَى الْوَقْتِ تَغْتَسِلَانِ وَتُحْرِمَانِ، وَتَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ۔)) ......''حیض اور

(۱۹۱۴) أخرجه البخاري: ۱۶۵۰، و مسلم: ۱۲۱۱

نفاس والی عورتیں جب میقات پر پہنچیں تو غسل کر کے احرام باندھ لیں اور حج کے تمام اعمال سرانجام دیں، سوائے بیت اللہ کے طواف کے۔'' (صحیح، ابوداود: ۱۷۴۴، ترمذی: ۹۴۵)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلاةِ إِلا أَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُونَ فِيهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيهِ ، فَلا يَتَكَلَّمَنَّ إِلا بِخَيْرٍ۔)) ......''بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی مانند ہے مگر اس میں تم کلام کر سکتے ہو، دوران طواف میں کلام کرنے والے کو چاہیے کہ وہ خیر پر مبنی گفتگو ہی کرے۔'' (صحیح، ترمذی: ۹۶۰) معلوم ہوا کہ بے وضو شخص کا طواف کرنا جائز نہیں اور بغیر وضو کے طواف کرنے سے وہ حلال نہیں ہوگا۔ اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے، امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ دوران طواف میں اگر کسی شخص کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کا کیا حکم ہے، انہوں نے جواب دیا: جس شخص کو دوران طواف میں اس قسم کا عارضہ درپیش ہو جائے کہ ابھی اس کے کچھ چکر رہتے ہوں اور طواف کے بعد والی دو رکعتیں بھی رہتی ہوں تو اسے وضو کر کے نئے سرے سے طواف اور رکعتیں ادا کرنی چاہئیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اگر صفا مروہ کی سعی کے دوران کسی شخص کا وضو ٹوٹ جائے تو اسے سعی جاری رکھنی چاہیے اور اس پر اعادہ نہیں ہے، نیز ان کا کہنا ہے اگر کوئی شخص نفلی طواف کر رہا ہو اور اس کا وضو ٹوٹ جائے اگر وہ اپنا طواف مکمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جا کر وضو کرے اور نئے سرے سے طواف کا آغاز کرے اور اگر مکمل نہ کرنا چاہتا ہو تو چھوڑ کر چلتا بنے، نفل نماز کا بھی یہی حکم ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی شخص حالت جنابت میں یا بغیر وضو کے طواف کر کے مکہ مکرمہ سے چلا جائے تو اس پر اعادہ لازم نہیں ہے البتہ ایک بکری ذبح کر کے مساکین کو کھلائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک طواف بیت اللہ کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کی ادائیگی کے لیے ہیں مثلاً باوضو ہونا، نجاست سے پاک ہونا، ستر ڈھانپنا۔ اگر ان میں سے کوئی چیز رہ جائے تو اس شخص پر لازم ہے کہ دوبارہ طواف کرے۔

اثنائے طواف میں گفتگو کرنا جائز اور مباح ہے مگر طواف کرنے والے کو چاہیے کہ وہ دوران طواف میں علم و فضل کی بات کرے، ضرورت کے مطابق گفتگو کرے یا پھر اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کے طواف کے دوران میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کی ناک میں نکیل ڈال کر ایک اور شخص اسے لے جا رہا تھا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ نکیل (رسی) کاٹ دی اور فرمایا: ''اسے ہاتھ سے پکڑ کر چلاؤ۔'' (صحیح بخاری: ۱۶۲۰)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: أَقِلُّوا الْكَلَامَ فِي الطَّوَافِ فَإِنَّمَا أَنْتُمْ فِي الصَّلَاةِ۔ ......دوران طواف کم کلام کیا کرو کیونکہ بے شک تم نماز میں ہوتے ہو۔ (صحیح، نسائی: ۵/ ۲۲۲)

جناب عطاء رحمہ اللہ نے کہا: اگر اثنائے طواف میں فرض نماز کی ادائیگی شروع ہو جائے تو طواف چھوڑ کر نماز ادا کرنی

چاہیے اور جہاں سے طواف چھوڑا تھا وہیں سے دوبارہ شروع کر دینا چاہیے۔ نماز کے علاوہ اگر کسی اور وجہ سے طواف کا سلسلہ جاری نہ رہ سکے مثلاً پیشاب وغیرہ کی حاجت ہو جائے تو بھی ایسے ہی کرنا چاہیے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی منقول ہے۔

(32)......بَابُ الدُّعَاءِ فِي الطَّوَافِ

اثنائے طواف میں دعا کا بیان

(۱۹۱۵)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ عَبْدُ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ الْقَدَّاحُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ، مَوْلَى السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِيمَا بَيْنَ رُكْنِ بَنِي جُمَحٍ وَالرُّكْنِ الْأَسْوَدِ: ((رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔))

سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ رکن بنی جمح (یمانی) اور حجر اسود کے مابین یہ دعا پڑھ رہے تھے: ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾...... ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں خیر وبھلائی عنایت فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' (سورۂ بقرہ:۲۰۱)

(33)......بَابُ فَضْلِ الطَّوَافِ

بیت اللہ کے طواف کی فضیلت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ﴾...... ''میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے صاف رکھنا۔'' (سورۂ حج:۲۶) اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾...... ''اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔'' (سورۂ حج:۲۹) عتیق کے معنی قدیم کے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: ﴿إِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا﴾...... ''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔'' (سورۂ عمران:۹۶) کہا گیا ہے بیت اللہ الحرام کو ''عتیق'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ طوفان نوح سے قبل کا ہے۔

(۱۹۱۵) حسن ......أخرجه ابوداود: ۱۸۹۲

(١٩١٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَمْعَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الرَّيَّانِيُّ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، أَخْبَرَنَا الْخَضِرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، أَنَّ أَبَاهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ: مَالِي أَرَاكَ لا تَسْتَلِمُ إِلا هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ لا تَسْتَلِمُ غَيْرَهُمَا، يَعْنِي الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ، وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ؟ قَالَ: إِنْ أَفْعَلْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِنَّ اسْتِلامَهُمَا يَحُطَّانِ الْخَطَايَا)) وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((مَنْ طَافَ أُسْبُوعًا يُحْصِيهِ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فَلَهُ كَعَدْلِ رَقَبَةٍ أَوْ نَسَمَةٍ، وَمَا رَفَعَ رَجُلٌ قَدَمَهُ، وَلا وَضَعَهَا إِلَّا كَتَبَ لَهُ اللّٰهُ بِهَا حَسَنَةً، وَمَحَا عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً، وَرَفَعَ لَهُ بِهَا درجة۔))

جناب عبداللہ بن عبید بن عمیر سے منقول ہے کہ میرے والد نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ صرف ان دو کونوں (حجراسود اور رکن یمانی) ہی کو چھوتے ہیں دوسرے دو کونوں کو نہیں چھوتے؟ انہوں نے کہا: اگر میں ایسا کرتا ہوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''ان دو کونوں کو چھونے سے یقیناً گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' نیز میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جو شخص سات چکر لگائے اور دو رکعت نماز طواف پڑھے، اسے غلام یا جان آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، اور انسان جو قدم رکھتا اور اٹھاتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھتے، ایک گناہ مٹاتے اور ایک درجہ بلند کرتے ہیں۔''

شرح جناب موسیٰ جہنی نے کہا: میں نے جناب مجاہد سے پوچھا: آپ کی نظر میں مجھ جیسے جوان کے لیے زیادہ طواف کرنا افضل ہے یا زیادہ نماز پڑھنا؟ انہوں نے کہا: آپ جیسے جوان کے لیے زیادہ طواف کرنا افضل ہے، جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: بیت اللہ میں میرے نزدیک طواف کرنا بہتر ہے بہ نسبت نماز پڑھنے کے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے مابین جگہ کو ملتزم کہتے ہیں، یہاں جو بھی دعا کرے اس کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

(34)......بَابُ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ

طواف (کے بعد) والی رکعات

(١٩١٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا

(١٩١٦) صحيح ......أخرجه الترمذی: ٩٥٩، والنسائی: ٥/ ٢٢١

(١٩١٧) أخرجه البخاری: ١٦٠٠

مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: ((لَا۔))

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا تو بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے ساتھ ایک شخص تھا جو آپ کی لوگوں سے حفاظت کررہا تھا، ان سے ایک آدمی نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوئے تھے آپ نے کہا: نہیں۔

شرح یعلی عن اسماعیل کی سند میں یہ الفاظ ہیں ''کہ آپ نے صفا اورمروہ کے درمیان میں سعی کی۔'' (ایضاً)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے بعد والی دو رکعات میں خالص توحید والی تو سورتیں پڑھیں۔﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُونَ﴾ اور﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾(صحيح مسلم: ١٢١٨)

اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں: میں نے امام زہری سے پوچھا، جناب عطاء کہتے ہیں فرض نماز طواف کی دو رکعتوں سے کفایت کرجاتی ہے، انہوں نے کہا: سنت پر عمل کرنا افضل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی بیت اللہ کے سات چکر لگائے تو دو رکعتیں ضرور پڑھیں۔ (صحیح بخاری معلقا: ١٦٢٣ سے پہلے)

طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم پر یا اس کے قریب پڑھنی چاہئیں ممکن نہ ہو تو مسجد سے باہر یا حرم سے باہر پڑھ لے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حرم مکی سے باہر یہ دو رکعت پڑھی تھیں، مروی ہے کہ انہوں نے نماز صبح کے بعد طواف کیا اور فوراً سوار ہو گئے اور طواف کی دو رکعتیں مقام ذی طوی جا کر پڑھیں۔

مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سات چکر لگائے اور دو رکعتیں بیت اللہ میں پڑھیں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ بیت اللہ کے سات چکر لگانے کے بعد کیا آدمی چار رکعات پڑھ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں: خواہ دس رکعات پڑھے۔ ان سے بہت سارے طوافوں کی اکٹھی رکعات پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے نہایت سختی سے منع کرتے ہوئے کہا: ہر سات چکروں کے اختتام پر دو رکعتیں پڑھی جائیں۔ ان سے کہا گیا: آپ کتنے صحابہ سے یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: بہت ساروں سے۔

(35)......بَابُ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

صفا اور مروہ کے درمیان میں سعی کرنے کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾...... ''صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' (سورۂ بقرہ:۱۵۸)

امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: شعائر شعیرۃ کی جمع ہے، جس کے معنی علامت کے ہیں، یہاں حج کے وہ مناسک (مثلاً موقف، سعی، منحر، ہدی (قربانی) کو اشعار کرنا وغیرہ) مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں اور ان کی بجا آوری کا حکم دیا ہے۔ فراء بغوی نے کہا اس سے اعمال حج مراد ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾...... ''اللہ تعالیٰ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو۔'' (سورۂ مائدہ:۲) شعار کا معنی علامت اور نشانی کے ہیں اسی سے حرم کی طرف جانے والی قربانیوں کو اشعار کرنا ہے یعنی کوہان پر برچھی مار کر خون اوپر مل دینا تاکہ علامت رہے کہ یہ اونٹ حرم کی طرف جا رہے ہیں اور کوئی ان کی بے حرمتی نہ کرے، اسی سے ''مشعر الحرام'' ہے کہ وہ مقام بھی حرمات اللہ میں سے ہے اور اس کی بے توقیری جائز نہیں۔

(۱۹۱۸)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخِرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رَسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِينَةِ تِسْعَ سِنِينٍ لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ أَذَّنَ بِالْحَجِّ، فَقِيلَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ، فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ، كُلُّهُمْ يُحِبُّ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَفْعَلَ كَمَا يَفْعَلُ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ، فَصَلَّى فِيهِ، وَنَفِسَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَسْأَلُهُ

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں نو سال ٹھہرے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج نہیں فرمایا، پھر (دسویں سال میں) آپ نے تمام لوگوں میں حج کا اعلان فرمایا۔ اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال حج کرنے والے ہیں۔ مدینہ منورہ میں بہت سارے لوگ جمع ہوگئے، ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرے اور جیسے آپ کریں ویسے کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ سے) روانہ ہوئے یہاں تک کہ ذوالحلیفہ کی مسجد میں آئے اور اس میں نماز پڑھی۔ سیدہ اسماء بنت عمیس رحمہ اللہ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر ذوالحلیفہ میں)

(۱۹۱۸) أخرجه البخاري: ۱۵۵۷، ۱۵٦۸، ۱٦۵۱، ۱۷۸۵، ومسلم: ۱۲۱۸

كَيْفَ تَفْعَلُ؟ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتَسْتَثْفِرَ بِثَوْبِهَا، ثُمَّ تُحْرِمَ، ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ وَمَعَهُ بَشَرٌ كَثِيرٌ رُكْبَانٌ وَمُشَاةٌ، كُلُّهُمْ يُحِبُّ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَاءِ، فَأَهَلَّ، قَالَ: ((وَنَحْنُ لا نَنْوِي إِلا الْحَجَّ لا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ)) قَالَ جَابِرٌ: فَنَظَرْتُ أَمَامِي، وَخَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، مَدَّ الْبَصَرِ مِنْ رُكْبَانٍ وَمُشَاةٍ، فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى الْكَعْبَةَ، فَطَافَ بِهَا سَبْعًا رَمَلَ فِيهَا ثَلاثًا، وَمَشَى أَرْبَعًا، ثُمَّ قَالَ: وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، جَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، ثُمَّ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: ((إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ، فَأَتَى الصَّفَا، وَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتَّى بَدَا لَهُ الْبَيْتُ، ثُمَّ وَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهُ، وَقَالَ: ((لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ، لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) ثُمَّ مَشَى حَتَّى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ، سَعَى حَتَّى إِذَا أَصْعَدَتْ قَدَمَاهُ، مَشَى حَتَّى أَتَى الْمَرْوَةَ، فَفَعَلَ عَلَيْهَا كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتَّى قَضَى طَوَافَهُ، ثُمَّ نَادَى النَّاسَ وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ وَالنَّاسُ تَحْتَهُ، فَقَالَ: ((إِنِّي لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ

محمد بن ابی بکر کو جنم دیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا، وہ آپ سے پوچھ رہی تھیں کہ اب کیا کرے؟ آپ نے انہیں حکم دیا: ''غسل کر کے لنگوٹ باندھ لے اور لبیک کہے۔'' (یعنی احرام شروع کردے) پھر وہاں سے آپ ﷺ نکلے اور سوار ہو گئے اور آپ کے ہمراہ سوار اور پیدل چلنے والے کثیر لوگ تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہ پسند کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ چلتے چلتے آپ بیداء ٹیلے پر چڑھ گئے اور آپ نے لبیک کہی۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارا حج کے علاوہ کسی چیز کا ارادہ نہ تھا، عمرے کو ہم پہچانتے تک نہ تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں تا حد نگاہ سوار اور پیدل چلنے والوں کو پایا۔ رسول اللہ ﷺ محو سفر رہے حتی کہ کعبۃ اللہ پہنچ کر سات چکر لگائے (پہلے) تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں عام رفتار سے چلے، پھر یہ آیت قراءت کی: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾...... ''تم مقام ابراہیم کو جائے نماز کرلو۔'' (سورۃ بقرہ: ۱۲۵) اور دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ مقام ابراہیم آپ اور بیت اللہ کے درمیان تھا۔ اس کے بعد آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر وہاں سے نکلے اور آپ نے تلاوت فرمایا: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾...... ''صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' (سورۃ بقرہ: ۱۵۸) ہم وہاں سے آغاز کریں گے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا ہے، چنانچہ آپ کوہ صفا پہ آئے اور اس پر چڑھے حتی کہ آپ کو بیت اللہ نظر آنے لگا، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور بڑائی بیان کی اور یہ کلمات پڑھے (لا

أَمْـرِی مَا اسْتَدْبَرْتُ، مَا سُقْتُ الْهَدْیَ، مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحْلِلْ)) فَحَلَّ بَشَرٌ كَثِيرٌ وَقَـدِمَ عَـلِيٌّ بْنُ أَبِى طَالِبٍ بِبُدْنٍ مِنَ الْيَمَنِ، فَـقَـالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((بِـمَـاذَا أَهْـلَلْتَ؟)) فَقَالَ: قُلْتُ: اللّٰهُمَّ إِنِّى أُهِـلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ وَسَـاقَ رَسُـولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ مِـائَةَ بَدَنَةٍ، فَنَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثَلاثًا وَسِتِّينَ بَدَنَةً، وَنَـحَـرَ عَـلِـيٌّ مَـا بَـقِيَ، ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْخَذَ بَضْعَةٌ مِنْ كُـلِّ بَـدَنَةٍ، فَيُـجْـعَـلَ فِـى قِدْرٍ، فَـأَكَلا مِنْ لَحْمِهَا، وَحَسَيَا مِنْ مَرَقِهَا۔

إِلَـهَ إِلا الـلّٰـهُ وَحْدَهُ، لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) ''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، حکومت اور تعریف اسی کی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' پھر آپ چلتے ہوئے نیچے اترے حتی کہ جب آپ کے قدم مبارک نشیب میں جا گزیں ہوئے تو آپ دوڑنے لگے حتی کہ مروہ کی چڑھائی شروع ہوگئی تو آپ آرام سے چلنے لگے حتی کہ مروہ پہنچ گئے تو وہاں آپ نے سب کچھ وہی کیا جو کوہ صفا پر کیا تھا حتی کہ آپ نے اپنی سعی پوری فرمائی پھر آپ نے لوگوں کو آواز دی، آپ مروہ پر تشریف فرما تھے اور لوگ نیچے تھے، آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے اس حکم کا پہلے پتہ چل جاتا جس کا بعد میں پتا چلا (یعنی عمرے کے وجوب کا) تو میں قربانی ساتھ لے کر نہ آتا اب جس کے پاس قربانی نہیں وہ حلال ہو جائے'' چنانچہ اس اعلان کے بعد خلق کثیر حلال ہوگئی۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن سے قربانیوں سمیت تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''کیا احرام باندھا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کہا تھا: اے اللہ! میرا احرام وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو اونٹ ہمراہ لائے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور باقی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نحر کیے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہر اونٹ سے ایک ٹکڑا گوشت کا لیا جائے اور ایک ہنڈیا میں ڈال کر پکایا جائے، چنانچہ دونوں نے اونٹوں کا گوشت کھایا اوران کے شوربے کے گھونٹ بھرے۔

(١٩١٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ يُرِيدُ الصَّفَا، يَقُولُ: ((نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ)) فَبَدأَ بِالصَّفَا، وَقَالَ: كَانَ إِذَا وَقَفَ عَلَى الصَّفَا يُكَبِّرُ ثَلاثًا، وَيقُولُ: ((لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) يَصْنَعُ ذَلِكَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ وَيَدْعُو، وَيَصْنَعُ عَلَى الْمَرْوَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَقَالَ: كَانَ إِذَا نَزَلَ مِنَ الصَّفَا، مَشَى حَتَّى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي، سَعَى حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهُ۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے صفا کی طرف جاتے ہوئے یہ فرماتے سنا: ''ہم اسی سے ابتداء کرتے ہیں جس کا نام اللہ نے پہلے لیا ہے۔'' چنانچہ آپ نے صفا سے ابتداء کی، راوی نے کہا: جب آپ کوہ صفا پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور یہ کلمات کہتے: (لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) ''اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' آپ نے تین مرتبہ یہ دعا پڑھی اور مروہ پر بھی آپ نے اسی طرح کیا۔ راوی نے کہا: آپ صفا سے چلتے ہوئے نیچے اترے حتی کہ جب آپ کے قدم مبارک نشیب میں جا گزیں ہوئے تو آپ دوڑنے لگے یہاں تک کہ آپ نشیب سے گزر گئے۔

شرح: جعفر بن محمد کی حدیث حجۃ الوداع والی گزشتہ روایت سے زیادہ مکمل اور تفصیلی ہے، اس میں مذکور ہے کہ آپ نے صفا سے ابتدا کی، آپ صفا پر چڑھے حتی کہ آپ نے بیت اللہ دیکھا اور قبلہ کے سامنے آ کر آپ نے اللہ کی تکبیر بیان فرمائی (لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ، اَنجز وَعْدَهٗ وَنَصرَعَبْدَهٗ، وَهزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ) ''اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے، اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اور اسی ایک (معبود حقیقی) نے (دشمنوں کی سب) جماعتوں کی شکست دی۔'' پھر ان (الفاظ کو پہلی بار اور دوسری بار پڑھنے) کے درمیان دعا مانگی، تین بار ایسے ہی کیا۔

(١٩١٩) انظر الحديث السابق

اس حدیث میں علم کی بہت سی باتیں ہیں۔ایک یہ کہ فرض ہونے کے بعد حج کی ادائیگی فوراً ضروری نہیں، اسے وجوب والے سال سے تاخیر کے ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے۔اسلام میں حج ۵ھ میں فرض ہوا اور نبیٔ کریم ﷺ نے اسے ۱۰ھ میں تک بلا عذر مؤخر کیا، آپ ۷ھ میں عمرے کی ادائیگی کے لیے نکلے اور ۸ھ میں فتح مکہ کے لیے نکلے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کی قیادت کے لیے ۹ھ میں بھیجا اور بذات خود آپ نے ۱۰ھ میں حج ادا فرمایا، جبکہ اس سے قبل آپ کے لیے حج ادا کرنا ممکن تھا، یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

آپ ﷺ نے صفا مروہ کی سعی کی ابتدا کوہ صفا سے کی۔اس میں دلیل ہے کہ جس چیز کا پہلے مذکور ہوا اسے پہلے کرنا واجب ہے اسی سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو قرآن مجید کی ترتیب کے مطابق وضو کرنے کے قائل ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص صفا کی بجائے مروہ سے سعی کی ابتداء کر دے تو اس کا چکر شمار نہیں کیا جائے گا۔اس حدیث سے پتا چلا کہ جس طرح بیت اللہ کا طواف واجب ہے اسی طرح صفا مروہ کی سعی بھی واجب ہے۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی کوہ صفا پر ایک آدمی کے قد کے برابر چڑھے حتی کہ بیت اللہ سامنے نظر آنے لگ جائے (تو دعائیں کرے تکبیر، تحمید اور تہلیل بیان کرے) اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کوہ صفا سے نیچے اترے اور وادی کے نشیب میں دوڑنا شروع کردے پھر جب کوہ مروہ قریب آجائے تو چلنا شروع کر دے حتی کہ اس کے اوپر آدمی کے قد کے برابر چڑھ جائے (اور ویسے کرے جیسے صفا پر کیا تھا)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سعی بنی عباد کے گھر سے لے کر ابن ابی حسین کی گلی تک ہے۔اگر کوہ صفا کے دامن سے کوہ مروہ کے دامن تک چلا جائے اور ان دونوں پہاڑیوں پر نہ چڑھے تو اس پر کوئی دم وغیرہ نہیں۔اسی طرح اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کے مابین دوڑے نہیں بلکہ صرف آہستہ آہستہ چلے تو بھی جائز ہے۔

مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ صفا اور مروہ کے درمیان میں چلا ہی کرتے تھے، ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا۔اگر میں (صفا مروہ کے درمیان میں) دوڑوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دوڑتے ہوئے دیکھا ہے اور اگر میں چلوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو چلتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حرم میں قربانیاں ذبح کرنے والا شخص اپنی قربانیوں کا گوشت کھا سکتا ہے اگر وہ قربانی نفلی ہو۔علماء کی ایک جماعت نے متمتع اور قارن کے لیے اپنی قربانی کا گوشت کھانا جائز سمجھا ہے۔ان حضرات کی دلیل سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے (جس میں آپ ﷺ کے قربانیوں کے گوشت کھانے اور شوربا پینے کا تذکرہ ہے) اور جو حضرات جائز نہیں جانتے ان کا کہنا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے حج مفرد کیا تھا اور آپ کا قربانیاں کرنا بطور نفل تھا، اور جن حضرات کا خیال ہے کہ آپ نے حج قران یا حج تمتع کیا ہے وہ کہتے ہیں آپ پر ایک قربانی کرنا فرض تھا جو اونٹ میں ساتواں حصہ بنتا ہے اور باقی زائد قربانیاں نفل کے طور پر تھیں تو یوں کہہ لیجئے گویا آپ کی ساری قربانیاں نفلی

ہی تھیں اس لیے کہ نفل قربانیاں بہت زیادہ تھیں۔

آپ نے تریسٹھ قربانیاں اپنے دست مبارک سے نحر کیں۔ اس کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کی عمر مبارک اس وقت تریسٹھ برس تھی تو گویا آپ نے اپنی عمر کے ہر سال کے بدلے ایک قربانی کی۔

(۱۹۲۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ: أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ فَمَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَلا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: كَلا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ، كَانَتْ ﴿فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لا يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ، وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، فَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلامُ، سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ......﴾ الْآيَةَ۔

جناب عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا......جبکہ ابھی میں نوعمر تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾......"صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اس لیے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔" (سورۂ بقرہ: ۱۵۸) اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہو گا، یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اگر مطلب یہ ہوتا جیسا کہ تم بتا رہے ہو پھر تو ان کی سعی کرنے میں واقعی کوئی حرج نہیں تھا لیکن یہ آیت تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو منات بت کے نام کا احرام باندھتے تھے جو قدید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ وہ صفا مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾...... "صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔" (سورۂ بقرہ: ۱۵۸)

(۱۹۲۰) أخرجه البخاري: ۱۷۹۰، و مسلم: ۱۲۷۷

شرح جناب عاصم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ صفا اور مروہ کے درمیان میں سعی کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں اس لیے کہ یہ جاہلیت کی امتیازی باتوں میں سے ایک بات تھی (اور ہم اس کی بجا آوری میں حرج محسوس کرتے تھے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾...... ''بلاشبہ صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔'' (سورۂ بقرہ:۱۵۸)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کے نزدیک حج عمرہ میں صفا ومروہ کی سعی کرنا واجب ہے اس لیے علمائے کرام صفا مروہ کی سعی کے بغیر احرام حج سے حلال ہونے کو جائز نہیں سمجھتے۔ سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عمر اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے، حسن بصری، امام مالک، امام شافعی اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔

علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ صفا مروہ کی سعی ایک نفلی چیز ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کرلیا وہ حلال ہوگیا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ اسی کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں ابن سیرین، عطاء، مجاہد، سفیان ثوری اور اہل رائے کا یہ موقف ہے۔ جناب سفیان ثوری اور اہل رائے نے مزید یہ کہا ہے کہ سعی نہ کرنے والے پر دم دینا لازم ہے۔ ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے: ﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾...... ''بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں کوئی گناہ نہیں۔'' (سورۂ بقرہ:۱۵۸) ان کا کہنا ہے کہ گناہ کا نہ ہونا سعی کی اباحت اور جواز پر دلالت کرتا ہے نہ کہ وجوب پر اور دوسرے حضرات کے نزدیک یہ انداز اس لیے اختیار کیا گیا کہ کچھ لوگ صفا مروہ کے درمیان سعی کو گناہ سمجھتے تھے جیسا کہ اس بات کا تفصیلی تذکرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں ہے اور وجوب کے قائل حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل روایت ہے۔

(۱۹۲۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُؤَمَّلٍ الْعَائِذِيُّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَيْصِنٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ......

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: أَخْبَرَتْنِي بِنْتُ أَبِي تَجْرَاةَ إِحْدَى نِسَاءِ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ، قَالَتْ: دَخَلْتُ مَعَ نِسْوَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ دَارَ آلِ أَبِي حُسَيْنٍ نَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا

صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے ابو تجراۃ کی بیٹی نے خبر دی جو قبیلہ بنی عبدالدار کی ایک خاتون ہیں وہ کہتی ہیں: میں قریش کی کچھ عورتوں کے ہمراہ آل ابی حسین کے گھر گئی تاکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں (ان صاحب کا گھر صفا مروہ کے درمیان تھا) آپ صفا مروہ کے درمیان سعی

(۱۹۲۱) حسن بطرقه وشاهده ...... أخرجه الامام احمد فی المسند: ۲۷۳۶۷، والامام الشافعی فی المسند: ۱۷۰۳

وَالْمَرْوَةِ، فَرَأَيْتُهُ يَسْعَى، وَإِنَّ مِئْزَرَهُ لَيَدُورُ مِنْ شِدَّةِ السَّعْيِ، حَتَّى لَأَقُولَ: إِنِّي لَأَرَى رُكْبَتَيْهِ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((اسْعَوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ۔))

فرما رہے تھے تو میں نے آپ کو سعی کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ کا تہہ بند تیز دوڑنے کی وجہ سے گولائی میں گھوم رہا تھا اور میں کہہ سکتی ہوں کہ میں نے آپ کے گھٹنے دیکھے ہیں اور آپ کو یہ کلمات فرماتے ہوئے سنا ہے: ''سعی کرو! کہ اللہ نے تمہارے اوپر سعی کرنا واجب قرار دیا ہے۔''

شرح **فائدہ:** صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا، حج کا ایک رکن ہے لیکن قرآن کے الفاظ (کوئی گناہ نہیں) سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ شبہ ہوا کہ شاید ضروری نہیں ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم میں جب یہ بات آئی تو انہوں نے کہا: اگر اس کا یہ مطلب ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾...... ''اگر ان کو طواف نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں۔'' پھر اس کا شان نزول بیان کیا کہ انصار قبول اسلام سے قبل مناۃ طاغیہ (بت) کے نام کا تلبیہ پکارتے، جس کی وہ مشلل پہاڑی پر عبادت کرتے تھے اور پھر مکہ پہنچ کر ایسے لوگ صفا مروہ کے درمیان سعی کو گناہ سمجھتے تھے، مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ صفا مروہ کے درمیان سعی گناہ نہیں۔ (صحيح بخاری: ١٦٤٣)

فائدہ: بعض حضرات نے اس کا پس منظر اس طرح بیان کیا ہے کہ جاہلیت میں مشرکوں نے صفا پہاڑی پر ایک بت اساف اور مروہ پہاڑی پر نائلہ بت رکھا ہوا تھا، جنہیں وہ سعی کے دوران بوسہ دیتے یا چھوتے تھے، جب لوگ مسلمان ہوئے تو ان کے ذہن میں آیا کہ صفا مروہ کے درمیان سعی شاید گناہ ہو، کیوں کہ اسلام سے قبل دو بتوں کی وجہ سے سعی کرتے رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس وہم اور خلش کو دور فرما دیا۔ اب یہ سعی ضروری ہے جس کا آغاز صفا سے اور خاتمہ مروہ پر ہوتا ہے۔ (ع،س)

(١٩٢٢)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ دُحَيْمٍ الشَّيْبَانِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَازِمِ بْنِ أَبِي غَرْزَةَ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى، وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ......

عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمَّارٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلَى بَعِيرٍ لَا ضَرْبَ، وَلَا طَرْدَ وَلَا إِلَيْكَ إِلَيْكَ۔

سیدنا قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ پر سوار صفا مروہ کی سعی کرتے دیکھا ہے، نہ سواریوں کو مارا جا رہا تھا اور نہ ہٹو بچو کا شور تھا۔

(١٩٢٢) صحيح ......أخرجه الترمذي: ٩٠٣، والنسائي: ٢٧٠، وابن ماجه: ٣٠٣٥

(36)......بَابُ أَيْنَ يُصَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ

آٹھ ذی الحجہ کو نماز ظہر کہاں پڑھی جائے

(۱۹۲۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ......

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِمِنًى ، قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ لِلنَّفْرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ ، ثُمَّ قَالَ: افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ۔

جناب عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز آٹھویں ذی الحجہ میں کہاں پڑھی تھی؟ اگر آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار ہے تو مجھے بتائیے۔ انہوں نے جواب دیا: منیٰ میں، میں نے پوچھا: کوچ والے دن (بارھویں تاریخ کو) عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا کہ ابطح (محصب) میں۔ پھر انہوں نے کہا: جس طرح تمہارے حکام کرتے ہیں اسی طرح تم بھی کرو۔

شرح: مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا کرتے، پھر سورج طلوع ہونے کے بعد منی سے عرفات کی طرف روانہ ہو جاتے۔ (مؤطا امام مالک: ۹۱۲)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

(صحیح، ابوداود: ۱۹۱۱، ترمذی: ۸۷۹، ابن ماجہ: ۳۰۰۴)

(37)......بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ إِذَا غَدَا مِنْ مِنًى إِلٰى عَرَفَةَ

منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تکبیریں اور تلبیہ کہتے ہوئے جانا

(۱۹۲٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ ، أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى

جناب محمد بن ابوبکر ثقفی سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا جبکہ ہم منیٰ سے عرفات جا

(۱۹۲۳) أخرجه البخاري: ۱۹۵۳، و مسلم: ۱۳۰۹

(۱۹۲٤) أخرجه البخاري: ۱٦٥۹، و مسلم: ۱۲۸٥

عَـرَفَةَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُـولِ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:؟ فَقَالَ: كَانَ يُهِلُّ الْمُهِلُّ مِنَّا، فَلا يُنْكَرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلا يُنْكَرُ عَلَيْهِ۔

رہے تھے تم اس دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کس طرح لبیک کہتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: لبیک کہنے والا لبیک کہتا تھا، اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تھا اور تکبیریں کہنے والا تکبیریں کہتا تھا، اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تھا۔

شرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ منیٰ سے عرفات گئے۔ ہم میں سے کوئی لبیک پکار رہا تھا اور کوئی تکبیریں کہہ رہا تھا۔ (صحيح مسلم: ١٢٨٤)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس مسئلہ میں رخصت ہے یعنی عرفات جاتے ہوئے لبیک کہنا بھی جائز ہے اور تکبیریں کہنا بھی، عام اہل علم کا خیال ہے کہ حاجی لبیک کا سلسلہ یوم نحر کو جمرہ عقبہ کی رمی تک جاری رکھے گا، کیونکہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمرہ عقبہ کو رمی کرنے تک لبیک کا سلسلہ جاری رکھا۔

(صحيح بخاری: ١٦٨٧، صحيح مسلم: ١٢٨١)

فرض نمازوں کے بعد غیر حاجی افراد مرد وزن کے لیے یوم نحر اور ایام تشریق میں تکبیرات کہنا مشروع ہے خواہ با جماعت نماز ادا کریں یا اکیلے، اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ عرفہ کے روز نماز فجر کے بعد تکبیرات کی ابتداء کی جائے اور ایام تشریق کے آخری دن نماز عصر کے بعد تکبیرات کا سلسلہ منقطع کر دینا چاہیے۔ سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما اسی کے قائل ہیں، مکحول بھی اسی کے قائل ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن صبح کی نماز ادا کی پھر قبلہ کی طرف سہارا لے کر بیٹھ گئے اور کہا: (اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ) اس کے بعد ہر نماز کے بعد تکبیرات کہتے رہے حتیٰ کہ ایام تشریق میں سے آخری دن ۱۳ ذی الحجہ کی نماز عصر کے بعد تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ (ضعيف، بيهقی: ٣/ ٣١٥)

ایک قوم کا خیال ہے کہ تکبیرات کا آغاز یوم نحر ۱۰ تاریخ کو نماز ظہر سے ہونا چاہیے اور ۱۳ ذی الحجہ کو نماز فجر کے بعد ختم کر دینا چاہیے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول مروی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ تکبیرات کہنے میں لوگ حاجیوں کے تابع ہیں اور ان اوقات سے قبل حاجیوں کا ذکر تلبیہ ہوتا ہے تکبیرات نہیں۔

ایک قوم کا خیال ہے کہ عرفہ والے دن نماز فجر کے بعد تکبیرات کہنا شروع کی جائیں اور یوم نحر نماز عصر کے بعد ان کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ عرفہ والے دن نماز فجر سے تکبیرات کا آغاز کرتے تھے۔

فرض نمازوں کے بعد خواتین بھی تکبیرات کہیں، مسافر اور شہروں کے مضافاتی علاقوں میں رہنے والے لوگ بھی تکبیرات بلند کریں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ عورتیں، مسافر، دیہاتوں کے باسی اور اکیلی نماز پڑھنے والے افراد تکبیرات نہ کہیں۔ جناب کریب سے مروی ہے کہ میں ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کو لبیک پکارتے سنتا رہا حتی کہ

یوم نحر کو جمرہ عقبہ کی رمی تک انہوں نے تکبیرات کہیں۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ مروی ہے کہ عورتیں ایام تشریق کی راتوں کو مسجد کے اندر امام کی تکبیرات کے ساتھ تکبیریں کہتی تھیں۔

نفل نمازوں کے بعد تکبیرات کہنے کے سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال مختلف ہیں۔ جناب محمد بن علی اور محمد بن المنکدر رحمہ اللہ ایام تشریق میں نفل نمازوں کے بعد تکبیرات کہا کرتے تھے، جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے چاشت کی نماز مسجد میں ادا کی، اس کے بعد بآواز بلند تکبیرات کہیں اور یہ ایام منی کی بات ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ قیام منیٰ کے دنوں میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہا کرتے تھے حتی کہ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے، خیمے میں ٹھہرے ہوئے، مجلس میں بیٹھے ہوئے اور چلتے پھرتے تکبیرات کا سلسلہ جاری رہتا۔

جناب محمد بن سیرین سے پوچھا گیا کہ ایام تشریق میں ایک شخص باجماعت نماز سے پیچھے رہ جائے اور امام نماز کے بعد تکبیرات کہہ لے تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے کہا: وہ اپنی نماز مکمل کرنے کے بعد تکبیرات کہہ لے۔ امام شعبی رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ اگر ایام تشریق میں ان کی نماز جماعت سے چھوٹ جاتی تو وہ اکیلے نماز پڑھنے کے بعد تکبیرات کہتے، امام شعبہ کہتے ہیں: میں نے حکم اور حماد رحمہما اللہ سے پوچھا کہ عرفہ والے دن مساجد میں لوگوں کا جمع ہونا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بدعت ہے۔ جناب ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ یہ اجتماع بدعت ہیں۔ قتادہ نے حسن بصری رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ سب سے پہلے ایسا کرنے والے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

(38)......بَابُ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ

میدان عرفات میں وقوف کرنا (فرض ہے)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾...... ''پھر تم اس جگہ سے لوٹو جس جگہ سے سب لوگ لوٹتے ہیں۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۹۹)

(۱۹۲۵)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ أَبُو مُعَاوِيَةَ، نَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِينَهَا يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ، وَكَانُوا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ، وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُونَ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اور ان کے دین کے پیروکار مزدلفہ ہی میں وقوف کرتے اور قریش کو حمس کہا جاتا تھا، باقی سارے اہل عرب میدان عرفات

(۱۹۲۵) أخرجه البخاري: ۱٦٦٥، ٤٥٢٠، و مسلم: ۱۲۱۹

بِعَرَفَاتٍ ، فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلامُ ، أَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ عَلَيْهِ السَّلامُ أَنْ يَأْتِيَ عَرَفَاتٍ ، ثُمَّ يَقِفَ بِهَا ، ثُمَّ يُفِيضَ مِنْهَا ، وَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ [الْبَقَرَة: ۱۹۹]

میں وقوف کیا کرتے تھے، جب اسلام کا دور آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا کہ عرفات میں وقوف کریں، پھر یہاں سے واپس لوٹیں، اللہ عزوجل کے فرمان کا یہی مطلب ہے ﴿ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ ...... ”پھر تم اس جگہ سے لوٹو جس جگہ سے سب لوگ لوٹتے ہیں۔“ (سورۂ بقرہ:۱۹۹)

شرح (يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ) ...... ”انہیں حمس کہا جاتا تھا“ حمس قریش اور ان کی آل اولاد کو کہتے تھے، یہ لفظ حماسہ ”بہادری“ سے مشتق ہے جس کے معنی دین میں شدت، صلابت اور غیرت کے ہیں، یہ لوگ حدود حرم سے نہیں نکلتے تھے، میدان عرفات کعبہ شریف سے تقریباً پندرہ میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ جگہ حرم مکی سے خارج ہے اس لیے وہ میدان عرفات کا وقوف نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے ہم ساکنان حرم ہیں، اور عرفات حرم سے باہر ہے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وقوف عرفہ کا حکم فرمایا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: وقوف عرفات حج کا رکن اعظم ہے۔ اگر کسی سے وقوف عرفہ چھوٹ جائے تو اس کا حج نہیں ہوگا۔ عرفات میں وقوف کا وقت عرفہ کے دن زوال آفتاب سے لے کر یوم نحر طلوع فجر تک ہے۔ اس دوران میں اگر کسی کو عرفات کا وقوف مل جائے مثلاً اگر کوئی مجبور شخص سیدھا میقات سے عرفات پہنچ جائے، خواہ عرفہ کے دن یا اس سے اگلی رات یا طلوع فجر سے قبل یا طلوع فجر کے وقت چند لمحوں کا وقوف کر لے تو اس کا حج ہو جاتا ہے، لیکن اگر اس سے بھی لیٹ ہو جائے تو اس کا حج نہیں ہوگا۔ میدان عرفات میں جہاں بھی وقوف کر لیا جائے درست ہے البتہ امام کے قریب وقوف کرنا پسندیدہ ہے۔

(۱۹۲۶)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ ، أَخْبَرَنَا أَبِي ، عَنْ جَعْفَرٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي ......

عَنْ جَابِرٍ ، فِي حَدِيثِهِ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((نَحَرْتُ هَا هُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ ، فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ ، وَوَقَفْتُ هَا هُنَا ، وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ ، وَوَقَفْتُ هَا

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تو یہاں قربانی ذبح کی ہے اور منیٰ سارے کا سارا قربان گاہ ہے، اپنے اپنے پڑاؤ میں قربانیاں ذبح کرو۔ میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور عرفات سارے کا

(۱۹۲۶) أخرجه مسلم: ۱۲۱۸

هُنا ، وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ۔))

سارا وقوف کی جگہ ہے۔ میں تو یہاں ٹھہرا ہوں اور مزدلفہ سارے کا سارا موقف ہے۔''

شرح مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جانتے ہو کہ میدان عرفات تمام کا تمام ٹھہرنے کا مقام ہے سوائے وادی عرفہ کے اور مزدلفہ سارا موقف ہے۔ (مؤطا امام مالك: ۸۸٤)

''سوائے وادیٔ محسر کے'' اس مفہوم کی مرفوع رویت بھی مذکور ہے۔

(۱۹۲۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ......

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ ، عَنْ خَالٍ لَهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، يُقَالُ لَهُ: يَزِيدُ بْنُ شَيْبَانَ ، قَالَ: كُنَّا فِي مَوْقِفٍ لَنَا بِعَرَفَةَ يُبَاعِدُهُ عَمْرٌو مِنَ الإِمَامِ جِدًّا ، فَأَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ ، فَقَالَ: إِنِّي رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَقِفُوا عَلَى مَشَاعِرِكُمْ هَذِهِ ، فَإِنَّكُمْ عَلَى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيهِ السَّلامُ۔

سیدنا یزید بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم عرفات میں ایسی جگہ وقوف کیے ہوئے تھے کہ عمرو بن عبداللہ اس کو امام کے موقف سے دور سمجھ رہے تھے (ابن مربع رضی اللہ عنہ نے) کہا: بے شک میں تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامبر بن کے آیا ہوں، آپ نے تم لوگوں کو کہلا بھیجا ہے: ''اپنے انہی مقامات پر وقوف کرو۔ بلاشبہ تم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی وراثت میں سے ایک وراثت پر ہو۔'' صحابی رسول ابن مربع رضی اللہ عنہ کا نام یزید بن مربع انصاری ہے ان سے صرف ایک حدیث ہی مروی ہے۔

شرح (فَإِنَّكُمْ عَلَى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ)...... ''بلاشبہ تم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی وراثت میں سے ایک وراثت پر ہو۔'' یعنی تم ابراہیم علیہ السلام کے دین وشریعت کے حامل اور وارث ہو۔ تم عرفات میں ٹھہرو جہاں چاہو اگرچہ یہ حدود حرم سے باہر ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی نے اس کو موقف اور دین اسلام کا امتیازی نشان مقرر فرمایا ہے اور جو طرز عمل قریش مکہ نے اختیار کیا ہوا ہے کہ اپنے آپ کو کعبہ والے سمجھتے ہوئے مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے یہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور طریقے سے انحراف ہے۔

(۱۹۲۷) صحيح ...... أخرجه ابوداود: ۱۹۱۹ ، والترمذى: ۷۷۳ ، والنسائى: ۵/ ۲۵۵ ، وابن ماجه: ۳۰۱۱

جو شخص وادئ عرفہ میں وقوف کر لے اس کے حج کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا حج درست نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کا حج درست ہے اور اس پر دم (قربانی) واجب ہے۔ جو شخص غروب آفتاب سے قبل عرفہ سے نکل آئے اکثر فقہاء کے قول کے مطابق اس پر بکری ذبح کرنا لازم ہے۔ جناب عطاء، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ اور اہل رائے اسی کے قائل ہیں۔ اگر ایسا شخص طلوع فجر سے پہلے پہلے لوٹ آئے تو اس سے دم ساقط ہو جائے گا، اہل رائے کے نزدیک ساقط نہیں ہوگا بلکہ دینا پڑے گا۔

(39)......بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

(عرفات میں) ظہر وعصر کو جمع کر کے پڑھنا

(١٩٢٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَغَيْرُهُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ...... عَنْ جَابِرٍ فِي حَجَّةِ الْإِسْلَامِ، قَالَ: فَرَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَوْقِفِ بِعَرَفَةَ، فَخَطَبَ النَّاسَ الْخُطْبَةَ الْأُولَى، ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ، ثُمَّ أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخُطْبَةِ الثَّانِيَةِ، فَفَرَغَ مِنَ الْخُطْبَةِ، وَبِلَالٌ مِنَ الْأَذَانِ، ثُمَّ أَقَامَ بِلَالٌ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ، فَصَلَّى الْعَصْرَ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ حج اسلام کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں وقوف کے مقام کی طرف کوچ کیا اور لوگوں کو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، پھر آپ نے دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا اور خطبے سے فراغت حاصل کی اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دے چکے تھے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی۔

شرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کا احوال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محو سفر رہے حتی کہ عرفہ پہنچ گئے۔ آپ کے لیے نمرہ کے مقام پر خیمہ لگایا گیا تھا، آپ خیمے میں اترے (آرام فرمایا) یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے قصواء اونٹنی پر پالان کسنے کا حکم فرمایا اور (سوار ہو کر) وادی عرفات کے نشیب میں آ گئے (وہاں پہنچ کر) لوگوں کو خطبہ دیا، پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو نماز عصر ادا فرمائی اور ان دونوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر وقوف کی

(١٩٢٨) أخرجه مسلم: ١٢١٨

جگہ پر تشریف لائے۔ اپنی قصواء اونٹنی کا پیٹ پتھروں کی طرف کر دیا (یعنی وہیں رکے رہے) اور حبلِ مشاۃ کو (جو کہ ریت کا بڑا ٹیلہ تھا اور لوگ اس کو پیدل ہی عبور کرتے تھے) اپنے سامنے کیا، قبلہ رخ ہوئے اور پھر وہیں رکے رہے حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔ (ایضاً)

فائدہ: گزشتہ حدیث میں دونوں خطبوں کے مابین اذان کہنے کا تذکرہ ہے۔ لگتا ہے کسی راوی سے لف ونشر غیر مرتب والی کیفیت پیدا ہوگئی ہے نیز اس تعارض کا حل یہ ہے صحیح مسلم کی حدیث (جس میں خطبے کے بعد اذان کا تذکرہ ہے) کو مسند امام شافعی والی حدیث پر ترجیح حاصل ہے نیز خطبے نمازوں سے پہلے ہی دیے جائیں گے۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس بات پر اتفاق ہے کہ عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ظہر کے وقت پڑھی جائیں گی۔ اسی طرح رات کو مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے مزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھی جائیں گی۔ ان کو اکٹھا امام حج کی اقتداء میں ادا کیا جائے گا جو اتنے سفر سے آیا ہو جس پر قصر کا اطلاق ہوتا ہو۔ اگر کوئی شخص ان نمازوں کو جمع کر کے نہیں پڑھتا بلکہ ہر نماز کو اپنے اپنے وقت مقررہ پر ادا کرتا ہے تو اکثر فقہاء کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے بہر حال سنت کی پیروی (جمع کر کے پڑھنا) افضل ہے۔

فائدہ: عصر کو ظہر کے ساتھ پڑھنے کا مقصد وقوف میں سہولت ہے کیونکہ وقوف کے درمیان لوگوں کو دوبارہ وضو اور جماعت وغیرہ کی تکلیف دینا تنگی کا باعث ہے، نیز وقوف بھی سکون سے نہیں ہوسکتا ویسے بھی یہ سفر کی حالت ہے، سفر میں دو نمازیں ملا کر پڑھنا جائز ہے۔ (ع،س)

امام ثوری اور اہل رائے نے کہا: اگر کوئی شخص نماز مغرب مزدلفہ آنے سے پہلے پڑھ لیتا ہے تو اس پر اعادہ لازم ہے۔ ان بزرگوں نے ظہر وعصر کی نمازوں کو اپنے اپنے اوقات میں پڑھنا جائز قرار دیا ہے مگر اچھا نہیں سمجھا ہے اور الگ الگ پڑھنے والے پر دہرانا واجب قرار نہیں دیا۔

اہل مکہ اور حد قصر سے کم مسافت سے آنے والے لوگوں کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ بھی ظہر وعصر عرفہ میں اور مغرب وعشاء مزدلفہ میں جمع کریں گے یا نہیں اسی طرح اکیلے نماز پڑھنے والے کے حق میں بھی اختلاف کیا ہے۔ اکثر اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ ان مقامات پر قصر نماز پڑھنا اہل مکہ اور حد قصر سے کم مسافت سے آنے والے حضرات کیلئے جائز نہیں البتہ ان کے لیے جائز ہے جو حد قصر سے زائد مسافت سے آتے ہوں۔ اگر ان مقامات پر مسافر امام نماز پڑھا رہا ہو تو دو رکعتوں کے بعد مسافر حضرات تو امام کے ساتھ سلام پھیر دیں گے لیکن مکہ کے باسی کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کریں گے۔ مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لائے تو مکہ والوں کو دو رکعتیں نماز پڑھاتے اور کہتے: يَـا أَهْـلَ مَكَّةَ! أَتِمُّوا صَلاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ۔ ...... اے اہل مکہ! اپنی نماز مکمل کرلو، ہم مسافر لوگ ہیں۔ (مؤطا امام مالك: ٣٤٩)

جناب عطاء، مجاہد، زہری، ابن جریج، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق رحمہ اللہ اور اہل رائے اسی موقف کے قائلین میں سے ہیں۔ بعض علماء نے اہل مکہ کیلئے امام کے ساتھ نماز قصر پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ امام اوزاعی، مالک، سفیان بن عیینہ اس کے قائل ہیں۔

اگر عرفہ والے دن یا منی کے دنوں میں جمعۃ المبارک آجائے تو جمعہ نہیں پڑھا جائے گا بلکہ نماز ظہر ادا کی جائے گی۔

(40)......بَابُ الدُّعَاءِ يَوْمِ عَرَفَةَ

یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) کو دعا

(١٩٢٩)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، مَوْلَى ابْنِ عَيَّاشٍ......

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيزٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((أَفْضَلُ الدُّعَاءِ دُعَاءِ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَأَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي: لَا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ۔))

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے بہتر کلمہ جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا ہے یہ ہے (لَا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ) ''اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔''

شرح فائدہ: یہ پورا ذکر یوں ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قدير۔ (ع، س)

(41)......بَابُ فَضْلِ يَوْمِ عَرَفَةَ

یوم عرفہ کی فضیلت

(١٩٣٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ......

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيزٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا رُئِيَ الشَّيْطَانُ يَوْمًا هُوَ فِيهِ أَصْغَرُ، وَلَا أَدْحَرُ،

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عرفہ کے دن کے علاوہ کسی اور دن شیطان اس قدر ذلیل، حقیر، اللہ کی رحمت سے دور اور سخت

(١٩٢٩) صحيح ......أخرجه الامام مالك فى المؤطأ: ٩٦٣

(١٩٣٠) حديث مرسل ......أخرجه الامام مالك فى المؤطأ: ٩٦٢

وَلا أَحْقَرُ، وَلا أَغْيَظُ مِنْهُ يَوْمَ عَرَفَةَ، وَمَا ذَاكَ إِلا لِمَا يَرَى مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ، وَتَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِلا مَا كَانَ مِنْ يَوْمِ بَدْرٍ)) فَقِيلَ: وَمَا رَأَى مِنْ يَوْمِ بَدْرٍ؟ قَالَ: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ رَأَى جِبْرِيلَ وَهُوَ يَزَعُ الْمَلائِكَةَ۔))

غصے میں نہیں دیکھا گیا اور اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ اس روز رحمت کا نزول اور بڑے بڑے گناہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ہوتی دیکھتا ہے، سوائے اس کے کہ جو اس نے جنگ بدر والے دن دیکھا۔'' پوچھا گیا: اس نے بدر والے دن کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے جبرائیل علیہ السلام کو فرشتوں کی صف بندی کراتے ہوئے دیکھا۔''

شرح: (أَدْحَر) کا معنی ہے ذلیل وخوار اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت دور، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا﴾ ......''ملامت خوردہ اور راندۂ درگاہ ہوکر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔''

(۱۹۳۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْمُظَفَّرِيُّ السَّرْخَسِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَعِيدٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ النَّضْرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَضْلِ الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، أَخْبَرَنَا مَرْزُوقٌ، مَوْلَى طَلْحَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ، إِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيُبَاهِي بِهِمُ الْمَلائِكَةَ، فَيَقُولُ: انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْثًا غُبْرًا، ضَاحِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَتَقُولُ الْمَلائِكَةُ: يَا رَبِّ فُلانٌ كَانَ يَرْهَقُ، وَفُلانٌ وَفُلانَةٌ، قَالَ: يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: لَقَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ)) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَمَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ۔))

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یوم عرفہ کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اتر آتے ہیں اور فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میرے بندوں کی طرف دیکھو! میرے پاس پراگندہ سر، غبار آلود دور دراز کی تمام راہوں سے آئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں معاف کردیا ہے۔'' تو فرشتے کہتے ہیں: اے رب! فلاں گنہگار تھا، فلاں بھی گنہگار تھا اور فلاں عورت بھی ایسی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یقیناً میں نے انہیں معاف کر دیا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگ سے آزاد ہونے والے عرفہ والے دن سے بڑھ کر کسی اور دن میں نہیں ہوتے۔''

(۱۹۳۱) ضعیف ......أخرجه ابن خزيمة: ٤/ ٢٦٣، وابن حبان: ٣٨٥٣

فائدہ: اس موضوع سے متعلقہ درج ذیل روایت صحیح ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَت: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ.)) ......''کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہو، عرفہ والے دن کی بہ نسبت، اللہ تعالیٰ اس دن کو لوگوں کے قریب ہوتا ہے اور ان کے ذریعے سے فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: یہ بندے کیا چاہتے ہیں، ان کا کیا ارادہ کیا ہے۔'' (صحیح مسلم) (م،م)

(42)......تَعْجِيلُ الْوُقُوفِ وَتَقْصِيرُ الْخُطْبَةِ

وقوف کرنے میں جلدی کرنا اور خطبہ مختصر دینا

(١٩٣٢)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ إِلَى الْحَجَّاجِ بْنِ يُوسُفَ، أَنْ لَا تُخَالِفْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فِي أَمْرِ الْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ، جَاءَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ حِينَ مَالَتِ الشَّمْسُ، فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِهِ: الرَّوَاحُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ الْحَجَّاجُ فِي مَلْحَفَةٍ مُعَصْفَرَةٍ، وَقَالَ: هَذِهِ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَنْظِرْنِي أُفِضْ عَلَيَّ مَاءً، فَدَخَلَ، فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقُلْتُ لَهُ: إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تُصِيبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ، فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ، وَعَجِّلِ الصَّلَاةَ، فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ كَيْمَا يَسْمَعَ ذَلِكَ مِنْهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: صَدَقَ۔

جناب سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حج کے احکام میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہ کرے، عرفہ کے دن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سورج ڈھلتے ہی تشریف لائے، آپ نے حجاج کے خیمہ کے پاس بلند آواز سے پکارا، جلدی اٹھو حجاج باہر نکلا۔ اس کے بدن پر ایک کسم میں رنگی ہوئی چادر تھی۔ اس نے پوچھا: اسی وقت چلنا چاہیے؟ انہوں نے کہا: ہاں اسی وقت، حجاج نے کہا: پھر تھوڑی مہلت دیجئے کہ میں اپنے اوپر پانی ڈال لوں (یعنی غسل کرلوں) اس کے بعد وہ اندر گیا اور غسل کیا، پھر باہر آیا اور میرے اور میرے والد (ابن عمر رضی اللہ عنہ) کے درمیان چلنے لگا تو میں نے کہا کہ اگر سنت پر عمل کا ارادہ ہے تو خطبے میں اختصار اور نماز میں جلدی کرنا، اس بات پر وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھنے لگا تاکہ یہ بات ان کے

(١٩٣٢) أخرجه البخاري: ١٦٦٠، ١٦٦٣

منہ سے بھی سنے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ سچ کہتا ہے۔ محمد بن عبداللہ بن یوسف عن مالک کی سند سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں: خطبے میں اختصار اور وقوف (عرفات) میں جلدی کرنا۔

(43)......بَابُ الدَّفْعِ مِنْ عَرَفَةَ

عرفات سے واپسی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ﴾......''جب تم عرفات سے لوٹو۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۸) یعنی جب تم میدان عرفات میں وقوف کر کے واپس آ ؤ۔ أَفَاضَ مِنَ الْمَكَانِ کا جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف نہایت سرعت سے آیا جائے۔ میدان عرفات سے مزدلفہ کی طرف حاجی جب پلٹتے ہیں تو رش کی وجہ سے خوب دھکم پیل ہوتی ہے اس کیفیت کو قرآن مجید میں لفظ ''افاض'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۱۹۳۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَأَنَا جَالِسٌ مَعَهُ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِينَ دَفَعَ؟ قَالَ: كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فُرْجَةً، نَصَّ، قَالَ مَالِكٌ: قَالَ هِشَامٌ: وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ۔

جناب عروہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا اور میں (اس مجلس میں) بیٹھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جب عرفہ سے روانہ ہوئے تھے تو کس رفتار سے چلے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ درمیانی رفتار (عنق) سے چلے تھے، جب کوئی فراخی پاتے تو قدرے تیز ہو جائے، ہشام نے کہا کہ نص والی رفتار عنق سے قدرے تیز تر ہوتی ہے۔

شرح: ایک سند میں (فرجه) کی بجائے (فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ) کے الفاظ ہیں، معنی دونوں لفظوں کا ایک ہی ہے۔

امام ابوسلیمان خطابی نے کہا: عنق اس درمیانی رفتار کو کہتے ہیں جو بہت آہستہ بھی نہ ہو اور زیادہ تیز بھی نہ ہو۔ نص اونٹ کی تیز رفتار کو کہتے ہیں۔ عربوں کے جملے (نَصَصْتُ الْحَدِيْثَ) کا مطلب ہے: میں نے بات کو اس کے قائل تک پہنچا دیا۔ ابوعبید نے کہا: نص یہ ہے کہ اونٹ کو تیز چلانے کی کوشش جاری رکھی جائے تا آنکہ وہ نہایت تیز رفتار سے چلنے

(۱۹۳۳) أخرجه البخاري: ۱٦٦٦، و مسلم: ۱۲۸٦

لگے۔ لفظ (نص) کا لغوی معنی ہے ایک چیز کو اس کے اختتام تک پہنچانا اور کسی چیز کا بلند اور آخری مقام۔

(فَجْوَةً) دو چیزوں کے درمیان موجود کشادگی اور فراخی کو کہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھیڑ بھاڑ کے مقامات پر تیز رفتاری مناسب نہیں کیونکہ اس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے اور حادثے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ ازدحام نہ ہو تو حسب موقع جانور کو تیز بھی چلایا جا سکتا ہے۔

(١٩٣٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ......

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، مَوْلَى وَالِبَةَ الْكُوفِيِّ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَائَهُ زَجْرًا شَدِيدًا، وَضَرْبًا لِلْإِبِلِ، فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ، وَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالإِيضَاعِ۔))

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ وہ عرفہ کے دن (میدان عرفات سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اونٹ ہانکنے کا سخت شور اور اونٹوں کی ماردھاڑ کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''لوگو! آہستگی اور وقار اپنے اوپر لازم کرلو، اونٹوں کو تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔''

شرح (اِيْضَاعٌ) کا معنی ہے: سواریوں کو تیز چلنے کے لیے مجبور کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا اَوۡضَعُوۡا خِلٰلَكُمۡ﴾...... ''بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے۔'' (سورہ توبہ:٤٧) کہا گیا ہے ایضاع اور خبب دو چالیں ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں، ایجاف بھی انہی کی مانند ہے۔

(١٩٣٥)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: وَدَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ، حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ،

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس لوٹ رہے تھے تو آپ نے اپنی اونٹنی کی مہار کھینچ رکھی تھی، حتی کہ اس کا سر پالان کی درمیانی لکڑی کو

(١٩٣٤) أخرجه البخاري: ١٦٧١

(١٩٣٥) أخرجه مسلم: ١٢١٨

وَيَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى: ((أَيُّها النَّاسُ ، السَّكِينَةَ السَّكِينَةَ.)) كُلَّمَا أَتَى حَبْلا مِنَ الْحِبَالِ أَرْخَى لَهَا قَلِيلا حَتَّى تَصْعَدَ ، حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ ، فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ، ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ ، فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ، فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًا ، فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

لگتا تھا، اور آپ اپنے داہنے ہاتھ سے اشارہ فرما رہے تھے: ''اے لوگو! سکون اختیار کرو سکون۔'' جب بھی چلتے چلتے کوئی ٹیلا آتا تو آپ تھوڑی سی اونٹنی کی مہار ڈھیلی کر دیتے تا آنکہ وہ ٹیلا چڑھ جاتی۔ اسی طرح چلتے ہوئے آپ مزدلفہ تشریف لائے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ادا فرمائیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی، پھر فجر طلوع ہونے تک رسول اللہ ﷺ لیٹ گئے۔ پھر صبح واضح ہونے پر آپ نے نماز فجر ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا کی اور پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام کے پاس تشریف لائے اور قبلہ رخ ہو کر آپ نے دعائیں کیں، تکبیرات، تہلیلات کہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان کی آپ اسی کیفیت میں کھڑے رہے حتی کہ صبح خوب روشن ہو گئی تو پھر سورج طلوع سے قبل آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

شرح: (شَنَّقَ لِلْقَصْوَاءِ)...... ''اپنی قصواء اونٹنی کی مہار کھینچ رکھی تھی'' (حبال) پہاڑوں سے ذرا کم اور اُنچائی والے ٹیلے۔ اس کا واحد حبل ہے، قصواء آپ ﷺ کی اونٹنی کا نام تھا۔ مذکر کے لیے یہ لفظ مستعمل نہیں ہے یعنی ''جمل اقصی'' نہیں کہا جائے گا۔

(44)......بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھنا

لفظ مزدلفہ کا لغوی معنی ہے: جمع ہونا اور اکٹھا ہونا چونکہ وہاں حاجی جمع ہوتے ہیں اس لیے اس مقام کو ''مزدلفہ'' کہا جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ﴾...... ''اور ہم نے اسی جگہ دوسروں کو نزدیک لا کھڑا کر دیا۔'' (سورۂ شعراء: ٦٤)

(١٩٣٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ ،

(١٩٣٦) أخرجه البخاري: ١٦٧٤ ، و مسلم: ١٢٨٧

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ الْخَطْمِيَّ......

أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيعًا۔

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں ایک ساتھ ادا کیں۔

(۱۹۳۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ......

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ، نَزَلَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ، فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)) فَرَكِبْتُ، فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ، نَزَلَ فَتَوَضَّأَ، فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الْعِشَاءُ، فَصَلَّاهَا وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات سے روانہ ہو کر گھاٹی میں اترے (جو مزدلفہ کے قریب) وہاں اتر کر آپ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور پورا وضو نہیں کیا، میں نے آپ سے نماز کے متعلق عرض کیا تو فرمایا: ''نماز آگے ہے۔'' پس میں سوار ہو گیا۔ جب آپ مزدلفہ تشریف لائے وہاں پھر وضو کیا اور پوری طرح کیا، پھر نماز کی تکبیر کہی گئی اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اس جگہ پر بٹھا دیا، پھر دوبارہ نماز عشاء کے لیے تکبیر کہی گئی اور آپ نے نماز پڑھی۔ آپ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (سنت یا نفل) نماز نہیں پڑھی۔

شرح (اَلصَّلَاةُ أَمَامَكَ) یعنی نماز پڑھنے کا مقام مزدلفہ ابھی آگے ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی کو عرفات سے روانگی کے وقت نماز مغرب راستے میں نہیں پڑھنی چاہیے بلکہ مزدلفہ پہنچ کر ہی پڑھنی چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نماز کا وقت ختم ہو گیا ہو اسے ادا کرتے وقت صرف اقامت کہی جائے گی، اذان نہیں دی جائے گی، نیز دو نمازوں کے درمیان قلیل عمل سے اکٹھی نمازیں پڑھنے میں کوئی فرق نہیں پڑتا وہ اس قلیل عمل کے باوجود اکٹھی ہی سمجھی جائیں گی، صحابہ کرام نے نماز مغرب ادا کرنے کے بعد اپنے اونٹ بٹھائے، پالان اتارے اور پھر نماز عشاء ادا کی۔

(۱۹۳۷) أخرجه البخاري: ۱۶۷۲، و مسلم: ۱۲۸۰

اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے پہلی مرتبہ مختصر وضو کیا، مکمل وضو نہ کیا، وہ اس لیے کہ مزدلفہ پہنچنے تک آپ طہارت سے ہوں، آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ہر وقت طہارت اور پاکیزگی سے رہنے کی کوشش فرمایا کرتے تھے پھر مزدلفہ پہنچ کر آپ نے نماز ادا کرنے کے لیے پورا وضو فرمایا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو بجائے خود ایک عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، خواہ اس سے نماز پڑھی جائے یا نہ۔

(۱۹۳۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا آدَمُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ، كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى أَثَرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں ایک ساتھ ملا کر پڑھیں، ہر ایک کے لیے الگ الگ تکبیر کہی گئی۔ نہ ان دونوں کے درمیان میں کوئی نفل وسنت پڑھی اور نہ ان کے بعد۔

شرح: جب (عرفات میں) ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ظہر کے وقت پڑھی جائیں گی تو اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز ظہر کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور نماز عصر کے لیے اذان نہیں کہی جائے گی، اکثر علماء کا خیال ہے کہ نماز عصر کے لیے اقامت (تکبیر) کہی جائے گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں، اہل رائے کا خیال ہے کہ عصر کے لیے تکبیر نہیں کہی جائے گی۔ اسی طرح رات کو مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے مزدلفہ میں پڑھی جائیں تو اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: دونوں نمازوں کے لیے صرف تکبیریں ہی کہی جائیں، اذان نہیں۔ ان کی دلیل سیدنا اسامہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایات ہیں۔ جناب اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی موقف ہے، ایک قوم کا خیال ہے کہ ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ان نمازوں کو جمع کیا جائے۔ وہ اس طرح کہ پہلے نماز کی ادائیگی کے وقت اذان کہی جائے اور ہر ایک نماز کی ادائیگی کے وقت تکبیر کہی جائے، یہ اہل رائے کا موقف ہے اور ان کی دلیل سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ ہر نماز کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت کہی جائے۔ ان کی دلیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ صرف ایک اقامت کہہ کر

(۱۹۳۸) أخرجه البخاري: ۱۶۷۳

دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا جائے۔ ابو اسحاق عن عبدالله بن مالك عن ابن عمر عن النبی ﷺ کی سند سے یونہی مروی ہے، نیز سعید بن جبیر عن ابن عمر عن النبی ﷺ کی سند سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: مندرجہ صدر کیفیات میں سے جس کو بھی اختیار کر لیا جائے کفایت کر جائے گا۔ دوران سفر میں دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا جن حضرات کے نزدیک جائز ہے وہاں بھی اسی قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

(45)......بَابُ التَّغْلِيْسِ بِالْفَجْرِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

یوم نحر کو مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کرنا

(۱۹۳۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ......

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ إِلَى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا، فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ، كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ: طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ: لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِي هَذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمِيعًا حَتَّى يُعْتِمُوا، وَصَلَاةُ الْفَجْرِ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ)) ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى أَسْفَرَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَفَاضَ الْآنَ، أَصَابَ السُّنَّةَ، فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ، أَوْ دَفْعُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ۔

جناب عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا، میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلا (حج شروع کیا) پھر جب ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہر نماز ایک الگ اذان اور ایک الگ اقامت کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان میں کھایا، پھر طلوع فجر کے ساتھ ہی آپ نے نماز فجر پڑھی، کوئی کہتا تھا کہ صبح ہوگئی ہے اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ صبح صادق نہیں ہوئی۔ اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''یہ دونوں نمازیں اس مقام سے ہٹادی گئی ہیں، یعنی مغرب اور عشاء، لوگ مزدلفہ میں اس وقت داخل ہوں جب اندھیرا ہو جائے اور فجر کی نماز اس وقت ہے'' پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اجالے تک وہیں مزدلفہ میں ٹھہرے رہے اور کہا کہ اگر امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت چاہیں تو یہ سنت کے مطابق ہوگا (حدیث کے راوی عبدالرحمان بن یزید نے

(۱۹۳۹) أخرجه البخاري: ۱٦۸۳، و مسلم مختصراً: ۱۲۸۹

کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ ان کی زبان سے پہلے نکلے یا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی روانگی پہلے شروع ہوئی، آپ دسویں تاریخ تک جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر لبیک پکارتے رہے۔

(46)......بَابُ الدَّفْعِ مِنْ جَمْعٍ

مزدلفہ سے روانگی

(١٩٤٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ......

سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ، يَقُولُ: شَهِدْتُ عُمَرَ يُصَلِّي بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَيَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ، وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

جناب عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مزدلفہ میں نماز صبح میں موجود تھا، نماز پڑھنے کے بعد آپ نے کچھ دیر وقوف کیا اور کہا: مشرکین اس وقت تک واپس نہیں لوٹتے تھے جب تک کہ سورج طلوع نہ ہوجاتا اور وہ کہا کرتے تھے، اے ثبیر پہاڑ! روشن ہو جا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف عمل کیا کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے واپس چل دیے۔

شرح: مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے سے پہلے روانہ ہونا، مگر اس وقت جب کافی روشنی ہوجائے، اسلام کا طریقہ ہے۔ جناب طاؤس کہتے ہیں: جاہلیت میں لوگ میدان عرفات سے سورج غروب ہونے سے قبل لوٹتے تھے اور مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے کے بعد اور مشرکین کہا کرتے: اے ثبیر پہاڑ! روشن ہو جا تاکہ ہم (واپس منیٰ کی طرف) بھاگیں۔ اللہ تعالیٰ نے عرفات سے روانگی کو لیٹ کر دیا اور مزدلفہ سے روانگی کو جلدی کر دیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: یعنی مزدلفہ سے روانگی کو سورج طلوع ہونے سے پہلے قرار دیا اور عرفہ سے روانگی کا حکم سورج غروب ہونے کے بعد فرمایا۔

(أَشْرِقْ ثَبِيرُ) ''اے پہاڑ روشن ہو جا'' جیسے کہا جاتا ہے ''أَجْنَبَ'' فلاں شخص جنوب کی طرف گیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَأَتْبَعُوهُمْ مُشْرِقِينَ﴾...... ''پس فرعونی سورج نکلتے ہی ان کے تعاقب میں نکلے۔'' (سورۂ شعراء: ٦٠) یعنی جب فرعون بنی اسرائیلیوں کے تعاقب میں نکلا اور انہیں جالیا اس وقت سورج طلوع ہورہا تھا۔

(كَيْمَا نُغِيْر) ''تاکہ ہم بھاگیں'' یعنی ہم قربانیوں میں جلدی کریں، ''اغارۃ الثعلب'' کا معنی ہے لومڑ کا تیز بھاگنا۔

(١٩٤٠) أخرجه البخاري: ١٦٨٤

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مزدلفہ سے واپس ہوئے تو آپ پر سکون اور اطمینان کی کیفیت تھی اور آپ نے لوگوں کو بھی سکون اور وقار کا حکم فرمایا اور وادی محسر میں آپ نے تیزی کی اور لوگوں کو ایسی (چھوٹی) کنکریوں کے ساتھ رمی کرنے کا حکم دیا جو انگلیوں میں پکڑ کر پھینکی جا سکیں۔ اور فرمایا: ((لَعَلِّی لَا أَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِی هَذَا۔)) ...... ''مجھے معلوم نہیں شاید میں اس سال کے بعد انہیں نہ دیکھ سکوں۔''

(صحیح، ابوداود: ۱۹۴۴، ترمذی: ۸۹۷، ابن ماجه: ۳۰۲۳، نسائی: ۵/ ۲۵۸)

جناب نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ وادی محسر میں ایک پتھر پھینکنے کی جگہ کے برابر اپنی سواری کو تیز کیا کرتے تھے۔

(47)...... بَابُ تَقْدِيمِ الضَّعَفَةِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ

مزدلفہ سے کمزور افراد (عورتوں اور بچوں) کو رات کے وقت بھیج دینا

(۱۹۴۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي يَزِيدَ، يَقُولُ:......

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: كُنْتُ فِيمَنْ قَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ضَعَفَةِ أَهْلِهِ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ سے منی کی طرف (رات کو) اپنے کمزوروں (عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مریضوں وغیرہ) کے ساتھ بھیجا تھا۔

شرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے مزدلفہ کی رات منی میں سامان کے ساتھ آگے بھیج دیا تھا۔ (صحیح بخاری: ۱۶۷۷، صحیح مسلم: ۱۲۹۳)

جناب سالم اور عبیداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں جو کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں کہ ہمارے والد محترم عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ سے رات ہی کو منی بھیج دیا کرتے تھے حتی کہ وہ صبح کی نماز منی میں ادا کرتے اور باقی لوگوں کے آنے سے پہلے کنکریاں مار لیتے۔ (مؤطا امام مالك: ۸۸۸)

(۱۹۴۲)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرَبَنْدَكُشَائِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ سِرَاجٍ

(۱۹۴۱) أخرجه البخاری: ۱۶۷۸، و مسلم: ۱۲۹۳

(۱۹۴۲) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۱۹۴۰، والنسائی: ۵/ ۲۷۰، وابن ماجه: ۳۰۲۵

الطَّحَّانُ ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشِ بْنِ سُلَيْمَانَ ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلامٍ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ ، عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُغَيْلِمَةَ بَنِى عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ ، ثُمَّ جَعَلَ يَلْطَحُ أَفْخَاذَنَا ، وَيَقُولُ: ((أُبَيْنِيَّ لا تَرْمُوا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات ہم بنی عبدالمطلب کے چھوٹے لڑکوں کو (آگے) بھیج دیا تھا۔ اس موقع پر آپ ہماری رانوں پر آہستہ آہستہ مارتے ہوئے فرمارہے تھے: ''بچو! سورج طلوع ہونے سے پہلے جمرے کوکنکریاں نہ مارنا۔''

(١٩٤٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِيرَبَنْدَكُشَائِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَهْلٍ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَرَفَةَ السِّجْزِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ حَمْدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْخَطَّابِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ بْنِ دَاسَةَ التَّمَّارُ ، أَنْبَأَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَشْعَثِ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ ، حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ ، عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: قَدَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ أُغَيْلِمَةَ بَنِي الْمُطَّلِبِ عَلَى حُمُرَاتٍ ، وَجَعَلَ يَلْطَحُ أَفْخَاذَنَا ، وَيقُولُ: ((أُبَيْنِيَّ لا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات ہم بنی عبدالمطلب کے چھوٹے لڑکوں کو گدھوں پر سوار کرکے آگے بھیج دیا تھا۔ اس موقع پر آپ ہماری رانوں پر آہستہ آہستہ مارتے ہوئے فرمارہے تھے: ''بچو! سورج طلوع ہونے سے پہلے جمرہ کوکنکریاں نہ مارنا۔''

شرح (اللطح)...... ''ہتھیلی کے ساتھ نرم انداز کے ساتھ مارنا'' ابوعبید نے کہا: اس لفظ کا معنی مارنا ہے، ابوعبید نے کہا (ابینی) تصغیر ہے یا بنی کی اور (اغیلمة) تصغیر ہے لفظ غلمة کی، جس طرح اصیبة ، صبیة کی تصغیر ہے۔

حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ خواتین، بچوں، بوڑھوں اور کمزور افراد کو نصف رات کے بعد مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ کرنا جائز ہے، نصف رات سے پہلے روانہ ہونے کی صورت میں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہوگا باقی رہے وہ افراد جنہیں کوئی عذر اور مجبوری نہیں تو انہیں مزدلفہ ٹھہرا دینا چاہیے حتی کہ امام کے ساتھ سورج طلوع ہونے سے پہلے روشنی

(١٩٤٣) انظر الحديث السابق

ہو جانے کے بعد منیٰ کی جانب روانہ ہونا چاہیے۔ اگر کوئی ایسا شخص (جو کمزور نہیں) آدھی رات کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے تو اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء اس شخص کی روانگی کو جائز قرار دیتے ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا حالانکہ وہ کمزور افراد کے زمرے میں نہیں آتے تھے، علماء کی ایک جماعت بغیر عذر والے شخص کے لیے جواز کی قائل نہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں دلیل ہے کہ یہ سب لوگ جمرہ کو کنکریاں سورج طلوع ہونے کے بعد ہی ماریں گے، فجر کی نماز سے پہلے روانہ ہونے والے بھی اور بعد میں روانہ ہونے والے بھی۔

اگر کوئی شخص سورج طلوع ہونے سے پہلے کنکریاں مار دے تو اس بارے میں اکثر علمائے کرام کا موقف ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں، ایک قوم کا خیال ہے کہ اگر فجر طلوع ہونے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کسی نے کنکریاں ماردیں تو جائز ہے۔ امام مالک، امام احمد رحمہما اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے، علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ نحر والی رات فجر طلوع ہونے سے پہلے کنکریاں مارنا اور طواف افاضہ کرنا جائز ہے۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے ان کی دلیل ہشام بن عروۃ عن ابیہ کی سند سے مروی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نحر والی رات فجر سے پہلے ہی (منیٰ کی جانب) بھیج دیا۔ پس انہوں نے (طلوع) فجر سے پہلے ہی جمرہ کو کنکریاں مارلیں پھر وہ چلی گئیں اور طواف افاضہ کرلیا اور یہ انہی کی باری کا دن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تھے۔ (ضعیف، ابوداود: ۱۹۴۲)

جو علماء اس کیفیت کو جائز نہیں سمجھتے ان کا کہنا ہے کہ یہ رخصت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لیے خاص تھی کسی اور کے لیے نہیں ہے۔

ایک قوم کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا ان کمزور افراد کے لیے درست ہے جنہیں آپ نے طلوع فجر سے پہلے جانے کی اجازت عطا فرمائی تھی، مروی ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے جمرہ کو کنکریاں ماریں پھر واپس جا کر نماز صبح ادا کی اور کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو اس بات کی اجازت دی ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۶۷۹، صحیح مسلم: ۱۲۹۱)

لیکن پہلی بات افضل ہے کہ نحر والے دن، طلوع آفتاب کے بعد چاشت کے وقت کنکریاں ماری جائیں، ایام تشریق میں رمی زوال کے بعد کرنا ہوگی کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نحر والے دن چاشت کے وقت سواری پر سوار رمی کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کے بعد والے دنوں میں زوال آفتاب کے بعد آپ نے رمی کی۔ (صحیح مسلم: ۱۹۷۱)

(48)......بَابُ الرَّمْيِ عَلَى الرَّاحِلَةِ

سوار ہو کر کنکریاں مارنا

(١٩٤٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ الْقَدَّاحُ، عَنْ أَيْمَنَ بْنِ نَابِلٍ......

أَخْبَرَنِي قُدَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمَّارٍ الْكِلَابِيُّ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْمِي الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ عَلَى نَاقَةٍ صَهْبَاءَ، لَيْسَ ضَرْبٌ وَلَا طَرْدٌ، وَلَيْسَ قِيلَ: إِلَيْكَ إِلَيْكَ۔

سیدنا قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو قربانیوں والے دن اپنی بھورے رنگ کی اونٹنی پر سوار جمرہ عقبہ کو رمی کرتے دیکھا، نہ سواریوں کو مارا جارہا تھا، نہ انہیں بھگایا جارہا تھا اور نہ ہٹو بچو کا شور تھا۔

(١٩٤٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيُّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أُنَيْسَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحُصَيْنِ......

عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ، قَالَتْ: حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ، فَرَأَيْتُ أُسَامَةَ، وَبِلَالًا، وَأَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ بِثَوْبِهِ يَسْتُرُهُ مِنَ الْحَرِّ، حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

سیدہ ام حصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع والے سال حج کیا، میں نے سیدنا اسامہ اور بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا ان دونوں میں سے ایک نے نبی ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ رکھی تھی اور دوسرے نے آپ پر کپڑا تانا ہوا تھا تاکہ دھوپ سے سایہ ہو سکے، حتی کہ آپ نے جمرہ عقبہ کو رمی کی۔

شرح ام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ سوار ہو کر کنکریاں مارنا جائز ہے، البتہ فضیلت میں اختلاف ہے، کچھ علماء نے نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں سوار ہو کر رمی کرنے کو پسند کیا ہے اور بعض نے پیدل جمروں کی طرف جانے کو پسند کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تو مکمل حجۃ الوداع سواری پر ادا فرمایا تاکہ لوگ آپ کو دیکھ کر حج کے مسائل سیکھ

(١٩٤٤) انظر الحديث رقم: ١٩٢٢

(١٩٤٥) أخرجه مسلم: ١٢٩٨

سکیں، اس پر دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(١٩٤٦)۔ مَا أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، أَنْبَأَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ......

أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُولُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ، وَيَقُولُ: ((لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نحر والے دن سواری پر سوار ہو کر جمرہ کو رمی کرتے دیکھا، آپ فرما رہے تھے، مجھ سے حج کی عبادت کے طریقے سیکھ لو۔ شاید میں اس حج کے بعد حج نہ کرسکوں۔''

شرح: ایک قوم کا کہنا ہے کہ نحر والے دن سوار ہو کر رمی کرنی چاہیے اور باقی دنوں میں پیدل چل کر کیونکہ جناب نافع رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بتایا کہ وہ قربانی کے دن (دس ذوالحج) کے بعد تین دنوں میں جمرات کے پاس پیدل ہی آتے جاتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

(صحیح، ابوداود: ١٩٦٩، ترمذی: ٩٠٠)

جناب عبدالرحمان بن قاسم اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں اور ان کے والد صحابہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ جمرات کو رمی کرتے وقت وہ پیدل ہی آتے جاتے تھے۔ سب سے پہلے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوار ہو کر رمی کی۔

(مؤطا امام مالك: ٩٣٢)

(49)......بَابُ حَصْيَ الرَّمْيِ
کنکریاں مارنا

(١٩٤٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا مُسْلِمٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى الْجِمَارَ مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرے کو چھوٹی چھوٹی کنکریاں ماریں۔

(١٩٤٦) أخرجه مسلم: ١٢٩٧

(١٩٤٧) أخرجه مسلم: ١٢٩٩

(١٩٤٨)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى الْمَرْوَزِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ......

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ الْأَزْدِيِّ، عَنْ أُمِّهِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَطْنِ الْوَادِي وَهُوَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ، وَهُوَ يَقُولُ: ((أَيُّهَا النَّاسُ لَا يَقْتُلْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا إِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ، فَارْمُوا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ۔))

سلیمان بن عمرو بن الاحوص اپنی والدہ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو وادی کے درمیان میں جمرہ کو کنکریاں مارتے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''لوگو! ایک دوسرے کو قتل مت کرو اور جب تم جمرے کو کنکریاں مارو تو چھوٹی چھوٹی مارو۔

شرح: امام شافعی رحمہ اللہ نے کنکریاں مارنے کے بارے میں کہا: جہاں سے بھی انہیں اٹھایا جائے جائز ہے کہ اس کنکری پر پتھر کا لفظ صادق آئے، وہ سنگ مرمر یا کسی اور پتھر کی ہو البتہ سرمے اور ہڑتال کی کنکری مارنا کفایت نہیں کرے گا، اگر ایک دفعہ ماری ہوئی کنکری کوئی دوبارہ اٹھا کر مار دے تو امام شافعی رحمہ اللہ اسے کراہت کے باوجود (جائز سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی کنکری مارے اور وہ گڑھے میں گر جائے تو بھی جائز ہے۔ اگر وہ کسی دوسرے شخص کی گود میں گر جائے اور وہ اسے پھینک دے تو وہ کنکری کفایت نہیں کرے گی۔

(50)......بَابُ مِنْ أَيْنَ يَرْمِي

حج کرنے والا شخص کنکریاں کہاں سے مارے؟

(١٩٤٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ......

قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: السُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ

جناب اعمش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجاج کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا! وہ سورت جس میں گائے کا ذکر ہے، وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے، وہ سورت جس میں خواتین کا ذکر ہے، میں نے یہ بات ابراہیم نخعی رحمہ اللہ

(١٩٤٨) حسن ......أخرجه ابوداود: ١٩٦٦، وابن ماجه: ٣٠٢٨

(١٩٤٩) أخرجه البخاري: ١٧٥٠، و مسلم: ١٢٩٦

لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ حِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِي حَتَّى إِذَا حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا، فَرَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ: مِنْ هَا هُنَا وَالَّذِي لا إِلَهَ غَيْرُهُ قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ۔

سے ذکر کی تو انہوں نے کہا: مجھے سیدنا عبدالرحمان بن یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب انہوں نے جمرہ عقبہ کو رمی کی۔ آپ وادی کے پیٹ میں کھڑے ہوئے حتی کہ جب درخت کے بالکل سامنے آ گئے تو جمرے کی طرف منہ کیا اور اسے سات کنکریاں ماریں، آپ ہر کنکری کے ساتھ "اللّٰہ اکبر" کہتے تھے، پھر انہوں نے کہا: قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس جگہ میں نے اس شخصیت کو رمی کرتے دیکھا جن پر سورۂ بقرہ اتاری گئی۔

شرح: اہل علم کے ہاں یہ بات پسندیدہ ہے کہ وادی کے پیٹ میں کھڑے ہو کر رمی کی جائے اور یہ کہ سات کنکریوں سے کم تعداد میں رمی کرنا جائز نہیں۔

"یہاں وہ شخصیت کھڑی ہوئی جن پر سورۂ بقرہ اتاری گئی۔" سورۂ بقرہ کا تذکرہ بطور خاص اس لیے کیا کہ مناسک حج کا اکثر وبیشتر ذکر اسی سورۃ مبارکہ میں ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو۔" پھر آپ نے اپنے عمل کے ساتھ مناسک حج کی وضاحت فرمائی۔

امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا بچے اور رمی کی طاقت نہ رکھنے والے مریض کی طرف سے رمی کی جائے گی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، دونوں کی طرف سے رمی کی جائے گی، ویسے بیمار کو رمی کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے، نہیں تو اپنے پڑاؤ پر تکبیرات کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے اور دم دینا چاہیے اگر مریض رمی کے دنوں میں صحت یاب ہو جائے تو اسے گزشتہ دنوں کی بھی رمی کرنی چاہیے۔

(51)......بَابُ الْحَاجِ مَتَى يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ
حاجی تلبیہ کہنا کب موقوف کرے؟

(١٩٥٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ، وَسَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ......

(١٩٥٠) أخرجه البخاري: ١٦٨٥، و مسلم: ١٢٨٠

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْدَفَهُ مِنْ جَمْعٍ إِلَى مِنًى، فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے منیٰ تک اپنے پیچھے سواری پر بیٹھنے کا شرف بخشا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دسویں ذوالحجہ کو) جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک بدستور تلبیہ کہتے رہے۔

شرح اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے علمائے امت کا اسی بات پر عمل ہے کہ تلبیہ، احرام باندھنے کے وقت سے شروع ہو کر دسویں تاریخ کی صبح جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک ہی ہے، اس کے بعد تلبیہ کہنا موقوف کر دینا چاہیے البتہ کچھ جزوی سا اختلاف پایا جاتا ہے، مثلاً بعض حضرات کا کہنا ہے کہ پہلی کنکری مارنے کے ساتھ ہی تلبیہ کہنا بند کر دینا چاہیے۔ امام ثوری، امام شافعی اور اہل رائے اس موقف کے قائل ہیں، امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا کہنا ہے کہ مکمل کنکریاں مارنے تک تلبیہ کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے، بعدازاں منقطع ہونا چاہیے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: عرفہ والے سورج ڈھلنے تک تلبیہ پکارتے رہنا چاہیے، زوال آفتاب کے بعد یہ سلسلہ بند کر دینا چاہیے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آتا ہے کہ وہ میدان عرفات (موقف) کی طرف چلتے ہی تلبیہ کہنا موقوف کر دیتی تھیں، جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: جب حاجی عرفہ والے دن صبح کی نماز پڑھ لے تو اسے تلبیہ کہنا ترک کر دینا چاہیے، مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب منیٰ سے عرفات کی طرف کوچ کرتے تو تلبیہ پکارنا بند کر دیتے۔

عمرہ کرنے والا آدمی طواف کا آغاز کرتے ہی تلبیہ کہنا موقوف کر دے گا، کیونکہ طواف کرنا اس کے لیے حلال ہونے کا سبب ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ حجر اسود کا استلام کرنے تک تلبیہ ہے، اس کے بعد نہیں، استلام نہ کرے تو آغاز طواف ہی سے تلبیہ کہنا بند کر دینا چاہیے، اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے، امام ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ بعض نے کہا کہ عمرہ کرنے والا جب مکہ مکرمہ کے مکانات اور شہری آبادی تک پہنچ جائے تو تلبیہ کہنا موقوف کر دے، سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: کسی بھی میقات سے عمرے کا احرام باندھنے والا شخص حرم کی حد تک پہنچتے ہی لبیک کہنا ترک کر دے اور جس نے مقام تنعیم سے عمرے کا احرام باندھا ہو وہ بیت اللہ کو دیکھنے کے بعد تلبیہ کہنا موقوف کر دے۔

(52)......بَابُ الْهَدْيِ وَقِسْمَةِ لُحُومِهَا وَجُلُودِهَا

قربانی اور اس کے گوشت اور چمڑے کی تقسیم کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾...... ''تو جو قربانی میسر ہو، اسے کر ڈالو۔''

(سورۂ بقرہ:۱۹۶)

سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جو قربانی میسر ہو سے مراد بکری ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے، کہ اس سے مراد اونٹ یا گائے ہے۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ ...... ''اور سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔'' (سورۂ حج: ۳۶)

کہا گیا ہے کہ قَانِع سے مراد سائل یعنی مانگنے والا ہے۔ اگر قَنَع، عین کلمہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے تو معنی ہے: مانگنا اور دست سوال دراز کرنا اور قَنِع عین کلمہ کے کسرہ سے پڑھا جائے تو اس کا معنی ہوگا قناعت کرنے والا یعنی وہ سوال نہ کرے۔ مُعْتَر کے معنی بعض نے بغیر سوال کے سامنے آنے والے کے کیے ہیں۔ "هَدْی" سے مراد وہ جانور ہے جو بیت اللہ کی طرف ذبح ہونے کے لیے بھیجا جائے، اونٹ ہو یا کوئی اور جانور، اس لفظ کا واحد هَدْيَةٌ اور هَدِيَّةٌ آتا ہے، اہل حجاز لفظ هدی کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے ہیں جبکہ بنوتمیم لفظ (یا) کے اوپر تشدید پڑھتے ہیں۔

(۱۹۵۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، ......

أَخْبَرَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يَقُولُ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّ عَلِيًّا، حَدَّثَهُ قَالَ: أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ، فَأَمَرَنِي بِلُحُومِهَا، فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلَالِهَا، فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ بِجُلُودِهَا، فَقَسَمْتُهَا۔

جناب سیف بن ابی سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب مجاہد رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) سو اونٹ قربان کئے، میں نے آپ کے حکم کے مطابق ان کے گوشت بانٹ دیے، پھر آپ نے ان کے جھول بھی تقسیم کرنے کا حکم دیا اور میں نے انہیں بھی تقسیم کیا، پھر چمڑے کے لیے حکم دیا اور میں نے انہیں بھی بانٹ دیا۔

شرح عبدالکریم جزری جناب مجاہد رحمہ اللہ سے اسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: (وَأَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا) ''اور یہ کہ میں قصاب کو قربانی کے جانور سے (بطور اجرت) کچھ نہ دوں'' اور کہا: (نحن نعطيه من عندنا) ''ہم قصائی کو مزدوری اپنی جیب سے دیتے ہیں۔''

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس جانور کو اللہ تعالیٰ کے تقرب اور خوشنودی کے حصول کے لیے ذبح کیا جائے اس میں سے کچھ فروخت کرنا جائز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاب کو بطور اجرت قربانی کے گوشت

(۱۹۵۱) أخرجه البخاری: ۱۷۱۸، و مسلم: ۱۳۱۷

سے کچھ دینے سے منع فرما دیا ہے۔اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ہر وہ جانور جو قربت الٰہی کے لیے ذبح کیا جائے، وہ قربانی کا جانور ہو خواہ عقیقے کا اس کا کوئی حصہ بصورت اجرت نہیں دیا جاسکتا، البتہ اگر قصاب غریب، مفلس اور ضرورت مند شخص ہو تو اسے بطور صدقہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔

جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: قصاب کو چمڑہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اونٹوں کے جھول کو صرف کوہان کی جگہ سے تھوڑا سا پھاڑتے تھے اور نحر کرتے وقت جھول اتروا دیا کرتے تھے تاکہ خون آلود نہ ہو جائیں پھر بطور صدقہ انہیں کسی کو عنایت کر دیتے۔

امام مالک رحمہ اللہ جناب نافع رحمہ اللہ سے اور وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ قربانی کے اونٹوں کو قباطی کپڑے، عمدہ چادروں اور ریشمی کپڑے کی جھولیں پہناتے تھے پھر انہی میں ملبوس جانوروں کو بیت اللہ کی طرف روانہ کر دیتے۔امام مالک رحمہ اللہ نے عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے پوچھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبۃ اللہ جانے والے جانوروں کی جھولیں کس استعمال میں لاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: صدقہ کر دیا کرتے تھے۔

فائدہ: جانوروں کو موسم کی شدت یا مچھروں سے بچانے کے لیے ان پر جھول ڈالنا درست ہے، قربانی کے جانوروں کی کھالیں اور جھولیں صدقہ کر دینی چاہئیں، قربانی کے جانور کا گوشت اور چمڑہ قصاب کو اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں۔(ع،س)

(53)......بَابُ أَكْلِ لَحْمِ الْهَدْيِ
قربانی کے جانور کا گوشت کھانا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا﴾...... ''پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو اسے (خود بھی) کھاؤ۔'' (سورۂ حج:۳۶)

(وَجَبَتْ) کا معنی ہے: جانور کا (اونٹ) نحر کے بعد زمین پر گر جانا لفظ ''وجوب'' کا معنی ہے گرنا اور جانور کے پہلو کا زمین سے لگ جانا۔ ''وَجَبَتِ الشَّمْسُ'' کا معنی ہے سورج کا مغرب کی طرف جھک جانا۔

(١٩٥٢)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي عَطَاءٌ......

سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: كُنَّا لا نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلاثِ مِنًى، فَرَخَّصَ لَنَا

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم اپنی قربانی کا گوشت منیٰ کے بعد تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے، پھر نبیٔ

(١٩٥٢) أخرجه البخاري: ١٧١٩، و مسلم: ١٩٧٢

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((كُلُوا وَتَزَوَّدُوا)) فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا، قُلْتُ لِعَطَاءٍ: قَالَ: حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ؟ قَالَ: لَا۔

کریم ﷺ نے ہمیں اجازت دے دی اور فرمایا: ''کھاؤ اور زادراہ کے طور پر ساتھ بھی لے جاؤ'' چنانچہ ہم نے کھایا اور ساتھ بھی لائے۔ (ابن جریج کہتے ہیں) میں نے علماء سے پوچھا کیا جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اگر ھدی (حرم کی قربانی) نفلی ہو تو ھدی کرنے والے کے لیے اس میں سے کھانا جائز ہے۔ اسی طرح عام قربانی کا حکم ہے لیکن اگر وہ ھدی واجبی ہو مثلاً حج تمتع یا حج قران کے نتیجے میں کی گئی ہو یا حج میں کسی خرابی یا جانور کے شکار کرنے کا کفارہ ہو تو مہدی (قربانی کرنے والے) کے لیے اس سے کھانا جائز نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ سارا گوشت صدقہ کر دے یہ کچھ اہل علم کا موقف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسی طرح بطور نذر ذبح ہونے والے جانور سے کچھ کھانا جائز نہیں۔

امام نافع سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ احرام میں شکار کرنے کی صورت میں عائد ہونے والے فدیہ اور بطور نذر ذبح ہونے والے جانور کا گوشت نہیں کھایا جا سکتا، اس کے علاوہ جانوروں کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔

امام عطاء رحمہ اللہ نے کہا: تمتع کی قربانی میں سے کھا لیا جائے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا: احرام میں شکار کرنے کی صورت میں عائد ہونے والے فدیہ کے جانور سے کھا لے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: تمتع کی قربانی میں سے کھائے اور ہر واجبی طور پر ذبح ہونے والے جانور سے کھائے سوائے تین قسم کے جانوروں کے (۱) بال منڈوانے (۲) شکار کرنے (۳) اور بطور نذر ذبح ہونے والے جانور کے گوشت سے۔

امام احمد اور امام اسحاق نے کہا: ہر جانور کا گوشت کھا سکتا ہے سوائے احرام میں شکار کرنے کی صورت میں عائد ہونے والے بدلہ کے جانور اور نذر کے جانور سے کچھ نہ کھائے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اہل رائے کا کہنا ہے کہ تمتع اور قران کی قربانی سے کھایا جا سکتا ہے اور ان کے علاوہ کسی بطور واجب ذبح ہونے والے جانور سے نہیں کھایا جا سکتا۔

(54)......بَابُ إِذَا عُطِبَ الْهَدْيُ

قربانی کا جانور اگر (منزل پر پہنچنے سے پہلے) تھک جائے

(۱۹۵۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ،

(۱۹۵۳) صحيح ......أخرجه ابوداود: ۱۷٦۲، والترمذي: ۹۱۰، وابن ماجه: ۳۱۰٦

أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَـنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ صَاحِبَ هَدْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِـرَسُـولِ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ أَصْنَعُ بِمَا عَطِبَ مِنَ الْهَدْيِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((انْحَرْهَا، ثُمَّ الْـقِ قِـلادَتَهَـا فِي دَمِهَا، ثُمَّ خَلِّ بَيْنَ النَّاسِ وَبَيْنَهَا يَأْكُلُونَهَا۔))

جناب ہشام بن عروہ اپنے والدمحترم سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کے نگران نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ہدی کا جو جانور تھک جائے اس کا کیا کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''اسے ذبح کردو پھر اس کے جوتے کو اس کے خون میں ڈال دو (رنگ دو) پھر اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دو، وہ اسے کھالیں۔''

شرح: امام مالک رحمہ اللہ نے اس روایت کو مرسل روایت کیا ہے۔

دوسری سند سے مروی ہے کہ سیدنا ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہدی کا جو جانور تھک جائے اس کا کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((انْـحَرْهَا، ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا، ثُمَّ خَلِّ بَيْنَ النَّاسِ وَبَيْنَهَا فَيَأْكُلُونَهَا۔)) ......''اسے ذبح کردو اور اس کی جوتی اس کے خون میں ڈبودو، پھر اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دو وہ اسے کھالیں۔'' (ایضاً)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں اسلمی کو بھیجا اور اس کے ساتھ اٹھارہ اونٹ قربانی کے بھجوائے، وہ کہنے لگا: فرمایئے اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں گھسیٹنے لگے (چلنے سے لاچار ہو جائے اور تھک جائے تو؟) آپ نے فرمایا: ((تَـنْـحَـرُهَا ثُمَّ تَصْبَغُ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا، ثُمَّ اضْرِبْهَا عَلَى صَفْحَتِهَا، وَلا تَأْكُلْ مِـنْهَـا أَنْتَ وَلا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ رُفْقَتِكَ۔)) ......''اسے نحر کردینا، اس کے جوتوں کو خون سے چپڑ کر اس کی کوہان پر نشان لگا دینا اور تم یا تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی اس سے نہ کھائے۔'' (صحيح مسلم: ١٣٢٥)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ہدی کا جانور راستے میں لاچار ہوجائے یا ہلاک ہونے لگے تو اس کو وہیں نحر کردیا جائے۔ پھر اگر وہ جانور نذر کا تھا تو اس شخص اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی کے لیے کھانا جائز نہیں، وہ فقیر ہوں یا غنی بلکہ اس کے پائے اور کوہان پر خون سے نشان لگادے اور اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دے۔ وہ اسے کھالیں جس طرح حدیث مبارکہ میں پوری طرح وضاحت ہے، خون سے نشان لگانا اس لیے ہے کہ عام لوگوں کو خبر رہے کہ ہدی کا جانور تھا اور گزرنے والوں میں سے اگر کوئی محتاج ہوتو کھالے اور اگر ضرورت مند نہ ہوتو کچھ نہ کھائے، ساتھیوں کے لیے اس کا گوشت نہ کھانے کی وجہ یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کسی کا گوشت کھانے کا دل چاہتا ہو اور وہ اونٹ کے تھکنے کو خواہ مخواہ سبب بنا کر اونٹ ذبح کرڈالے، چنانچہ انہیں بھی گوشت کھانے سے روک دیا گیا ہے تاکہ شبہ بھی ختم ہو جائے۔

اگر بیت اللہ کی جانب پہنچایا جانے والا جانور اس شخص نے اپنے ذمے بطور نذر کے ذبح کرنا واجب کیا تھا یا حج تمتع اور قران کی وجہ سے جانور ذبح کرنا لازم تھا یا حج کے دوران بطور دم جانور ذبح کرنا پڑ گیا مگر وہ جانور سخت تھک گیا اور اس کے لیے چلنا محال ہو گیا تو ایسا جانور اس شخص کی ملکیت ہے۔ وہ اس کے گوشت کو نوش کرسکتا ہے مگر اس کی جگہ جانور ذبح کرنا اس پر لازم ہے۔

اگر وہ جانور بطور نفل ذبح کرنا تھا لیکن اب وہ چلنے سے عاجز آ گیا اور راستے ہی میں ذبح کرنا پڑ گیا تو اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ مالک ایسے جانور کا گوشت کھا سکتا ہے اور اس کے ذمے کوئی فدیہ وغیرہ نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ جانور کو قلادہ ڈال دینا اس کے ذبح کو واجب کر دیتا ہے۔ ایسے جانور کو تھک جانے کی صورت میں ذبح تو کیا جائے گا لیکن جانور کے مالک اور اس کے رفقائے سفر کے لیے اس کے گوشت سے کھانا جائز نہ ہوگا۔ بلکہ جو کھائے گا اسے جرمانہ ادا کرنا ہوگا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیّب، امام احمد اور اسحاق سے اسی طرح مروی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حرم مکی کو قربانی بھیجنے والے کی قربانی اگر اثنائے سفر میں گم ہو گئی یا مر گئی تو نذر والی ہونے کی صورت میں اسے دوبارہ قربانی کرنا ہوگا البتہ نفل ہونے کی صورت میں اسے قربانی کرنے یا نہ کرنے، دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: گزشتہ عبارت میں نذر والے جانور سے مراد وہ جانور ہے جو اثنائے حج میں کسی واجب کے چھوٹ جانے سے ذبح کرنا پڑے، ایسا جانور اگر گم ہو جائے یا فوت ہو جائے تو اس کی جگہ جانور ذبح کرنا ہوگا اور اگر بغیر کسی واجب کے ساقط ہونے کے یونہی ذبح کرنے کا پروگرام تھا تو ایسی صورت میں جانور گم یا فوت ہو جانے کی صورت میں کوئی ہرجانہ نہیں البتہ گم شدگی کے بعد مل جانے کی صورت میں اسے ذبح کرنا ہوگا۔

(55)......بَابُ رُكُوبِ الْهَدْيِ

قربانی کے جانور پر سوار ہونا (جائز ہے)

(١٩٥٤)- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ لَهُ: ((ارْكَبْهَا)) فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کے جانور کو ہانک کرلے جا رہا تھا (اور خود پیدل چل رہا تھا) آپ نے اسے

(١٩٥٤) أخرجه البخاري: ١٦٨٩، و مسلم: ١٣٢٢

بَـدَنَةٌ ، فَـقَـالَ: ((ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ أَوِ الثَّالِثَةِ۔))

فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا۔'' اس نے کہا: اسے اللہ کے رسول! یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سوار ہو جا، تجھ پر افسوس'' یہ آپ نے دوسری یا تیسری دفعہ فرمایا۔

(١٩٥٥)۔ أَخْبَـرَنَـا أَبُـو عَـلِـيٍّ حَسَّـانُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَنِيعِيُّ ، أَنَا أَبُو طَاهِرٍ الزِّيَادِيُّ ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ ، نَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، نَا مَعْمَرٌ......

عَـنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَدَنَةً مُقَلَّدَةً ، فَقَالَ لَهُ رَسُـولُ الـلّٰـهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((ارْكَبْهَـا)) فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ، قَالَ: ((وَيْلَكَ ارْكَبْهَا ، وَيْلَكَ ارْكَبْهَا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی قلادہ پہنے ہوئے قربانی کے اونٹ کو ہانک کر لے جا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس، سوار ہو جا، تجھ پر افسوس، سوار ہو جا۔''

شرح: حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہوا جا سکتا ہے، البتہ اسے اپنی مرضی کے مطابق چلنے دے، اس کے لیے مشقت اور تکلیف کا باعث نہ بنے اور اونٹ کو تھکا نہ دے۔ امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

ایک قوم کا خیال ہے کہ انتہائی اضطرار کے بغیر قربانی کے اونٹ پر سوار نہیں ہونا چاہیے یعنی وہ شخص چلنے سے عاجز آچکا ہو اور چل نہ سکتا ہو، اگر چل سکتا ہو تو پھر وہ سوار نہیں ہو سکتا ان حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(١٩٥٦)۔ أَخْبَـرَنَـا ابْـنُ عَبْـدِ الْـقَـاهِرِ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى ، أَخْبَـرَنَـا إِبْـرَاهِيـمُ بْـنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ......

قَـالَ: سَـمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ، سُئِلَ عَنْ رُكُـوبِ الْهَـدْيِ ، قَـالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا۔))

حضرت ابو زبیر بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ''اس پر اچھے طریقے سے سواری کر، جب تجھے ضرورت پیش آئے حتی کہ تجھے سواری مل جائے۔''

(١٩٥٥) انظر الحديث السابق

(١٩٥٦) أخرجه مسلم: ١٣٢٤

شرح **فائدہ**: دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت مجبوری کے بغیر بھی سوار ہوا جاسکتا ہے۔آپ نے ایک شخص کو مجبور کر کے سوار کیا، جبکہ وہ چل رہا تھا، وہ سوار نہ ہونا چاہتا تھا۔(سنن نسائی : ۲۸۰۱)

البتہ سواری کرتے وقت بھی اس کا احترام قائم رکھے، یعنی اسے نہ بھگائے، نہ مارے، نہ سب وشتم کرے، اسے آرام کا پورا موقع فراہم کرے، چارے وغیرہ کا خیال رکھے۔(ع،س)

اہل رائے کا کہنا ہے کہ قربانی کے اونٹ پر بالکل سوار نہ ہو، اگر کوئی آدمی بامر مجبوری سوار ہوا اور اس کے سوار ہونے سے جانور کو نقصان پہنچا تو وہ اس نقصان کو بھرے گا۔جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

عروہ بن زبیر نے کہا: ضرورت تقاضا کرے تو قربانی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے، البتہ جانور کو مشقت اور مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہیے، اگر قربانی کے جانور کے دودھ کی ضرورت پڑے تو اس کے بچے کا خیال کرتے ہوئے دودھ دوہا جاسکتا ہے، نیز نحر (ذبح) کرتے وقت اس کے بچے کو بھی نحر کیا جائے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب قربانی کا جانور بچہ جن دے تو اس کے بچے کو اٹھا کر حرم تک لایا جائے اور اسے اپنی ماں کے ساتھ نحر کیا جائے۔اگر اٹھانے کا کوئی دوسرا بندوبست نہ ہو تو اسے اپنی ماں پر سوار کر کے ہی لے آیا جائے تا آنکہ اسے ماں کے ساتھ نحر کر ڈالا جائے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کا یہی موقف ہے کہ حرم کو جانے والی قربانی کا جانور اگر اثنائے سفر میں بچہ جن دے تو بچے کو ماں کے ساتھ ذبح کیا جائے گا اور یہ کہ قربانی کے جانور کا دودھ استعمال میں لایا جاسکتا ہے البتہ جانور کے بچے کی ضرورت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

امام رحمہ اللہ نے کہا: شریعت میں واجب قربانی، اونٹ، گائے یا بکری ذبح کر کے ہی ادا کی جائے گی۔اسی طرح اگر کسی نے مطلق نذر مانی ہے تو وہ بھی مذکورہ جانوروں میں سے ہی کوئی جانور ذبح کر کے اپنی نذر سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے، اگر کسی نے کپڑے یا کسی اور معین چیز کی نذر مانی ہو تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ اس چیز کو مکہ پہنچائے اور مساکین حرم میں تقسیم کرے، اگر اس چیز کا حرم مکی تک پہنچانا ناممکن ہو تو اسے فروخت کر کے اس کے عوض ملنے والی رقم حرم کے مساکین تک پہنچائی جائے۔

(ہدی) قربانی کا جانور نر بھیجنا بھی جائز ہے۔اس کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے سال قربانی کے جانور (ساتھ) لے گئے۔رسول اللہ ﷺ کی ان قربانیوں میں ایک اونٹ وہ بھی تھا جو ابوجہل کا تھا، اس کی ناک میں چاندی کا چھلا پڑا ہوا تھا۔آپ اسے مشرکوں کو جلانے کے لیے لے گئے تھے، (کہ ان کے سردار کا اونٹ حضرت محمد ﷺ کے قبضے میں ہے)۔(حسن، ابوداود: ۱۷۴۹، ابن ماجہ: ۳۱۰۰)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نر اونٹ کی قربانی کو ناپسند جانتے تھے۔اونٹ اور گائے

بیل کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، بکرا بکری صرف ایک آدمی کی طرف سے ہی کفایت کرے گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے، جنہوں نے عمرہ کیا تھا، ایک گائے ذبح کی تھی۔ (صحیح، ابوداود: ۱۷۵۱، ابن ماجہ: ۳۱۳۳)

فائدہ: بیوی بچوں کی طرف سے شوہر قربانی کرے تو جائز ہے، ان کی تعداد خواہ کتنی ہی ہو سب کی طرف سے ایک قربانی کافی ہوتی ہے۔ جبکہ بچے باپ کے ساتھ رہ رہے ہوں۔ (ع،س)

اونٹ نحر کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اسے کھڑا کر کے نحر کیا جائے اس پر دلیل مندرجہ ذیل روایت ہے۔

(۱۹۵۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ ، أَنَا أَحْمَدُ النُّعَيْمِيُّ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنْ يُونُسَ......

عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ ، أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَةً يَنْحَرُهَا ، قَالَ: ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ۔

جناب زیاد بن جبیر کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک آدمی کے پاس آئے جو اپنا اونٹ بٹھا کر نحر کر رہا تھا، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اسے کھڑا کر اور باندھ دے، پھر نحر کر کہ یہی محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

شرح: سنت طریقہ یہی ہے کہ ہدی کرنے والا شخص اگر طاقت رکھتا ہو تو اپنے جانور کو خود ذبح کرے کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ (حجۃ الوداع میں) سو اونٹ ساتھ لے گئے جن میں سے تریسٹھ کو آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے نحر فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۵۷، ۱۵۶۸، ۱۶۵۱، ۱۷۸۵، صحیح مسلم: ۱۲۱۸)

(۱۹۵۸)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدٍ ، حَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ لُحَيٍّ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ أَفْضَلَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ النَّحْرِ ، ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ)) وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِبَدَنَاتٍ خَمْسٍ أَوْ سِتٍّ ، فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ

سیدنا عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑھ کر فضیلت والا دن یوم النحر (دس ذوالحجہ) اس کے بعد یوم القر (۱۱ ذوالحجہ) ہے۔'' اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پانچ یا چھ اونٹنیاں لائی گئیں تو وہ آپ

(۱۹۵۷) أخرجه البخاري: ۱۷۱۳، و مسلم: ۱۳۲۰

(۱۹۵۸) صحيح ......أخرجه ابوداود: ۱۷۶۵

يَبْدَأُ، فَلَمَّا وَجبَتْ جُنُوبُهَا، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قُرْطٍ: فَتَكَلَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَلِمَةٍ خَفِيَّةٍ، فَلَمْ أَفْهَمْهَا، فَسَأَلْتُ الَّذِي يَلِيهِ، فَقَالَ: قَالَ: ((مَنْ شَاءَ فَلْيَقْتَطِعْ.))

کے قریب ہونے لگیں کہ آپ اسی سے ابتداء کریں، جب وہ سب (نحر ہوگئیں اور) پہلوؤں کے بل گر پڑیں تو آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا جو میں نہ سمجھ سکا، میں نے ساتھ والے سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ ''جو چاہے (گوشت) کاٹ لے جائے۔''

شرح (أَلْقَرّ) اس حدیث مبارکہ میں یوم القر سے مراد عیدالاضحیٰ کے بعد والا دن یعنی ۱۱ ذوالحجہ کا دن ہے۔ لفظ "قر" کا لغوی معنی ہے ٹھہرنا، اقامت گزیں ہونا اور سکون پذیر ہونا، ۱۱ ذوالحجہ کو یوم القر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حجاج کرام یوم الترویہ (۸ ذوالحجہ) اور یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کو مناسک حج کی بجا آوری میں حد درجہ مصروف ہوتے ہیں اور بے حد تھکے ہوئے ہوتے ہیں۔

۱۰ ذوالحجہ کے بعد ان کی زندگی قدرے معمول پر آجاتی ہے اور وہ منیٰ پہنچ کر سکھ کا سانس لیتے ہیں اس لیے ۱۱ ذوالحجہ کو یوم القر (سکون واطمینان کا دن) کہا جاتا ہے۔

(يَزْدَلِفْنَ) ''وہ گائیں آپ ﷺ کے قریب اور نزدیک ہونے لگیں۔'' یہ لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے ﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾...... ''اور جنت پرہیز گاروں کے لیے بالکل قریب کردی جائے گی۔'' (سورۂ ق:۳۱)

(مَنْ شَاءَ فَلْيَقْتَطِعْ) ''جو چاہے (گوشت) کاٹ لے جائے'' حدیث کے اس جملے میں مشترکہ طور پر غیر معین افراد کو ہدیہ کرنے کا جواز ہے، نیز یہ معلوم ہوا کہ پر مسرت تقریبات اور دعوتوں میں بکھیرے گئے پھول اور پیسے اٹھانا جائز ہے کیونکہ وہ رضا مندی اور خوشی سے پھینکے جاتے ہیں اور یہ چیز اس لوٹ گھسوٹ کے ضمن میں نہیں آتی جو ہماری شریعت میں منع اور حرام ہے، بعض علماء نے اس کیفیت کو ناپسند جانا ہے کہ کہیں یہ انداز لوٹ مار کی ذیل ہی میں نہ آجائے۔ واللہ اعلم!

(۱۹۵۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَهْدَى هَدْيًا مِنَ الْمَدِينَةِ قَلَّدَهُ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، يُقَلِّدُهُ قَبْلَ أَنْ يُشْعِرَهُ فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ، وَهُوَ مُوَجِّهُهُ لِلْقِبْلَةِ يُقَلِّدُهُ نَعْلَيْنِ، وَيُشْعِرُهُ مِنَ الشِّقِّ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ يُسَاقُ مَعَهُ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ سے ہدی (قربانی کے جانور) لے کر چلے تو ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے ایک ہی جگہ انہیں قلادے پہنائے اور اشعار کیا، آپ انہیں حرم لے کر جا رہے تھے، آپ نے دو جوتے بطور قلادہ ان کے گلوں میں لٹکائے اور کوہان کی

(۱۹۵۹) سنده صحيح ......أخرجه الامام مالك فى المؤطأ: ٨٥٤

حَتَّى يُوقَفَ بِعَرَفَةَ مَعَ النَّاسِ، ثُمَّ يَدْفَعَ بِهِ، فَإِذَا قَدِمَ مِنًى غَدَاةَ النَّحْرِ، نَحَرَهُ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ أَوْ يُقَصِّرَ، وَكَانَ يَنْحَرُ هَدْيَهُ بِيَدِهِ، يَصُفُّهُنَّ قِيَامًا، وَيُوَجِّهُهُنَّ لِلْقِبْلَةِ، ثُمَّ يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ۔

بائیں جانب اشعار کیا، پھر قربانیوں کو آپ کے ہمراہ چلایا گیا حتی کہ مقام عرفات میں آپ نے لوگوں کے ساتھ وقوف کیا، پھر آپ وہاں سے چلے۔ جب آپ یوم النحر کی صبح منی تشریف لائے تو آپ نے قربانیوں کو سر منڈانے یا بال ترشوانے سے پہلے نحر فرمایا، آپ ﷺ اپنی قربانی کو اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح کہ صف کی صورت میں سب کو کھڑا کرتے اور ان کا منہ قبلہ کی طرف کرتے (اور نحر فرما دیتے) پھر (ان کے گوشت سے) خود بھی نوش فرماتے اور لوگوں کو بھی کھلاتے۔

شرح امام نافع رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی قربانی کے جانور کو نیزہ چبھوتے تو بسم اللہ واللہ اکبر، ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے'' کہتے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: جو شخص مکہ مکرمہ سے قربانی خریدے اسے چاہیے کہ وہ اسے ہانک کر حرم تک پہنچائے اور وہاں سے پھر مکہ لائے اور منیٰ میں نحر کرے۔

(56)......بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ

سر منڈوانا یا کتروانا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾...... ''پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں۔'' (سورہ حج: ۲۹)
یعنی جسم کی صفائی ستھرائی کر لیں، بالوں، ناخنوں وغیرہ کو صاف کر لیں۔ ایک دیہاتی نے دوسرے سے کہا: مَا أَتْفَثَكَ ؟ تم کس قدر گندے اور میلے ہو؟ بعض کے نزدیک ''التَّفَثُ'' کے معنی مونچھیں یا ناخن کٹوانے اور زیر بغل اور زیر ناف مونڈنے کے ہیں، نضر بن شمیل نے کہا: لفظ ''تفث'' کے معنی عربی زبان میں پراگندگی دور کرنے کے ہیں۔

(۱۹۶۰)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرَبْرِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ...... عَنْ نَافِعٍ، أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ

(۱۹۶۰) أخرجه البخاري: ٤٤١١، و مسلم: ١٣٠٤

حَلَقَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ۔

اور آپ کے بہت سے اصحاب نے سر منڈوایا تھا لیکن بعض نے کتروایا بھی تھا۔

(۱۹۶۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَلِيٍّ زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ)) قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْن۹) قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِينَ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور کتروانے والوں کے لیے بھی (دعا فرمائیں۔) آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور کتروانے والوں کے لیے بھی، تب آپ نے فرمایا: ''اور بال کتروانے والوں پر بھی (رحم فرما۔)''

شرح: نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعا میں استرے سے سر منڈوانے والوں کو مقدم رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ جن کے پاس قربانیاں نہیں وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائیں تو سر منڈوانے والوں نے بے چون وچراں آپ کے حکم کو مان لیا اور ذرہ بھر پس وپیش نہ کی جبکہ سر کتروانے والوں نے پوری طرح خوشدلی کا مظاہرہ نہ کیا، ان کی خواہش تھی کہ آپ انہیں حالت احرام ہی میں رہنے کی اجازت دے دیں، جب حلال ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا تو حلال ہونے کی صورت میں سر کتروانے کی طرف مائل ہوئے کہ اسے انہوں نے سر منڈوانے کی نسبت ہلکا جانا حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت بجالانا ان کے حق میں بہتر تھا، ویسے دوران حج میں سر کتروانا جائز ہے۔

چونکہ انہوں نے اطاعت اور فرمانبرداری میں سستی اور تاخیر دکھائی اس لیے آپ ﷺ نے انہیں دعا میں مؤخر کر دیا اور اس وجہ سے سر منڈوانا افضل ٹھہرا۔

امام مالک رحمہ اللہ نے جناب نافع رحمہ اللہ سے بیان کیا، وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ حج وعمرہ کے دوران سر منڈوانے کے ساتھ ساتھ مونچھیں اور داڑھی کا کچھ حصہ بھی کتروا دیتے تھے۔

(مؤطا امام مالک: ۹۰۴)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حج کے ارکان پانچ ہیں: (۱) احرام (۲) وقوف عرفہ (۳) طواف (افاضہ) (۴) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (۵) سر منڈوانا یا کتروانا۔

(۱۹۶۱) أخرجه البخاري: ۱۷۲۷، و مسلم: ۱۳۰۱

عمرے کے ارکان تین ہیں: (۱)احرام (۲)سعی (۳)سرمنڈوانا یا کتروانا۔

استرے سے سرمنڈوانے کے بارے میں یہ قول بھی ہے کہ اس کا تعلق مناسک حج سے نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت صرف ایک حرام اور محظور چیز کے جواز کی ہے، لیکن پہلی بات ہی درست ہے۔ اگر کوئی آدمی اعمال حج میں سے سرمنڈوانا چھوڑ دے تو وہ حلال نہیں ہوگا اور نہ اس سستی اور غفلت کا ازالہ جانور ذبح کرنے (دم) سے ہوگا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک بال ترشوانا جائز ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال قینچی سے کاٹے تھے۔

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ عمرے کا ہوسکتا ہے۔ حج میں تو بال منیٰ میں کاٹے جاتے ہیں۔

فائدہ: یہ واقعہ جعرانہ کا ہوسکتا ہے کیونکہ یہ عمرہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوا۔ اس وقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوچکے تھے، عمرے کا اختتام چونکہ مروہ پر ہوتا ہے، لہٰذا حجامت بھی وہیں یا اس کے قرب وجوار میں بنوائی جائے گی اگرچہ شرعا کوئی جگہ مقرر نہیں۔ (ع،س)

کہا گیا ہے کہ بال کٹوانا اس شخص کے حق میں جائز ہے جس نے اپنے سر کو گوند سے نہ چپکا رکھا ہو، باقی رہا سر چپکانے والا شخص تو اسے سر منڈانا ہی چاہیے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی مروی ہے۔ تقصیر سر کے بال کٹوانے کو کہتے ہیں یعنی کچھ بال کاٹ دیے جائیں اور کچھ چھوڑ دیے جائیں ویسے سرمنڈوانا افضل ہے، سرمنڈوانے کے حوالے سے کم ازکم فرض بات یہ ہے کہ پورا سر منڈایا جائے اور اگر بال کٹوانے ہوں تو کم ازکم تین بال ضرور کاٹے جائیں۔ اہل رائے کا کہنا ہے کہ سر کا چوتھا حصہ کاٹنا ضروری ہے۔

عورتوں کے لیے یہ حکم نہیں، وہ اپنا سر نہیں منڈائیں بلکہ معمولی سے بال کترلیں۔ سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنا سر مونڈنے سے منع فرمایا ہے۔

جناب حکم نے کہا: حج میں عورت کے سر کے بال کتروانے کے سلسلہ میں کوئی تحدید کرنے والی روایت موجود نہیں بس انہیں معمولی سے بال کترلینے چاہئیں۔ سرمنڈوانے کے حوالے سے سنت طریقہ یہی ہے کہ اس کام کی ابتداء سر کے دائیں جانب سے کی جائے۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل روایت ہے۔

(۱۹۶۲)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْجُلُودِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَنْبَأَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ......

(۱۹۶۲) أخرجه مسلم: ۱۳۰۵، واخرجه البخاري: ۱۷۱ مختصراً

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى مِنًى ، فَأَتَى الْجَمْرَةَ ، فَرَمَاهَا ، ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ بِمِنًى وَنَحَرَ ، ثُمَّ قَالَ لِلْحَلاقِ: ((خُذْ)) وَأَشَارَ إِلَى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ ، ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ ، فَحَلَقَهُ ، ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ، ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ ، فَقَالَ: ((احْلِقْ ، فَحَلَقَهُ)) فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ ، فَقَالَ: ((اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لائے تو جمرہ کے پاس آئے اور اسے کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنے پڑاؤ والی جگہ پر تشریف لے گئے اور وہاں قربانی کو نحر کیا، اس کے بعد آپ نے نائی سے کہا: ''بال مونڈ دے۔'' اور یہ فرماتے وقت آپ نے سر کے دائیں جانب اشارہ کیا، پھر بائیں طرف کو مونڈا گیا، پھر آپ نے بال لوگوں کو عطا فرمائے، ایک روایت میں ہے کہ مونڈنے والے نے دائیں طرف مونڈا جب مونڈھ چکا تو آپ نے سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ بال انہیں دے دیے، پھر اس نے بائیں طرف کو تھاما تو آپ نے فرمایا: ''مونڈھ دو'' چنانچہ اس نے بائیں جانب مونڈھ دی تو آپ نے وہ بال بھی سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دیے اور فرمایا: ''انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیجئے۔''

شرح: مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نائی سے کہا: اے لڑکے! سر کو ہڈی تک مونڈھ دو۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اس ہڈی سے مراد کنپٹی کے آخر والی ہڈی ہے۔ حج میں سر منڈانے کا وقت یوم النحر والے دن جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد ہے۔ اگر حاجی کے پاس ہدی (قربانی) ہو تو رمی کے بعد پہلے اسے ذبح کرے، بعد ازاں سر منڈائے، عمرہ میں صفا مروہ کی سعی سے فارغ ہونے کے بعد سر منڈایا جائے اور اگر اس کے پاس قربانی ہو تو پہلے اسے ذبح کرے، پھر سر منڈائے۔

یوم النحر کو حاجی کے اعمال کی ترتیب اس طرح ہونی چاہیے کہ پہلے کنکریاں مارے، پھر قربانی ذبح کرے، اس کے بعد سر منڈایا جائے، پھر مکہ آ کر طواف زیارت کیا جائے، پھر اگر اس نے طواف قدوم میں صفا مروہ کی سعی نہ کی ہو تو اب طواف افاضہ کے بعد یہ سعی کرنا اس پر واجب ہے، اور اگر طواف قدوم کے بعد صفا مروہ کی سعی کر لی ہو تو اب طواف افاضہ کے بعد فرض نہیں ہے بلکہ حاجی کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو کر لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی والے دن طواف افاضہ کیا، پھر لوٹ کر منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی (اور نافع کہتے ہیں) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (صحيح مسلم : ١٣٠٨)

سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے روز طواف زیارت کو رات تک

مؤخر کیا تھا۔(ضعیف، ابوداود: ۲۰۰۰، ترمذی: ۹۲۰، ابن ماجه: ۳۰۵۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، وہ کہتی ہیں: أَفَاضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ حِينَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مِنًى ، فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ۔...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (دس تاریخ کو قربانی والے دن) ظہر پڑھ لینے کے بعد دن کے آخری حصے میں طواف افاضہ کیا، پھر منیٰ لوٹ آئے اور ایام تشریق کی راتیں یہیں ٹھہرے رہے۔ (صحيح الا قوله "حين صلى الظهر" فانه منكر، ابوداود: ۱۹۷۳)

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی آدمی طواف افاضہ کو ایام تشریق کے آخر تک مؤخر کر دے تو اس پر کچھ نہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں قیام والے دنوں میں بیت اللہ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری معلقا: ۱۷۳۲ سے پہلے)

فائدہ: عرفات اور مزدلفہ سے لوٹنے کے بعد دسویں تاریخ کو یا اس کے بعد کسی وقت بیت اللہ کا طواف کرنا فرض ہے۔ قرآن مجید کا حکم ہے: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾...... "انہیں چاہیے کہ قدیم گھر کا طواف کریں۔" اس طواف کو طواف افاضہ، طواف زیارہ اور طواف فرض یا رکن بھی کہتے ہیں۔ افضل یہی ہے کہ دسویں ذی الحجہ کو کر لیا جائے یا ایام تشریق میں کسی وقت۔ (ع،س)

اگر کوئی آدمی اس طواف کو ایام تشریق کے بعد تک موخر کر دیتا ہے تو اس کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ ایسے شخص پر کوئی دم وغیرہ عائد نہیں ہوتا۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے جبکہ بعض علماء ایسے شخص پر دم (ایک جانور قربان کرنا) عائد کرتے ہیں۔

امام رحمہ اللہ نے کہا: حج کے لیے دو تحلل (حلال ہو جانا) ہیں، اور تحلل کے اسباب تین ہیں (۱) جمرہ عقبہ کو رمی کرنا (۲) سر منڈوانا (۳) اور طواف رکن کرنا۔

اگر کوئی آدمی مندرجہ بالا امور میں سے دو کام کر لیتا ہے تو اسے پہلا تحلل حاصل ہو گیا یعنی اس کا احرام ختم ہے، اب وہ حجامت کروائے، نہائے دھوئے، خوشبو لگائے، سلے ہوئے کپڑے پہنے (حتی کہ طواف زیارت بھی احرام کے بغیر کرے گا) البتہ طواف زیارت سے پہلے بیوی سے جماع حرام ہے۔ اور جب تینوں امور سرانجام دے لے تو اس کے لیے بیوی بھی حلال ہو جاتی ہے۔

یہ تفصیل ان علماء کے مسلک کے مطابق ہے جو سر منڈوانے کو مناسک حج میں شمار کرتے ہیں نیز اس کا شمار وہ حلال ہونے کے اسباب میں کرتے ہیں، اور جو علماء سر منڈوانے کو صرف ایک حرام اور محظور چیز کے جواز کی حیثیت دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جب حاجی جمرہ عقبہ کو رمی کر لے تو اسے پہلا تحلل حاصل ہو گیا اور اس کے لیے بیوی کے علاوہ سب کچھ حلال ہے اور جب حاجی رمی اور طواف افاضہ دونوں کر لے تو اس کے لیے وہ سب کچھ حلال ہے جو حج کے احرام کی وجہ

سے حرام تھا حتی کہ بیوی بھی حلال ہے۔

کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ محرم جب جمرہ عقبہ کو رمی کر لے، قربانی ذبح کر لے اور سر منڈوا دے تو اس کے لیے وہ سب کچھ حلال ہو جاتا ہے جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام تھا سوائے بیوی اور خوشبو کے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یونہی مروی ہے، جناب سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس کے لیے بیوی، خوشبو اور شکار تین چیزیں حلال نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ اس موقف کے قائلین میں سے ہیں۔

اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ ایسے آدمی کے لیے خوشبو لگانا جائز ہے صرف بیوی سے جماع حرام ہے۔ اس کی دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کو بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی جس میں کستوری کی آمیزش تھی۔ (صحیح بخاری: ۱۵۳۹، صحیح مسلم: ۱۱۹۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذَا رَمَى أَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلا النِّسَاءَ۔)) ......''جب تم میں سے کوئی (دسویں تاریخ کو) جمرہ عقبہ کی رمی کر لے تو اس کے لیے بیویوں کے سوا ہر شے حلال ہو گئی۔'' (صحیح، ابوداود: ۱۹۷۸)

عمرے کے لیے ایک ہی تحلل ہے، جب عمرہ کرنے والا بیت اللہ کا طواف کر لے، صفا مروہ کی سعی کر لے اور سر منڈا دے تو اس کے لیے وہ سب کچھ حلال ہے جو بوجہ احرام اس پر حرام تھا، اور جو علمائے کرام سر منڈانے کو حلال ہو جانے کے اسباب میں شمار نہیں کرتے ان کا کہنا ہے کہ سعی کرنے کے بعد اس کے حق میں سب کچھ جائز ہے جو بوجہ احرام اس پر حرام تھا۔

(57)......بَابُ مَنْ تَرَكَ تَرْتِيبَ أَعْمَالِ يَوْمِ النَّحْرِ
جو شخص (دسویں تاریخ کے) اعمال حج میں ترتیب بحال نہ رکھ سکے

(۱۹۶۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ، فَجَائَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَمْ أَشْعُرْ، فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں وقوف کیا تو لوگ آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے، ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے معلوم نہیں ہو سکا اور میں نے ذبح کرنے سے پہلے اپنے بال منڈوا لیے؟

(۱۹۶۳) أخرجه البخاري: ۸۳، ۱۷۳٦، و مسلم: ۱۳۰٦

((اذْبَحْ وَلا حَرَجَ)) فَجَائَهُ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَمْ أَشْعُرْ، فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، فَقَالَ: ((ارْمِ وَلا حَرَجَ)) فَمَا سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلا أُخِّرَ إِلا قَالَ: ((افْعَلْ وَلا حَرَجَ))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ذبح کر لو، کوئی حرج نہیں۔'' ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہوسکا اور میں نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کرلی؟ آپ نے فرمایا: ''رمی کرلو، کوئی حرج نہیں۔'' اس دن آپ سے جو سوال بھی ہوا جس میں کوئی تقدیم وتاخیر ہوئی تھی، آپ نے یہی فرمایا: ''کرلو، کوئی حرج نہیں۔''

شرح محمد بن ابی حفصہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے اسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے رمی کرنے سے پہلے سرمنڈوالیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ((اِرْمِ وَلَا حَرَجَ۔)) ...... ''رمی کرلو کوئی حرج نہیں۔'' ایک دوسرا آیا اور بولا: میں نے رمی کرنے سے پہلے ذبح کرلیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''رمی کرلو کوئی حرج نہیں۔'' ایک اور شخص آیا اور اس نے پوچھا: میں نے رمی کرنے سے پہلے طواف افاضہ کرلیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''رمی کرلو کوئی حرج نہیں۔''

(١٩٦٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى، فَيَقُولُ: ((لا حَرَجَ)) فَسَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ؟ قَالَ: ((اذْبَحْ وَلا حَرَجَ)) قَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ؟ فَقَالَ: ((لا حَرَجَ۔))

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ منیٰ کے دن رسول اللہ ﷺ سے سوالات کیے جاتے تھے تو آپ فرماتے تھے: ''کوئی حرج نہیں۔'' ایک شخص نے سوال کیا اور کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سرمنڈوالیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اب ذبح کرلو، کوئی حرج نہیں۔'' کسی نے عرض کیا: میں نے شام ہونے پر رمی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: یوم النحر (١٠ ذوالحجہ) کو اعمال حج میں ترتیب ملحوظ رکھنا سنت نبوی ہے اور ان کی ترتیب یہ ہے کہ اس دن سب سے پہلے رمی کی جائے، پھر قربانی ذبح کی جائے، پھر سرمنڈایا جائے، پھر بیت اللہ کا طواف کیا جائے، اگر اس ترتیب میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو اکثر اہل علم کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ مجاہد، طاؤس، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

(١٩٦٤) أخرجه البخاري: ١٧٣٥

بعض اہل علم یہ موقف رکھتے ہیں کہ اگر اس ترتیب میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو اس آدمی پر دم (ایک جانور ذبح کرنا) دینا واجب ہو جاتا ہے، جناب سعید بن جبیر، قتادہ، امام مالک رحمہ اللہ اور اہل رائے اس موقف کے قائل ہیں۔ ان حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ (لَا حَرَجَ) "کوئی حرج نہیں" کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ایسے شخص پر گناہ نہیں البتہ اسے فدیہ دینا ہوگا۔

مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے ایک شخص سے ملے جس نے لاعلمی اور عدم واقفیت کی بنا پر سر منڈوانے سے قبل طواف افاضہ کر لیا تھا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ جا کر سر منڈواؤ یا کترواؤ اور پھر طواف افاضہ کرو۔ اگر کوئی شخص حج وعمرہ میں بیت اللہ شریف کا طواف کرنے سے پہلے صفا مروہ کی سعی کر لیتا ہے تو اس کی یہ سعی شمار نہیں ہوگی، اسے طواف کرنے کے بعد دوبارہ سعی کرنا ہوگی، اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے سوائے جناب عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے، انہوں نے کہا: ایسے شخص کی سعی کفایت کر جائے گی ان کی دلیل سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔ سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوا۔ لوگ آپ کے پاس آتے تھے، تو جس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے طواف سے پہلے سعی کر لی ہے یا کوئی کام پہلے کر لیا ہے یا کوئی کام مؤخر کر دیا ہے، تو آپ فرماتے تھے: "کوئی حرج نہیں، کوئی حرج نہیں۔" (صحیح، ابوداود: ۲۰۱۵)

عام اہل علم کے نزدیک مسئلے کی نوعیت یہی ہے کہ جس آدمی نے وقوف عرفات سے پہلے پہلے طواف قدوم کی سعی کر لی ہو تو اس کی سعی درست ہے اور اس پر ہرگز یہ واجب نہیں کہ وہ طواف افاضہ کے بعد دوبارہ سعی کرے، البتہ جس شخص نے طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی ہو حتی کہ ۹ ذی الحجہ کا دن آ گیا اب وہ وقوف عرفات کے بعد اور طواف افاضہ (رکن) سے پہلے یہ چھوٹی ہوئی سعی کرتا ہے تو اس کی سعی درست نہ ہوگی۔

(58)......بَابُ الْخُطْبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى

دسویں ذی الحجہ (یوم النحر) کو منیٰ میں خطبہ دینا

(۱۹٦٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ......

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ، يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حج میں خطبہ دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: "زمانہ اپنی اس (اصل) کیفیت پر گھوم آیا ہے جب کہ اللہ نے آسمانوں

(۱۹٦٥) أخرجه البخاري: ۵۵۵۰، و مسلم: ۱٦۷۹

عَشَرَ شَهْرًا ، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ، ثَلاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ، ذُو الْقَعْدَةِ ، وَذُو الْحَجَّةِ ، وَالْمُحَرَّمُ ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وشَعْبَانَ ، أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ، قَالَ: ((أَلَيْسَ ذَا الْحَجَّةِ؟)) قُلْنَا: بَلَى ، قَالَ: ((أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟)) قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ، قَالَ: ((أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟)) قُلْنَا: بَلَى ، قَالَ: ((فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟)) قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ، قَالَ: ((أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ)) قُلْنَا: بَلَى ، قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ)) قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: ((وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا ، وسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ ، فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ ، أَلا فَلا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلاَّلًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ، أَلا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلِّغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ)) فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ ، قَالَ: صَدَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: ((أَلا هَلْ بَلَّغْتُ ، أَلا هَلْ بَلَّغْتُ۔))

اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، سال کے بارہ مہینے ہیں، اور ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین مہینے متواتر ہیں، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور (چوتھا) مُضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ کون سا مہینہ ہے؟‘‘ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں، آپ خاموش ہو گئے حتی کہ ہم گمان کرنے لگے کہ آپ اس مہینے کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے پوچھا: ’’کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں؟‘‘ ہم نے کہا: جی ہاں! آپ نے سوال کیا: ’’یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بخوبی جانتے ہیں، پھر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا آپ اس شہر کا کوئی اور نام رکھ دیں گے، آپ نے فرمایا: ’’کیا یہ بلد حرام نہیں؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ’’یہ کون سا دن ہے؟‘‘ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ خاموش ہو گئے حتی کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھ دیں گے، اتنے میں آپ نے فرمایا: ’’کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟‘‘ ہم نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ’’بلا شبہ تمہارے مال اور تمہارے خون...... جناب محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا...... اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح اس مہینے کے اس دن میں اس شہر کا احترام ہے، تم ضرور اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہو۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا، سنو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو، سنو! جو موجود ہے وہ میری باتیں

غیر موجود تک پہنچا دے، ہو سکتا ہے جس کو بات پہنچائی جائے وہ سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔'' جناب محمد بن سیرین رحمہ اللہ جب حدیث بیان کرتے تو کہتے نبی اکرم ﷺ نے سچ فرمایا) اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''سنو! کیا میں نے (رب کا پیغام) پہنچا دیا ہے، سنو! کیا میں نے پہنچا دیا ہے۔''

شرح سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے جو حج ادا فرمایا: اس حج کے موقع پر قربانی کے دن جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے، (اس وقت) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((أَتَـدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا۔)) ...... ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ کون سا دن ہے؟ آپ نے اسی قسم کی بات فرمائی اور فرمایا: ((يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ۔)) ......''یہ حج اکبر کا دن ہے۔'' اس کے بعد نبی اکرم ﷺ مسلسل فرماتے رہے: ((اللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔)) ......''اے اللہ! گواہ رہنا۔'' اور لوگوں کو الوداع کہا۔ صحابہ نے کہا: یہ حجۃ الوداع، یعنی الوداعی حج ہے۔

(صحیح، ابن ماجه: ۳۰۵۸، ابوداود: ۱۹۴۵)

(أَلـزَّمَانُ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ)...... ''زمانہ پھر اپنی اصل کیفیت پر گھوم آیا ہے'' زمانے سے آپ کی مراد گردش ماہ وسال ہے جس کیلئے دوسرا لفظ ''دَهْرَ'' مستعمل ہے شمر لغوی نے کہا لفظ (أَلزَّمَان) اور (أَلدَّهْر) کا ایک ہی معنی ومفہوم ہے لیکن ابوالہیثم نے اس بات کا انکار کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے لفظ (الـزمان) سے مراد ایک سیزن اور موسم ہے جیسے موسم گرما، موسم سرما، گندم کی فصل کا موسم، کھجوروں کا موسم وغیرہ یہ مدت مختصر ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو ماہ سے چھ ماہ پر محیط ہوتی ہے لیکن لفظ (أَلـــدَّهْــر) مدت دراز پر بولا جاتا ہے، جس کی کوئی انتہاء نہ ہو۔ امام ازہری رحمہ اللہ نے کہا، لفظ ''أَلـدَّهْـر'' کا اطلاق اہل عرب تھوڑی مدت پر بھی کرتے ہیں اور دنیا کی کل مدت پر بھی، میں نے انہیں یہ لفظ بولتے سنا ہے: اقـمـنـا علی ماء کذا دهراً، ہم فلاں کنویں پر اتنی مدت اقامت گزین رہے، ممکن ہے یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہوں۔ قَدْ اِسْتَدَار کا مطلب ہے: گھوم آیا ہے۔

(وأَعْرَاضَكُمْ) ''اور تمہاری عزتیں'' اس کا واحد (العرض) ہے۔ یہ لفظ مدح اور ذم دونوں مواقع پر بولا جاتا ہے، یعنی ایک انسان کی وہ باتیں جن کی وجہ سے اسے معاشرے میں مقام ومرتبہ ملتا ہے اور وہ باتیں بھی جن سے وہ معاشرے میں ذلیل اور نکو ہو جاتا ہے، عزت کہلاتی ہیں، وہ امور خواہ خود اس شخص کی ذات کے متعلق ہوں یا اس کے آباء واجداد کے کہ جن کی ہتک وہ اپنی ہتک سمجھتا ہو۔ اکثر ماہرین لغت کا یہی قول ہے سوائے ابن قتیبہ کے کہ ان کے نزدیک ''العرض'' سے مراد ایک شخص کی ذاتی عزت وآبرو ہے نہ کہ اسلاف اور آباواجداد کی۔ اس نے ایک حدیث مبارکہ سے

دلیل پکڑی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے جنت میں داخل ہونے والوں کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ((لَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَبُولُونَ إِنَّمَا هُوَ عَرَقٌ يَجْرِي مِنْ أَعْرَاضِهِمْ، مِثْلَ رِيحِ الْمِسْكِ.)) ......''انہیں نہ پاخانے کی حاجت ہوگی اور نہ پیشاب کی، وہ تو پسینہ ہوگا جو کستوری کی خوشبو کی طرح ان کے جسموں سے نکلے گا۔''

(صحيح بخاری: ٣٣٢٦، صحيح مسلم: ٢٨٣٤)

اور سیدنا ابو ضمضم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں نے تیرے ان بندوں کو معاف کر دیا ہے جنہوں نے مجھے (میری ذات کو) کوئی گزند پہنچایا ہے۔'' (ضعیف مرسل، ابوداود: ٤٨٨٧)

آپ ﷺ اپنی ذات کے متعلق تو کسی کو معاف کر سکتے ہیں مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اپنے فوت شدہ اسلاف کی طرف سے بھی کسی کو معاف کر دیں۔

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَتِي وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

''بلاشبہ میرے والد، میری ماں اور میری جان محمد ﷺ کی ذات اقدس پر قربان ہو۔''

اس شعر میں شاعر نے لفظ ''عرضی'' سے اپنے آپ کو مراد لیا ہے۔ لیکن پہلا معنی زیادہ صحیح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حدیث میں وارد لفظ ''اعراض'' سے مراد افراد اور نفوس ہوتے تو پھر حدیث میں مذکور لفظ ''الدما'' کافی تھا کیونکہ دماء (خونوں) سے مراد بھی افراد واشخاص ہی ہے، الگ سے لفظ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

باقی رہے حدیث کے الفاظ (إِنَّمَا هُوْ عَرَقٌ يَجْرِيْ من اعراضهم)......''وہ تو پسینہ ہوگا جو ان کے وجود سے بہے گا'' اموی نے کہا: یہاں ''اعراض'' سے مراد انسان کے جسم کے وہ مسام ہیں جن سے پسینہ نکلتا ہے۔ امام اصمعی نے کہا: عربوں کے جملے ''فُلَانٌ طَيِّبُ الْعِرْضِ'' کا معنی ہے: فلاں شخص عمدہ خوشبو والا ہے اور ابو ضمضم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ (تَصَدَّقْتُ بِعَرْضِي عَلَى عِبَادك) ''میں نے تیرے بندوں کو اپنی طرف سے معاف کیا'' کا مفہوم یہ ہے کہ جس جس نے میرے اور میرے بزرگوں کا تذکرہ عیب چینی کے انداز میں کیا ہے میں نے اللہ کے لیے معاف کر دیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ اپنے اسلاف کی عیب جوئی اور ہجو کی اجازت دے رہے ہیں۔ اسی طرح سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کے شعر میں استعمال ہونے والے لفظ ''عرض'' کا مطلب ہے کہ میرے خاندان کے وہ سارے بزرگ جن کے کارناموں پر مجھے فخر ہے اور اگر کوئی ان کا تذکرہ مذمت کے پیرائے میں کرے تو میں حد درجہ کبیدہ خاطر اور رنجیدہ ہوتا ہوں وہ سب کے سب آپ ﷺ کی ذات اقدس پر قربان ہوں، گویا اس شعر میں سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے خصوص کے بعد عموم کا ذکر کیا ہے اس لیے کہ ماں اور باپ جن کا تذکرہ خصوصی طور پر پہلے کر دیا گیا ہے وہ لفظ ''عرضی'' ''اسلاف'' کے تحت آتے ہیں۔

(لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ ضَلَالًا)...... ''میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا'' ایک روایت میں یہ لفظ مذکور ہیں (لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)...... ''میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔'' مطلب یہ ہے کہ تمہارے افعال واعمال کفار سے مماثل نہ ہو جائیں کہ جس طرح وہ آپس میں قتل وغارت کرتے ہیں تم بھی کرنے لگو بلکہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھائی بھائی بن کر رہو۔ دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ (ادنیٰ عملی تساہل کی بنا پر) تم ایک دوسرے پر کفر کے فتوے نہ لگانا جس طرح خارجیوں کا وطیرہ ہے، بعض علماء نے لفظ (کفارا) کا ایک تیسرا مفہوم بھی بیان کیا ہے کہ اسلحہ پہن کر ایک دوسرے کے سامنے مرنے مارنے کیلئے نہ ہو جانا۔ عربوں کے اس جملے ''کفر فوق درعیہ'' کا معنی ہے ''فلاں نے ذرہ کے اوپر قمیص پہن لی'' دراصل لفظ ''کفر'' کا لغوی معنی چھپانا اور ڈھانپنا ہے، کافر شخص کو کافر اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کفر کا اظہار کر کے اپنا ایمان چھپاتا ہے۔ کفارے کو کفارہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ انسان سے ہونے والی غلطیوں اور گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔

(أَلَیْسَ الْبَلْدَةَ) ''کیا یہ حرمت والا شہر نہیں'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا﴾...... ''مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے۔'' (سورۂ نمل:۹۱)

نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا﴾...... ''اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنادے۔'' (سورۂ ابراہیم:۳۵)

ایک قول یہ بھی ہے کہ "البلدة" مکہ مکرمہ کا خصوصی نام ہے ویسے شہر مکہ کے اور بہت سے نام بھی ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: امام حج کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اثنائے حج میں چار (مرتبہ) خطبات ارشاد کرے۔ پہلا خطبہ سات ذی الحجہ کو نماز ظہر کے بعد مکہ مکرمہ میں دیا جائے جس میں لوگوں کو یہ تلقین کی جائے کہ وہ یوم الترویہ (۸ ذوالحجہ) کو نماز فجر کے بعد منیٰ کی طرف کوچ کریں، یہ ایک خطبہ ہی ہو، دوسرا خطبہ عرفہ کے دن زوال آفتاب کے بعد اور نماز ظہر سے قبل دیا جائے جس میں بیٹھ کر فاصلہ کیا جائے، تیسرا خطبہ یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) کو منیٰ میں نماز ظہر کے بعد دیا جائے جو ایک خطبہ ہی ہو۔ اس میں لوگوں کو وعظ وتلقین کی جائے نیز ان کے سامنے قربانی کی اہمیت وفرضیت اجاگر کی جائے اور کنکریاں مارنے کے احکام بتائے جائیں، چوتھا خطبہ نفر اول (۱۲ ذی الحجہ) کو نماز ظہر کے بعد دیا جائے، جس میں امام حج حجاج کرام کو الوداع کرے اور بتائے کہ جو آدمی جلدی واپسی کا خواہشمند ہو اور تیرہ ذی الحجہ کی رمی اور منیٰ سے رات گزارنا چھوڑنا چاہے تو اس کے لیے اس بات کی گنجائش ہے۔ سیدنا رافع بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منیٰ میں اپنے سفید خچر پر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے جبکہ دن اونچا آچکا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کی بات آگے پہنچا رہے تھے، لوگ کچھ بیٹھے تھے اور کچھ کھڑے تھے۔ (صحیح، ابوداود: ۱۹۵۶)

جناب ابن نجیح اپنے والد سے، وہ بنو بکر کے دو آدمیوں سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایام تشریق کے درمیانی دن میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ ہم آپ کی سواری کے قریب ہی تھے۔

(صحیح، ابوداود: ۱۹۵۲)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: شریعت میں مشروع خطبات دس ہیں: (۱)جمعۃ المبارک کا خطبہ (۲)عیدالفطر کا خطبہ (۳)عیدالاضحیٰ کا خطبہ(۴) چاند گرہن کا خطبہ(۵) سورج گرہن کا خطبہ(۷) نماز استسقاء کا خطبہ اور دوران حج چار خطبے۔

خطبہ جمعہ کے علاوہ باقی سب خطبے سنت ہیں فرض نہیں اور تمام خطبات میں نماز پہلے ہے اور خطبہ بعد میں سوائے جمعۃ المبارک اور عرفہ کے دن والے خطبہ کے۔ یاد رہے کہ ۷ ذی الحجہ، ۱۰ ذی الحجہ اور ۱۲ ذی الحجہ کے خطبات تقریر کی صورت میں وتر ہیں یعنی ان میں امام بیٹھ کر فاصلہ نہیں کرے گا۔ باقی تمام خطبے جفت ہیں یعنی امام ان کے درمیان بیٹھ کر فاصلہ کرے گا۔

(اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَهَيْئَتِهِ ، يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ)...... ''بلا شبہ زمانہ اپنی اس (اصل) کیفیت پر گھوم آیا ہے جب کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔''

اہل عرب میں قدیم سے یہ روایت چلی آتی تھی کہ وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے مہینوں کو حرمت والے مہینے جانتے تھے اور ان میں قتل وغارت اور عام دنگا فساد سے پرہیز کرتے تھے، چونکہ ان کا عام ذریعہ معاش لوٹ مار، ڈاکہ زنی اور شکار کرنا تھا اس لیے مسلسل حرمت کے تین ماہ رک جانا ان پر بڑا گراں گزرتا تو وہ حیلے سے کام لیتے ہوئے حرمت کے مہینوں کو ادلتے بدلتے رہتے، حرمت کے جس مہینے کو وہ حلال قرار دیتے اس کی جگہ دوسرے مہینے کو حرمت والا بنا دیتے، مثلاً محرم کو صفر کی جگہ مؤخر اور صفر کو مقدم کر دینا اس کو ''نسی ء'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا النَّسِیٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ﴾...... ''مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کفر کی زیادتی ہے۔'' (سورۂ توبہ: ۳۷)

''نســـی ء'' کے معنی پیچھے کرنے کے ہیں مثلاً محرم کے مہینے کی حرمت توڑ کر اس کی جگہ صفر کو حرمت والا مہینہ قرار دے دینا۔ اسی طرح رجب کے مہینے کی حرمت پامال کر کے اس کی جگہ شعبان کے مہینے کو حرمت والا مہینہ قرار دے دینا۔ مہینوں کی تاخیر وتقدیم کا کام ان کے چند سربرآور وہ اشخاص سرانجام دیتے تھے۔ ہوتا یوں کہ لڑائی اور دیگر دنیاوی مفادات کے حصول کے لیے وہ ایسا کرتے اور ایک مدت تک اس ادل بدل پر قائم رہتے، پھر جب ضرورت تقاضا کرتی تو اس میں مزید تبدیلی کا اعلان کر دیتے، مثلاً اپنی ضرورتوں کے پیش نظر وہ ماہ محرم کو ماہ صفر کی جگہ لے جاتے پھر چند سالوں کے بعد ماہ صفر کی بجائے ماہ ربیع الاول کو حرمت والا قرار دے دیتے، اس طرح سال کی تاریخوں میں بہت خرابی پیدا ہوگئی، پھر جب اسلام آیا اور جس سال نبی کریم ﷺ نے حج کیا اس سال حج اور تاریخ اپنے بالکل صحیح وقت پر آئی تھی، اور ایسا ایک طویل مدت بعد ہوا تھا اس لیے آپ نے فرمایا تھا: ''بلا شبہ زمانہ اپنی اس (اصل) کیفیت پر گھوم

آیا ہے (جس پر کہ اپنے پہلے روز تھا) جب کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔''

کہا جاتا ہے ''نسی ء'' کا سلسلہ برسہا برس چلتا رہا، انہوں نے وقفے وقفے سے سال کے ہر مہینے کو حرمت والا قرار دیا، اور اس طرح حساب خلط ملط ہو گیا۔ اہل عرب ایک سال ایک مہینے میں حج کرتے اور اگلے سال کسی اور مہینے میں، نبی اکرم ﷺ نے جس سال حج فرمایا تو زمانہ گھوم گھما کر اپنی اصلی حالت میں آ گیا تھا، آپ کا حج واقعی ذوالحجہ کے مہینے میں ہوا، آپ نے میدان عرفات میں خطبہ ۹ ذوالحجہ ہی کو دیا اور منیٰ میں جو خطبہ آپ نے دیا وہ واقعتاً ذوالحجہ کی دسویں تاریخ ہی تھی، یعنی جس سال نبی کریم ﷺ نے حج کیا اس سال حج اور تاریخ اپنے بالکل صحیح وقت پر آئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا: نسی ء کا عمل زمانے کے گھومنے کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اب آئندہ مہینوں کی ترتیب اسی طرح رہے گی جس طرح ابتدائے کائنات سے چلی آ رہی ہے اور آپ نے لوگوں کو اسی کی محافظت کا حکم دیا ایسا نہ ہو کہ آئندہ پھر ادل بدل ہو جائے۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تمام اسباب مہیا ہونے کے باوجود ایک سال حج لیٹ کیا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ عمل نسی ء کی وجہ سے ہونے والی خرابی اپنی اصلی حالت پر آ جائے تو پھر آپ نے حجۃ الوداع ادا کیا۔ جناب مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان (اِنَّ الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ) ''زمانہ اپنی اصل کیفیت پر گھوم آیا ہے'' کا تعلق حج سے ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اہل عرب زمانۂ جاہلیت میں دو سال حج ذوالقعدہ کے مہینے میں کرتے تھے اور دو سال ذوالحجہ کے مہینے میں، جس سال سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر حج تھے اس سال ذوالقعدہ کے مہینے کا آخری حج تھا اور جس سال نبی اکرم ﷺ نے حج فرمایا اس سال ذوالحجہ کا مہینہ ہی تھا اس لیے آپ نے فرمایا: ''زمانہ اپنی اصلی کیفیت پر گھوم آیا'' یعنی حج حقیقت میں ذوالحجہ کے مہینے ہی میں ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم!

(رجب مضر) ''مضر قبیلے کا رجب'' ماہ رجب کو قبیلہ مضر کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا ہے کہ وہ لوگ اس کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور صرف دو قبیلے بنوخثعم اور بنو طے اس کی حرمت کے قائل نہ تھے بلکہ یہ دونوں قبیلے کسی مہینے کی حرمت کے قائل نہ تھے۔ عرب کے جو سردار موسم حج میں عمل نسی ء کا اعلان کرتے تو وہ یوں کہتے: ہم فلاں فلاں مہینے میں جنگ وجدال اور قتل وغارت کو حرام قرار دیتے ہیں سوائے ان قبائل کے جو ان کی حرمت کے قائل ہی نہیں ہیں اس لیے تمام اہل عرب ان کا خون کرنا حلال جانتے تھے۔ (بَيْنَ جُمَادِي وَشَعْبَان) ''رجب کا مہینہ جو ماہ جمادی اور شعبان کے درمیان میں ہے''

امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ممکن ہے آپ نے ایسا اسلوب تاکید اور وضاحت کیلئے اختیار کیا ہو جیسا کہ آپ ﷺ نے زکاۃ والے اونٹوں کی عمریں بیان کرتے ہوئے یہی انداز اپنایا ہے: ''اگر بنت مخاض میسر نہ ہو تو ابن لبون مذکر دے دیا جائے۔'' یہ بات واضح ہے کہ ابن لبون، مذکر ہی ہوتا ہے مؤنث نہیں۔ اس کے علاوہ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ عمل نسی ء

کی وجہ سے اہل عرب اس مہینے کو آگے پیچھے کر بیٹھے ہوں اور کسی اور مہینے کا نام رجب رکھ لیا ہو اس لیے آپ نے وضاحت فرمائی کہ رجب کا مہینہ حرمت والا ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان میں ہے نہ کہ وہ رجب کا مہینہ حرمت والا جس کو تم عمل نسیء کی وجہ سے رجب کا مہینہ سمجھے بیٹھے ہو۔ واللہ اعلم

(59)......بَابُ وَقْتِ رَمْيِ أَيَّامِ مِنًى

منیٰ کے دنوں میں کنکریاں مارنے کا وقت

(١٩٦٦)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبُو نُعَيْمٍ، نَا مِسْعَرٌ......

عَنْ وَبَرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ: مَتَى أَرْمِي الْجِمَارَ؟ قَالَ إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَارْمِهِ، فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ، فَقَالَ:كُنَّا نَتَحَيَّنُ، فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا۔

جناب وبرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں کنکریاں کس وقت ماروں؟ تو آپ نے کہا: جب تمہارا امام مارے تو تم بھی مارو۔ دوبارہ میں نے ان سے یہی مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم انتظار کرتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو کنکریاں مارتے۔

(١٩٦٧)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَأَمَّا بَعْدَهُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر (١٠ ذی الحجہ) کو چاشت کے وقت جمرہ عقبہ کو رمی کی، باقی دنوں میں سورج ڈھلنے کے بعد آپ نے رمی کی۔

شرح: امام مالک جناب نافع سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: تین دنوں میں جمرات کو رمی سورج ڈھلنے کے بعد ہی کی جائے۔ (مؤطا امام مالك: ٩٣٤)

(١٩٦٦) أخرجه البخاري: ١٧٤٦

(١٩٦٧) أخرجه مسلم: ١٢٩٩

(60)......بَابُ رَمْيِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَالْبُيُوتَةِ بِمِنًى لَيَالِيَهَا

ایام تشریق میں کنکریاں مارنا اور راتیں منیٰ میں گزارنا

(١٩٦٨)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي جَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهِلَ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يَرْمِيَ الْوُسْطَى، ثُمَّ يَأْخُذُ بِذَاتِ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ، وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ يَدْعُو، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، وَيَقُومُ طَوِيلًا، ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُولُ: هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ۔

جناب سالم بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پہلے جمرہ کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، پھر آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر پہنچ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح دیر تک کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی کرتے، پھر بائیں طرف بڑھتے اور ایک ہموار زمین پر قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے، یہاں بھی دیر تک کھڑے کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے رہتے، اس کے بعد نشیب سے جمرہ عقبہ کی رمی کرتے اس کے بعد آپ کھڑے نہ ہوتے بلکہ واپس چلے آتے اور کہتے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

شرح: (فیسھل) ''پھر نرم اور ہموار زمین پر اترتے'' جب لوگ پہاڑ سے اتر کر ہموار جگہ میں فروکش ہو جائیں تو اہل عرب کہا کرتے تھے: أَسْهَلَ الْقَوْمُ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دس تاریخ کو قربانی والے دن) ظہر پڑھ لینے کے بعد دن کے آخری حصے میں طواف افاضہ کیا، پھر آپ منی لوٹ آئے اور ایام تشریق کی راتیں یہیں ٹھہرے رہے، سورج ڈھلنے کے بعد جمرات کو کنکریاں مارتے تھے، ہر جمرے کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس لمبی دیر رکتے اور اپنی عاجزی اور تضرع کا اظہار کرتے (دعائیں کرتے) پھر تیسرے جمرے کو کنکریاں مارتے مگر اس کے پاس نہیں رکتے تھے۔ مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

(١٩٦٨) أخرجه البخاري: ١٧٥١

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی حاجی منیٰ میں بسر کی جانی والی راتیں جمرہ عقبہ کے پیچھے نہ گزارے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: حاجی کو چاہیے کہ ایام تشریق کی راتوں میں سے پہلی اور دوسری رات منی میں گزارے اور ہر روز سورج ڈھلنے کے بعد اکیس کنکریاں مارے۔ ترتیب وار ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارے، آخری جمرہ جمرہ عقبہ ہے۔ جو شخص دوسرے دن کی رمی کر کے، سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے کوچ کرنا چاہے اور وہ ۱۳ ذوالحجہ کی کنکریاں اور رات منیٰ میں گزارنا چھوڑنا چاہے تو اس کی اجازت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِيۡ يَوۡمَيۡنِ فَلَآ اِثۡمَ﴾...... ''دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں۔'' (سورۂ بقرہ:۲۰۳)

فائدہ: رمی جمار (جمرات کو کنکریاں مارنا) ۳ دن افضل ہیں، لیکن اگر کوئی دو دن (۱۱، ۱۲ ذوالحجہ) کنکریاں مار کر منیٰ سے واپس آجائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ (ع،س)

اور جو آدمی غروب آفتاب سے پہلے سفر کا آغاز نہ کرے حتی کہ سورج غروب ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اب منیٰ میں ہی رات گزارے اور تیسرے دن۔ کل اکیس کنکریاں سورج ڈھلنے کے بعد مارے وہ اس طرح کہ ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایام تشریق کے درمیانی دن (۱۲ ذوالحجہ) کا سورج اگر حاجی کو منی میں غروب ہو جائے تو اسے ہرگز نہیں جانا چاہیے حتی کہ وہ اگلے دن یعنی ۱۳ ذوالحجہ کو جمرات کی رمی کرے۔

ابراہیم نخعی نے کہا: اگر آپ ذوالحجہ کی ۱۲ تاریخ کو نماز عصر پڑھنے تک روانہ نہ ہو سکیں تو پھر آپ کو رخت سفر نہیں باندھنا چاہیے یہاں تک کہ اگلے دن جمرات کو کنکریاں مار کے ہی روانہ ہوں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جو شخص بغیر کسی مجبوری کے منی میں ایام تشریق کی راتیں نہ گزارے تو اس پر دم دینا (ایک جانور ذبح کرنا) لازم ہو جاتا ہے، جو ایک رات نہ گزارے اس پر دم کا 1/3 حصہ واجب ہے اور جو دو راتیں نہ گزارے اس پر دم کا 2/3 حصہ واجب ہے۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ منیٰ میں ایک رات نہ گزارنے پر ایک مد صدقہ واجب ہو جاتا ہے، دو راتیں نہ گزارنے پر دو دم اور تین راتیں نہ گزارنے پر ایک جانور ذبح کرنا لازم ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے ایک رات کا ناغہ کرنے والے پر ایک درہم صدقہ کرنا لازم ہے، دو راتیں نہ گزارنے والے پر دو درہم اور تین راتیں نہ گزارنے والے پر دم لازم ہو جاتا ہے۔ یہ جناب عطاء بن ابی رباح کا قول ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ایک رات منیٰ میں نہ گزارنے والے پر دم دینا واجب ہے۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ منیٰ میں رات نہ گزارنا سخت غلطی ہے لیکن ایسا کرنے والے پر کوئی دم نہیں۔ جس آدمی نے یوم النحر (۱۰ ذوالحج) کو رمی نہ کی حتی کہ سورج غروب ہو گیا یا تین کنکریاں رہتی تھیں کہ سورج غروب ہو گیا تو ایسے شخص پر دم دینا واجب ہے، گویا اس

سے رمی رہ ہی گئی، ایک قول ہے کہ وہ ایام تشریق ہی میں اس چھوٹی ہوئی رمی کی قضا دے۔ اگر پہلے دن نہ دے سکے تو دوسرے اور تیسرے دن دے دے۔

دن رات کے جس حصے میں چاہے قضا دے لے، اگر ایام تشریق میں قضا نہ ہو سکے تو پھر اس کے ذمے کوئی قضا نہیں البتہ ہر روز کی رمی کے بدلے دم دینا واجب ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر روز کی رمی کے بدلے تو نہیں البتہ صرف ایک دم واجب ہے۔

جو شخص تین کنکریاں چھوڑ دے اس پر دم ہے۔ ایک یا دو کنکریاں چھوٹ جانے کی صورت میں مختلف اقوال ہیں جن کو ہم نے منیٰ سے رات بسر نہ کرنے والی بحث میں بیان کیا ہے، ایام تشریق کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان دنوں لوگ قربانی کا گوشت باریک بنا کر دھوپ میں سکھاتے تھے تاکہ خراب نہ ہو اور بعد میں کام آ سکے۔ گوشت کا باریک کر کے دھوپ میں سکھانا عربی زبان میں ''تشریق'' کہلاتا ہے۔

(61)......بَابُ الرُّخْصَةِ للرِعَاءِ وَأَهْلِ سِقَايَةِ الْحَاجِّ فِي تَرْكِ الْمَبِيْتِ

چرواہوں اور حاجیوں کے لیے پانی کا بندوبست کرنے والوں کے لیے منیٰ میں رات نہ گزارنے کی رخصت

(۱۹۶۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِأَهْلِ السِّقَايَةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ أَنْ يَبِيتُوا بِمَكَّةَ لَيَالِي مِنًى۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے ان افراد کو منیٰ میں گزاری جانے والی راتوں کو مکہ میں گزارنے کی اجازت عطا فرمائی جنھوں نے (حجاج کرام کے لیے) پانی کا بندوبست کرنا تھا۔

شرح: ایک اور سند سے مروی ہے کہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں حاجیوں کو پانی پلانے کے لیے مکہ میں رہنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (ایضاً)

(۱۹۷۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ،

(۱۹۶۹) أخرجه البخاري: ۱۶۳٤ ، ۱۷٤۳ ، و مسلم: ۱۳۱۵

(۱۹۷۰) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۱۹۷۵ ، والترمذی: ۹۵۵ ، والنسائی: ۵/ ۲۷۳ ، وابن اجه: ۳۰۳۷

أَنْبَـأَنَـا أَبُـو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ......

أَنَّ أَبَـا الْبَـدَّاحِ بْنَ عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ، أَخْبَرَهُ، عَـنْ أَبِيـهِ، أَنَّ رَسُـولَ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ أَرْخَصَ لِرِعَاءِ الإِبِلِ فِی الْبَيْتُوتَةِ عَنْ مِنًی يَرْمُونَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَرْمُونَ الْغَدَ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ لِيَوْمَيْنِ، ثُمَّ يَرْمُونَ يَوْمَ النَّفْرِ۔

سیدنا ابو البداح بن عاصم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے چرواہوں کو منیٰ میں راتیں گزارنے سے رخصت دی تھی (کہ) یہ لوگ قربانی والے دن رمی کریں، پھر اگلے دن اور اس سے اگلا دن چھوڑ کر روانگی والے دن دو دن کی رمی کریں۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: (يَرْمُوْنَ الْغَدَوَ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ) ''پھر اگلے دن، اس کے بعد اگلا دن چھوڑ کر روانگی والے دن دو دن کی رمی کریں'' کا مطلب ہے کہ کل یعنی گیارہویں تاریخ کو اگر چاہیں تو دو دن کی اکٹھی رمی کر لیں، اگر گیارہ ذوالحج کو رمی نہ کریں تو اس سے اگلے دن بارہ ذوالحجہ کو بارہ اور تیرہ دونوں کی رمی کر لیں۔

امام رحمہ اللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں کو اس بات کی رخصت دی کہ جب وہ جمرہ عقبہ کو ۱۰ ذوالحجہ والے دن رمی کر لیں تو ایام تشریق کے دنوں کی راتیں بجائے منیٰ میں بسر کرنے کے مکہ مکرمہ میں گزار لیں، یہ رخصت آپ کی طرف سے اونٹوں کے چرواہوں کے لیے بھی ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس شخص کو اپنا قیمتی سامان چوری ہونے کا اندیشہ ہو یا کسی مریض کی نگرانی اور بیمار پرسی کا مسئلہ درپیش ہو تو اس کے لیے بھی منیٰ میں رات نہ گزارنے کی رخصت ہے۔

ایسی کوئی شرط نہیں کہ حاجیوں کو پانی پلانے کے سلسلہ میں مکہ میں رات گزارنے کی رخصت صرف انہیں کو حاصل ہے جن کا نسبی تعلق سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہے اور باقیوں کو نہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس رخصت کا تعلق صرف انہیں کی اولاد کے ساتھ ہے۔ ان حضرات کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ایام تشریق کے دودنوں کی رمی ایک ہی دن میں کر لیں لیکن انہیں مسلسل دو دن کی رمی ترک کرنے کی رخصت ہرگز نہیں البتہ اس دن کی تعیین کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے جس میں رمی کی جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ ایسا آدمی ۱۰ ذوالحجہ کو رمی کر لے اور یوم القر یعنی ۱۱ ذوالحجہ کو رمی ترک کر دے، پھر واپسی کے پہلے دن یعنی ۱۲ ذوالحجہ کو اس دن اور گزشتہ دن کی رمی کر لے اور امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ کسی چیز کا قضا اس کے واجب ہونے کے بعد ہی دی جاسکتی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ بعض علماء کا خیال ہے۔ اسے اختیار حاصل ہے۔ اگر وہ چاہے تو یوم القر (۱۱ ذوالحجہ) کو دو دنوں کی ایک ساتھ رمی کر لے اور اگر مناسب سمجھے تو رمی کو مؤخر کر دے اور روانگی کے پہلے دن (۱۲ ذوالحجہ کو) دودنوں کی کنکریاں

اکٹھی مارلے۔

(62)......بَابُ التَّحْصِيْبِ وَنُزُوْلِ الْأَبْطَحِ

وادیٔ محصب (ابطح) میں اترنا

ابطح یا بطحاء کے لفظی معنی ہموار اور وسیع قطعہ زمین کے ہیں جہاں نرم کنکر ہوں۔ یہاں اس سے مراد مکہ اور منی کے درمیان کا میدان ہے۔اس کو محصب کہتے ہیں۔

(۱۹۷۱)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، أَنْبَأَنَا أَبُو وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ قَتَادَةَ......

أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ، فَطَافَ بِهِ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی محصب میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں اور پھر وہیں سو گئے بعدازاں بیت اللہ تشریف لے گئے اور طواف (وداع) کیا۔

شرح: مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۷۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منیٰ سے کنکریاں مارکر فارغ ہوئے تو مکہ جاتے ہوئے وادیٔ محصب میں ٹھہرے اور وہاں آپ نے رات کا کچھ حصہ آرام فرمایا، پھر اسی رات مکہ تشریف لے گئے اور طواف وداع کیا اور واپس آ گئے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو سنت سمجھتے تھے، اور وہ روانگی والے دن ظہر کی نماز وادی محصب ہی میں پڑھا کرتے تھے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ابطح کے مقام پر قیام فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۱۰)

علمائے کرام کی ایک جماعت وادیٔ محصب میں ٹھہرنے کو سنت نہیں سمجھتے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وادی حصبہ میں ٹھہرنا کوئی شرعی حکم نہیں ہے یہ تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی جگہ تھی۔

(لیس شیء) یعنی محصب میں ٹھہرنا حج کا رکن نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آرام کی غرض سے اور روانگی میں آسانی کے لیے ٹھہرے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میدان ابطح میں ٹھہرنا کوئی سنت (اور شرعی حکم) نہیں۔

(۱۹۷۱) أخرجه البخاري: ۱۷۵۶، ۱۷٦٤

رسول اللہ ﷺ وہاں صرف اس لیے ٹھہرے تھے کہ (وہاں سے) روانگی میں آپ کے لیے آسانی تھی۔

(صحیح بخاری: ۱۷٦٥، صحیح مسلم: ۱۳۱۱)

(63)......بَابُ طَوَافِ الْوِدَاعِ

طواف وداع کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾...... ''پھران کے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے۔'' (سورۂ حج:۳۳)

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: تمام شعائر اللہ کے مقام ومحل اور پورا ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے۔

(۱۹۷۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ طَاوُسٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُونَ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ مِنَ الْحَاجِّ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ۔))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: لوگ (حج کے اعمال سے فارغ ہوکر منیٰ ہی سے) ہر طرف واپس (اپنے اپنے وطن کو) چلے جاتے ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حج کرنے والا شخص کوچ نہ کرے جب تک وہ آخری وقت بیت اللہ کے پاس (طواف میں) نہ گزارے۔''

(64)......بَابُ الرُّخْصَةِ لِلْحَائِضِ فِي تَرْكِ طَوَافِ الْوِدَاعِ

حیض والی عورت کے لیے طواف وداع کے بغیر روانہ ہونے کی رخصت

(۱۹۷۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ طَاوُسٍ......

(۱۹۷۲) أخرجه مسلم: ۱۳۲۷

(۱۹۷۳) أخرجه البخاري: ۱۷۵۵، و مسلم: ۱۳۲۸

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلا أَنَّهُ رُخِّصَ لِلْمَرْأَةِ الْحَائِضِ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ روانگی سے پہلے آخری وقت بیت اللہ کے پاس (طواف میں) گزاریں لیکن آپ نے حیض والی عورت کو رخصت دی ہے۔

(١٩٧٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟ فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، فَقَالَ: فَلا إِذًا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو حیض شروع ہو گیا، یہ بات رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: ”کیا وہ ہمیں (روانگی سے) روک دے گی؟ آپ سے کہا گیا: اس نے طواف افاضہ کر لیا تھا، تو آپ نے فرمایا: ”تب (کوئی رکاوٹ) نہیں۔“

(١٩٧٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، أَخْبَرَنَا أَبِي، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ، فَقَالَتْ: مَا أُرَانِي إِلا حَابِسَتَكُمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((عَقْرَى حَلْقَى أَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ)) قِيلَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَانْفِرِي۔))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ روانگی کی رات صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ائضہ ہو گئیں، تو انہوں نے کہا: مجھے لگتا ہے میں تمہیں روانگی سے روک دوں گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تو بانجھ ہو! تیرا سر مونڈا جائے! کیا اس نے ١٠ ذوالحجہ کو طواف کیا ہے؟ کہا گیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”پھر چلی چلو۔“

شرح (عَقْرَى حَلْقَى) ”بانجھ ہو! سر مونڈا جائے“ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا بددعا کے طور پر نہیں بلکہ عربوں کے عام محاورے کے مطابق پریشانی کا اظہار ہے۔ اہل عرب کے ہاں اس قسم کا استعمال عام ہے جیسے لَا اَبًا لَكَ اور تَرِبَتْ يَمِينُكَ کے الفاظ ہیں، امام اصمعی کہتے ہیں: کسی تعجب خیز معاملے پر عقری حلقی کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

(١٩٧٤) أخرجه البخاري: ١٧٥٧، و مسلم: ١٢١١

(١٩٧٥) أخرجه البخاري: ١٧٧١، و مسلم: ١٢١١

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: طواف بیت اللہ کی تین اقسام ہیں: (۱) طواف قدوم: مکہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے جو طواف کیا جاتا ہے، یہ سنت ہے، اس طواف کو چھوڑ دینے والے شخص پر کچھ عائد نہیں ہوتا۔ (۲) طواف اقامہ یا زیارت یا حج: جو طواف دس ذوالحجہ کو کیا جاتا ہے یہ حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اس طواف کو ادا کیے بغیر بندہ حلال نہیں ہوسکتا اور نہ ہی جانور ذبح کرنا اس کا قائم مقام ہوسکتا ہے۔ (۳) طواف وداع: جو طواف حج سے فراغت کے بعد مکہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جائے جب روانگی کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہوں۔ یہ طواف ہر اس شخص کو کرنا چاہیے جو مسافت قصر سے آیا ہو مکی ہو، خواہ کسی اور علاقے سے تعلق رکھتا ہو، حج کرنے کی غرض سے آیا ہو یا کسی اور کام سے۔ اگر کوئی آدمی مکہ مکرمہ سے بغیر طواف کیے روانہ ہو جائے تو اگر وہ نزدیک ہے تو اسے واپس پلٹنا چاہیے۔ مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مرظہران سے واپس کیا تھا جو طواف وداع کیے بغیر چلا گیا تھا۔ اگر کوئی آدمی طواف وداع کیے بغیر چلا جائے اور واپس نہ آئے تو کچھ اہل علم کے نزدیک اس پر دم واجب نہیں ہوتا، جناب عروہ بن زبیر اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ جو آدمی طواف وداع نہ کرے اس پر دم (ایک جانور ذبح کرنا) واجب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ اس سے صرف حیض اور نفاس والی خواتین مستثنیٰ ہیں اور ان پر کوئی دم نہیں۔ صحابہ میں سے اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے۔ بعد والے علماء میں سے بھی اکثریت اسی کی قائل ہے۔ امام مالک، اوزاعی، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ اور اہل رائے کا یہی موقف ہے۔

عمرہ بنت عبدالرحمان روایت کرتی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب خواتین کے ہمراہ حج ادا کرتیں جن کو حیض آجانے کا اندیشہ ہوتا تو جب ۱۰ ذوالحجہ کی تاریخ آجاتی تو وہ عورتیں فوراً طواف افاضہ کر لیتیں، اس کے بعد اگر انہیں حیض آجاتا تو ان کے پاک ہونے کا انتظار نہ کیا جاتا بلکہ حالت حیض ہی میں سفر شروع کر دیا جاتا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حائضہ عورت بھی روانگی سے قبل آخری وقت بیت اللہ کے پاس (طواف میں) گزارے یعنی اسے ٹھہرنا اور انتظار کرنا چاہیے تا آنکہ وہ پاک ہو جائے اور بیت اللہ کا طواف کر کے جائے۔ کہا گیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا بطور استحباب کے کہا ہے، لازمی عمل کے طور پر نہیں یعنی اگر اس کے پاس وقت ہو تو ایسی عورت کو بغیر طواف وداع کیے ہرگز نہیں جانا چاہیے۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث میں (أَحَابِسَتُنَا هِيَ) ''کیا وہ ہمیں (روانگی سے) روک دے گی؟'' والا جملہ طواف افاضہ کی فرضیت کی دلیل ہے اور یہ کہ اس طواف کو کیے بغیر حاجی حلال نہیں ہوسکتا۔ اور یہ کہ اگر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ایام سے ہوتیں تو ان کے پاک ہونے کے انتظار تک ضرور رکنا پڑتا پھر وہ طواف افاضہ کرتیں اور رخت سفر باندھتیں۔ اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ طواف افاضہ لیٹ ہو جانے کی صورت میں دم لازم نہیں آتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: جس شخص کا

طواف افاضہ ایام تشریق سے مؤخر ہو جائے اس پر دم لازم ہو جاتا ہے۔

(65)......بَابُ مَا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ مِنَ اللِّبَاسِ

اس لباس کا بیان جس سے محرم اجتناب کرے گا

(١٩٧٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلا الْعَمَائِمَ وَلا السَّرَاوِيلاتِ، وَلا الْبَرَانِسَ، وَلا الْخِفَافَ، إِلا أَحَدٌ لا يَجِدُ نَعْلَيْنِ، فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلا وَرْسٌ۔))

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قمیص، پگڑی، پاجامہ (شلوار)، ٹوپی دار کرتا (برانڈی) اور موزے نہ پہنے، البتہ اگر اس کے پاس جوتے نہ ہوں تو چمڑے کے موزے پہن سکتا ہے مگر انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور ایسے کپڑے نہ پہنو جنہیں زعفران یا ورس لگی ہوئی ہو۔''

شرح: امام لیث کے واسطے سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''محرم عورت نقاب باندھے نہ دستانے پہنے۔'' (صحيح بخاری: ١٨٣٨)

(القفازان) ''دستانے'' بالخصوص خواتین پردے کے لیے اپنی انگلیوں اور ہاتھوں کو ڈھانپنے کیلئے استعمال کرتی تھیں۔

(١٩٧٧)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ عَمْرَو بْنَ دِينَارٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ، يَقُولُ:......

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَهُوَ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''جس

(١٩٧٦) أخرجه البخاري: ١٥٤٢، و مسلم: ١١٧٧

(١٩٧٧) أخرجه البخاري: ٥٨٠٤، و مسلم: ١١٧٨

يَـقُـوْلُ: ((إِذَا لَـمْ يَـجِدِ الْمُحْرِمُ نَعْلَيْنِ لَبِسَ خُفَّيْنِ، وَإِذَا لَمْ يَجِدْ إِزَارًا لَبِسَ سَرَاوِيلَ۔)) محرم شخص کے پاس جوتے نہ ہوں، وہ موزے پہن سکتا ہے اور جس شخص کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہن سکتا ہے۔''

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جمہور اہل علم کے نزدیک محرم کے لیے مذکورہ بالا کپڑے پہننا منع ہیں۔ اگر کوئی جان بوجھ کر پہنتا ہے تو اس پر فدیہ دینا واجب ہو جاتا ہے جو کہ ایک بکری کا ذبح کرنا ہے البتہ روپے پیسے اور دیگر ضروری کاغذات کی حفاظت کیلئے پٹی وغیر باندھ لینے میں کوئی حرج نہیں، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ طواف کر رہے تھے جبکہ انہوں نے اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ رکھا تھا۔

جناب نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کپڑے کو گرہ نہیں لگا رکھی تھی بلکہ کپڑے کے دونوں کناروں کو تہبند میں اڑس رکھا تھا۔

ایک آدمی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: احرام کی حالت میں کیا میں اپنے کپڑے کے دونوں کناروں کو پیچھے کمر پر گرہ دے سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: تو گرہ نہ دے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جانگیا پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتی تھیں۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک احرام میں جانگیا پہننا درست نہیں کیونکہ یہ شلوار ہی کے حکم میں ہے۔ (ع،س)

جناب عطاء بن ابی رباح نے کہا: محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیانی (پیٹی) باندھ سکتا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ محرم کے لیے پٹکا باندھنے کو ناپسند جانتے تھے۔ عام علماء جائز سمجھتے ہیں۔

(وَلَا الْبَرَانِسَ) ''برانڈی نہ پہنے'' پگڑیوں کا ذکر کرنے کے بعد بطور خاص ''برانڈی'' نہ پہننے کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ محرم کیلئے کسی بھی کپڑے سے سر ڈھانپنا کسی طور جائز نہیں، وہ کپڑا خواہ معمول کے مطابق پہنا جاتا ہو یا بغیر معمول کے۔ اگر کسی نے سر ڈھانپ لیا تو اسے فدیہ دینا پڑے گا۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ اگر کسی شخص نے چوتھائی سر سے کم ڈھانپ لیا تو اس پر فدیہ نہیں۔

بعض اہل علم کے نزدیک محرم کے لیے چہرہ ڈھانپنا جائز ہے۔ مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حالت احرام میں چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ دیگر علماء کا کہنا ہے: آدمی کے احرام کا تعلق سر اور چہرے کے ساتھ ہے، ان دونوں میں سے کسی کو ڈھانپنا جائز نہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے مروی ہے۔

باقی رہیں خواتین، تو ان کا احرام چہرہ کھلا رکھنے میں ہے، ان کے حق میں چہرہ ڈھانپنا جائز نہیں البتہ سر ڈھانپنا جائز ہے۔ اگر کسی عورت کو گرمی، سردی یا اجنبی افراد سے چہرہ ڈھانپنے کی ضرورت پڑ جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے سر سے کپڑے کو اس طرح لٹکائے کہ کپڑا چہرے کو نہ چھوئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام سے ہوتی تھیں اور قافلے والے ہمارے

سامنے سے گزرتے تو ہم اپنے پردے کی چادر کو سر سے چہرے پر لٹکا لیتیں۔ جب وہ گزر جاتے تو چہرہ کھول لیتی تھیں۔

(ضعیف، ابو داود: ۱۸۳۳، ابن ماجه: ۲۹۳۵)

نیز انہوں نے کہا کہ عورت احرام کی حالت میں اپنے ہونٹ نہ چھپائیں، نہ منہ پر نقاب ڈالیں۔

حالت احرام میں عورت کے لیے کپڑہ لٹکانے کے قائل جناب عطاء، امام مالک، ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ ہیں۔

اگر محرم شخص اپنے سر پر ہاتھ رکھ لے یا احرام والی عورت اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لے تو اس سے ان پر کوئی چیز عائد نہیں ہوتی کیونکہ اتنے عمل سے تو کوئی چارہ نہیں۔ وضو کے دوران میں چہرہ دھوتے ہوئے چہرے پر ہاتھ مارنا پڑتا ہے۔ اسی طرح سر کا مسح کرتے وقت سر پر ہاتھ آجاتا ہے۔ البتہ کوئی محرم اپنے سر پر ٹوکرا یا پلیٹ رکھ لے، تو اس کی بابت علماء کرام میں اختلاف ہے کہ اس کو فدیہ دینا ہوگا یا نہیں۔ محرم کو سائے میں بیٹھنا جائز ہے کیونکہ سیدہ ام الحصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سیدنا اسامہ اور بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھا اور دوسرا آپ کو گرمی سے بچانے کے لیے آپ پر کپڑا بلند کیے ہوئے تھا (اور ان کی یہ خدمت اسی طرح رہی) حتی کہ آپ نے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔ (صحيح مسلم: ۱۲۹۸)

جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ سوار محرم کے لیے سایہ حاصل کرنے کو ناپسند جانتے ہیں۔

فائدہ: محرم خود کسی سائے میں بیٹھے، چھتری استعمال کرے یا کوئی دوسرا اس کو سایہ کر دے، سب صورتیں جائز ہیں البتہ پگڑی، ٹوپی یا رومال وغیرہ نہیں باندھ سکتا۔

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا احرام والی عورت دستانے پہن سکتی ہے یا نہیں۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ ایسی عورت دستانے نہیں پہن سکتی۔ اگر پہنے گی تو اسے فدیہ دینا ہوگا کیونکہ عورت کا احرام چہرے اور ہاتھوں میں ہے (یعنی جس طرح حالت احرام میں مرد نے سر ننگا رکھنا ہوتا ہے اسی طرح عورت نے احرام میں سر تو نہیں البتہ چہرہ اور ہاتھ ننگے رکھنے ہیں۔ مگر یہ بات درست نہیں دیگر آثار سے مسئلہ کی نوعیت اس طرح سامنے آتی ہے کہ عورت اجنبیوں سے پردہ کرے گی۔ موطا امام مالک میں ہے "فاطمہ بنت منذر بیان کرتی ہیں کہ ہم حالت احرام میں اپنے چہرے ڈھانپا کرتی تھیں اور اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا بھی ہمارے ساتھ تھیں۔" (باب تخمير المحرم وجهه، ارواء الغليل: ۱۰۲۳) البتہ دستانے پہننا منع ہے۔ (ع،س)

اکثر علماء کا خیال ہے کہ اگر عورت حالت احرام میں ایسا کر لیتی ہے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا ظاہر قول بھی یہی ہے، نیز انہوں نے کہا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث میں (وَلَا تَلْبَس الْقُفَازين) کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہیں۔

امام مالک جناب نافع رحمہ اللہ سے اور وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: محرم عورت نقاب

نہیں پہن سکتی اور نہ دستانے ہی ڈال سکتی ہے۔احرام والی عورت کے لیے اوڑھنی، قمیص، شلوار اور موزے پہننا جائز ہے، کچھ مضائقہ نہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ عورت احرام کے دوران کیا کچھ پہن سکتی ہے؟ انہوں نے کہا: عورت باریک ریشم، موٹا ریشم، رنگے ہوئے کپڑے اور زیورات پہن سکتی ہے۔

محرم شخص کے لیے موزے پہننا جائز نہیں، اسے جوتے ہی پہننے چاہئیں۔ اگر کسی وجہ سے جوتے میسر نہ ہوں تو پھر موزے پہنے جا سکتے ہیں لیکن انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنا ہوگا کہ وہ سلیپر نما بن جائیں اگر کوئی موزے بغیر کاٹے پہن لے تو اس پر فدیہ دینا لازم ہے۔

اگر کوئی کٹے ہوئے موزوں یا سلیپر کی موجودگی میں موزے پہن لے تو اس صورتحال کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ علماء اس کیفیت میں فدیہ واجب جانتے ہیں اس لیے کہ اسے مجبوری کی حالت میں جوتی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں یہ رخصت دی گئی تھی، ہر حالت میں نہیں، جبکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ موزہ بھی جوتی کے حکم میں ہے۔

اضطراری حالت میں موزہ کاٹ کر استعمال کرنے کا موقف امام مالک، ثوری شافعی اور اسحاق رحمہم اللہ کا ہے۔

جناب عطاء نے کہا: جوتی نہ ہونے کی صورت میں موزے بغیر کاٹے پہنے جائیں کہ ان کے کاٹنے سے خواہ مخواہ مال ضائع ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ شاید ان حضرات کی دلیل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زیر بحث (حدیث رقم ۱۹۷۷) حدیث مبارکہ ہے جس میں موزوں کو کاٹ کر پہننے کا حکم نہیں۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث جس میں موزے کاٹ کر استعمال کرنے کا حکم ہے، صحیح حدیث ہے، نیز شریعت کے حکم کی موجودگی میں مال کے نقصان اور ضائع ہونے کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے، مال ودولت کا ضیاع تو شریعت کی منہیات کے ارتکاب میں ہے، شریعت کے حکم کی بہر حال ہمیں اتباع ہی کرنی چاہیے اور اسے مادی تناظر میں ہرگز نہیں دیکھنا چاہیے۔

فائدہ: ''موزے'' یعنی چمڑے کے موزے، صحیح قول کے مطابق موزوں کا پہننا جائز ہے، خواہ وہ کٹے ہوئے نہ بھی ہوں۔ دراصل احرام کی حالت میں موزے پہننے کی بابت دو قسم کی روایات آتی ہیں: ایک یہ کہ انہیں کاٹ کر پہنا جائے اور دوسری یہ کہ موزوں کو ان کی اصل حالت میں پہنا جائے، البتہ جس حدیث میں موزے کاٹنے کا حکم ہے وہ ابتدائے احرام کا ہے جبکہ دوسرا حکم عرفے کے دن کا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کاٹنے کا حکم منسوخ ہے۔ واللہ اعلم۔ (دیکھئے: صحیح بخاری: ۱۷٤۱۔ صحیح مسلم: ۱۱۷۸) (ع،س)

محرم کے لیے تہبند کی موجودگی میں شلوار پہننا جائز نہیں۔ اگر وہ ایسا کر لے تو اس پر فدیہ ہے البتہ کسی کو تہبند میسر نہ ہو تو جمہور اہل علم کے نزدیک وہ شلوار پہن سکتا ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں جناب عطاء، ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ

اس کے قائل ہیں۔

کیونکہ شلوار پہننے کا مطلق حکم بغیر فدیہ کے جواز کا تقاضا کرتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: وہ شلوار نہیں پہن سکتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کی بات آئی ہے نیز ان کی طرف سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسی صورت میں وہ شخص شلوار کو پھاڑ کر تہبند بنا لے لیکن امام صاحب کی یہ بات درست نہیں کیونکہ حدیث میں شلوار پہننے کا مطلق حکم اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہی شلوار پہنی جائے جو عرف عام میں مشہور ومعروف ہے اور پھاڑ کر تہبند بنانے کے جھمیلے میں نہ پڑا جائے۔

فائدہ: عذر کی صورت میں شلوار اور موزہ پہننا جائز ہے اور اس میں کوئی فدیہ وغیرہ لازم نہیں آتا۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ وَرْسٌ أَوْ زَعْفَرَانٌ)...... "تم ورس (ایک رنگ دار بوٹی) اور زعفران لگے کپڑے نہ پہنو" میں اس بات کی دلیل ہے کہ محرم کے لیے جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگانا ممنوع ہے، وہ مرد ہو خواہ عورت، اور اس کے لیے ایسا کھانا تناول کرنا جائز نہیں جس میں خوشبو ہو۔ عدم احتیاط کی صورت میں فدیہ ادا کرنا ہوگا۔

اگر محرم خوشبودار پھولوں اور جڑی بوٹیوں مثلاً گلاب کے پھول، ورس اور زعفران کو سونگھتا ہے تو اس پر فدیہ پڑے گا۔ البتہ خوشبو دار پھلوں مثلاً بہی دانہ، سیب، سنگترہ، آم اور خربوزہ وغیرہ کھانے اور سونگھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ایسے شخص پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں آتا۔ نیاز بو کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا محرم باغ میں داخل ہوسکتا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں اور ریحان (خوشبودار پھول) کو سونگھ سکتا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں سونگھ سکتا، نیز سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کسم کو خوشبو نہیں سمجھتا۔

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا محرم تھیں لیکن کسم میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے۔ صرف اہل رائے کا یہ کہنا ہے کہ کسم خوشبو ہے اس کے استعمال سے فدیہ دینا واجب ہو جاتا ہے۔

محرم اگر اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو تیل لگا لے خواہ کسی قسم کا ہی سہی تو اس پر فدیہ پڑ جاتا ہے، جسم کو لگانے کی صورت میں فدیہ نہیں پڑے گا الا یہ کہ اس میں خوشبو کی آمیزش ہو۔

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حالت احرام میں سادہ تیل لگانا موقوفاً ثابت ہے۔

(صحيح البخاري: الحج باب الطيب عند الاحرام: ١٥٣٧)

لہٰذا احرام کی حالت میں ایسا تیل استعمال کیا جا سکتا جس میں خوشبو وغیرہ کی ملاوٹ نہ ہو۔ (ع،س)

(١٩٧٨)۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الطَّحَّانُ، أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ قُرَيْشٍ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنْبَأَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، حَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ

(١٩٧٨) ضعيف الاسناد ......أخرجه ابن ماجه: ٣٠٨٣

سَلَمَةَ ، عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ ، عَنِ الْحَسَنِ ، أَوْ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ادَّهَنَ بِزَيْتٍ غَيْرِ مُقَتَّتٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں ایسا تیل لگاتے تھے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی۔

شرح (الْمُقَتَّت) کا معنی خوشبودار ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے اسی طرح آئینہ دیکھ سکتا ہے اور ان چیزوں کو جو کھائی جاتی ہیں بطور دوا بھی استعمال کر سکتا ہے۔ مثلاً زیتون کا تیل اور گھی وغیرہ۔

محرم کے لیے آشوب چشم کی بنا پر سادہ سرمہ ڈالنا جائز ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر محرم خوشبودار سرمہ استعمال کرلے تو اس پر دم دینا واجب ہو جاتا ہے۔ یہ اہل علم کا موقف ہے۔ جناب سفیان، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے محرم کے لیے اثمد سرمہ ڈالنے کو بھی ناپسند جانا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ حالت احرام میں اگر کسی کی آنکھیں خراب ہو جائیں تو وہ ایلوے کا لیپ کرلے۔ (صحیح مسلم : ١٢٠٤)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں جب حالت احرام میں خراب ہو جاتیں تو وہ اپنی آنکھوں میں ایلوا قطرہ قطرہ ڈالتے۔

(مسند شافعی : ٥٥٠)

(66)......بَابُ مَنْ أَحْرَمَ فِي ثِيَابِهِ

جس آدمی نے اپنے روزمرہ لباس میں احرام باندھ لیا

(١٩٧٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ......

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ ، وَعَلَيْهِ مُقَطَّعَةٌ يَعْنِي: جُبَّةً ، وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ

سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مقام جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے کہ ایک شخص، جس نے خلوق (ایک قسم کی خوشبو) میں بسا ہوا اور سلا ہوا جبہ پہنا ہوا تھا، آیا اور اس نے دریافت کیا:

(١٩٧٩) أخرجه البخاري: ١٥٣٦ ، و مسلم: ١١٨٠

بِالْخَلُوقِ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَنِّي أَحْرَمْتُ بِالْعُمْرَةِ وَهٰذِهِ عَلَيَّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا كُنْتَ تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ)) قَالَ: كُنْتُ أَنْزِعُ هٰذِهِ الْمُقَطَّعَةَ ، وَأَغْسِلُ هٰذَا الْخَلُوقَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَمَا كُنْتَ صَانِعًا فِي حَجِّكَ ، فَاصْنَعْهُ فِي عُمْرَتِكَ۔))

اے اللہ کے رسول! میں نے جب عمرے کا احرام باندھا تو یہی لباس میں نے پہنا ہوا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنے حج میں کیا کرتا تھا؟''اس نے کہا: میں اس قسم کے سلے ہوئے کپڑے اتار دیتا تھا اور اس خوشبو (خلوق) کو دھو دیا کرتا تھا، آپ نے فرمایا:''جو تو حج میں کرتا تھا وہی عمرے میں کر۔''

شرح: اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر کسی سے (لاعلمی میں) اس قسم کی غلطی ہو جائے کہ وہ قمیص یا جبے میں احرام باندھ لے تو اسے نہ پھاڑے بلکہ علم ہو جانے کے بعد فوراً اتار دے تو ان شاء اللہ معذور ہوگا اور اس پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں، جناب ابراہیم نخعی اور شعبی رحمہ اللہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا: اسے قمیص وغیرہ کو پھاڑ دینا چاہیے لیکن حدیث میں مسئلہ ان کے اجتہاد کے خلاف ہے اور عمل صحیح حدیث ہی پر ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص شرعی احکام سے ناواقفیت کی بنا پر بھول کر سلے کپڑے پہن لے یا خوشبو لگا لے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ آپ ﷺ سے مسئلہ پوچھنے والا شخص تازہ تازہ اسلام میں داخل ہوا تھا اور احکام شرعیہ سے نابلد تھا، اس لیے آپ نے اسے معذور تصور فرمایا اور فدیہ عائد نہ کیا۔ جناب عطاء اور امام شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

باقی رہا معاملہ احرام کی بنا پر عائد ہونے والی پابندیوں کے تلف کرنے کا تو اس میں جان بوجھ کر، بھول کر اور شرعی احکام سے ناواقفیت کی بنا پر کیے جانے والے سب امور برابر ہیں، مثلاً استرے سے سر منڈوانے، ناخن کاٹنے اور شکار کرنے کی صورت میں فدیہ لازم آئے گا۔ بھول کر جماع کرنے والے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس سے اس کا حج خراب ہوگا یا نہیں اور یہ کہ اس پر فدیہ لاگو ہوگا یا نہیں۔ جناب اسحاق بن راہویہ نے کہا: بھول کر سر منڈوانے والے پر کچھ نہیں، جناب ثوری اور اہل رائے کا کہنا ہے کہ احرام کی پابندیوں کا خیال نہ رکھنے والے پر فدیہ لاگو ہوگا اور اس سلسلے میں جان بوجھ کر اور بھول کر مرتکب ہونے والے سب برابر ہیں۔

اگر کوئی شخص سلے ہوئے کپڑے پہن لیتا ہے یا گرمی اور سردی کے بچاؤ کے لیے موزے ڈال لیتا ہے یا خوف وہراس کے پیش نظر اسلحہ بند ہو جاتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے لیکن اس پر فدیہ عائد ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ سے وہ حضرات بھی دلیل پکڑتے ہیں جو محرم کے لیے احرام پہنتے وقت خوشبو لگانے کے قائل نہیں یا یہ کہ احرام سے پہلے لگی ہوئی خوشبو کے اثرات بعد میں موجود رہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب اس شخص نے

آپ ﷺ کے جواب میں کہا کہ میں خلوق کو دھو دیا کرتا تھا تو اس پر آپ ﷺ نے کوئی انکار نہیں فرمایا۔ اس حدیث کے متن میں بعض اسناد سے آپ ﷺ کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ''اپنا جبہ اتار دے اور خوشبو دھو دے۔'' احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز کے قائلین اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے خوشبو دھونے کا حکم اس بنا پر نہیں دیا تھا کہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا موجود رہنا حرام ہے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا لباس زعفران (ایک رنگ دار بوٹی) سے رنگا ہوا تھا جو کہ مردوں کے لیے بہرحال منع ہے، حلت اور حرمت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۰۱)

(فَمَا كُنْتَ صَانِعًا فِي حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِي عُمْرَتِكَ)...... ''جو تو حج میں کرتا تھا، وہی عمرے میں کر۔'' یعنی دونوں میں پابندیاں ایک جیسی ہیں اور دونوں کے احرام میں کوئی فرق نہیں مثلاً عورت، خوشبو اور سلے ہوئے لباس سے بچا جائے اور ان چیزوں سے بچنا حج اور عمرہ دونوں میں ہے، البتہ دونوں کے مناسک میں فرق ہے کہ عمرے میں وقوف عرفات اور دیگر اعمال نہیں۔

جو آدمی محظورات احرام (احرام کی پابندیوں) کی پامالی کا بار بار مرتکب ہو تو دیکھا جائے گا اگر اس کے جرم مختلف نوعیت کے ہیں، مثلاً اس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لیے، خوشبو لگالی، سر منڈوا لیا اور ناخن تراش لیے تو فدیے بھی متعدد دینے ہوں گے، اگر جرم کی جنس اور نوعیت ایک ہے مثلاً سب کا تعلق پہننے کے ساتھ ہے مثلاً اس نے پگڑی رکھ لی، قمیص ڈال لی اور موزے پہن لیے، اسی طرح سر کے بال اور جسم کے بال کاٹ لیے تو فدیہ ایک ہی پڑے گا۔ یاد رہے کہ اگر یہ سب کچھ ایک مجلس میں ہوا ہے تو ایک فدیہ پڑے گا اور اگر مختلف مجالس میں وقوع پذیر ہوا ہے تو فدیے بھی مختلف دینے ہوں گے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ جناب عکرمہ نے کہا: اگر کسی کو دشمن کی شرانگیزی کا خطرہ ہو تو وہ ہتھیار بند ہوسکتا ہے اور فدیہ ادا کر دے، اسے بار بار فدیہ دینے کی ضرورت نہیں صرف ایک بار ادائیگی کافی ہے۔

(67)......بَابُ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ

محرم کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

(١٩٨٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ أَخِي بَنِي عَبْدِ الدَّارِ......

(١٩٨٠) أخرجه مسلم: ١٤٠٩

أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ أَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ ، وَأَبَانُ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْحَاجِّ ، وَهُمَا مُحْرِمَانِ ، إِنِّي قَدْ أَرَدْتُ أَنْ أُنْكِحَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ ابْنَةَ شَيْبَةَ بْنِ جُبَيْرٍ ، وَأَرَدْتُ أَنْ تَحْضُرَ ذَلِكَ ، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ أَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ ، وَقَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلا يَخْطِبُ وَلا يُنْكَحُ۔))

جناب عمر بن عبیداللہ نے جناب ابان بن عثمان بن عفان سے کہلا بھیجا جبکہ ابان ان دنوں امیر حج تھے اور یہ دونوں احرام کی حالت میں تھے کہ میرا پروگرام ہے کہ طلحہ بن عمر کا نکاح شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے کردوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس میں تشریف لائیں۔ تو جناب ابان نے اس سے انکار کردیا اور کہا: میں نے (اپنے والد) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''محرم اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا۔''

شرح: امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد والے علمائے کرام نے محرم کے نکاح کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ محرم کا نکاح فاسد ہے۔ نکاح کرنے والا حالت احرام میں ہو خواہ عورت، خواہ ولی، ہر صورت میں نکاح کی ممانعت ہے۔ اس کے قائل سیدنا عمر، عثمان، علی، زید بن ثابت اور ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔ فقہاء تابعین میں سے سعید بن مسیّب، سالم بن عبداللہ، سلیمان بن یسار وغیرہ اس کے قائل ہیں۔ ائمہ میں سے مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں۔ امام مالک نے کہا: جب محرم نکاح کرلے تو اسے طلاق دے کر فسخ کردے۔

کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ محرم کا نکاح جائز ہے۔ جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ اور اہل رائے اس کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل مندرجہ ذیل روایت ہے۔

(١٩٨١)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَيْدَانِيُّ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ، أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، عَنْ عَطَاءٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالت احرام میں شادی کی۔

شرح: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے متعلق خاصا اختلاف ہے۔ آپ نے ان سے نکاح سات ہجری میں عمرۃ القضا کے موقع پر کیا جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ حالت احرام میں تھے، جناب سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو وہم ہوگیا ہے۔

جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ آپ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حلال حالت میں کیا ہے۔

(١٩٨١) أخرجه البخاري: ١٨٣٧ ، و مسلم: ١٤١٠

لیکن شادی کا معاملہ جب لوگوں میں مشہور ہوا تو آپ احرام باندھ چکے تھے، پھر جب آپ نے رخصتی کی تو دونوں حلال تھے۔ مکہ سے واپسی پر مقام ''سرف'' پر رخصتی ہوئی۔ جہاں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی تھی (مقام سرف میں) وہیں انہوں نے وفات پائی اور پھر وہیں مدفون ہوئیں۔ أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا۔ جو حضرات اس موقف کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حلال حالت میں کیا ہے ان کے موقف کی تائید مندرجہ ذیل روایت سے ہوتی ہے۔

(۱۹۸۲)۔ أَخْبَرَنَا الإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، أَنْبَأَنَا أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمَشٍ الزِّيَادِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الدَّارَابَجُرْدِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ......

عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ حَلَالًا، وَبَنَى بِهَا حَلَالًا، وَكُنْتُ أَنَا الرَّسُولُ بَيْنَهُمَا۔

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے جب شادی کی تو حلال حالت میں تھے، جب ان کی رخصتی ہوئی تو بھی حلال (یعنی حالت احرام میں نہیں) تھے اور میں ان دونوں کے درمیان سفیر تھا۔

شرح امام مالک رحمہ اللہ نے ربیعہ بن ابوعبدالرحمان سے بیان کیا انہوں نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام سلیمان بن یسار سے مرسل بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام ابو رافع اور ایک انصاری آدمی کو بھیجا۔ ان دونوں نے آپ کے مدینہ منورہ سے نکلنے سے پہلے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کا نکاح کر دیا۔

(مرسل، مؤطا امام مالك: ۷۷۹)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھائی یزید بن اصم سے صحیح سند سے مروی ہے وہ اپنی بہن میمونہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے جب شادی کی تو وہ حلال تھے، جب رخصتی کی تب بھی حلال تھے، اور وہ مقام سرف میں فوت ہوئیں اور ہم نے انہیں اسی چھپر میں دفن کیا جس میں ان کی رخصتی ہوئی۔

(صحیح، ابوداود: ۱۸۴۳، ترمذی: ۸۴۵)

محرم کے لیے رجوع کے جواز کے تمام ائمہ قائل ہیں، واللہ اعلم۔

(۱۹۸۲) صحیح بالشواهد ......أخرجه الترمذي: ۸۴۱

(68)......بَابُ اغْتِسَالِ الْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا

(١٩٨٣)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ......

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، فَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ: لا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، فَأَرْسَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَسْأَلُكَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ قَالَ: فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ، فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا رَأْسُهُ، ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ: اصْبُبْ، فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

عبداللہ بن حنین سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما ابواء مقام میں تھے کہ ان میں ایک مسئلے میں اختلاف ہو گیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا محرم اپنا سر دھوسکتا ہے، مسور رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محرم اپنا سر نہیں دھوسکتا۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو (عبداللہ بن حنین کو) سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیج دیا تو اس نے ان کو پایا کہ وہ کنویں کی چرخی کی دولکڑیوں کے پاس بیٹھے غسل کررہے تھے اور ایک کپڑے سے پردہ کیے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انھوں نے پوچھا: کون ہو؟ میں نے کہا: میں عبداللہ بن حنین ہوں۔ مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے کہ آپ سے دریافت کروں کہ رسول اللہ ﷺ حالت احرام میں اپنا سر کیسے دھویا کرتے تھے؟ تو انھوں نے (ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے) اپنا ہاتھ (پردے والے) کپڑے پر رکھ کر اسے کچھ نیچا کیا حتی کہ مجھے ان کا سر نظر آنے لگا۔ پھر انھوں نے ایک شخص سے جوان پر پانی ڈال رہا تھا، کہا کہ پانی ڈالو۔ چنانچہ اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا تو سیدنا ابوایوب نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے حرکت دی اور اپنے ہاتھوں کو آگے پیچھے کیا: پھر کہا: میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ اسی طرح کرتے تھے۔

(١٩٨٣) أخرجه البخاري: ١٨٤٠، و مسلم: ١٢٠٥

تشریح: ...... (بین القرنین) ''دولکڑیوں کے درمیان میں'' اس سے مراد کنویں کے دائیں بائیں لگی ہوئی دو لکڑیاں ہیں جن پر ایک مضبوط طویل شہتیر رکھ کر اس کے ساتھ چرخی کو لٹکایا جاتا ہے۔ ایک قول کے مطابق (قرنا البئر) سے مراد کنویں کے دائیں بائیں بنائی جانے والی دو برجیاں ہیں جو عام طور سے پتھروں یا مٹی سے بنائی جاتی ہیں۔ اگر وہ لکڑی کی ہوں تو انہیں ''درنوقان'' کہا جاتا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: محرم نہا سکتا ہے، پانی میں داخل ہوسکتا ہے، اپنا سر بھی دھوسکتا ہے نیز اپنا سر پانی میں ڈبوسکتا ہے۔ جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھ سے کہتے: آؤ! پانی میں غوطہ لگائیں اور دیکھیں کس کا سانس لمبا ہے؟ اور ہم دونوں حالت احرام میں ہوتے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ جحفہ میں حمام میں داخل ہوئے جبکہ وہ محرم تھے اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ہمارے میل کچیل کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: محرم اگر چاہے تو اپنے کپڑے دھوسکتا اور نہا سکتا ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ محرم کے لیے پانی میں سر ڈبونے کو ناپسند جانتے تھے۔ شاید وہ اس کیفیت کو سر ڈھانپنے کے مشابہہ سمجھتے ہوں لیکن جمہور اہل علم ایسا نہیں سمجھتے۔

محرم اگر اپنے جسم اور سر کے تین بال مونڈ دے یا اکھیڑ دے تو اس پر ایک بکرا، بکری ذبح کرنا لازم ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر تین ناخن کاٹ دے تو ایک میں ایک مد کھانا دینا لازم آئے گا اور دو کاٹنے میں دو مد۔ ایک قول ہے کہ ایک ناخن کاٹنے میں ایک بکری کا تیسرا حصہ، دو ناخن کاٹنے میں دو درہم، پھر تین ناخن کاٹنے میں ایک سالم بکری بطور فدیہ ہے جیسا کہ منی میں رات نہ گزارنے اور رمی چھوڑ دینے والی بحث میں بیان ہوا ہے۔

جب محرم شخص کسی حالت میں موجود آدمی کا سر مونڈ دے تو اس صورت میں کیا محرم پر فدیہ کی ادائیگی واجب ہوگی یا نہیں، علماء میں اس کے متعلق اختلاف ہے۔ اہل رائے اس صورت میں فدیہ کے وجوب کے قائل ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ قائل نہیں۔

اگر محرم، حلال شخص کی مونچھیں کاٹ دے تو جناب مجاہد اور سعید دونوں بزرگوں میں سے ایک فدیہ کے قائل نہیں جبکہ دوسرے بزرگ ہدی (قربانی) دینے کے قائل ہیں۔ حالت حلال والا شخص اگر کسی محرم کا سر مونڈ دے تو فدیہ واجب ہوگا، پھر اگر محرم کے حکم اور مشورے سے ایسا ہوا ہو تو محرم پر واجب ہوگا بصورت دیگر سر مونڈنے والے پر۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ دونوں صورتوں میں محرم ہی ادا کرے گا سر مونڈنے والا اس کے بالتبع ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: محرم کے لیے ناخن کاٹنا، جوئیں مارنا، انہیں سر، جلد اور کپڑوں سے نیچے گرانا جائز نہیں، عدم احتیاط کی صورت میں ایک اوک غلہ دینا ہوگا۔

(69)......بَابُ حِجَامَةِ الْمُحْرِمِ

محرم کا سینگی لگوانا

(١٩٨٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، وَطَاوُسٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی تھی۔

(١٩٨٥)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ......

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجَ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُحَيْنَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ۔

سیدنا عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے راستے میں لحی جمل کے مقام پر اپنے سرمبارک کے درمیان سینگی لگوائی حالانکہ آپ محرم تھے۔

شرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں آدھے سر کی درد کی وجہ سے سینگی لگوائی۔ (صحیح بخاری: ٥٧٠١)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جمہور اہل علم نے بوقت ضرورت محرم کے لیے سینگی لگوانے کی رخصت دی ہے لیکن اسے بال نہیں کاٹنے چاہیں، بال کاٹنے کی صورت میں فدیہ لازم آئے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: محرم کو مجبوری کے موقع پر ہی سینگی لگوانی چاہیے نیز انہوں نے کہا: اگر ضرورت تقاضا کرے تو زخم کو صاف کرنے، پھوڑے میں شگاف دینے اور کسی رگ کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: سینگی لگوانے والے محرم پر فدیہ دینا ضروری ہے۔

(١٩٨٤) أخرجه البخاري: ١٨٣٥، و مسلم: ١٢٠٢

(١٩٨٥) أخرجه البخاري: ٥٦٩٨، و مسلم: ١٢٠٣

(۱۹۸۶)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُلْقَابَاذِيُّ، أَخْبَرَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْحُسَنِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ دِلَّوَيْهِ الدَّقَّاقُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَزْهَرِ أَحْمَدُ الْأَزْهَرُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ......

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ عَلَى ظَهْرِ قَدَمِهِ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی تکلیف کی وجہ سے احرام کی حالت میں پاؤں مبارک کی پشت پر سینگی لگوائی۔

شرح: جناب سعید بن مسیّب سے پوچھا گیا، اگر محرم کا ناخن ٹوٹ کر لٹک جائے تو کیا کرے؟ انہوں نے کہا: ناخن کاٹ دے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے آئینہ دیکھا تھا جبکہ وہ حالت احرام میں تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: محرم خارش کرسکتا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! خارش کرسکتا ہے اور خوب زور سے کرسکتا ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی محرم کے لیے کھجلانے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

فائدہ: محرم مجبوری کے موقع پر سینگی لگوا سکتا ہے لامحالہ اس موقع پر بال بھی کاٹنے پڑتے ہیں، ضرورت کے پیش نظر اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ اس پر فدیہ ہی لازم ہے۔ حدیث ۱۹۸۵ میں ہے کہ آپ نے سر میں سینگی لگوائی ایسے موقع پر یقیناً کچھ بال مونڈنے پڑتے ہیں۔ بال مونڈنے کے بدلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں فدیے کا ذکر نہیں ملتا۔ واللہ اعلم! (ع،س)

(70)......بَابُ الْمُحْرِمِ يَجْتَنِبُ الصَّيْدَ

محرم کو شکار سے گریز کرنا چاہیے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾...... ''اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو۔'' (سورۂ مائدہ:۹۵)

آیت کریمہ میں وارد شدہ لفظ ''حرم'' جمع ہے اس کا واحد حرام ہے، اہل عرب حالت احرام میں موجود شخص کے لیے، رَجُلٌ مُحْرِمٌ، رَجُلٌ حَرَامٌ، اور رَجُلٌ حَرَمٌ کے الفاظ استعمال کرتے ہے تینوں الفاظ کا معنی ایک ہے۔ اسی طرح حالت حلال والے آدمی کے لیے بھی تین الفاظ بولے جاتے ہیں: رَجُلٌ مُحِلٌّ، رَجُلٌ حَلَالٌ، رَجُلٌ

(۱۹۸۶) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۱۸۳۷، والنسائی: ۲۸۴۹

حِلٌّ، ان الفاظ کا معنی ومفہوم ایک ہی ہے۔

احرم الرجل کا جملہ تین مواقع پر بولا جاتا ہے: (۱) جب کوئی آدمی حج کیلئے احرام باندھ لے۔ (۲) جب کوئی حرمت کا مہینہ چڑھ جائے۔ (۳) جب کوئی شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائے۔

(۱۹۸۷)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ......

عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ، أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ، فَرَدَّهُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي وَجْهِهِ، قَالَ: ((إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلا أَنَّا حُرُمٌ۔))

سیدنا صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ابواء یاودان پہنچے تو انہوں نے آپ کو ایک جنگلی گدھا بطور تحفہ دیا، رسول اللہ ﷺ نے وہ مجھے واپس کر دیا، پھر جب آپ نے ان کے چہرے پر ناراضی کے اثرات دیکھے تو فرمایا: ”ہم نے اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔“

شرح: یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ محرم کے لیے زندہ شکار بطور تحفہ قبول کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ ذبح شدہ ہو تو اسے قبول کرنا جائز ہے، اسی طرح محرم کے لیے شکار کیے ہوئے جانور کا گوشت خریدنا بھی جائز نہیں، اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے، فقیہ ابوثور شکار کیا ہوا جانور خریدنے کے جواز کے قائل ہیں۔

فائدہ: دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانور زندہ آپ کی خدمت میں پیش نہیں کیا گیا تھا بلکہ ذبح شدہ جانور کا ٹکڑا پیش کیا گیا تھا۔

احناف کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس لیے واپس فرمادیا کہ اس نے زندہ شکار پیش کیا تھا اور ذبح کرنا محرم کے لیے جائز نہیں تھا، حالانکہ اگر یہی بات ہوتی تو آپ ﷺ فرما سکتے تھے کہ تم ذبح کر کے لاؤ۔ ذبح شدہ یا غیر ذبح شدہ کی کوئی بات نہیں، اصل بات یہ ہے کہ بحالت احرام خشکی کا شکار کرنا یا شکاری سے تعاون کرنا حرام ہے حتی کہ اس کو اشارہ کرنا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح اگر معلوم ہو کہ شکاری نے محرمین ہی کے لیے شکار کیا ہے تو انہیں اس کا قبول کرنا یا کھانا بھی جائز نہیں، جیسے حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے وہ جانور شکار ہی نبی کریم ﷺ کے لیے کیا تھا کہ آپ کو تحفتاً پیش کر سکیں لہٰذا وہ محرمین کے لیے کھانا جائز نہیں تھا، لیکن اگر ان کی غرض سے شکار نہ کیا گیا ہو تو اس کا قبول کر لینا اور کھا لینا جائز ہے۔ (ع،س)

(۱۹۸۷) أخرجه البخاري: ۱۸۲۵، و مسلم: ۱۱۹۳

(71)......بَابُ جَوَازِ أَكْلِ لَحْمِ الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يُصَدْ لِأَجْلِهِ وَلَمْ يَأْمُرْ بِهِ

محرم اس شکار کا گوشت کھا سکتا ہے جو اس کی غرض سے شکار نہ کیا گیا ہو اور نہ اس نے حکم ہی دیا ہو

(۱۹۸۸)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ التَّيْمِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ......

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ، تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا، فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ، فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ، فَأَبَوا، فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ، فَأَبَوا، فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ، فَقَتَلَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَعْضُهُمْ، فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: ((إِنَّمَا طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللّٰهُ۔))

سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، حتی کہ جب وہ مکہ مکرمہ کے راستے میں تھے تو کچھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے پیچھے رہ گئے، وہ ساتھی محرم تھے مگر وہ (ابو قتادہ) محرم نہیں تھے، انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا تو فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ انہیں ان کا کوڑا پکڑا دیں، ان لوگوں نے انکار کیا، پھر انہوں نے ان سے اپنا نیزہ مانگا تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا، انہوں نے (خود اتر کر) کوڑا اٹھایا اور پھر جنگلی گدھے کا پیچھا کیا اور اسے قتل کر دیا، نبی کریم ﷺ کے کچھ صحابہ نے اس کا گوشت کھا لیا اور کچھ نے انکار کیا، پھر جب وہ رسول اللہ ﷺ سے ملے تو آپ سے اس کی بابت پوچھا، آپ نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ کھانا تھا جو اس نے تمہیں کھانے کے لیے مہیا فرمایا تھا۔''

شرح: یہ روایت جناب زید بن اسلم کے واسطے سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ الفاظ مزید ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ؟) ......''کیا تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت موجود ہے۔'' (ایضاً)
عبداللہ بن ابو قتادہ نے کہا کہ میرے والد محترم نے کہا: میرے ساتھیوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے، میں نے (اِدھر اُدھر) دیکھا تو میں نے اسے دیکھ لیا، میں فوراً گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے نیزے سے اس پر وار کیا (اور اسے شکار کر لیا)۔ عبداللہ بن ابو قتادہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

(۱۹۸۸) أخرجه البخاري: ۲۹۱٤، و مسلم: ۱۱۹٦

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس اس کا کچھ حصہ ہے؟'' ہم نے عرض کیا: ہمارے پاس اس کی ٹانگ ہے تو نبیٔ کریم ﷺ نے اسے پکڑا اور نوش فرمایا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر محرم شکاری کے ساتھ تعاون نہ کرے اور اسے مطلع کرنے کے لیے نہ ہنسے بلکہ اتفاقاً شکار دیکھ کر ہنس پڑے اور اس سے شکاری کو اندازہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، ایسا شکار جو حلال آدمی نے کیا ہو یعنی اسی نے پکڑا اور ذبح کیا ہو، محرم بھی کھا سکتے ہیں بشرطیکہ محرم نے خاص ان کے لیے شکار نہ کیا ہو۔

(۱۹۸۹)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَحْمُ الصَّيْدِ لَكُمْ فِي الإِحْرَامِ حَلالٌ مَا لَمْ تَصِيدُوا أَوْ يُصَادَ لَكُمْ.))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(خشکی کے) شکار کا گوشت کھانا تمہارے لیے حلال ہے بشرطیکہ تم نے شکار نہ کیا ہو اور نہ تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو۔''

شرح امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: یہ روایت اس مسئلہ میں سب سے عمدہ ہے۔

امام ترمذی نے کہا: مطلب بن حنطب کا سماع سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے ہمیں معلوم نہیں۔ کچھ اہل علم کا موقف اسی روایت کے مطابق ہے کہ محرم کے لیے ایسا شکار کھانا حلال ہے جو اس نے خود نہ کیا ہو، نہ اس کے لیے شکار کیا گیا ہو، نہ اس نے حکم دیا ہو، نہ اشارہ کیا ہو۔ سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی کے قائل ہیں۔ اگر حلال شخص نے شکار محرم کے لیے کیا ہو یا محرم نے اشارہ کیا ہو تو وہ محرم کے لیے کھانا جائز نہیں، دوسروں کے لیے جائز ہے۔ مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مقام عرج میں حالت احرام میں تھے کہ ان کی خدمت میں شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم کھاؤ، انہوں نے کہا: کیا آپ نہیں کھائیں گے؟ انہوں نے کہا: میرا معاملہ تمہارے جیسا نہیں ہے، دراصل یہ شکار میرے لیے کیا گیا ہے۔

جناب عطاء، مجاہد، سعید بن جبیر، مالک، شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ اور اہل رائے اسی کے قائل ہیں۔ جناب عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حالت احرام میں دوران سفر میں ہرن کا گوشت خشک کر کے اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔

(۱۹۸۹) ضعیف ......أخرجه ابوداود: ۱۸۵۱، الترمذی: ۸٤٦، والنسائی: ٥/ ۱۸۷

ایک قوم کا خیال ہے کہ محرم کے لیے خشکی کا شکار ہر حال میں حرام ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ طاوس اور سفیان ثوری اس کے قائل ہیں۔ انہوں نے سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ والی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور جو حضرات جواز کے قائل ہیں وہ سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کا وہی مطلب بیان کرتے ہیں جو امام شافعی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت اس خیال سے واپس کیا تھا کہ انہوں نے شکار آپ کو تحفہ دینے کی غرض سے کیا تھا، لہٰذا وہ محرمین کے لیے کھانا جائز نہیں تھا، آپ نے ایسا تقویٰ وطہارت کے پیش نظر کیا تھا جیسا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اگر محرم شخص شکار کی راہنمائی کرے اور دوسرا آدمی اٹھ کر جانور کو قتل کر دے تو بتانے والے پر کوئی قدغن نہیں البتہ اس نے راہنمائی کر کے بہت برا کیا، کچھ فقہاء کا خیال ہے کہ بتلانے والے پر جزا لازم ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

(72)......بَابُ مَا يَجُوزُ لِلْمُحْرِمِ قَتْلُهُ مِنَ الْوَحْشِ
محرم کون سے موذی جانور قتل کر سکتا ہے

(١٩٩٠)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ......

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ: الْغُرَابُ، والْحِدَأَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ جانور ایسے ہیں کہ محرم کے لیے انہیں قتل کر دینے میں کوئی حرج نہیں: کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔''

شرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((خَمْسٌ قَتْلُهُنَّ حَلالٌ فِي الْحَرَمِ :الْحَيَّةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ۔)) ......''پانچ قسم کے جانور حرم میں قتل کرنا حلال ہے، یعنی سانپ، بچھو، چیل، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔'' (حسن صحیح، ابوداود: ١٨٤٧)

(١٩٩١)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ......

(١٩٩٠) أخرجه البخاري: ١٨٢٦، و مسلم: ١١٩٩

(١٩٩١) أخرجه البخاري: ١٨٢٩، و مسلم: ١١٩٨

عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ: الْحَيَّةُ، وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ، وَالْحُدَيَّا.))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پانچ جانور فاسق ہیں، انہیں حرم سے باہر اور حرم کے اندر (ہر جگہ) قتل کیا جاسکتا ہے: سانپ، چتکبرا کوا، چوہا، کاٹنے والا کتا اور چیل۔''

شرح سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ السَّبُعَ الْعَادِيَ.)) ...... ''احرام والا شخص حملہ کرنے والے درندے کو قتل کرسکتا ہے۔''

(ضعیف، ابوداود: ١٨٤٨، ابن ماجه: ٣٠٨٩)

مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حرم کے اندر سانپوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ (مؤطا امام مالك: ٨٠١)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ محرم کیلئے حالت احرام میں ان موذی جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے جن کا حدیث مبارکہ میں نام لیا گیا ہے اور ان کے مارنے سے اس پر کوئی دم وغیرہ عائد نہیں ہوگا۔ صرف امام نخعی سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: محرم چوہا قتل نہ کرے، پھر ان سے اس سلسلے میں کسی فدیہ کی بات منقول نہیں ہے، ان کا یہ فتوی نص صریح کے خلاف ہے اور اس بات کا علمی مقام ومرتبہ قیل وقال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، نیز علماء کی باتوں اور تشریحات سے بھی متصادم ہے۔

فائدہ: چوہا بھی فطرتاً موذی ہے، پلید ہونے کے ساتھ ساتھ کریہہ المنظر اور نقصان دہ ہے، کھانے پینے کی اشیاء پلید کرسکتا ہے، طاعون وغیرہ کا مبدا بھی یہی بنتا ہے، لہٰذا مارا جاسکتا ہے۔ (ع،س)

امام شافعی رحمہ اللہ نے حدیث میں مذکور جانوروں پر ہر چیرنے پھاڑنے والے درندے، انسانوں اور چوپایوں پہ حملہ آور ہونے والے خونخوار جانور کو قیاس کیا ہے مثلاً، بھیڑیا، شیر، چیتا، ریچھ اور خنزیر وغیرہ اور ان پر قیاس کرتے ہوئے ہر اس جانور کو قتل کرنے کی بات کی ہے جس کا گوشت کھانے کے کام نہیں آتا، امام صاحب نے کہا: غیر ماکول اللحم جانوروں کو اگر کوئی شخص حالت احرام اور حرم کے اندر قتل کردے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں، ان کا کہنا ہے کہ حدیث میں جو چند جانوروں کا نام لیا گیا ہے اس سے ایک ایک نوع اور جنس کی طرف اشارہ مقصود ہے، مثلاً کچھ چیزیں خونخوار درندوں سے تعلق رکھتی ہیں (جبکہ) بعض کا تعلق موذی حشرات الارض سے ہے اور کچھ کا تعلق نقصان دہ پرندوں سے ہے جو درندوں کے زمرے میں نہیں آتے اور نہ ان کا شمار کیڑے مکوڑوں ہی میں ہوتا ہے۔ ان تمام کو ایک ہی علت جمع کرتی ہے اور وہ ہے ایسے جاندار کو قتل کیا جاسکتا ہے جس کا گوشت کھانے کے کام نہ آئے یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک غیر ماکول اللحم جانوروں کو حالت احرام میں قتل کرنے پر کوئی فدیہ نہیں۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک اس میں کوئی تفریق نہیں، ماکول اور غیر ماکول دونوں قسم کے جانور اس میں شامل ہیں البتہ ان موذی جانوروں کا قتل جائز ہے جن کا استثنا حدیث میں آیا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ہر وہ جانور جو لوگوں کو زخمی کرے اور ان پر حملہ آور ہو وہ کاٹنے والے کتے میں داخل ہے مثلاً شیر، چیتا، بھیڑیا اور ریچھ وغیرہ کیونکہ لغوی طور پر یہ سب کتے ہیں اور بدرجہ اول کاٹنے والے ہیں، باقی رہے وہ جانور جو درندوں کی ذیل میں تو آتے ہیں لیکن وہ انسانوں پر حملہ آور نہیں ہوتے انہیں محرم کے لیے قتل کرنا جائز نہیں مثلاً بجو، لومڑی اور بلی وغیرہ، انہوں نے کہا: حدیث میں مذکور نقصان دہ اور گزند رسیدہ پرندوں کے علاوہ محرم کوئی اور پرندہ قتل نہیں کرسکتا یعنی اگر وہ کوے اور چیل وغیرہ کے علاوہ گدھ اور شاہین کو قتل کر دے گا تو فدیہ دینا پڑے گا، نیز امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ محرم چھوٹے کوے کو قتل نہ کرے۔ جناب سفیان بن عیینہ نے کہا: ''کاٹنے والے کتے'' سے مراد تمام درندے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے عتبہ بن ابی لہب کے لیے بددعا کی تھی (أَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كلابك)...... ''اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے'' تو اسے شیر نے پھاڑ کھایا تھا۔ یعنی آپ نے شیر کو کتا قرار دیا۔ ویسے لغوی طور پر یہ سب کتے ہی ہیں اور بدرجہ اولیٰ کاٹنے والے ہیں۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا محرم کون سے جانور قتل کرسکتا ہے؟ تو آپ نے پانچ جانوروں کا ذکر کیا اور کہا: ''کوے کو کنکری مارے لیکن قتل نہ کرے''، ممکن ہے اس سے آپ کی مراد چھوٹا کوا ہو جو عموماً فصلوں میں ہوتا ہے، اس کا لوگوں کو کوئی نقصان نہیں، لہٰذا اسے مارنے کی ضرورت نہیں۔ وہ گندگی بھی نہیں کھاتا، صرف دانوں پر گزارا کرتا ہے۔ واللہ اعلم!

جناب عطاء کوے کو مارنے پر فدیہ کے قائل تھے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: ان کے اس قول پر کسی امام نے ان کی تائید نہیں کی۔

فائدہ: کوے میں چیل والے سب مفاسد پائے جاتے ہیں، بلکہ یہ قریب رہنے کی وجہ سے زیادہ نقصان دہ ہے، پریشان بھی زیادہ کرتا ہے، لہٰذا اسے قتل کرنا جائز ہے۔ صحیح روایات میں اس کا واضح ذکر ہے، بعض روایات میں ابقع (جس کا پیٹ یا پشت سفید ہوتی ہے) کی قید ہے، لہٰذا مطلق کوے سے مراد بھی یہی ہے، گھروں میں یہی آتا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے مارنے پر کوئی فدیہ نہیں۔ امام عطاء کا قول اس کوے کے متعلق شاذ ہے۔ (ع،س)

اہل رائے نے کہا: حدیث میں مذکور جانوروں کو قتل کرنے پر کوئی فدیہ نہیں۔ انہوں نے بھیڑیے کو ان پر قیاس کیا ہے اور باقی درندوں مثلاً شیر، چیتا، اور خنزیر کے بارے میں کہا ہے نیز ہر اس جانور کے بارے میں جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا، کہا ہے کہ ان کو قتل کرنے میں فدیہ دینا پڑے گا الا یہ کہ حملے کی ابتداء اس جانور کی طرف سے ہو اور آدمی اپنے دفاع میں اسے قتل کر دے تو پھر اس پر کوئی فدیہ نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند جانتے تھے کہ محرم شخص اونٹ کے جسم سے چھوٹی یا بڑی چچڑی نوچے۔

مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حالت احرام میں اونٹ کے جسم سے چیچڑیاں ہٹاتے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول مجھے زیادہ پسند ہے جناب حر بن صباح بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر محرم جوئیں مارے تو روٹی کا ٹکڑا یا غلے کی ایک لپ صدقہ کرے۔

اگر کوئی شکار محرم پر حملہ آور ہو جائے اور وہ اپنے بچاؤ میں اسے ماردے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ امام شعبی اور امام ابراہیم نے کہا: جس نے تجھے اپنے حملے کے لیے حلال جانا تو بھی اسے حلال جان یعنی جو جانور تیرے درپے آزار ہوا تو اس سے بچاؤ اختیار کر۔

(73)......بَابُ جَزَاءِ الصَّيْدِ

محرم کے شکار کا فدیہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾......"اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو۔ اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے۔" (سورۂ مائدہ:۹۵)

(۱۹۹۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالَا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا مُسْلِمٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ......

عَنِ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ الضَّبُعِ أَصَيْدٌ هِيَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: أَيُؤْكَلُ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔

جناب ابن ابی عمار بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بجو کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ شکار ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔

شرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجو کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "وہ شکار ہے، اگر اسے محرم قتل کر دے تو اس کے بدلے میں مینڈھا بطور فدیہ ادا کرے۔" امام رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم کے درمیان بجو کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے مروی ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بجو کھایا کرتے تھے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی بجو کی اباحت مروی ہے، جناب عطاء، شافعی، احمد، اسحاق اور ابوثور رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔

(۱۹۹۲) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۳۸۰۱، والترمذی: ۸۵۱، والنسائی: ۵/ ۱۹۱

علماء کی ایک جماعت اسے مکروہ جانتی ہے، سعید بن مسیّب، ابن مبارک، مالک، ثوری اور اہل رائے اس موقف کے قائل ہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہر کچلی والے جانور کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح بخاری: ۵۵۳۰، صحیح مسلم: ۱۹۳۲)

حلت کے قائل علماء کے نزدیک یہ حکم عموم لیے ہوئے ہے جس کو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث نے خاص کر دیا ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: نبی کریم ﷺ سے درندے کا گوشت کھانے کی کراہت مروی ہے، لیکن اس حدیث کی سند مضبوط نہیں۔

(۱۹۹۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضَى فِي الضَّبُعِ بِكَبْشٍ، وَفِي الْغَزَالِ بِعَنْزٍ، وَفِي الْأَرْنَبِ بِعَنَاقٍ، وَفِي الْجَرْبُوعِ بِجَفْرَةٍ۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بجو کو مثل مینڈھے کے قرار دیا اور ہرن کی مثل بکری کو، خرگوش کی مثل بکری کا پٹھورا اور جنگلی چوہے کی مثل بکری کا موٹا سا بچہ قرار دیا۔

شرح (العناق) ولادت سے ایک سال تک بھیڑ یا بکری کا بچہ۔

(الجفرةُ) ولادت سے چار ماہ تک بھیڑ یا بکری کا بچہ۔

مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے أُمِّ حُبَيْن کو قتل کرنے میں بکری کے دو میمنے مساوی قرار دیے۔

(أُمِّ حُبَيْن) چوڑے پیٹ والا ایک جانور جو گرگٹ (چھپکلی) کے مشابہ ہوتا ہے۔

(الحُلانُ وَالْحُلامُ) بکری کے میمنے کو کہتے ہیں۔

جناب عروہ بن زبیر نے کہا: گائے کی مثل نیل گائے ہے، اور ہرن کو قتل کیا جائے تو اس کی مثل بکری ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: میں تو شروع دن سے یہی سنتا آ رہا ہوں کہ شتر مرغ کی مثل اونٹ ہے جب محرم اسے قتل کر دے۔

بزرگوں کے تمام فیصلے اس بات کی دلیل ہیں کہ اگر کسی جانور کی مثل دستیاب نہ ہو تو اس میں فیصلہ جسم اور خلقت کو مدنظر رکھ کر لگایا جائے گا نہ کہ اس کی قیمت کو مدنظر نہیں رکھا جائے گا۔

مذکورہ جانور ہی محرم کے شکار کا فدیہ قرار پائیں گے خواہ قیمتاً مہنگے ہوں یا سستے۔ اگر اس مسئلے میں اجتہاد کو راہ دی

(۱۹۹۳) صحیح ......أخرجه الامام مالك فى المؤطأ: ۹۴۷، والشافعى فى المسند: ٦٤١

جائے تو شاید مثل کی بجائے قیمت والی بات کرنی پڑے اور بدل کا معاملہ مخفی نہ ہو (جیسا کہ احناف کا مسلک ہے) مساوی جانور (یا اس جیسے جانور) سے مراد خلقت یعنی قد وقامت میں مساوی ہونے کے قائل، سیدنا عمر، عثمان، علی، عبدالرحمان بن عوف، ابن عمر، ابن عباس اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

مختلف شہروں، علاقوں اور زمانوں میں ان حضرات نے جانوروں کی مثل (مساوی) دیگر جانوروں ہی کو قرار دیا ہے۔ ان میں سے کسی فیصلہ کرنے والے نے شترمرغ کی مثل اونٹ کو قرار دیا ہے حالانکہ شترمرغ اور اونٹ قیمت میں مماثل نہیں، نیل گائے میں، گائے کا فیصلہ کیا ہے، حالانکہ نیل گائے قیمتی چیز ہے، بجو میں مینڈھے کا فیصلہ کیا۔ یہ سب فیصلے اس بات کی دلیل ہیں کہ انہوں نے قد وقامت میں مساوی ہونے کا خیال رکھا ہے قیمت میں مساوی ہونے کا نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: مذکورہ جانوروں کے بچوں میں مماثل جانوروں کے بچے بطور فدیہ دیے جائیں گے، اسی طرح اگر مقتول جانور کانا یا لنگڑا ہے تو مساوی جانور بھی ویسا ہی دیا جا سکتا ہے ویسے صحیح اور تندرست دینا مجھے پسند ہے، جناب عطاء اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ جانوروں کے فدیہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا فرق تسلیم نہیں کرتے کہ چھوٹے جانور کا مماثل اور مساوی چھوٹے جانور کو قرار دیا جائے۔ وہ کہتے ہیں جس طرح انسانوں میں بچے اور بڑے کی دیت برابر ہے جانوروں میں بھی ایسے ہی ہے۔

اگر کسی شکار کو قتل کرنے میں محرم حضرات کا ایک گروہ شریک ہو تو تمام پر ایک جانور ہی بطور فدیہ واجب ہوگا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ فدیہ دینا واجب ہو گا جس طرح بہت سارے لوگ کسی ایک فرد کو قتل کر دیں تو سبھی پر کفارہ لازم آئے گا۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جزا اور فدیہ دینے میں محرم کا اختیار ہے چاہے تو مساوی جانور ذبح کر کے حرم مکہ کی حدود میں رہنے والے مساکین پر تقسیم کر دیا جائے یا جانور کی قیمت روپے پیسے میں لگا کر پھر اس رقم کا غلہ اور طوام خرید کر حرم کے مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ یا ہر مد کے بدلے میں ایک روزہ رکھ لے، روزے جہاں چاہے رکھ لے، حرم کے اندر یا بیرون حرم کیونکہ اس سے مسکینوں کو کوئی فائدہ نہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اگر مساوی جانور دستیاب نہ ہو تو مقتول جانور کے حساب سے طعام بطور صدقہ دیا جائے گا یا ہر مد غلے کے بدلے ایک روزہ رکھا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: مقتول جانور کی قیمت لگائی جائے گی، پھر اگر محرم چاہے تو اس قیمت کے جانور خرید کر صدقہ کر دے یا مساکین کو اتنی رقم سے کھانا کھلا دے، اس کا حساب احناف کے نزدیک اگر گندم دی جائے تو فی مسکین دو مد ہے، کوئی اور غلہ دیا جائے تو فی مسکین ایک صاع، ورنہ غلے کے مذکورہ حساب سے روزے رکھے جائیں۔ مروی ہے

کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مقتول جانور کی پہلے درہموں میں قیمت لگاتے پھر اس رقم سے غلے کا حساب لگاتے تھے اور فی مسکین دو مد کے حساب سے ایک روزہ رکھتے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر محرم سے شتر مرغ کا انڈہ ٹوٹ جائے تو ایک روزہ رکھے یا ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔

مروی ہے کہ قریش کے ایک غلام نے بام حرم کا ایک کبوتر قتل کر دیا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے بکری بطور فدیہ دینے کا حکم دیا۔

سیدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے بھی حرم کے کبوتروں کی بابت ایسے ہی مروی ہے۔

نوٹ: حمام سے مراد ہر وہ پرندہ ہے جو غڑغوں کرکے آواز نکالے اور چونچ بھر کر پانی پیے جیسے جنگلی کبوتر اور فاختائیں وغیرہ۔

کبوتر اور فاختہ کی قسم کے علاوہ کسی اور پرندے کا اگر کوئی محرم شکار کرلے یا حدود حرم میں کوئی حلال شخص شکار کھیل لے تو اس پرندے کی قیمت کے حساب سے مساکین میں کھانا تقسیم کیا جائے گا یا ہر مد کے حساب سے ایک روزہ رکھے گا۔ ایک قول کے مطابق کبوتروں کی قسم کے بڑے پرندوں مثلاً بطخ، سارس اور بغلے وغیرہ کے قتل کرنے پہ بکری فدیہ دینا ہو گی۔جناب عطاء کا قول بھی یہی ہے۔

باقی رہا سمندر کا شکار تو وہ بالاتفاق محرم کے لیے جائز ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾...... ''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے کیونکہ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔'' (سورۂ مائدہ:۹۶)

محرم از خود شکار کرے یا کسی سے تعاون کرے، بلاشبہ جائز ہے اسی طرح محرم پالتو جانور ذبح کرسکتا ہے جو شکار کی ذیل میں نہیں آتے مثلاً مرغ، گھوڑا، بیل اور گائے وغیرہ۔ٹڈی کے شکار کے متعلق آئمہ میں اختلاف ہے۔ایک گروہ محرم کے لیے اس کے کھانے اور شکار کرنے کو جائز قرار دیتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ٹڈی سمندر کے شکار میں سے ہے، ایسا جناب کعب احبار رحمہ اللہ سے مروی ہے ان کا قول ہے کہ ٹڈی دراصل مچھلیوں کی چھینک سے پیدا ہوتی ہے اور سال میں دو دفعہ ایسا ہوتا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک غریب سند سے مرفوعاً مروی ہے کہ: ''ٹڈی سمندر کے شکار میں سے ہے۔''

(ضعیف، ابوداود: ۱۸۵۳، ابن ماجہ: ۳۲۲۲، ترمذی: ۸۵۰)

علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ یہ زمین کا بری جانور ہے اور اس کا شکار محرم پر حرام ہے اور اس کے شکار میں فدیہ ہے۔

جناب زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آکر پوچھا: میں نے احرام میں اپنے کوڑے سے چند ٹڈیاں مار گرائی ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک اوک غلہ صدقہ کردو۔

ایک آدمی نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں نے حالت احرام میں ٹڈی کو مار گرایا ہے، میرے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب کعب سے کہا: آؤ مل کر اس کا فیصلہ کریں، کعب رحمہ اللہ نے کہا: ایک درہم فدیہ دینا چاہیے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کے پاس درہم ہیں؟ ایک کھجور بطور فدیہ دینا ٹڈی سے بہتر ہے۔

فائدہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار کی بات کو تسلیم نہیں کیا اور راجح یہی ہے کہ یہ زمین کا بری جانور ہے اور اس کے شکار میں فدیہ ہے۔ (ع،س)

(74)......بَابُ الْمُحْرِمِ إِذَا كَانَ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ يَحْلِقُ وَيَفْدِي

محرم کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو سر منڈا لے اور فدیہ دے دے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾...... "البتہ تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے، خواہ روزے رکھ لے، خواہ صدقہ دے دے، خواہ قربانی کرے۔"

آیت میں مذکور لفظ (نسك) سے مراد ایک بکری کا ذبح کرنا ہے۔ لغت عرب میں ذبح شدہ جانور کو نسکہ کہتے ہیں، اس کی جمع نسک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾...... "ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے۔" (سورۂ حج: ۶۷) یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے جانور ذبح کرنے کا ایک وقت اور دن مقرر کر دیا ہے یا ہر زمانے میں ہم نے لوگوں کے لیے ایک شریعت مقرر کی ہے۔ نسك قومه کا معنی ہے وہ شخص اپنی قوم کی راہ اور ڈگر پر چلا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَرِنَا مَنَاسِكَنَا﴾...... "اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا۔" (سورۂ بقرہ: ۱۲۸)

یعنی ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا کہ کس طرح عبادت بجالانے سے اے مولیٰ! تو خوش ہوتا ہے۔ اسی لیے اعمال حج کو بھی مناسک کہا جاتا ہے۔ لفظ نسک کا معنی، اطاعت اور عبادت گذاری ہے۔

(۱۹۹۴)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَخْبَرَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى......

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ | سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

(۱۹۹۴) أخرجه البخاري: ۱۸۱٤، و مسلم: ۱۲۰۱

لَـهُ: ((لَـعَـلَّكَ آذَاكَ هَـوَامُّكَ)) قَالَ: فَقُلْتُ: نَـعَـمْ، فَـقَـالَ رَسُـولُ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ: ((احْلِقْ رَأْسَكَ، وَصُمْ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ أَوِ انْسُكْ بِشَاةٍ۔))

نے ان سے فرمایا: ''غالباً جوؤں سے آپ کو تکلیف ہے، انہوں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: ''پھر اپنا سر منڈا لے اور تین دن کے روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ایک بکری ذبح کر۔''

شرح: صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں، سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حدیبیہ میں میرے پاس سے گزرے۔ میں حالت احرام میں تھا اور ابھی مکہ مکرمہ کی حدود میں داخل نہیں ہوا تھا، میں ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا جبکہ جوئیں سر سے میرے چہرے پر گر رہی تھیں، آپ نے پوچھا: کیا ان جوؤں سے تمہیں تکلیف ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ نے حکم فرمایا: ''اپنا سر منڈا لے اور ایک فرق کھانا چھ مسکینوں میں تقسیم کر دے (فرق تین صاع غلے کا پیمانہ ہوتا تھا) یا ایک بکری کی قربانی کر۔'' (ایضاً)

(الھوام) سے مراد جوئیں ہیں، اصل میں یہ لفظ حشرات الارض کے لیے بولا جاتا ہے جو رینگ کر چلتے ہیں چونکہ جوئیں بھی سر میں رینگتی اور آہستہ آہستہ چلتی ہیں اس لیے یہ لفظ ان پر بول دیا گیا۔

(١٩٩٥)۔ أَخْبَـرَنَـا عَبْـدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا آدَمُ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ......

قَـالَ: سَـمِـعْـتُ عَبْـدَ الـلّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ، قَالَ: قَعَدْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ يَـعْـنِي مَسْجِدَ الْكُوفَةِ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ فِدْيَةٍ مِنْ صِيَامٍ، فَقَالَ: حُمِلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي، فَقَالَ: ((مَا كُنْتُ أَرَى أَنَّ الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ هَذَا، أَمَا تَجِدُ شَاةً؟)) قُلْتُ: لا، قَـالَ: ((صُـمْ ثَـلاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَـاكِـيـنَ، لِـكُـلِّ مِسْكِينٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَـعَـامٍ، وَاحْلِقْ رَأْسَكَ، فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةٌ۔))

جناب عبداللہ بن معقل کہتے ہیں کہ میں اس مسجد میں سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کی مراد کوفہ کی مسجد تھی اور ان سے روزے کے فدیہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے احرام میں لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور جوئیں (سر سے) میرے چہرے پر گر رہی تھیں، آپ نے فرمایا: ''میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمہاری تکلیف اس حد تک پہنچ جائے گی، تم کوئی بکری نہیں مہیا کر سکتے؟ میں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ''پھر تین دن کے روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو، ہر مسکین کو آدھا صاع کھانا کھلانا اور اپنا سر منڈ والو۔''

(١٩٩٥) أخرجه البخاري: ٤٥١٧، و مسلم: ١٢٠١

شرح یہ آیت خاص میرے بارے میں نازل ہوئی اور اس کا حکم تم سب کے لیے عام ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ فدیہ طعام کو اختیار کرے گا، تو ہر مسکین کو آدھا صاع غلہ دے گا، خواہ گندم دے، جو دے، کھجورے دیا منقیٰ دے۔ جناب سفیان ثوری اور اہل رائے کا خیال ہے کہ گندم صدقہ کرنے کی صورت میں ۱/۲ صاع فی مسکین کے حساب سے کرے گا، اور اگر کھجور، منقیٰ یا کوئی اور چیز صدقہ کرے گا تو ہر مسکین کے حساب سے ایک صاع ادا کرے گا لیکن پہلی بات درست اور راجح ہے کیونکہ صحیح مسلم کی روایت میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ ہیں (أَوْ أَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ) ''یا تین صاع غلہ چھ مساکین کو کھلا دو جو کھجوروں کی قسم سے ہو۔''

اس حدیث میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں (أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ فَرَقاً مِنْ زَبِيْبٍ) ''یا چھ مسکینوں کو ایک فرق منقے کا دے دو۔''

روایات کے تنوع سے یہ بات سامنے آئی کہ منقیٰ ہو، کھجور ہو یا کوئی اور چیز ہو وزن میں کوئی کمی بیشی نہیں اور یہی ثابت کرنا ہمارا مطلوب ہے۔

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ کسی تکلیف کی وجہ سے سر منڈانے والے محرم کو فدیہ کی ادائیگی میں اختیار حاصل ہے، اس کی مرضی ہے کہ بکری کا فدیہ دے، مسکینوں کو کھانا کھلائے یا روزے رکھ لے جیسا کہ قرآن مجید کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے۔ اکثر اہل علم کسی تکلیف سے یا بغیر تکلیف کے دونوں صورتوں میں سر منڈانے کے فدیہ میں کوئی فرق نہیں کرتے جبکہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے سر منڈانے کی صورت میں بکری بطور فدیہ دینا ہوگی کچھ اور نہیں۔ اگر قدرت نہ ہو تو الگ بات ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص ناخن کاٹ دے تو فدیہ کی ادائیگی کا اختیار اور وزن سر منڈانے والے فدیہ کی طرح ہے۔

شکار کرنے پر پڑنے والے فدیہ میں بھی فدیہ دینے والے کو اختیار حاصل ہے البتہ اسے اندازہ پورے غور وفکر سے لگانا ہوگا، اگر چاہے تو مساوی جانور ذبح کر دے، نہیں تو روپے پیسے میں قیمت ادا کر دے، نہیں تو اتنی رقم سے غلہ خرید کر تقسیم کر دے، یا ہر مد غلے کے حساب سے روزے رکھ لے۔

استمتاعات (کچھ فائدہ حاصل کرنے کی صورت میں) کے فدیہ میں ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے، مثلاً جب کوئی شخص سر ڈھانپ لے یا وہ چیز پہن لے جس کا حالت احرام میں پہننا درست نہیں یا سر میں تیل لگا لے یا خوشبو لگا لے یا بغیر جماع کے بیوی سے مباشرت کر لے، تو اس پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے جو حرم کے مسکینوں میں بانٹی جائے گی۔ اگر اس میں بکری ذبح کرنے کی سکت نہ ہو تو پھر بکری کی قیمت لگائی جائے گی اور وہ اس قیمت سے غلہ خرید کر مساکین حرم پر صدقہ کرے گا۔ اگر اس کی بھی وہ طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر ہر مد غلے کے بدلے ایک روزہ رکھے گا۔ جماع کا

فدیہ بھی اسی ترتیب اور اندازے سے دیا جائے گا، البتہ اتنا ہے کہ تمام استمتاعات (کچھ فائدہ حاصل کرنے کی صورت) میں جماع کا فدیہ سخت ہے، مثلاً اگر کوئی شخص تحلل اول سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کر گزرتا ہے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس کے ذمے ایک اونٹ ذبح کرنا ہوگا، اس نے ایسا خواہ وقوف عرفہ سے پہلے کیا ہو یا بعد میں، اگر اونٹ کی طاقت نہ ہو تو گائے ذبح کرے گا نہیں تو سات بکریاں ذبح کرے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اونٹ کی قیمت لگا کر اس قیمت کا غلہ خریدا جائے اور اسے حرم مکہ کے مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے، اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو پھر ہر مد غلے کے عوض ایک روزہ رکھا جائے۔

جب کوئی شخص تحلل اول اور تحلل ثانی کے درمیان جماع کر لے تو اس کا حج تو فاسد نہیں ہوگا البتہ فدیہ ضرور عائد ہوگا، پھر اس فدیے کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ اونٹ ذبح کرے یا بکری۔ بہرحال اس میں بھی ترتیب وغیرہ کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔

جب کوئی حاجی حج کے متعلق شریعت کا کوئی حکم ترک کر دے مثلاً حج کے ارادے کے باوجود میقات سے بغیر احرام باندھے گزر جائے یا کنکریاں مارنا چھوڑ دے یا ۱۰ ذوالحجہ کی رات مزدلفہ میں نہ گزارے یا ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں نہ گزارے یا غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے واپس آ جائے یا طواف وداع نہ کرے تو ان امور کا فدیہ بھی ترتیب وار ہے جس طرح حالت احرام میں خوشبو لگا لینے اور سلا ہوا کپڑا پہن لینے کا فدیہ بیان ہوا ہے۔

حج تمتع اور حج قران یا حج میں ہو جانے والی کسی تقصیر وغیرہ کا فدیہ بھی ترتیب وار بکری قربان کرنا، پھر دس روزے رکھنا، تین حج کے دنوں میں اور سات وطن واپس جا کر جیسا کہ حج تمتع کے ضمن میں قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔

ان تمام فدیوں میں گوشت یا غلہ حرم مکہ کی حدود میں رہنے والے مساکین پر تقسیم ہوگا۔ رہے روزے تو وہ کہیں بھی رکھے جائیں، مساکین حرم کو تو ان کا کوئی فائدہ نہیں لہٰذا حج تمتع کے تین روزوں کے علاوہ باقی روزے اور دیگر فدیوں کے روزے کوئی جہاں چاہے رکھ لے جائز ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: جانور مکہ میں ذبح کیا جائے گا، روزے اور غلہ جہاں مناسب سمجھے تقسیم کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هَدْياً بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾...... ''جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے۔'' (سورۂ مائدہ:۹۵)

فائدہ: اعمال حج میں کسی کمی کوتاہی پر مشروع قربانی، صدقہ یا روزہ رکھنا ''فدیہ'' کہلاتا ہے، بمعنی عوض یا بدل نیز ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے اور ایک مد تقریباً ۹ چھٹانک کا۔ تین صاع چھ مسکینوں پر تقسیم کریں گے تو ہر مسکین کو دو مد (۱۸ چھٹانک) ملیں گے۔ پس یہی فدیے کا حساب ہوا۔ یہ فدیہ، جانور یا اس کی قیمت، کعبہ پہنچائی جائے گی اور کعبہ سے مراد حرم ہے اس قیمت سے غلہ خرید کر مکہ کے مساکین میں تقسیم کیا جائے گا یہی راجح ہے۔ واللہ اعلم (ع،س)

(75)......بَابُ الْمُحْرِمِ يَأْتِي امْرَأَتَهُ

محرم کا اپنی بیوی سے ہم بستر ہونے کا حکم

(١٩٩٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، نَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، نَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، نَا حُمَيْدٌ......

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ، أَنَّهُ كَانَ فِي حَلَقَةٍ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ، فَذَكَرَ أَنَّهُ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ لَهُ: لَقَدْ أَتَيْتَ عَظِيمًا، قَالَ: وَالرَّجُلُ يَبْكِي، فَقَالَ: إِنْ كَانَتْ تَوْبَتِي أَنْ آمُرَ بِنَارٍ، فَأُؤَجِّجَهَا، ثُمَّ أُلْقِيَ نَفْسِي فِيهَا فَعَلْتُ، فَقَالَ: إِنَّ تَوْبَتَكَ أَيْسَرُ مِنْ ذَلِكَ، اقْضِيَا نُسُكَكُمَا، ثُمَّ ارْجِعَا إِلَى بَلَدِكُمَا، فَإِذَا كَانَ عَامٌ قَابِلٍ، فَاخْرُجَا حَاجَّيْنِ، فَإِذَا أَحْرَمْتُمَا فَتَفَرَّقَا، فَلا تَلْتَقِيَا حَتَّى تَقْضِيَا نُسُكَكُمَا وَاهْدِيَا هَدْيًا۔

جناب عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں کہ وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی نے آکر پوچھا کہ وہ حالت احرام میں اپنی بیوی سے ہم بستر ہو گیا ہے، انہوں نے کہا: تم نے ایک بڑا جرم کیا ہے، راوی کہتا ہے، آدمی رونے لگا پھر اس نے کہا: اگر میری توبہ اس طرح قبول ہو کہ میں آگ جلواؤں اور پھر اس میں کود جاؤں تو میں ایسا کرنے کیلئے تیار ہوں، اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تیری توبہ کا معاملہ اس سے آسان تر ہے، تم دونوں اپنا حج کرتے رہو، حج کرنے کے بعد دونوں اپنے وطن لوٹ جاؤ، آئندہ برس پھر حج کے لیے نکلنا، احرام باندھنے کے بعد الگ الگ ہو جانا اور حج ختم کر کے ہی آپس میں ملنا اور دونوں (ہدی) قربانی دینا۔

شرح: سیدنا عمر، علی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی ایسے ہی مروی ہے کہ ایسی صورت میں دونوں میاں بیوی موجودہ حج جاری رکھیں، پھر اس کے عوض آئندہ سال حج کریں اور ہدی دیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: جب محرم تحلل اول سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھے تو اس کا حج فاسد ہے۔ ایسا اس نے وقوف عرفات سے پہلے کیا ہو یا بعد میں اور اس پر ایک اونٹ ذبح کرنا ہے، وہ اپنے اس فاسد حج کو پورا کرے گا اور آئندہ سال اس کی قضا دے گا۔ اگر عورت بھی حالت احرام میں تھی اور جماع کے معاملے میں اس کی رضا مندی بھی شامل تھی تو اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر بھی ہدی (قربانی) ذبح کرنا اور حج کی قضا دینا لازم ہے جیسا کہ مرد پر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے کہ ایسی صورت حال میں ایک ہدی دینا واجب ہے اور وہ مرد ہی پر ہے۔ ایسے ہی انہوں نے

(١٩٩٦) صحيح ......أخرجه ابن ابی شيبة فی مصنّفه: ٢

رمضان کے روزے کی حالت میں جماع کرنے کی صورت میں بھی کہا ہے۔

جب دونوں میاں بیوی حج کی قضا کے لیے نکلیں تو مل کر حج نہ کریں بلکہ قافلے میں جدا جدا رہیں ایسا نہ ہو کہ گذشتہ صورتحال پھر پیش آجائے۔

اگر میاں بیوی کا یہ تعلق تحلل اول اور تحلل ثانی کے درمیان وقوع پذیر ہوا ہو تو حج فاسد نہیں ہوگا البتہ فدیہ دینا پڑے گا اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر حج کی قضا نہیں پھر وہ بطور فدیہ اونٹ ذبح کرے یا بکری اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ مروی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایسی حالت میں مبتلا شخص کو اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ عکرمہ اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ اہل رائے کا موقف ہے کہ اگر اس شخص نے وقوف عرفات سے پہلے جماع کیا ہے تو اس کا حج فاسد ہو گیا اور اسے بکری ذبح کرنا ہوگی اور اگر اس نے وقوف عرفات کے بعد ایسا کیا ہو تو حج تو فاسد نہیں ہوگا لیکن اس کے ذمے اونٹ ذبح کرنا ہوگا۔

کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ اگر کوئی جمرہ عقبہ کی رمی اور سر منڈانے کے بعد، طواف زیارت سے پہلے جماع کرلے تو اس پر قضا لازم ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ حسن بصری اور ابراہیم نخعی اس کے قائل ہیں۔

اگر کوئی محرم اپنی بیوی کا بوسہ لے لے یا جماع کے علاوہ مباشرت کرلے تو اس کا حج خراب نہیں ہوگا۔ انزال ہو یا نہ ہو لیکن اسے ایک بکری ذبح کرنا ہوگی۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اگر انزال ہو جائے تو حج فاسد ہو جائے گا اور اس کے ذمے ہدی (قربانی) دینا اور قضا ہے، اگر کسی آدمی کو دیکھنے یا سوچ فکر کی بنا پر انزال ہو جائے یا سوتے وقت احتلام ہو جائے تو اس کے ذمے کچھ بھی نہیں۔

جب حج قران کرنے والا شخص، جماع کے ذریعے اپنے حج کو فاسد کر بیٹھے تو اسے حج کرتے رہنا چاہیے تا آنکہ مناسک حج مکمل ہو جائیں۔ اس کے ذمے اونٹ ذبح کرنا ہے حج فاسد کرنے کی بنا پر اور ہدی (قربانی) دینا ہے حج قران کی وجہ سے اور آئندہ سال حج قران ہی کے احرام میں قضا دینا بھی ہے۔ واللہ اعلم

(76)......بَابُ الْأُحْصَارِ
اگر کوئی حج سے روک دیا جائے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾......''اگر تم روک لیے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالو۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۶)

(الاحصار) کا لغوی معنی ہے کہ انسان جس مقصد کے لیے گھر سے نکلے اس سے روک دیا جائے۔ شرعی معنی ہے کہ حج یا عمرے کا احرام باندھ لینے کے بعد دشمن یا شدید بیماری کی وجہ رکاوٹ ہو جائے اور بیت اللہ تک نہ پہنچا جا سکے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾......''صدقات کے مستحق صرف وہ

غربا ہیں جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے۔'' (سورۂ بقرہ:۲۷۳)

یعنی جہاد نے انہیں ہر چیز سے کاٹ دیا۔ وہ کاروبار اور تجارت کے لیے نقل وحرکت اور دوڑ بھاگ نہیں کر سکتے اور سراسر جہاد ہی کے لیے وقف ہوکر رہ گئے ہیں۔ حصرته کا معنی ہے، میں نے فلاں کو روک رکھا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاحْصُرُوهُمْ﴾...... ''ان کا محاصرہ کرلو۔'' جیل کو عربی زبان میں حصیر کہتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا﴾...... ''اور ہم نے منکروں کا قید خانہ جہنم بنا رکھا ہے۔''

(سورۂ بنی اسرائیل:۸)

(۱۹۹۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ......

عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ أُحْصِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ وَجَامَعَ نِسَائَهُ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ حَتَّى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب (حدیبیہ کے سال مکہ جانے سے) روک دیا گیا تو آپ نے حدیبیہ ہی میں اپنا سر منڈایا اور ازواج مطہرات کے پاس گئے اور قربانی کو نحر کیا، پھر آئندہ سال ایک دوسرا عمرہ کیا۔

(۱۹۹۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ......

عَنِ الْمِسْوَرِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ۔

جناب عروہ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قربانی سر منڈانے سے پہلے کی تھی اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو بھی اسی کا حکم دیا تھا۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ محرم کے لیے دشمن کی وجہ سے اعمال حج جاری رکھنا ممکن نہ ہوں تو وہ حلال ہوسکتا ہے اور اس پر ہدی (جانور) ذبح کرنا واجب ہے، یعنی جہاں رکاوٹ پیش آئی وہ ایک بکرا یا بکری

(۱۹۹۷) أخرجه البخاري: ۱۸۰۹

(۱۹۹۸) أخرجه البخاري: ۱۸۱۱

ذبح کر کے فقراء میں تقسیم کرے پھر سر منڈائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والے سال کیا۔ جس محرم کے ہمراہ قربانی والا جانور ہو اسے جانور ذبح ہونے سے قبل حلال نہیں ہونا چاہیے اور جن کے نزدیک سر منڈانا مناسک (اعمال) حج میں سے ہے وہ سر منڈانے سے قبل حلال نہ ہو۔ یاد رہے! حج اور عمرہ کرنے والے کی تمام قربانیاں حرم مکی میں ذبح کی جائیں گی سوائے محصر (حج سے روک دیے جانے والے کے) کی قربانی کے وہ اسی مقام پر ذبح کی جائے گی جہاں احصار والا معاملہ پیش آیا، اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ اہل رائے کا کہنا ہے کہ حج سے روک دیا جانے والا شخص (محصر) اپنی قربانی حرم ہی میں ذبح کرے گا، وہ شخص حالت احرام میں وہاں رکا رہے گا اور اپنا قربانی کا جانور ذبح کے لیے کسی کے ہاتھ حرم بھیجے گا اور اس سے ذبح کرنے کا وعدہ لے گا، پھر اس وعدے کے مطابق حلال ہو جائے گا۔

محصر (بیت اللہ تک نہ پہنچ سکنے والا شخص) کے پاس اگر قربانی کا جانور نہ ہو تو پھر کیا کرے؟ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول ہے کہ قربانی اس کے ذمہ ہے جب میسر آئے کر دے اس کا عوض کوئی نہیں۔ دوسرے قول کے مطابق قربانی کا جانور نہ ہونے کی صورت میں اس کا عوض اور بدل دیا جائے گا۔ بدل اور عوض کیا ہو؟ اس کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ وہ حج تمتع والے کی طرح ۱۰ روزے رکھے، اور کچھ کا کہنا ہے کہ وہ حالت احرام میں خوشبو لگا لینے والے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لینے والے شخص کی طرح فدیہ ادا کرے گا اور اسی ترتیب سے ادا کرے گا۔

پھر محصر شخص کا حج اگر فرض حج تھا تو آئندہ پھر کرے وہ اس کے ذمے واجب الاداء ہے بشرطیکہ استطاعت رکھتا ہو، خواہ اسی سال ہی حج فرض ہوا ہو، عدم استطاعت کی صورت میں معاف ہے، اگر وہ نفل حج کا احرام تھا تو کیا اس کی قضا واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ قضا وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ اس کے قائل ہیں۔

دوسری رائے ہے کہ نفل حج کی قضا دی جائے گی۔ مجاہد، شعبی، نخعی، عکرمہ اور اہل رائے اس کے قائل ہیں، امام نخعی اور اہل رائے نے مزید کہا: احصار والے شخص پر نہ صرف حج کی ادائیگی ہے بلکہ عمرے کی بھی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرۂ قضا میں اپنے صحابہ سے فرمایا تھا کہ حدیبیہ کے سال انہوں نے جو قربانیاں کی تھیں ان کے عوض قربانیاں بھی کریں۔ (ضعیف، ابوداود: ۱۸٦٤)

محصر پر قضا کے وجوب کے قائل حضرات یہیں سے دلیل لیتے ہیں اور وہ بھی جو محصر کی قربانی حرم مکہ ہی میں ذبح ہونے کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ نبی رضی اللہ عنہ نے قربانی کا بدل دینے کیلئے فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حدیبیہ والے سال انہوں نے اپنی قربانیاں حدود حرم سے باہر ذبح کی تھیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾...... ''وہ جانور نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے۔'' (سورۂ مائدہ: ۹۵)

آپ نے مقام حدیبیہ پر کی گئی قربانیوں کو محسوب نہیں فرمایا اور بدل کی ادائیگی کا حکم صادر فرمایا۔

جب غلام آقا کے حکم، مشورے اور اجازت سے احرام باندھے تو پھر مالک کے لیے مناسب نہیں کہ اس کا احرام ختم کرائے۔ اگر وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر احرام باندھ لے تو پھر مالک اس کا احرام ختم کروا سکتا ہے اور غلام کا معاملہ احصار والے شخص کی طرح ہوگا یعنی اس کے ذمے ہدی (جانور) ذبح کرنا ہوگا اور آزادی کے بعد اس کی قضا دے گا، اور جو حضرات ہدی کی جگہ عوض اور بدل کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی غلامی کے زمانے میں ہی روزے رکھ لے تو جائز ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر غلام نے مالک کی اجازت سے احرام باندھا ہو تب بھی وہ احرام ختم کروا سکتا ہے۔

حج کے لیے نکلنے والا شخص اگر وقوف عرفات سے روک دیا جائے تو وہ عمرے کے افعال یعنی صفا مروہ کی سعی اور طواف وغیرہ بجا لا کر حلال ہو جائے گا، لیکن کیا ایسے شخص پر حج کی قضا ہے یا نہیں، اس مسئلہ کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں۔ ایک رائے ہے کہ اس پر کوئی قضا نہیں جبکہ دوسری رائے کے مطابق اس پر قضا لازم ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کے آڑے دشمن آ گیا لیکن پھر وقوف کا وقت گزر جانے کے بعد حلال ہونے سے پہلے پہلے یہ مصیبت ٹل گئی تو ایسے شخص کو عمرے کے اعمال سرانجام دینے کے بعد ہی حلال ہونا چاہیے اور اس پر قضا کے وجوب کے حوالے سے دو قول ہیں۔ اگر ہم ایسے شخص پر قضا واجب قرار دیتے ہیں تو وہ ایک بکری ذبح کرے گا، میسر نہ ہونے کی صورت میں حج تمتع والے کی طرح دس روزے رکھے گا اس بات کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

(١٩٩٩)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنْبَأَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ......

أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ، يَقُولُ: أَلَيْسَ حَسْبَكُمْ سُنَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ، طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا، فَيُهْدِيَ أَوْ يَصُومَ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا۔

جناب سالم بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں ہے۔ اگر کسی کو حج سے روک دیا جائے تو ہو سکے تو وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر لے، پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے یہاں تک کہ وہ آئندہ سال حج کر کے پھر قربانی کرے، اگر قربانی نہ ملے تو روزے رکھے۔

شرح: حج کا احرام باندھنے والے شخص کو اگر دشمن کے علاوہ کوئی اور عارضہ لاحق ہو جائے یا بیماری لاغر کر دے اور سفر جاری رکھنا مشکل ہو جائے تو کیا وہ حلال ہو سکتا ہے؟ اہل علم کے درمیان اس مسئلے کے متعلق اختلاف

(١٩٩٩) أخرجه البخاري: ١٨١٠

پایا جاتا ہے، ایک جماعت کا خیال ہے کہ حلال ہونا اس کے لیے جائز نہیں، اسے حالت احرام ہی میں رہنا چاہیے۔ اگر حج کا وقت گزر جانے کے بعد عذر ختم ہو تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے یہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔ وہ "احصار" کو دشمن کے ساتھ ہی خاص سمجھتے ہیں، اسی قسم کی بات سیدنا ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے، نیز امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ مرض وغیرہ کی بنا پر حلال ہوا جا سکتا ہے، اس موقف کے قائل جناب عطاء، عروہ، نخعی، سفیان ثوری اور اہل رائے ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے، حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((مَنْ كُسِرَ، أَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ، وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ۔)) ......"جو شخص (دوران احرام میں بیت اللہ تک پہنچنے سے پہلے) لنگڑا ہو جائے یا اس کی ٹانگ وغیرہ ٹوٹ جائے (اور اس کا بیت اللہ تک پہنچنا ممکن نہ رہے) تو وہ حلال ہو گیا اور اس پر دوبارہ حج ہو گا۔"

(صحیح، ابوداود: ۱۸۶۲، ترمذی: ۹۴۰، ابن ماجه: ۳۰۷۷، نسائی: ۵/ ۱۹۸)

عکرمہ نے کہا: میں نے اس بارے میں سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سیدنا حجاج انصاری نے سچ بیان کیا ہے۔

یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو "احصار" والے شخص پر آئندہ سال قضا لازم قرار دیتے ہیں، کچھ علماء اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے کہا کہ احصار صرف دشمن کی رکاوٹ کی صورت ہی میں ہے۔ (مسند شافعی: ۶۷۴)

بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ لنگڑا ہو جانے اور ٹانگ ٹوٹ جانے کی صورت میں تب "احصار" معتبر ہو گا جب اس نے احرام باندھتے وقت شرط لگائی ہو گی جس طرح سیدہ ضباعہ بن زبیر رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ أَشْتَرِطُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) قَالَتْ: فَكَيْفَ أَقُولُ؟ قَالَ: ((قُولِي: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، وَمَحِلِّي مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ حَبَسْتَنِي۔)) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (ام حکیم) ضباعہ بنت الزبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں تو (کیا) شرط کر لوں؟ فرمایا: "ہاں۔" کہنے لگیں: تو کیسے کہوں؟ فرمایا: "کہو: (لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، وَمَحِلِّي مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ حَبَسْتَنِي) ......میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں راستے میں وہیں حلال ہو جاؤں گی جہاں تو مجھے روک لے گا۔"

(صحیح بخاری: ۵۰۸۹، صحیح مسلم: ۱۲۰۷)

(٢٠٠٠)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ لَهَا: ((لَعَلَّكِ أَرَدْتِ الْحَجَّ؟)) قَالَتْ: وَاللّٰهِ! مَا أَجِدُنِي إِلا وَجِعَةً، فَقَالَ لَهَا: ((حُجِّي وَاشْتَرِطِي، وَقُولِي: اللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي)) وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے فرمایا: ''شاید تمہارا ارادہ حج کا ہے۔'' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''پھر بھی حج کا احرام باندھ لے، البتہ شرط لگا لینا اور یوں کہنا: اے اللہ! میں اس وقت حلال ہو جاؤں گی جب تو مجھے (مرض کی وجہ سے) روک لے گا۔'' (ضباعۃ بنت زبیر قریشی رضی اللہ عنہا سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں)

شرح اہل علم نے حج کے احرام میں شرط لگانے کے بارے میں اختلاف کیا ہے، بعض علماء نے اس بات کی رخصت دی ہے کہ اگر کسی شخص نے احرام باندھتے وقت شرط لگالی ہو کہ جہاں میں عاجز آ گیا، وہاں حلال ہو جاؤں گا تو وہ عاجز آنے پر بغیر کسی فدیے کے حلال ہوسکتا ہے، مندرجہ صدر حدیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ اس پر دلالت کناں ہیں۔ امام احمد، اسحاق اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں، ان بزرگوں کا کہنا ہے کہ دشمن کی رکاوٹ کے علاوہ بغیر شرط لگائے حلال ہونا محرم کے لیے جائز نہیں، اگر بغیر شرط لگائے حلال ہونا جائز ہوتا تو آپ ﷺ سیدہ ضباعہ رضی اللہ عنہا کو شرط لگانے کے لیے نہ کہتے۔

فائدہ: ''احصار'' دشمن کے علاوہ مرض وغیرہ کی بنا پر بھی معتبر ہے جیسا کہ جمہور اہل علم کا مسلک ہے۔ ان کی دلیل سیدنا حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے (سنن نسائی: ٢٨٦٣) یاد رہے! ''احصار'' کی صورت میں جانور ذبح کرنا ہوگا اور شرط لگانے کی صورت میں بغیر کسی فدیے کے حلال ہوسکتا ہے۔ (ع،س)

ایک گروہ کا خیال ہے کہ شرط لگا کر احرام باندھنے والے کا احرام منعقد ہو جائے گا لیکن اس کے لیے اس شرط کی بنا پر حلال ہونا جائز نہیں جیسے مطلق احرام باندھنے والے کا معاملہ ہوتا ہے اور سیدہ ضباعہ رضی اللہ عنہا والی رخصت کو انہوں نے خصوص پر محمول کیا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حج چھوڑنے کی اجازت دی تھی جبکہ باقیوں کو اجازت نہیں ہے۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ ''احصار'' والا شخص جہاں دشمن ڈال دے یا مرض انسان کو لاچار کردے وہاں حلال ہو جائے گا

(٢٠٠٠) أخرجه البخاري: ٥٠٨٩، و مسلم: ١٢٠٧

چاہے وہ حل ہو یا حرم کیونکہ اس نے الفاظ میں شرط لگائی ہے (مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي) ''میں اس وقت حلال ہو جاؤں گا جہاں تو مجھے روک لے گا۔''

(77)......بَابُ فَوْتِ الْحَجِّ

جو شخص حج نہ کر سکے (جو شخص وقوف عرفات نہ پا سکے)

(۲۰۰۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْقُهُسْتَانِيُّ الْمَعْرُوفُ بِأَبِي تُرَابٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ......

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْمَرَ الدِّيلِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((الْحَجُّ عَرَفَاتٌ، مَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ، فَقَدْ أَدْرَكَ، أَيَّامُ مِنًى ثَلَاثٌ، مَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ، فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ، فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔))

سیدنا عبدالرحمٰن بن یعمر الدیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''حج عرفات کا دن ہے، جس نے فجر طلوع ہونے سے پہلے عرفہ کا وقوف پا لیا تو گویا اس نے حج پا لیا، منی کے دن تین ہیں، جو شخص دو دن بعد جلدی سے واپس ہو جائے اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے (تیسرا دن بھی وقوف کرے) تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔''

شرح: جناب سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کہا: تمہارے پاس اس حدیث سے عمدہ کوئی حدیث نہیں۔

(الحج عرفات) ''حج عرفات کا دن ہے'' مطلب یہ ہے کہ وقوف عرفات حج کا رکن ہے خواہ معمولی وقت کے لیے ہی کیوں نہ ہو اور اس کا وقت نو ذوالحجہ کو زوال کے وقت سے لے کر اگلے دن صبح صادق سے پہلے تک ہے۔ جس سے یہ وقوف فوت ہو جائے اس کا حج نہیں۔ کسی اور چیز کے چھوٹ جانے سے حج فوت نہیں ہوتا۔ امام مالک رحمہ اللہ جناب نافع سے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: جو شخص مزدلفہ کی رات عرفات میں وقوف نہ کر سکے تو وہ فجر طلوع ہونے سے پہلے پہلے یہاں آ جائے تو اس کا حج پورا ہو گیا۔ عروہ بن زبیر سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: تمام اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ اگر حاجی سے وقوف عرفات چھوٹ جائے تو اس کا حج نامکمل رہ گیا اور وقوف کا وقت نو ذوالحجہ کو زوال کے وقت سے لے کر اگلے دن صبح صادق سے پہلے تک ہے، اس وقت میں جس سے وقوف رہ جائے تو اسے عمرہ کر کے احرام کھول دینا چاہیے اور آئندہ سال اس حج کی قضا دے اور اس کے ذمے ایک

(۲۰۰۱) صحیح ......أخرجه ابوداود: ۱۹۴۹، والترمذی: ۸۸۹، وابن ماجه: ۳۰۱۵

بکری ذبح کرنا ہے، اگر بکری نہ پائے تو آئندہ برس قضا کے وقت تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات واپس وطن آکر، حج تمتع والے کی طرح۔

(۲۰۰۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ ، أَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ ، أَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ ، أَنَا أَبُو مُصْعَبٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ نَافِعٍ ......

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ ، أَنَّ هَبَّارَ بْنَ الْأَسْوَدِ جَاءَ يَوْمَ النَّحْرِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَنْحَرُ هَدْيَهُ ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، أَخْطَأْنَا الْعِدَّةَ ، كُنَّا نَظُنُّ أَنَّ هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمُ عَرَفَةَ ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اِذْهَبْ إِلَى مَكَّةَ ، فَطُفْ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ بِالْبَيْتِ ، وَاسْعَوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، وَانْحَرُوا هَدْيًا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ ، ثُمَّ احْلِقُوا أَوْ قَصِّرُوا ، ثُمَّ ارْجِعُوا ، فَإِنْ كَانَ عَامٌ قَابِلٌ ، فَحُجُّوا وَاهْدُوا ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ ، فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ ، وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعَ۔

جناب سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ہبار بن اسود یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کو اس وقت آئے جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنا اونٹ نحر کر رہے تھے، انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم نے دن شمار کرنے میں غلطی کھائی ہے، ہم سمجھتے رہے کہ آج عرفات کا دن ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مکہ جاؤ، تم اور تمہارے ساتھی بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا مروہ کی سعی کرو، اگر قربانی تمہارے ساتھ ہے تو اسے نحر کرو، پھر سر منڈاؤ یا ترشواؤ پھر اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ آئندہ سال پھر حج کرنا اور ہدی (قربانی) ذبح کرنا۔ اگر ہدی میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھنا اور سات واپس اپنے گھر جا کر۔

شرح مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے کہا جبکہ ان کا حج فوت ہو چکا تھا: آپ ویسے کیجئے جیسے عمرہ کرنے والا شخص کرتا ہے اس کے بعد حلال ہو جائیے، آئندہ سال جب حج کا وقت آئے تو حج کیجئے اور قربانی ذبح کر ڈالیے۔ (مؤطا امام مالک: ۸۷۰)

جو شخص دن کے وقت وقوف عرفات نہ کر سکے تا آنکہ سورج غروب ہو جائے پھر وہ رات کے وقت (خواہ چند لمحوں کا) وقوف کر لے تو اس کا حج ہو جاتا ہے اور اس پر دم وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔ اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے بعض شاگردوں کا خیال ہے کہ ایسے شخص کا حج نہیں ہوگا۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: اس کا حج پورا ہو گیا لیکن اس کے ذمے اونٹ ذبح کرنا ہے۔

جس آدمی سے مزدلفہ میں رات گزارنا اور وقوف رہ جائے اس پر دم دینا واجب ہے لیکن اس کا حج پورا ہو گیا، اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں، جناب علقمہ، شعبی اور نخعی رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس سے مزدلفہ میں رات

(۲۰۰۲) صحیح ......أخرجه الامام مالك فی المؤطأ: ۸۷۱

گزارنا اور ٹھہرنا (وقوف) رہ جائے اس کا حج نامکمل ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ میں تبدیل کردے، ابوعبدالرحمان شافعی اور محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس موقف کے قائل ہیں، ان حضرات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ ......''جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو۔'' (سورۂ بقرہ:۱۹۸) اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

فائدہ: وقوف عرفات حج کا رکن اعظم ہے اگر کوئی مجبور شخص رات کے وقت یا طلوع فجر سے قبل یا طلوع فجر کے وقت چند لمحوں کا وقوف کرلے تو اس کا حج ہو جاتا ہے لیکن اگر اس سے بھی لیٹ ہو جائے تو اس کا حج نہیں ہوگا۔ فرض ہو تو دوبارہ کرنا ہوگا ورنہ معاف ہے، باقی تو سنن وواجبات ہیں جو عام حالت میں تو ترک نہیں کی جاسکتیں مگر مجبور کے لیے کچھ گنجائش ہے وقوف کی قضا وقت کے بعد نہیں ہوسکتی جبکہ دیگر سنن حج کی قضا وقت کے بعد بھی ہوسکتی ہے۔ (ع،س)

(78)......بَابُ حَرَمِ مَكَّةَ

مکہ مکرمہ حرم ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا﴾ .... ''اس میں جو آجائے امن والا ہو جاتا ہے۔'' (سورۂ عمران:۹۷) اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا﴾ ......''ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے ثواب اور امن وامان کی جگہ بنایا۔'' (سورۂ بقرہ:۱۲۵) ﴿مَثَابَةً لِّلنَّاسِ﴾ کا دوسرا معنی ہے بار بار لوٹ کر آنے کی جگہ۔ جو ایک مرتبہ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے، دوبارہ سہ بارہ آنے کے لیے بے قرار رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ o وَاَنْتَ حِلٌّ م بِهٰذَا الْبَلَدِ o﴾......''میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں۔'' (سورۂ بلد:۱،۲)

یہ ارشاد ہے مکہ مکرمہ کے بارے میں اس وقت جب مکہ فتح ہوا، اس وقت اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس بلد حرام میں قتال کو حلال فرمادیا تھا، یعنی اب آپ پر وہ گناہ نہیں جو لوگوں پر ہے حرم کی حرمت پامال کرنے پر۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾......''اور اس امن والے شہر کی قسم۔'' (سورۂ تین:۳) اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی یہاں امن وامان تھا، جاہلیت میں بھی لوگ حرم میں ایک دوسرے پر حملہ آور نہیں ہوتے تھے جس طرح ان کا عام معمول تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا﴾......''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔'' (سورۂ عمران:۹۶)

کہتے ہیں کہ بیت اللہ کی جگہ ''بکّہ'' ہے اور اس کے علاوہ باقی سرزمین مکہ ہے۔

ایک قول ہے کہ بکۃ کا معنی ہے ایک دوسرے کو دھکیلنا، چونکہ حالت طواف میں ازدحام کی وجہ سے دھکم پیل کی عموماً نوبت آ جاتی ہے اس لیے اسے ''بکۃ'' کہا جاتا ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ مکہ اور بکۃ ایک ہی لفظ ہے صرف با ''م'' سے بدل کر مکہ تلفظ ہو گیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَالْقَآئِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾...... ''اور میرے گھر کو طواف قیام، رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھنا۔'' (سورۂ حج:۲۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ﴾...... ''اللہ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے۔'' (سورۂ مائدہ:۹۷)

یعنی اس کے ذریعے سے اہل مکہ کا نظم وانصرام بھی صحیح ہے اور ان کی معاشی ضروریات کی فراہمی کا ذریعہ بھی ہے، کیونکہ یہاں امن وامان کی کیفیت ہے۔

(۲۰۰۳)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ......

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((لا هِجْرَةَ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا)) وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلا يُنْفَرُ صَيْدُهُ، وَلا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلا يُخْتَلَى خَلاهُ)) فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِلا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ؟

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فتح مکہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فتح مکہ کے بعد اب ہجرت (فرض) نہیں رہی البتہ جہاد اور نیکی کی نیت کرنا اب بھی باقی ہیں اور جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہوا کرو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر (مکہ) کو حرمت والا بنایا ہے جب سے آسمان اور زمین کی تخلیق ہوئی ہیں یہ (شہر) قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حرمت کے ساتھ محترم ہے، یقیناً مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں قتال کرنا جائز نہیں ہوا اور مجھے بھی دن کا صرف کچھ حصہ اجازت دی گئی، پس یہ محترم ہے اللہ کی دی ہوئی حرمت کے ساتھ، روز قیامت تک، اس کے

(۲۰۰۳) أخرجه البخاري: ۲۷۸۳، ۳۱۸۹، و مسلم: ۱۳۵۳

قَالَ: ((إِلا الإِذْخِرَ۔))

(درختوں کے) کانٹے تک بھی نہیں کاٹے جا سکتے یہاں کے شکار بھی نہیں ہنکائے جا سکتے، اور ان کے علاوہ جو اعلان کر کے (مالک تک پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہوں) کوئی شخص یہاں کی گری پڑی چیز بھی نہیں اٹھا سکتا ہے۔ اور نہ یہاں کی ہری گھاس کاٹی جائے، اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اذخر (گھاس) کی اجازت دے دیجئے کیونکہ یہ یہاں کے سناروں اور گھروں کی چھتوں پر ڈالنے کے کام آتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا اذخر کی اجازت ہے۔''

شرح (لَا هِجْرَةَ) ''ہجرت نہیں ہے'' مطلب یہ ہے کہ اب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی ضرورت نہیں ہے، مکہ فتح ہو جانے کے بعد یہ صورت ختم ہو گئی ہے کیونکہ مکہ اب دارالسلام بن گیا ہے، اس سے پہلے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا واجب تھا، اس لیے کہ مکہ مشرکین کا مسکن تھا، ان دنوں مشرکین کے علاقے میں رہائش پذیر ہر مسلمان ہونے والے شخص پر ہجرت کرنا اور ان کے علاقے کو خیر باد کہنا واجب تھا۔ اور ضروری تھا کہ وہ دارالسلام میں اقامت گزیں ہو، یہ معنی مراد لینے سے آپ ﷺ کے ایک دوسرے فرمان کی تاویل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی وہ فرمان یہ ہے: ''ہجرت کرنا موقوف نہیں ہو سکتا حتی کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔'' (صحیح، ابوداود: ۲٤۷۹)

یعنی اگر (لا هجرة) کا مطلب یہ لیا جائے کہ اب سرے سے ہجرت کا معاملہ ہی ختم ہو گیا ہے تو پھر اس حدیث مبارکہ کو جس میں قیامت تک ہجرت کے اجراء کا تذکرہ ہے کدھر کیا جائے گا لہٰذا یہی معنی راجح ہے کہ اب مکہ سے ہجرت کی ضرورت نہیں رہی۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے: ((انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ إِلا مِنْ ثَلاثٍ: جِهَادٍ، أَوْ نِيَّةٍ، أَوْ حَشْرٍ۔)) ...... ''ہجرت منقطع ہو گئی ہے، ماسوائے تین چیزوں کے: جہاد، نیت اور حشر۔''

(رواہ الهيثمی فی الزوائد، وقال: رواہ الطبرانی باسانيد ورجال احدها رجال الصحيح)

امام قعنبی نے اس حدیث کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ہجرت کا معاملہ ختم ہو گیا ہے سوائے تین امور کے (۱) جہاد کے لیے وطن چھوڑنا، (۲) ضرورت پڑنے پر ہجرت کرنے کی نیت رکھنا یا فسق و فجور سے مجتنب رہنا، اگر ان کو ختم کرنے کی استطاعت نہ ہو اور (۳) قوموں کو درپیش جلاوطنی کے موقع پر اپنا وطن مالوف ترک کرنا۔

امام خطابی رحمہ اللہ (لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الصُّبْحِ)...... ''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتے

ہیں کہ ہجرت کے دو مطلب ہیں (۱) اِکا دُکا قبائل یا کسی قبیلے کے چند افراد جب اسلام قبول کرتے تو اپنے علاقے میں کمزور اور ناتواں ہونے کی بنا پر انہیں سخت تکالیف دی جاتیں اور حددرجہ اذیت ناک سلوک کیا جاتا تو شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ ایسے لوگ ضرور اپنا وطن اور رہائشی علاقہ چھوڑیں اور مدینہ آ کر بسیرا کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شدائد اور محن کی تاب نہ لاتے ہوئے مرتد ہو جائیں اور اس طرح ان کی آخرت اندھیر ہو جائے، ویسے بھی ہجرت کرنے سے وہ اس نفسیاتی کشمکش سے نکل جائیں گے۔

(۲) ان دنوں مسلمان مدینہ منورہ میں نہایت قلیل تھے اور کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے، انہیں ساتھیوں کی ضرورت تھی لہٰذا یہ حکم تھا کہ مسلمان ہونے والا ہر شخص اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ آ کر سکونت پذیر ہو تا کہ مسلمان مضبوط ہوں اور افرادی قوت میں اضافہ ہو۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو اس چیز کی ضرورت نہ رہی کیونکہ مسلمانان مدینہ کو زیادہ ڈر اور خوف مکہ والوں ہی سے تھا اور اکثر پنجہ آزمائی انہیں کے ساتھ رہتی تھی۔ اب انہیں کہا گیا کہ اپنے اپنے علاقے میں ٹھہرے رہو، ضرورت پڑنے پر تمہیں بلا لیا جائے گا۔ باقی رہا ہجرت کی فرضیت والا معاملہ تو وہ قیامت تک کے لیے ہے۔ جب تک کفر ہے تب تک جہاد اور ہجرت کا حکم ہے، تم ہمیشہ اسلام کے غلبے کے لیے کوچ کرنے کے لیے تیار اور مستعد رہو۔

(وَلَمْ يَحِلَّ لِي اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ)...... ''اور مجھے بھی دن کا صرف کچھ حصہ اجازت دی گئی'' اس سے مراد فتح مکہ کا وقت ہے جس میں آپ ﷺ کو لڑائی اور خون بہانے کی محدود وقت کے لیے اجازت دی گئی، اس موقع پر صرف لڑائی اور ضرورت پڑنے پر خون ریزی کی اجازت دی گئی، شکار کرنے، درخت کاٹنے اور حرم کی دیگر پابندیوں کو پامال کرنے کی اجازت نہیں تھی وہ جوں کی توں برقرار تھیں، اس جملے سے وہ حضرات دلیل اخذ کرتے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ مکہ مکرمہ زبردستی بزور شمشیر فتح کیا گیا نہ کہ امن وصلح کے ساتھ، امام اوزاعی اور اہل رائے اس کے قائل ہیں۔

دوسرے حضرات آپ ﷺ کے اس ارشاد کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ آپ کو فتح مکہ کے موقع پر بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی اس لیے آپ نے دخول مکہ کے وقت سر پر سیاہ پگڑی باندھ رکھی تھی۔

(لَا يُعْضَدْ شَوْكُهُ)...... ''اس کے (درختوں کے) کانٹے تک بھی نہیں کاٹے جاسکتے۔'' اس سے مراد ایسے درخت اور خاردار جھاڑیاں ہیں جو لوگوں کی اقامت گاہ اور راہ گزر سے دور ہوں اور ان کی موجودگی لوگوں کے لیے کچھ باعث تکلیف نہ ہو۔ باقی رہے وہ تیز، نوکیلے کانٹے جیسے عوسج (ایک خاردار پودا) وغیرہ جن سے حاجیوں کو تکلیف ہو ان کو کاٹا جاسکتا ہے ان کا حکم موذی جانوروں کی طرح ہے جن کو مارنے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں: (لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا ، وَلَا تَحِلُّ لَقْطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ) ''حرم کا کوئی درخت نہ کاٹا جائے، نہ وہاں کا شکار بھگایا جائے اور حرم میں گری ہوئی چیز صرف اس

شخص کے لیے اٹھانا جائز ہے جو اس کا اعلان کرے۔'' (صحيح بخاری: ٦٨٨٠، صحيح مسلم: ١٣٥٥)

''العضد'' کا معنی ہے کاٹنا۔ حدیث مبارکہ کے ظاہر الفاظ تو اس بات کے متقاضی ہیں کہ حرم پاک سے کوئی درخت اور پودا نہ کاٹا جائے خواہ وہ لوگوں کا کاشت کردہ ہو یا خودرو ہو، امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور مسلک بھی یہی ہے لیکن اسی مسئلہ میں ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ حدیث میں وارد نہی کا تعلق انسانوں کے لگائے ہوئے درختوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان درختوں کے ساتھ ہے جو عموماً خود بخود اُگ آتے ہیں مثلاً پیلو اور جھاؤ کے درخت اور دیگر خودرو جھاڑیاں وغیرہ رہے وہ درخت اور پیڑ جن کو لگایا جاتا ہے مثلاً پھلدار درخت، خوشبودار پھول اور صنوبر وغیرہ تو ان کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔۔ ان میں فرق کی نوعیت کو یوں سمجھیے کہ محرم کیلئے شکار کھیلنا منع ہے جبکہ پالتو جانوروں کو ذبح کرنا جائز ہے۔

اکثر اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ حرم کا درخت کاٹنے والے پر فدیہ کی ادائیگی لازم ہے خواہ کاٹنے والا شخص محرم نہ ہی ہو۔ ابن زبیر، عطاء اور امام شافعی اس موقف کے قائل ہیں۔ ان بزرگوں کا کہنا ہے کہ بڑا درخت کاٹنے کی صورت میں گائے ذبح کرنا ہوگی اور چھوٹا درخت کاٹنے کی صورت میں بکری ذبح کرنا ہوگی۔ اسے اختیار ہے کہ وہ جانور ذبح کرکے حدود حرم میں رہنے والے مساکین پر تقسیم کردے یا اس جانور کی قیمت کے حساب سے غلہ لیکر ان پر تقسیم کردے یا پھر مد غلے کے بدلے ایک روزہ رکھ لے جیسا کہ شکار کے فدیے میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: حرم کا درخت کاٹنے پر کوئی تاوان نہیں، داود ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے۔ اگر کسی نے درخت کی شاخ کاٹ دی تو دیکھا جائے گا اگر وہ شاخ دوبارہ اُگنے والی ہوئی تو کوئی تاوان نہیں اور اگر دوبارہ اُگنے والی نہ ہوئی تو اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس قیمت کا غلہ خرید کر حرم کے مسکینوں پر صدقہ کیا جائے گا یا ایک مدفی یوم کے حساب سے روزے رکھے جائیں گے۔

(وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُه)...... ''حرم مکہ کے شکار کو بھگایا نہ جائے'' یعنی شکار کرنے کی غرض سے اس کا پیچھا نہ کیا جائے، نہ اسے گھبرایا جائے، حالت حلال میں شکار کرنے والے شخص پر بھی وہی فدیہ ہے جو حالت احرام میں شکار کرنے والے پر ہے، جناب عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ ایک غلام نے حرم مکہ کا ایک کبوتر قتل کردیا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے بدلے میں بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے: حرم کے شکار کا فدیہ دیتے ہوئے روزے نہیں رکھے جاسکتے (وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا)...... ''حرم مکہ کی گری ہوئی چیز وہی اٹھائے جس نے اعلان کرنا ہو'' ایک روایت میں ہے (وَلَا يَحِلَّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ)...... ''حرم مکہ کا لقطہ (گری ہوئی چیز) اٹھانا صرف اسی شخص کے لیے حلال ہے جو اعلان کرنے کی غرض سے اٹھائے'' لفظ ''منشد'' کا معنی ہے ڈھنڈورہ پیٹنے والا شخص۔ طالب علم کو بآواز بلند پڑھنے کی بنا پر ''ناشد'' کہا جاتا ہے ''نشید'' کا معنی ہے: آواز بلند کرنا۔ ''انشاد الشعر'' کا معنی ہے: اونچی آواز سے شعر کہنا۔

حرم کے لقطہ (گمشدہ چیز) کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ حرم کے لقطہ کا حکم باقی جگہوں کے لقطے سے الگ ہے۔ حرم سے چیز اٹھانے والا شخص ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے اعلان کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے، کسی طور اس چیز کا مالک قرار نہیں پاسکتا، اسے اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا اور نہ اس کو بطور صدقہ ہی دے سکتا ہے۔ مالک تک رسائی حاصل ہونے تک اس کی ذمہ برقرار رہے گی، بخلاف عام لقطہ کے کہ اس کے اعلان اور پرچار کی مدت ایک سال ہے۔ بعدازاں اسے اپنے استعمال میں لانے کی اجازت ہے، البتہ مالک پہنچ آنے کی صورت میں ادائیگی واجب ہے، جناب عبدالرحمان بن مہدی کا یہی موقف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا ظاہر قول بھی یہی ہے، حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کی گری پڑی چیز اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ (صحيح مسلم: ١٧٢٤)

جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ حل وحرم کے لقطے میں بطور حکم کوئی فرق نہیں، ان کے نزدیک (الا من عرفها) ''وہی اٹھائے جو اس کے اعلان کا ارادہ رکھتا ہو'' کا مطلب ہے کہ صرف حج کے ایام ہی میں اعلان کو کافی نہ سمجھا جائے اور اگر اس اثناء میں مالک تک رسائی حاصل نہ ہو تو اسے اپنے تصرف میں لے آیا جائے بلکہ عام لقطے کی طرح پورا سال اس کی تشہیر اور اعلان کی مہم جاری رہنی چاہیے گویا اس جملے میں اس متوقع سستی سے خبردار کیا گیا ہے جو حرم کے لقطہ سے متعلق ہونے کا امکان تھا۔

(وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهُ) ''حرم مکہ میں سے گھاس نہ کاٹی جائے'' (خلی) تروتازہ اور نرم ونازک نباتات کو کہا جاتا بہرحال حدود حرم میں سے گھاس کاٹنا جائز نہیں، خشک ہو یا تر بالخصوص جب اس گھاس کے دوبارہ ہونے کا امکان بھی نہ ہو، سوائے اذخر (خوشبو دار بوٹی) گھاس کے کہ اس کے کاٹنے کی اجازت خود شارع علیہ السلام نے دی ہے۔ اگر کوئی شخص اذخر کے علاوہ کوئی اور گھاس کاٹنے کا مرتکب ہوتا ہے تو اس پر فدیہ ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ گھاس کی قیمت کا اندازہ لگا کر اس قیمت سے غلہ تقسیم کیا جائے گا یا روزے رکھے جائیں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے حدود حرم میں جانور چرانے کو جائز قرار دیا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی اور اس کو گھاس کاٹنے کی طرح سمجھا ہے، علاج معالجے کی غرض سے اگر حدود حرم سے جڑی بوٹیاں کاٹ لی جائیں تو امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردوں نے اس کی اجازت دی ہے، جیسے اذخر گھاس کا استعمال گھر کی چھتوں اور قبروں کے لیے جائز رکھا گیا ہے۔ حدود حرم میں موجود خشک گھاس اور خشک درخت کو کاٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسے ازخود مر جانے والے شکار کو کاٹا جاسکتا ہے۔

بعض احادیث میں (وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا)...... ''حرم کے کانٹے نہ کاٹے جائیں'' کے الفاظ مذکور ہیں، اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کانٹے سخت اور خشک ہوں جیسے ایندھن ہوتا ہے، اونٹوں کے کھانے کے قابل بھی نہ ہوں تو انھیں اکھاڑنا جائز ہے، البتہ جو کانٹے دار جھاڑیاں نرم ہوں اونٹ انھیں چرتے ہوں تو اس حدیث مبارکہ کے مطابق انہیں کاٹا نہیں جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ حرم کی مٹی کہیں لے جانے کو ناپسند جانتے ہیں اور اس بات کو بھی کہ اس سے اینٹیں بنائی جائیں کہ اس مٹی کے ساتھ حرم کا تقدس وابستہ ہے، البتہ زمزم کے پانی کو تبرکا دوسرے علاقوں میں لے جانا جائز ہے۔ مروی ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہمراہ زمزم کا پانی لے جاتی تھیں اور وہ بتاتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (صحیح، ترمذی: ٩٦٣)

سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے زمزم کے پانی کے متعلق کہا میں اس کا استعمال نہانے والے کے لیے جائز نہیں سمجھتا، البتہ یہ پینے والے کے لیے حلال اور طیب ہے۔

(٢٠٠٤)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْكِسَائِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَحْمَدَ الْخَلالُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، وَأَبُو الْفَضْلِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْعَارِفُ، قَالا: أَنْبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحِيرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ، أَنْبَأَنَا الشَّافِعِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ......

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلا يَحِلُّ لِمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا، فَإِنِ ارْتَخَصَ أَحَدٌ)) فَقَالَ: ((أُحِلَّتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَحَلَّهَا لِي، وَلَمْ يُحِلَّهَا لِلنَّاسِ، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ، ثُمَّ هِيَ حَرَامٌ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، ثُمَّ أَنْتُمْ يَا خُزَاعَةُ! قَدْ قَتَلْتُمْ هَذَا الْقَتِيلَ مِنْ هُذَيْلٍ، وَأَنَا وَاللّٰهِ! عَاقِلُهُ مَنْ قَتَلَ بَعْدَهُ قَتِيلا، فَأَهْلُهُ بَيْنَ خِيرَتَيْنِ إِنْ أَحَبُّوا قَتَلُوا، وَإِنْ أَحَبُّوا أَخَذُوا الْعَقْلَ۔))

سیدنا ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلا شبہ مکہ کی حرمت اللہ نے قائم کی ہے لوگوں نے نہیں! اس لیے کسی ایسے شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں کہ یہاں خون بہائے اور کوئی یہاں کا ایک درخت بھی نہ کاٹے لیکن اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال (فتح مکہ موقع پر) سے اس کا جواز نکالے تو اس سے یہ کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اجازت دی تھی، لیکن تمہیں اجازت نہیں اور مجھے بھی تھوڑی سی دیر کے لیے اجازت ملی تھی پھر دوبارہ آج اس کی حرمت ایسی ہی قائم ہوگئی ہے جیسے پہلے تھی۔ پھر اے بنو خزاعہ! تم نے بنو ہذیل کا ایک شخص قتل کیا ہے اور اللہ کی قسم! میں اس کی دیت لینے کا حقدار ہوں (سن لو!) اس کے بعد جو کسی کو قتل کرے گا تو مقتول کے ورثاء کو دو باتوں

(٢٠٠٤) أخرجه البخاري: ١٠٤، ١١٢، ١٨٣٢، ٦٨٨٠، و مسلم: ١٣٥٤

میں سے ایک کا اختیار ہوگا۔ چاہیں تو اپنے مقتول کے بدلے
قاتل کوقتل کرڈالیں اور اگر چاہیں تو دیت وصول کرلیں۔

شرح یہ روایت بخاری ومسلم میں قتیبہ عن اللیث عن سعید المقبری کی سند سے مذکور ہے لیکن اس میں بنو خزاعہ کے مقتول کا ذکر نہیں اور بخاوی ومسلم ہی میں یہ روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (بجائے سیدنا ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ) کے واسطے سے مذکور ہے اس میں بنوخزاعہ کے مقتول کا ذکر ہے اور کچھ اضافہ بھی ہے کہ یمن کے باشندے ابو شاہ نے کھڑے ہوکر کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے یہ خطبہ لکھ دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوشاہ کو (خطبے کا مضمون) لکھ دو۔'' (ایضاً)

یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین لکھنے اور مدون کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ اکثر سلف اور خلف کا یہی موقف ہے کہ علمی کتب لکھی اور شائع کی جاسکتی ہیں۔

آپ کے ارشاد مبارک: ''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ یہاں خون بہائے'' سے خون ریزی کی حرمت ثابت ہوتی ہے خواہ کسی نے قتل کیا ہو یا نہ۔

(۲۰۰۵)۔ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَعْيَنَ، أَخْبَرَنَا مَعْقِلٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ۔))

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''مکہ مکرمہ میں مسلح ہوکر چلنا کسی کے لیے حلال نہیں۔''

شرح یہ حدیث صحیح ہے، گزشتہ حدیث مبارکہ کا جملہ (وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ)...... ''مجھے بھی تھوڑی سی دیر کے لیے اجازت ملی تھی'' اس کے مضمون کی تائید کرتا ہے، آپ کو بھی ناحق خون بہانے کی اجازت قطعاً نہ تھی بلکہ جن لوگوں سے لڑائی حدود حرم سے باہر جائز تھی صرف ان کے حق میں اجازت دی گئی کہ حرم میں ہونے کی بنا پر ان کے خون کو محترم نہ خیال کیا جائے بلکہ یہاں بھی انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے گویا ان لوگوں کے حق میں چند گھنٹوں کے واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرم کو حل قرار دے دیا گیا۔

اہل علم کا اس شخص کی بابت اختلاف ہے جو حرم سے باہر گناہ کا مرتکب ہو لیکن پھر حرم میں داخل ہوکر نظر بند ہو جائے۔ کیا ایسے شخص کو قرار واقعی سزا دی جاسکتی ہے اور اس کا قتل مباح ہے یا نہیں؟ ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایسے شخص کا

(۲۰۰۵) أخرجه مسلم: ۱۳۵٦

خون حرم میں بہانا حلال ہے۔ مروی ہے کہ جناب ابوشریح نے عمرو بن سعید کو یہ حدیث اس وقت سنائی جب وہ مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیے لشکر بھیج رہا تھا، تو عمرو بن سعید نے کہا: اے ابوشریح! مجھے اس حدیث کا تجھ سے کہیں زیادہ علم ہے۔ یقیناً حرم کسی نافرمان، قاتل اور چور شخص کو پناہ نہیں دیتا۔

(خربة) سے مراد چوری ہے، خصوصاً اونٹوں کی چوری، اہل عرب چوروں کو''خُراب'' کہتے ہیں۔

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ظلماً قتل ہونے والے شخص کے ورثاء کو اختیار حاصل ہے کہ وہ قاتل سے قصاص لیں یا دیت وصول کرلیں، اگر مقتول کے ورثاء دیت لینے پہ راضی ہوجائیں تو قاتل کو اچھے انداز کے ساتھ دیت کی ادائیگی کردینی چاہیے، اسی قسم کی بات سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جناب سعید بن مسیّب، شعبی، ابن سیرین، عطاء، قتادہ اسی کے قائل ہیں نیز امام شافعی احمد اوراسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

کچھ علماء کا خیال ہے کہ مقتول کے اولیاء صرف قصاص لینے کے مجاز ہیں، دیت وصول کرنے کی صورت میں قاتل کا رضا مند ہونا بھی ضروری ہے، حسن بصری، نخعی، مالک اور اہل رائے اس کے قائل ہیں۔

(فَأَهْلُهُ بَيْنَ خِيرَتَيْنِ)...... ''مقتول کے ورثاء کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے۔'' لفظ اھل سے ثابت ہوا کہ قصاص اور دیت میں تمام اہل خانہ، مردوزن شریک ہیں، قصاص لینے کی صورت میں سب سے مشاورت اور دیت لینے کی صورت میں سب کو ادائیگی ضروری ہے۔

(اِنْ أَحَبُّوْ قَتَلُوْا) ''اگر چاہیں تو قتل کردیں'' کے جملے سے ثابت ہوا کہ قصاص لینے کی صورت میں سب حضرات سے مشاورت ضروری ہے، صرف کچھ افراد کا فیصلہ ٹھونسنا درست نہیں۔ اگر ورثاء میں سے کچھ نابالغ بچے ہوں تو ان کی بلوغت کا انتظار کیا جائے جیسے ورثاء میں سے کوئی سفر میں ہو تو اس کے آنے تک قصاص کو مؤخر کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: بالغ حضرات، نابالغ حضرات کے بلوغت تک پہنچنے سے پہلے پہلے معاملہ نمٹا سکتے ہیں۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف اپنے دونوں شاگردوں ابو یوسف اور محمد سے جداگانہ ہے۔

(79)......بَابُ دُخُوْلِ مَكَّةَ بِلَا إِحْرَامٍ

مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا

(٢٠٠٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَلِيٍّ زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْهَاشِمِيُّ السَّامَرِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

(٢٠٠٦) أخرجه البخاري: ١٨٤٦، ٣٠٤٤، و مسلم: ١٣٥٧

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ، جَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اقْتُلُوهُ)) قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمِئِذٍ مُحْرِمًا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خول تھا، جس وقت آپ نے اتارا تو ایک شخص نے خبر دی کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹک رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے قتل کردو۔'' امام ابن شہاب رحمہ اللہ (زہری) نے کہا: آپ ﷺ اس دن بغیر احرام کے تھے۔

(۲۰۰۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُرَيْحٍ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ......

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ والے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ پگڑی باندھ رکھی تھی۔

شرح امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے حالت احرام میں ہونا ضروری نہیں۔ ائمہ کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ کچھ تو اس موقف کے قائل ہیں کہ مکہ شریف میں ذاتی ضروریات کے لیے آنے جانے والے حضرات کے لیے احرام واجب نہیں، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی کے قائل ہیں، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ (ایک قول کے مطابق) کا مسلک بھی یہی ہے مثلاً مکہ کا رہائشی شخص اگر کسی ضرورت سے حدود حرم سے باہر نکلے، پھر واپس آئے تو اس کے لیے احرام پہننا واجب نہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ مکہ شریف میں ہر داخل ہونے والے کے لیے احرام ضروری ہے۔ ایک تیسرے گروہ کا خیال ہے کہ سوکھی لکڑیاں چننے والوں کے علاوہ سب لوگوں پر احرام کی پابندی ضروری ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ میقات سے گزر کر آنے والے ہر شخص پر احرام باندھنا ضروری ہے۔ یہ اہل رائے کا موقف ہے۔

آپ ﷺ نے بیت اللہ کے اندر ابن خطل کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حرم کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور یہ کہ مجرم کی سزا میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ابن خطل کا نام عبداللہ تھا یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا، نبی کریم ﷺ نے ابن خطل کو ایک انصاری صحابی کے ہمراہ کسی مہم میں بھیجا اور انصاری کو امیر سفر بنا دیا، جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو

(۲۰۰۷) أخرجه مسلم: ۱۳۵۸

ابن خطل نے انصاری پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کا مال لوٹ لیا۔ ابن خطل کی خیانت کی بنا پر آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔

(80)......بَابُ خَرَابِ الْكَعْبَةِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ

آخری زمانے میں کعبہ کے ویران ہونے کا بیان

(۲۰۰۸)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ......

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی خراب کرے گا۔''

شرح: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گویا میری نظروں کے سامنے وہ پتلی ٹانگوں والا سیاہ آدمی ہے جو خانہ کعبہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا۔'' (صحیح بخاری: ۱۵۹۵)

(ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ) ''پتلی پنڈلیوں والا'' لفظ ساق کی تصغیر ہے، آپ نے پنڈلیوں کے لیے تصغیر کا لفظ استعمال فرمایا کیونکہ اس کی پنڈلیاں باریک اور چھوٹی ہوں گی (افحج) ایسا شخص جس کے پنجے چلتے وقت تو نزدیک رہیں اور دونوں ایڑیوں میں فاصلہ رہے، حبشی لوگوں کے جسم اسی ڈھب کے ہوتے ہیں، وہ حبشی مردود جو قیامت کے قریب کعبہ ڈھائے گا وہ اسی شکل کا ہوگا۔

(81)......بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ

مدینہ منورہ کے حرم کا بیان

(۲۰۰۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِيُّ ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّفَّارُ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْبِرْتِيُّ ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ: مَا كَتَبْنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ

(۲۰۰۸) أخرجه البخاري: ۱۵۹٦ ، و مسلم: ۲۹۰۹

(۲۰۰۹) أخرجه البخاري: ۱۸۷۰ ، ۳۱۷۲ ، ٦۷٥٥

إِلا الْـقُرْآنَ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الْمَدِينَةُ حَـرَامٌ مَـا بَيْـنَ عَيْـرٍ إِلَـى ثَوْرٍ ، فَمَنْ أَحْدَثَ حَـدَثًـا ، أَوْ آوَى مُـحْدِثًا ، فَعَلَيْهِ لَعَنَةُ اللّٰهِ ، وَالْـمَـلائِـكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ، لا يُقْبَلُ مِنْهُ صَـرْفٌ وَلا عَـدْلٌ ، ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ ، يَسْـعَـى بِهَـا أَدْنَـاهُـمْ ، فَمَنْ أَخفَرَ مُسْلِمًا ، فَـعَـلَيْــهِ لَـعْـنَةُ الـلّٰــهِ وَالْمَلائِكَةِ وَالنَّـاسِ أَجْـمَـعِيـنَ ، لا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلا عَدْلٌ ، وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ الـلّٰـهِ ، وَالْـمَـلائِكَةِ ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ، لا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلا عَدْلا ۔))

سے قرآن مجید اور جو اس صحیفہ میں مرقوم ہے کے سوا کوئی چیز (شرعی احکام سے متعلق) نہیں لکھی، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ عیر پہاڑی سے لے کر ثور پہاڑ تک حرم ہے، جس نے اس حد میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے، اس سے کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل، تمام مسلمانوں میں سے کسی کا بھی عہد کافی ہے، ان کا کم تر شخص بھی اس کی حفاظت کے لیے کوشش کا پابند ہے۔ جس نے کسی مسلمان کی (دی ہوئی امان میں) بدعہدی کی تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل اور جو کوئی اپنے مالک کو چھوڑ کر اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو مالک بنائے، اس پر اللہ تعالیٰ، تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ نہ اس کی فرض عبادت قبول کرتے ہیں نہ نفل۔''

شرح ایک روایت میں عیر کے بجائے (مَـابَيْنَ عَايِرِ الى ثَوْر) کے الفاظ منقول ہیں۔ امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں عایر اور ثور دو پہاڑ ہیں، بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ باشندگان مدینہ کسی ثور پہاڑ سے واقف نہیں، ثور پہاڑ تو مکہ مکرمہ میں ہے۔ ان کے خیال کے مطابق حدیث کے الفاظ یوں ہیں (مَـابَيْـنَ عَايِرٍ اِلَى أَحُدٍ) ''مدینہ منورہ عائر اور احد (دو پہاڑوں) کے مابین حرم ہے۔''

اہل علم کے مابین مدینہ منورہ کے حرم میں شکار کرنے اور درخت کاٹنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور اکثر فقہاء کا موقف ہے کہ حرم مدینہ سے شکار کرنے اور درخت کاٹنے والے شخص پر کوئی سزا نہیں۔

ایک قوم نے کہا: مدینہ منورہ کا مذکورہ حدود میں حرم ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ کی طرح محترم اور مقدس ہے۔ رہا وہاں سے شکار کرنا ور درخت کاٹنا تو وہ ممنوع نہیں۔ ان حضرات کی دلیل سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے: ''اے ابوعمیر! نغیر کا کیا بنا؟''

(صحیح بخاری: ٦١٢٩، صحیح مسلم: ٢١٥٠)

نغیر ایک پرندے کا نام ہے جو کہ شکار ہے، کوئی پالتو جانور نہیں۔ اگر حرم مدینہ میں شکار کرنا منع ہوتا تو ابوعمیر کا یہ

پرندہ پکڑنا جائز نہ ہوتا اور آپ ﷺ ضرور اس سے روکتے جبکہ منع کا تذکرہ کہیں نہیں۔

کچھ علماء کی رائے ہے کہ حرم مدینہ سے درخت کاٹنا تو حرام ہے البتہ شکار کی اجازت مذکورہ روایت کی بنا پر ہے، کچھ دوسرے علماء دونوں کی حرمت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک یہ پرندہ حرم مدینہ کی حدود کے باہر سے پکڑ کر مدینہ لایا گیا تھا، اندرون حرم سے نہیں پکڑا گیا تھا اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

ابن ابی ذئب کے نزدیک حرم مدینہ سے شکار کرنے والے اور درخت کاٹنے والے شخص پر فدیہ ہے، ان کی دلیل یہ روایت ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں مدینہ کے دونوں پتھر یلے میدانوں کے مابین جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں، وہاں سے درخت نہ کاٹے جائیں اور شکا نہ کھیلا جائے۔''

مروی ہے کہ سیدنا سعد، سیدنا زید اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم حرم مدینہ سے شکار کرنا حرام سمجھتے تھے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں ہرن کو مدینہ میں چرتا ہوا پالوں تو اسے کبھی پریشان نہ کروں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''مدینہ کے دونوں پتھریلے میدانوں کا درمیانی خطہ حرم ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۸۸۹، صحیح مسلم: ۱۳۶۰)

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے چند لڑکوں کو دیکھا جو ایک لومڑ کو ہراساں کر رہے تھے اور وہ ایک گوشے میں بکا ہوا تھا تو انہوں نے لڑکوں کو بھگا دیا اور کہا: کیا اللہ کے رسول کے حرم میں ایسا کیا جا رہا ہے۔ (مؤطا امام مالك: ۱٦٤٧)

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حرم مدینہ سے شکار کیے ہوئے ایک پرندے کو شکاری کے ہاتھ سے لے کر اڑا دیا۔

فائدہ: صحیح احادیث سے مدینہ شریف کی حرمت ثابت ہے جس طرح مکہ شریف کی حرمت ہے، مدینہ کے لیے بھی حدود حرم متعین ہیں جن کے اندر وہ سارے کام ناجائز ہیں جو حرم مکہ میں ناجائز ہیں۔ اہل حدیث کا یہی مسلک ہے کہ مدینہ بھی مکہ ہی کی طرح حرم ہے۔ (ع،س)

رہا یہ مسئلہ کہ حرم مدینہ سے شکار کرنے اور درخت کاٹنے والے کی جزاء کیا ہے، کسی عالم سے اس بارے میں کوئی صحیح بات منقول نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول ہے کہ حرم مدینہ سے شکار کرنے والے شخص اور درخت کاٹنے والے کا سارا ساز وسامان بطور جرمانہ ضبط کر لینا چاہیے، جناب عامر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سوار ہو کر اپنے محل واقع وادی عقیق جا رہے تھے کہ انہوں نے ایک غلام کو درخت کاٹتے ہوئے یا پتے جھاڑتے ہوئے پایا تو اس کا مال واسباب ضبط کر لیا، غلام کے مالک سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر غلام سے لیے ہوئے مال کی بازیابی کیلئے عرض گذار ہوئے۔ تو انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ! میں وہ چیز قطعاً واپس نہیں کروں گا جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے مرحمت فرمائی ہو اور انہوں نے واقعتاً کچھ لوٹانے سے انکار کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۳٦٤)

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: مدینہ منورہ سے بیری کے درخت کاٹنے سے روکنے کی حکمت یہ ہے کہ درخت خوبصورتی کا

باعث ہیں، ہریالی اورسبزہ آنے والوں کی دلچسپی کا سبب ہے اور موسم گرما میں ان سے سایہ حاصل ہوتا ہے۔

(مَنْ آوَی مُحْدِثاً) ''جس نے مدینہ میں کسی بدعتی کو پناہ دی'' محدثاً کا لفظ دال کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ مروی ہے، دال کے کسرہ کے ساتھ معنی ہے: بدعت کا ارتکاب کرنے والا شخص اور دال کے فتحہ کے ساتھ معنی ہے: بدعتی عمل جو سنت سے ثابت نہ ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ محدثاً سے مراد جرائم پیشہ شخص ہے اور پناہ دینے کا مطلب ہے اسے شرعی سزا سے بچانے کے لیے تگ ودو کرنا۔

(لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ)...... ''اس کا نفل فرض کچھ قبول نہیں'' کہا گیا ہے کہ عدل سے مراد فرض عبادات ہیں اور صرف سے مراد نفل عبادات ہیں۔ لفظ صرف کے لغوی معنی منافع اور بڑھوتری کے ہیں۔ ابو عبید نے کہا: صرف سے مراد توبہ ہے اور عدل سے مراد فدیہ ہے۔ اسی معنی میں یہ لفظ قران مجید میں استعمال ہوا ہے: ﴿وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا﴾...... ''اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے۔'' (سورۂ انعام:۷۰)

مزید ارشاد ہے: ﴿لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ﴾...... ''نہ کسی شخص سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا۔'' (سورۂ بقرہ:۱۲۳)

لفظ صرف بھی قرآن مجید میں مستعمل ہے: ﴿فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صرفًا﴾...... ''اب نہ تو تم میں عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے۔'' (سورۂ فرقان:۱۹) بعض علماء اس لفظ کا یہی معنی مراد لیتے ہیں۔

(يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ)...... ''کم تر شخص بھی پناہ دے سکتا ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا کم مرتبے والا شخص اگر کفار میں سے کسی کو پناہ دے ڈالے تو اس کی پناہ کو تسلیم کیا جائے گا اگرچہ وہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ وہ جہاد میں اپنے آقاؤں کی اجازت سے آیا ہو یا بغیر اجازت لیے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جہاد میں اس غلام کی دی گئی پناہ کو درست تسلیم نہیں کرتے جو اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر جہاد کر رہا ہو۔

اس پناہ سے مقصود کفار کے اکا دکا افراد کو پناہ دینا ہے جو مسلمانوں کے کسی فرد کی طرف سے دے دی گئی ہو، رہا پناہ اور صلح کے معاہدات کرنا تو یہ مسلمانوں کے لیڈر اور راہنما کا ہی کام ہے اور اس کی شراکت اور مشاورت کے بغیر کیا ہوا معاہدہ درست اور قابل عمل تسلیم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس قسم کے معاملات میں مسلم امت کے عمومی حالات اور مفادات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے امیر المؤمنین کے سوا یا خارجہ امور کے ماہر شخص کے علاوہ یہ معاہدات ممکن نہیں۔

(فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا)...... ''جس نے کسی مسلمان کے دیے ہوئے عہد وامان کو توڑا'' اخفر کے اندر سلب ماخذ پایا جاتا ہے کیونکہ خفر کا معنی ہے: عہد کی پاسداری کرنا۔

(مَنْ وَالِى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ) ......''اور جو (آزاد شدہ غلام) اپنے آزاد کرنے والوں کی اجازت کے بغیر کسی اور قوم کی طرف اپنے آزاد ہونے کی نسبت کرلے۔''

آزاد شدہ غلام (مولیٰ) اجازت لے کر بھی اپنی نسبت کو فروخت یا تبدیل نہیں کرسکتا، یہ عمل حرام ہے، حدیث میں

(بغیر اذن موالیہ) کا ذکر قید ''اتفاقی'' ہے ''احترازی'' نہیں۔ کیونکہ آزادی کی نسبت بھی ایک تعلق ہے جس طرح نسب ایک تعلق ہے، تو جس طرح نسب بدلا نہیں جا سکتا، اس نسبت کو بھی نہیں بدلا جا سکتا۔

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وادی وج کا شکار اور اس کے خار دار درخت حرام ہیں اور اللہ کی خاطر حرام کیے گئے ہیں۔'' (ضعیف، ابوداود: ۲۰۳۲)

''وج'' طائف میں ایک وادی کا نام ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''املاء'' کے اندر لکھا ہے کہ وادی وج سے شکار نہ کیا جائے نہ درخت کاٹے جائیں لیکن انہوں نے خلاف ورزی کرنے والے پر کسی فدیہ وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔

''التلخیص'' کتاب کے مصنف نے لکھا ہے کہ وادی وج کی حرمت پامال کرنے والے شخص کو حاکم وقت سزا دے اور اس سے باز پرس کرے۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: وادی وج کی حرمت کے متعلق کوئی مضبوط بات میرے علم میں نہیں، ممکن ہے مسلمانوں کے اجتماعی فائدے کے لیے اسے بطور چراگاہ محفوظ قرار دیا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی حرمت عارضی اور وقتی نوعیت کی ہو، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا ہو اور اب اس کا معاملہ دیگر مقامات کی طرح اباحت پہ مبنی ہو۔

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ وادی وج کی حرمت کے قائل ہیں مگر وہ جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ ضعیف ہے، لہٰذا راجح بات یہ ہے کہ وادی وج کا شکار اور اس کے درخت حلال ومباح ہیں کیونکہ اصل اباحت ہے اور اصل سے منتقل کر دینے والی مذکورہ حدیث قابل حجت نہیں۔ (ع،س)

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا: نقیع چراگاہ کا حکم بھی یہی ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے عمومی فائدے کے لیے مختص فرما دیا تھا کہ وہاں زکاۃ کے اونٹ اور جزیہ کے جانور چریں، وہاں شکار ہوسکتا ہے کیونکہ منع سے مقصود تو یہ ہے کہ ہریالی، شادابی اور گھاس کو نقصان نہ پہنچے، شکار سے اس قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوتا، اس وادی سے درخت کاٹنے کی صورت میں صاحب تلخیص نے لکھا ہے کہ کاٹنے والے پر فدیہ پڑے گا جیسے حرم سے گھاس کاٹنے والا کا معاملہ ہے، نقیع چراگاہ کی خرید وفروخت ممنوع ہے، نہ ہی اس کے درخت بیچے جا سکتے ہیں، اس کی حیثیت وقف شدہ جائداد کی سی ہے۔

(82)......بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَحُبِّ النَّبِيِّ ﷺ إِيَّاهَا وَدُعَائِهِ لَهَا

مدینہ منورہ کی فضیلت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے محبت اور اس شہر کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا بیان

(۲۰۱۰)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ......

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ طَلَعَ   سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے

(۲۰۱۰) أخرجه البخاري: ۳۳۶۷، و مسلم: ۱۳۶۵

لَـهُ أُحُـدٌ، فَـقَالَ: ((هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لابَتَيْهَا۔))

رسول ﷺ کو جب احد پہاڑ دکھائی دیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ وہ پہاڑ ہے جس سے ہم محبت کرتے ہیں اور وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا تھا اور میں اس کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کے خطے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں۔''

شرح (لَابَة) ایسا وسیع میدان جس میں سیاہ پتھر اور سنگریزے ہوں، اس کی جمع قلت ''لابات'' اور جمع کثرت ''اللاب'' اور ''اللّوابُ'' آتی ہے۔

(مَا بَيْنَ طَرَفَيْهَا) یعنی مدینہ منورہ کے دونوں اطراف کے درمیان والا علاقہ۔ آپ ﷺ نے جو احد پہاڑ کے متعلق فرمایا: ''یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں'' امام خطابی نے کہا: اس سے مراد مدینہ منورہ کے رہائشی اور سکونت پذیر لوگ ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث کو تاویلات کی بھینٹ چڑھانے کی بجائے ظاہری معنی پر محمول کرنا ہی بہتر اور اولیٰ ہے اور اس چیز کا ہرگز انکار نہیں کرنا چاہیے کہ جمادات اور غیر جاندار اشیاء، انبیاء اولیاء اور اہل تقویٰ وصلاح کی محبت سے سرشار ہیں۔ دیکھیے! مسجد نبوی میں موجود کھجور کے خشک تنے نے آپ ﷺ کی مفارقت اور جدائی کے صدمے سے رونا اور بلبلانا شروع کردیا تھا حتی کہ مسجد میں موجود سب افراد نے اس کا رونا سنا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے خاموش کرایا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بتایا کہ فلاں پتھر مجھے نبوت سے قبل سلام کیا کرتا ہے، ان صحیح روایات کی موجودگی میں اس بات کے انکار کی قطعی گنجائش نہیں کہ احد پہاڑ اور مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہو اور آپ کے وجود مسعود کو مدینہ میں نہ پا کر تڑپ جاتا اور بے تاب ہو جاتا ہو خود آپ ﷺ کی بیقراری کا عالم بھی یہی ہوتا۔ آپ بھی مدینہ واپسی کے لیے جلدی کرتے اور مدینہ کے درودیوار دیکھتے ہی سکون اور راحت محسوس کرتے یعنی محبت وپیار کی کشاکش دونوں طرف سے تھی، جیسے کھجور کا تنا آپ کے وجود کا لمس محسوس کرتے ہی سکون پا گیا اور آپ نے بھی اس کے ساتھ نرمی، پیار اور ملائمت کا برتاؤ کیا۔

(٢٠١١)۔ أَخْبَـرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ......

عَـنْ أَنَـسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَـانَ إِذَا قَـدِمَ مِنْ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب

(٢٠١١) أخرجه البخاري: ١٨٨٦

سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِينَةِ، أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا۔

کبھی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری تیز فرما دیتے اور اگر کسی جانور کی پشت پر ہوتے تو مدینہ کی محبت میں اسے ایڑ لگاتے۔

(۲۰۱۲)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوا بِهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا، اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ)) ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَلِيدٍ يَرَاهُ، فَيُعْطِيهِ ذَلِكَ الثَّمَرَ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ جب پہلا پھل اتارتے تو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے، آپ پھل کو پکڑ کر یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت فرما اور ہمارے شہر میں برکت فرما اور ہمارے صاع اور مد میں برکت فرما۔ اے اللہ! بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، خلیل اور نبی ہیں اور میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں، انہوں نے مکہ کے لیے دعا کی تھی اور میں تجھ سے مدینہ کے لیے ویسی ہی دعا کرتا ہوں جیسی انہوں نے مکہ کے لیے کی تھی اور اسی قدر مزید دعا کرتا ہوں۔'' پھر آپ کسی چھوٹے بچے کو بلا کر وہ پھل عنایت فرما دیتے۔

شرح (وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا)...... ''ہمارے صاع اور مد میں برکت فرما'' یہ دو غلہ ناپنے کے پیمانے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ہماری ان اشیاء میں برکت فرما جو ان پیمانوں سے ناپی جاتی ہیں گویا ان الفاظ سے آپ نے اہل مدینہ کی روزی کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

(۲۰۱۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُوبَكْرٍ، وَبِلَالٌ، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا،

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو سیدنا ابو بکر اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما بخار میں مبتلا ہو گئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

(۲۰۱۲) أخرجه مسلم: ۱۳۷۳

(۲۰۱۳) أخرجه البخاري: ۳۹۲۶

فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ، كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَتْ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ: كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ، وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ، فَيَقُولُ: أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، وَصَحِّحْهَا لَنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ.))

میں ان دونوں کے پاس جاتی اور کہتی: اے ابا جی! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اور اے بلال! آپ کی صحت کیسی ہے؟ کہتی ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب بخار چڑھتا تو یہ شعر پڑھتے: كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ۔ (ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے حالانکہ اس کی موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔) اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اترتا تو آپ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے: أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ۔ (کاش! میں ایک رات مکہ کی وادی میں گزار سکتا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل (گھاس) ہوتیں، کاش ایک دن مجنہ کے پانی پر پہنچتا اور کاش! میں شامہ اور طفیل (پہاڑوں) کو دیکھ سکتا۔) راوی نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی طرح پیدا کردے جس طرح مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ! اور مدینہ کی آب وہوا ہمارے لیے صحت افزا کردے اور ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت فرمادے اور یہاں کے بخار کو جحفہ میں بھیج دے۔''

شرح (وُعِكَ) ''بخار چڑھ گیا'' بخار زدہ شخص کو عربی میں ''موعوک'' کہتے ہیں (يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ) اپنی آواز کو بلند کرتے (الاذخر) مشہور ومعروف گھاس

(الجليل) یہ بھی ایک قسم کا گھاس ہے، کہا گیا ہے کہ یہ سفید پھولوں والی ایک بوٹی ہے (مِجَنّة) مکہ کے قریب ایک بازار کا نام ہے۔

(شَامَةٌ وَطَفِيل) دو چشموں کے نام ہیں۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: میں یہ سمجھتا تھا کہ شامہ اور طفیل دو پہاڑ ہیں۔ بعد ازاں مجھ پر واضح ہوا کہ یہ دو چشموں کے نام ہیں۔

جحفہ ان دنوں یہود کا مسکن تھا اس لیے آپ نے بخار کے وہاں منتقل ہو جانے کی دعا فرمائی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ خواتین مردوں کی بیمار پرسی کر سکتی ہیں۔ سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا نے مسجد میں مقیم ایک انصاری شخص کی عیادت کی تھی۔

(٢٠١٤)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نُبَيْهٍ الْكَعْبِيِّ......

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْقَرَّاظِ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ أَرَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِدَهْمٍ أَوْ بِسُوءٍ، أَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔))

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اہل مدینہ کے لیے کسی آفت کا سبب بنے گا یا ان کی برائی چاہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھول دیں گے جیسے نمک پانی میں گھل جایا کرتا ہے۔“

شرح: (دَهْم) بڑی آفت اور عظیم مصیبت، جیش دھم کا معنی بڑا لشکر ہے۔

(٢٠١٥)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ......

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَأَصَابَ الْأَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِينَةِ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَقِلْنِي بَيْعَتِي، فَأَبَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَهُ، فَقَالَ:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی، مدینہ میں رہتے ہوئے اعرابی کو بخار چڑھ گیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے محمد! میری بیعت توڑ دیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا، وہ پھر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری بیعت واپس کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا،

(٢٠١٤) أخرجه البخاري: ١٨٧٧، و مسلم: ١٣٨٧

(٢٠١٥) أخرجه البخاري: ٧٢٠٩، و مسلم: ١٣٨٣

أَقِلْنِي بَيْعَتِي، فَأَبَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَائَهُ فَقَالَ: أَقِلْنِي بَيْعَتِي، فَأَبَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طِيِّبُهَا۔))

وہ تیسری بار آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری بیعت توڑ دیجیے، رسول اللہ ﷺ نے انکار کیا تو اعرابی نکل بھاگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ کی مثال بھٹی کی سی ہے کہ میل کچیل کو دور کر کے خالص جوہر کو نکھار دیتی ہے۔''

شرح (الكِيْر) لوہار کی دھونکنی (الكور) لوہار کی بھٹی جو مٹی سے بنی ہو، یعنی مٹی کی انگیٹھی، (يَنْصَع) وہ خالص کر دیتا ہے۔ ہر خالص اور آمیزش سے پاک چیز کو ''ناصع'' کہا جاتا ہے۔

(٢٠١٦)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ، يَقُولُ:......

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى، يَقُولُونَ: يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِينَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ایک ایسے شہر (میں ہجرت) کا حکم ہوا ہے جو دوسرے شہروں کا کھالے گا (یعنی سب کا سردار بنے گا) منافقین اسے یثرب کہتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے وہ (برے) لوگوں کو اس طرح برباد کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

شرح (تاكل القرى) ''بستیوں کو کھالے گی'' یعنی تمام بستیوں کا رزق (خراج اور غنیمت کی صورت میں) کشاں کشاں اس بستی کی طرف چلا آئے گا۔ مراد یہ ہے کہ اس بستی کے باشندے فتوحات کریں گے۔ آپ نے کھانے کی نسبت بستی کی طرف فرمائی ہے اس قسم کا پیرایہ کلام قرآن مجید میں بھی ہے: ﴿يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ﴾...... ''وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا۔'' (سورۂ یوسف: ۴۸)

آیت کریمہ میں کھانے کی نسبت سالوں کی طرف کی گئی ہے حالانکہ اس سے مراد ان سالوں میں زندہ افراد ہیں جو اناج کھائیں گے۔

امام ابو حاتم نے کہا یہ ایک تمثیلی انداز ہے جو ہر زبان میں پایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء تو مدینہ سے

(٢٠١٦) أخرجه البخاري: ١٨٧١، و مسلم: ١٣٨٢

ہوئی لیکن اس کی تعلیمات ساری دنیا کی بستیوں تک پہنچ جائیں گی اور اسلام دنیا کے تمام ادیان پر چھا جائے گا گویا اسلام نے ساری بستیوں اور شہروں کو نگل لیا۔ قریۃ کا لغوی معنی ہے: جمع ہونا اور اکٹھا ہونا چونکہ ایک بستی میں مختلف لوگ اور خاندان مل جل کر رہتے ہیں اس لیے دیہات اور گاؤں کو عربی زبان میں ''قریۃ'' کہا جاتا ہے۔

مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ایک مرتبہ مدینہ سے جانے کے لیے نکلے تو پلٹ کر مدینہ منورہ پر نظریں ڈالیں اور رو پڑے، پھر گویا ہوئے: اے مزاحم! کیا تجھے خوف نہیں آتا، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان لوگوں میں شامل ہوں جنہیں مدینہ نے نکال باہر کیا ہو۔

(۲۰۱۷)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَنْبَأَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ......

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقُولُ: ((تَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ لا يَغْشَاهَا إِلا الْعَوَافِي)) يُرِيدُ عَوَافِي السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ، وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيدَانِ الْمَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا، فَيَجِدَانِهَا وُحُوشًا حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ''تم لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں چھوڑ جاؤ گے، پھر وہ ایسا اجاڑ اور ویران ہو جائے گا کہ وہاں وحشی جانور، درند اور پرند پھرنے لگیں گے اور آخر میں مزینہ کے دو چرواہے مدینہ آئیں گے تاکہ اپنی بکریوں کو ہانک لے جائیں لیکن وہاں انہیں صرف وحشی جانور نظر آئیں گے آخر ثنیۃ الوداع تک جب پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔''

(۲۰۱۸)۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّالِحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الصَّيْرَفِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ، أَخْبَرَنَا أَنَسٌ هُوَ ابْنُ عِيَاضٍ، عَنْ هِشَامٍ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ......

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ

سیدنا سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

(۲۰۱۷) أخرجه البخاري: ۱۸۷٤، و مسلم: ۱۳۸۹

(۲۰۱۸) أخرجه البخاري: ۱۸۷٥، و مسلم: ۱۳۸۸

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((تُفْتَحُ الْيَمَنُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الشَّامُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ)) وَفِي رِوَايَةِ أَنَسِ بْنِ عِيَاضٍ: ((ثُمَّ تُفْتَحُ الشَّامُ، ثُمَّ تُفْتَحُ الْعِرَاقُ۔))

رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''یمن فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو ان کی بات مان جائیں گے سوار کر کے مدینہ سے (واپس یمن کو) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر تھا اور شام فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو تیز دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور جو ان کی بات مانیں گے اپنے ساتھ (شام واپس) لے جائیں گے۔ کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر تھا۔ اور عراق فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو تیز دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور جو ان کی بات مانیں گے اپنے ساتھ (عراق واپس) لے جائیں گے۔ کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر تھا۔'' انس بن عیاض کی روایت کے الفاظ یوں ہیں: (ثُمَّ تُفْتَحُ الشَّامُ ثُمَّ تُفْتَحُ الْعِرَاقِ)

شرح (يَبُسُّوْن) ''تیز چلنا'' نرمی سے جانوروں کو ہانکنا۔ یہ باب بس یبس بسا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾ ...... ''اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے چلا دیا جائے گا۔'' (سورۂ واقعہ: ۵) دوسرے مقام پر پہاڑوں کو چلائے جانے کے لیے واضح الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا﴾ ...... ''اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سراب ہو جائیں گے۔'' (سورۂ نبا: ۲۰)

ایک قول کے مطابق یہ لفظ با کے کسرہ کے ساتھ یبسون ہے جس کے معنی ہیں: جانور کو ہنکانے اور تیز چلانے کے لیے بس بس کہنا، جانوروں کو چلانے کے لیے یہ لفظ اہل یمن کے ہاں مستعمل ہے۔

(۲۰۱۹)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّاهِرِيُّ، بِدَنْدَانَقَانَ، أَخْبَرَنَا وَالِدِي أَبُو الْفَضْلِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الزَّاهِرِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو وَاثِلَةَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحُسَيْنِ الْمُزَنِيُّ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ،

(۲۰۱۹) أخرجه مسلم: ۱۳۸۷

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا الْعَلاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لا يَصْبِرُ عَلَى لَأْوَاءِ الْمَدِينَةِ وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي إِلا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ شَهِيدًا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مدینہ میں رہائش اختیار کرنے کی صورت میں درپیش سختیوں اور شدتوں پر میری امت کا جو فرد صبر کا مظاہرہ کرے گا میں روز قیامت اس کے لیے سفارش کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔“

شرح: (لأواء) ”تنگیاں، ترشیاں اور مشکل حالات“

(۲۰۲۰)۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْفَضْلِ زِيَادُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَنَفِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُعَاذٍ الشَّاهُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمَأْمُونِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُبَشِّرٍ الْوَاسِطِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ......

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ، أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَفْعَلْ، فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ مَاتَ بِهَا۔))

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس بات کی طاقت رکھتا ہو کہ اسے موت مدینہ میں آئے تو اسے مدینہ ہی میں فوت ہونا چاہیے، بلاشبہ میں مدینہ میں فوت ہونے والے شخص کی سفارش کروں گا۔“

(83)......بَابُ الْمَدِيْنَةِ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَالدَّجَّالُ

مرض طاعون اور دجال مدینہ میں نہیں آسکیں گے

(۲۰۲۱)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الشِّيرَزِيُّ، أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ أَحْمَدَ، أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَاشِمِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجَمِّرِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلائِكَةٌ لا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلا الدَّجَّالُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مدینہ کے راستوں پر فرشتے ہیں نہ اس میں طاعون آسکتا ہے نہ دجال۔“

شرح: (الانقاب) ”راستے“ دو پہاڑوں کے درمیان راستے کو ”نقب“ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

(۲۰۲۰) صحیح ......أخرجه الترمذی: ۳۹۱۷

(۲۰۲۱) أخرجه البخاری: ۱۸۸۰، و مسلم: ۱۳۷۹

(فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ) ''وہ شہروں میں چلے پھرے''یعنی گلیوں، بازاروں اور مختلف شہروں میں پھرتے تھے،لیکن جب ہمارا عذاب آیا تو انہیں کہیں پناہ اور راہ فرار نہیں ملی۔قوم کے سردار کو، جو معاملات سرانجام دینے کے طریقوں سے آگاہ ہو،اوراپنی ملت کے لیے فلاح وبہبود کے راستوں سے خوب واقف ہو ''نَقِیْب الْقَوْم'' کہا جاتا ہے۔

(۲۰۲۲)۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّعَيْمِيُّ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ وَهُوَ الْأَوْزَاعِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ......

حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيْسَ مِنْ بَلَدَةٍ إِلا سَيَطَؤُهَا الدَّجَّالُ إِلا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ، لَيْسَ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلا عَلَيْهَا الْمَلائِكَةُ صَافِّينَ يَحْرُسُونَهَا، ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلاثَ رَجَفَاتٍ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ۔))

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کے ہر شہر میں دجال ضرور جائے گا،سوائے مکہ اور مدینہ کے، ان کے ہر راستے پر صف بستہ فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے، پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی جس سے ایک ایک کافر اور منافق کو اللہ تعالیٰ اس میں سے باہر کردے گا۔''

(۲۰۲۳)۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَقِيُّ، أَنْبَأَنَا أَبُو الْحَسَنِ الطَّيْسَفُونِيُّ، أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلاءِ، عَنْ أَبِيهِ......

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَهِمَّتُهُ الْمَدِينَةُ حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ، ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اور اس کا ارادہ مدینہ جانے کا ہوگا حتی کہ وہ احد پہاڑ کے پیچھے پڑاؤ ڈالے گا، پھر فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں وہ ہلاک ہو جائے گا۔''

شرح مجاہد، امام شعبی رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: دجال کی کنیت ابو یوسف ہوگی۔

(۲۰۲۲) أخرجه البخاري: ۱۸۸۱، و مسلم: ۲۹۴۳

(۲۰۲۳) أخرجه مسلم: ۱۳۸۰